شرح

فوائدِ مکیّہ

تالیف

اُستاذُ القراء والمجودین الشیخ القاری
المقری محمد ادریس العاصم مدظلہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

قرأت اکیڈمی ®
لاھور

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ

(رواہ مالک والنسائی عن حذیفہؓ)

ماہر فنون تجوید و قراءات شیخ العرب والعجم حضرت مولانا القاری المقری
محمد عبدالرحمٰن المکی الالٰہ بادی قدس سرہ کی شہرہ آفاق تصنیف فوائد مکیہ کی شرح

المعروف

شرح فَوَائِدِ مَکِّیَّہ

تالیف

اُستاذُ القراء والمجودین الشیخ القاری
المقری محمد اِدریس العاصم مدظلہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی

قراءت اکیڈمی ®
28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار-لاہور
Ph.: 042 - 7122423
0300 - 4785910

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

235

انتباہ

نام کتاب -------- شرح فوائد مکیہ
مؤلف -------- حضرت قاری محمد ادریس العاصم
ناشر -------- قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور
کمپوزنگ و -------- یونیک گرافکس
سرورق ڈیزائن -------- الفضل مارکیٹ' اُردو بازار' لاہور

استاذ القراء و المجودین الشیخ سیدی و استاذی القاری المقری

محمد صدیق صاحب لکھنوی دامت برکاتھم کے شرح مذکور سے متعلق تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فوائد مکیہ حضرت استاذ الکل شیخ الاساتذۃ والمجودین القاری المقری محمد عبدالرحمٰن مہاجر مکی ثم الہ آبادی نوراللہ مرقدہ کی قواعد تجوید پر ایک عظیم الشان تصنیف ہے۔ فوائد مکیہ برصغیر پاک و ہند کے تمام مدارس تجوید میں تقریباً لگ بھگ پون صدی سے زائد عرصہ سے داخل نصاب ہے اس کی سب سے پہلی تشریح حضرت شیخ التجوید والقرآءت استاذنا المحترم القاری المقری مولانا عبدالمالک نوراللہ مرقدہ نے فرمائی' جو تعلیقات مالکیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے جو کہ نہایت ہی عظیم اور مدلل تشریح ہے فوائد مکیہ کی دیگر اساتذہ نے بھی مختلف ادوار میں تشریح فرمائی ہے۔

زیر نظر شرح فوائد مکیہ دراصل استاذ القراء حضرت القاری المقری اظہار احمد تھانوی قدس اللہ سرہ کے افادات ہیں جنہیں ان کے تلمیذ خاص مکرم قاری محمد ادریس العاصم دامت برکاتھم نے تحریر کیا ہے۔ میں نے اس شرح کو مختلف مقامات سے پڑھا' عام فہم زبان اور آسان انداز میں مسائل تجوید ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس دور انحطاط میں جبکہ علمی طور پر طلبہ کی اکثریت کی استعداد بہت کمزور ہے' اکابر اساتذہ کے افادات کو بحسن و خوبی زیور طباعت سے آراستہ کر کے طلباء تجوید تک پہنچانا بلاشبہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو شارح موصوف نے نہایت خوبی سرانجام دیا ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا مقام ہو جو لائق تشریح ہو اور اس کی توضیح نہ کی گئی ہو۔ مشکل اصطلاحات تجوید کی تشریح نہایت آسان الفاظ میں کی گئی ہے۔ ساتھ ساتھ قرآن اور احادیث سے استدلال اور اساتذہ فن کے اقوال بھی مجتمع کر دیئے گئے ہیں۔

انشاءاللہ! یہ کتاب اساتذہ تجوید کے لیے خصوصاً اور مبتدی طلباء کے لیے عموماً نافع اور مفید ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے شارح موصوف کے علم و فن میں مزید ترقی عطا فرمائے اور زیر نظر شرح کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور طلباء تجوید کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

خادم القرآن والقاری محمد صدیق لکھنوی

3-4-2003

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض شارح

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی امام النبیین و المرسلین و علی الہ و ازواجہ و صحبہ اجمعین. امابعد!

فوائد مکیہ علم تجوید میں ایک نہایت اعلیٰ پائے کی کتاب ہے جو کہ اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت مؤلف ؒ کی للّٰہیت اور خلوص کی برکت ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے تجوید و قرآءات کے مدارس میں اپنی طباعت کے بعد سے ہی یہ کتاب داخل نصاب ہے۔

فوائد مکیہ ادق کتاب ہے اس کے مضامین انتہائی مختصر مگر جامع ہیں۔ باوجودیکہ طلبا اس سے قبل دو یا تین تجوید کی کتب پڑھ چکے ہوتے ہیں مگر اس کتاب کا سمجھنا ان کے لیے پھر بھی دشوار ہوتا ہے۔ راقم کے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ بعض نوآموز اساتذہ اس کے بہت سے مضامین حل کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

اس کتاب کے پڑھانے کا حق میرے مربی شیخی سندی و استاذ الاساتذہ حضرت مولانا القاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ ادا کرتے تھے۔ شیخ محترم کا فوائد مکیہ پڑھانے کا ایک مخصوص و موثر انداز تھا جو اس قدر علمی اور عام فہم تھا جو عطیہ خداوندی ہی کہا جا سکتا ہے۔ راقم نے بھی حضرت شیخ ؒ سے فوائد مکیہ میں خوب خوب استفادہ کیا اس کے باوجود کہ زمانہ طالب علمی کو کافی عرصہ گزر چکا ہے میں نے اس شرح مذکور میں کافی مقامات پر حضرت شیخ کے فرمودہ دروس کے نکات کو ذہن کے دریچوں سے صفحات پر منتقل کیا ہے۔

کتاب کے دقائق اور مشکلات کو پیش نظر رکھ کر طلباء اور اساتذہ اس کے حواشی کی جانب رجوع کرتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ نامور اساتذہ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حواشی اس کتاب کے حل میں معاون ثابت ہوئے ہیں مگر تسہیل و توضیح کی ضرورت ہر شعبہ علم میں بڑھتی جا رہی ہے۔ راقم نے اپنے تدریسی دور میں یہ عام مشاہدہ کیا کہ طلباء کے لیے فوائد مکیہ کی ایک ایسی مفصل شرح کا ہونا بہت ضروری ہو گیا ہے جو کتاب کے حل میں بہترین راہنما ہو۔

تدریسی مشغولیت فوائد مکیہ کی ایک مفصل اور جامع شرح کے لکھنے میں بہت زیادہ حائل تھی۔ ادھر احباب کا اصرار بڑھ رہا تھا کہ فوائد مکیہ کے اوپر ایک مفصل اور جامع شرح کا ہونا وقت کی اہم ضرورت بن گئی ہے۔

خاتمۃ القراء فی الہند حضرت قاری عبد الرحمٰن مکی ؒ نے فوائد مکیہ کے ایک ایک جملے میں علم کے سمندر سمو دیئے ہیں اس کا

اندازہ مجھے شرح مذکور کے کام کے دوران ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت خاتمہ القراء فی الہندؒ کی تبحر علمی کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے اپنی علمی بے بضاعتی کا ہر دم اور ہر موقع پر اعتراف رہا۔ احباب اور رفقاء کے شدید اصرار پر توکل علی اللہ اس عظیم کام کو شروع کیا اور الحمدللہ اب یہ شرح چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

راقم نے کوشش کی ہے کہ شرح میں مسائل تجوید کو آسان انداز میں پیش کروں نیز حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ کے بیان کی کما حقہ وضاحت کر سکوں۔ القراءات العشر کی غیر متعلقہ ابحاث سے حتی الامکان پرہیز کی کوشش کی ہے۔ اور نفس کتاب کے حل پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی ہے۔ شرح میں شامل بعض مضامین کی عربی و فارسی عبارات کا اردو میں عام فہم اور سلیس ترجمہ بھی طلباء کی سہولت کے لیے کر دیا ہے۔ مسائل پر استشہاد کے طور پر المقدمۃ الجزریہ۔ تحفۃ الاطفال۔ الشاطبیہ۔ الدرہ۔ طیبۃ النشر۔ عقیلۃ اتراب القصائد کے اشعار اور النشر فی القراءات العشر کی عبارات نقل کی گئی ہے اور ان کا معنی خیز ترجمہ بھی ہمراہ دیا گیا ہے۔

میں استاذ القراء المقری نجم الصبیح التھانوی حفظہ اللہ فاضل القراءات العشر واستاذ شعبہ تجوید وقراءات مدرسہ عالیہ تجوید القرآن لاہور اور عزیزم استاذ الحفاظ قاری محمد طارق بالاکوٹی فاضل القراءات العشر کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے شرح کی پروف ریڈنگ میں میرے ساتھ از حد تعاون کیا اور موسموں کے گرم و سرد اور سختی و نرمی کے باوجود انتہائی خوش دلی سے اس کام میں میرے ساتھ تعاون کیا اور مسودہ کی پروف ریڈنگ کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے آمین۔ نیز محترم عزیز احمد التھانوی حفظہ اللہ مدیر قرآءت اکیڈمی نے اس کی طباعت و اشاعت اور کمپوزنگ وغیرہ غرض جملہ امور کی بڑی تندہی اور ذوق و شوق سے نگرانی کی ہے۔ میں ان کے پُرخلوص تعاون کا انتہائی ممنون احسان ہوں۔

اللہ وحدہ لاشریک کے حضور دعا گو ہوں کہ اس شرح کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میرے لیے اور میرے انتہائی قابل احترام اساتذہ کرام استاذ القراء والمجودین حضرت القاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ اور استاذ القراء و المجودین حضرت القاری المقری عبدالفتاح السید العجمی المرصفی المصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا علامہ ابوالبرکات احمد المدراسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور میرے والدین ماجدین کے لیے ذریعہ نجات بنائے جن کی دعاؤں اور محنتوں سے راقم اس قابل ہوا ہے۔

والله ولی التوفیق و صلی الله علی سیدنا محمد و اله و اصحابه و ذریاته اجمعین

خادم القرآن الکریم
العبد محمد ادریس العاصم عفی عنہ

ذی القعدہ ۱۴۲۳ھ
مطابق جنوری ۲۰۰۳ء

مدرسہ صولتیہ کی تاریخ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر سے بہت سے علماء اور اہل ثروت حضرات نے سرزمین حجاز کی جانب ہجرت کی ان میں حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکیؒ قاطع عیسائیت کے نام نامی سرفہرست ہیں۔

ان دونوں حضرات نے محسوس کیا کہ جو اہل ہند ہجرت کر کے مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح میں آباد ہو رہے ہیں ان کی صحیح دینی تربیت کے لیے ایک ایسا مرکز قائم کیا جائے جہاں ان باشندگان ہند کے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے اور بالخصوص ان کی قرآن وقرآءات کی صحیح تعلیم کا اہتمام وانصرام کیا جائے۔ اس عظیم مقصد کو مدنظر رکھ کر مدرسہ ہندیہ کے نام سے رمضان المبارک ۱۲۹۰ھ میں حرم مکہ کے اندر ایک مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

ہندوستان کے مخصوص حالات جس میں مسلمانوں پر بہت زیادہ سختی تھی اور حجاز میں بھی عسرت وتنگدستی کا دور تھا ان حالات میں مدرسہ کو چلانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

موسم حج ۱۲۹۰ھ میں کلکتہ کی ایک اولوالعزم اور مخیرؒ خاتون صولت النساء بیگم اپنی لڑکی اور داماد کے ساتھ حج کے لیے آئیں۔ ہر نیک دل اور صاحب استطاعت مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ حرمین شریفین میں کوئی نیک کام اور صدقہ جاریہ قائم کر جائے۔ صولت النساء صاحبہ بھی مکہ معظمہ میں ایک رباط (مسافر خانہ) بنانے کا بہتر جذبہ اپنے ساتھ لائیں۔ موصوفہ کے داماد اکثر مسجد حرام میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ مشورہ کے طور پر انہوں نے اپنی خوشدامن صاحبہ کے مبارک ارادہ کا ذکر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے کیا۔ حضرت مولاناؒ نے جواباً فرمایا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رباطوں کی کمی نہیں اس کی بجائے اس سے زیادہ ضروری اور اہم ایک مدرسہ کی ضرورت ہے مکہ معظمہ میں کوئی ایسا مستقل مدرسہ نہیں جو اہل ہند کی دینی تربیت ورہنمائی کا کام سرانجام دے سکے۔ یہ بات صولت النساء صاحبہؒ کے جب گوش گزار ہوئی تو وہ دوسرے دن حضرت مولانا کیرانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس رائے کو انتہائی مسرت کے ساتھ پسند کرتے ہوئے مدرسہ کی زمین کی خرید کے لیے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عظیم الشان کام اس بلند ہمت خاتون سے لینا تھا۔

محلہ خندریسیہ میں جگہ خریدی گئی اور مدرسہ کی تعمیر شروع ہوگئی۔ اس دوران صولت النساء بیگمؒ خود تعمیر کا کام دیکھنے کے لیے تشریف لاتیں اور اپنی خوش قسمتی اور اپنی توفیق خدمت پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتیں۔ مدرسہ صولتیہ کے سب سے پہلے رجسٹر

کی ابتدائی عبارت جو حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کے قلم مبارک سے ہے نقل ذیل ہے:

''حمد اور نعت کے بعد یہ ہے کہ اگر چہ مدرسہ ہندیہ حضرات اہل ہند کی ہمت اور توجہ سے مکہ معظمہ ادام اللہ شرفہا میں سنہ بارہ سونوے ہجری (۱۲۹۰ھ) رمضان المبارک کے مہینہ میں قائم ہوا تھا۔ پر اسباب چند در چند سے جو اس سنہ کے چار مہینوں میں کئی طرح کے حرج پیش آئے۔ سو اس لحاظ سے ہم نے ان چار مہینوں کو نظر سے گرا کے اس مدرسہ کے قیام کو محرم الحرام بارہ سو اکانوے ہجری (۱۲۹۱ھ) گنتے ہیں۔ اور سب امور متعلقہ اس مدرسہ کو اسی سال سے لیتے ہیں۔ اللہ خیر سے ان امور کو انجام دیجیو۔ بمنہ وکرمہ''

۱۲ شعبان المعظم ۱۲۹۱ھ بروز چار شنبہ میں مدرسہ صولتیہ کی نئی عمارت میں طلباء کو لا یا گیا۔ ازل سے علم الٰہی میں یہ سعادت اور فخر چونکہ محترمہ صولت النساء بیگم مرحومہؒ کے حصہ میں تھا اس لیے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکیؒ نے ان کے اس ایثار کی بہتر یادگار کے طور پر مرکز اسلام کے اس عظیم علمی ادارے کا نام ''**مدرسہ صولتیہ**'' رکھا جو قیامت تک اس کے نام کو عزت اور سچی ناموری کے ساتھ زندہ رکھے گا۔ انشاء اللہ

۱۴ شعبان المعظم ۱۲۹۱ھ کو مدرسہ صولتیہ کے یوم تاسیس وافتتاح پر عمارت جدید میں اسباق شروع ہوئے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کے حکم سے شیخ العرب والعجم القاری المقری ابراہیم سعد الشافعی المصری الازہریؒ نے طلباء کو قرآن کریم کی تعلیم دینی شروع کی۔ شیخ ابراہیم سعد مصریؒ ہی مدرسہ کے سب سے پہلے قرآن پاک کے باقاعدہ مدرس مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ نے بخاری شریف شروع فرمائی جس کے بعد شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے مثنوی مولانا روم کا درس دیا۔ بعد ازاں طویل دعا ہوئی اور دعا کے بعد تمام مہمانان گرامی، شرکائے مجلس اور طلباء کو کھانا کھلایا گیا۔

مدرسہ کے اغراض ومقاصد:

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ بانی مدرسہ صولتیہ کے ذہن میں مدرسہ کے قیام کے بعد جو لائحہ عمل تھا اس کے تین اہم اہداف تھے:

(۱) اسلامی دنیا سے مکہ معظمہ میں ہر سال شائقین علوم دینیہ کی ایک کثیر جماعت اس جذبہ اور ولولہ کے ساتھ آتی ہے کہ اسلام کے اس عظیم دینی مرکز میں تعلیم حاصل کرے اور اسلامی تہذیب ومعاشرت کا گہرا مطالعہ کرنے کا انہیں قریب سے موقع ملے۔ ان آفاقی طلبہ کی تعلیم اور قیام وطعام کا اہتمام اور حتی الامکان ان کی ضروریات کا لحاظ رکھنا مدرسہ صولتیہ کا اہم فرض ہے۔

(۲) مہاجرین حرم کی اولاد کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا تاکہ آوارہ گردی جہالت و بداخلاقی کے شکار نہ ہوں اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ان کو شریف پیشے سکھائے جائیں تاکہ گداگری اور فقر و تنگدستی کی مصیبت سے ان کو نجات ملے اور اللہ کے گھر میں دوسروں کے دست نگر نہ رہیں۔

(۳) ہندوستان (قدیم) میں قرآن پاک کی صحیح قرآءت کی اشاعت اور اس اغراض کو ختم کرنا کہ ہندوستانی حفاظ کلام اللہ کو غلط پڑھتے ہیں۔ مصر و حجاز وغیرہ ممالک اسلامیہ کے قراء اور حفاظ کی ہندوستانیوں پر نکتہ چینی بیجا نہیں۔ اس کے ازالہ کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔

حضرت اقدسؒ بانی مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکیؒ کی وفات ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں ہوئی تو اس کے بعد دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی نظامت و خدمت حضرت مولانا محمد سعید صاحب کیرانویؒ کے سپرد ہوئی جنہوں نے ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۵۸ھ تک پورے پچاس سال مدرسہ صولتیہ کی نظامت و خدمت کا حق ادا کیا۔

حضرت مولانا سعید صاحب کیرانویؒ کے دور میں بھی مدرسہ اپنی خدمات اسی آب و تاب سے انجام دیتا رہا جس طرح بانی مدرسہ کے دور میں انجام دے رہا تھا۔ آپ نے مدرسہ کی موجودہ تین منزلہ شاندار عمارت بھی تعمیر کروائی جس کا آغاز ۱۳۲۹ھ میں ہوا اور جس کی تکمیل ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ ۱۳۵۸ھ میں حضرت مولانا محمد سعید صاحب کیرانویؒ کی وفات کے بعد مدرسہ مذکورہ کی نظامت و خدمت حضرت مولانا محمد سلیم صاحبؒ کے حصہ میں آئی آپ نے بھی ۲ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ تک تقریباً چالیس سال خدمات انجام دیں۔

۱۳۰۸ھ میں جب حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان کی ہدایت اور وصیت کے مطابق شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ مدرسہ صولتیہ کے سرپرست مقرر فرمائے گئے۔

اب ہم یہاں مدرسہ صولتیہ کے نامور فارغین کے اسماء ذکر کرتے ہیں:

(۱) شیخ القراء والمجودین القاری المقری محمد عبد اللہ مکیؒ۔ (۲) شیخ القراء والمجودین القاری المقری محمد عبد الرحمٰن مکیؒ۔ (۳) شیخ القراء والمجودین القاری المقری محمد حبیب الرحمٰن مکیؒ۔ (۴) حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ۔ (۵) شیخ القراء والمجودین القاری المقری محمد عبد الخالق سہارنپوری مکیؒ۔ (۶) شیخ القراء والمجودین القاری المقری محمد عبد المالک علی گڑھیؒ۔ (۷) شیخ القراء محمد سلیمان بھوپالیؒ۔ (۸) حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کیرانوی مکیؒ سابقہ ناظم مدرسہ صولتیہ۔ (۹) شیخ القراء قاری محی الدین مکیؒ۔ (۱۰) شیخ القراء قاری عبد الوحید صاحب الہ بادیؒ سابقہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند۔ (۱۱) شیخ القراء قاری مرزا محمود بیگؒ (داماد حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ) (۱۲) قاری احمدؒ بن قاری عبد اللہ مکیؒ۔ (۱۳) قاری حامدؒ بن قاری عبد اللہ مکیؒ۔ (۱۴) قاری محمودؒ بن قاری عبد اللہ مکیؒ۔ (۱۵) قاری سراجؒ بن قاری عبد اللہ مکیؒ۔ (۱۶) شیخ القراء

محمد صدیق میمن سنگھیؒ۔(حضرت قاری محمد صدیق میمن سنگھیؒ نے حفظ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے کیا ہے تجوید۔قراءات سبعہ اورقراءات عشرہ میں تمام تر استفادہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد میں کیا ہے۔ہمارے اس قول کی مؤید حضرت قاری محمد صدیق صاحب میمن سنگھیؒ کے تلامذہ کی اسناد ہیں جو حضرت قاری عبدالرحمٰنؒ کے واسطہ سے ہیں۔براہ راست حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے واسطے سے نہیں ہیں۔مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شجرۃ الاساتذہ فی اسانید القراءات العشر المتواترہ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور)(۱۷) حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب لکھنویؒ ناظم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو۔ (۱۸) شیخ القراء محمد سبحان اللہ صاحبؒ۔ (۱۹) قاری جلال الدین صاحبؒ۔(۲۰) قاری شاہ محی الدین عبداللہ المعروف ابوالخیر مجددیؒ۔(۲۱) قاری سید محمد علی نواکھالیؒ ۔(۲۲) قاری سید محمد عثمان بنگالیؒ ۔(۲۳) قاری شاہ محمد عمر تھانوی مکیؒ ۔(۲۴) قاری میراں شاہ صاحب ندویؒ۔(۲۵) قاری محمد صدیق دہلویؒ۔(۲۶) قاری محمد میاں لدھیانویؒ۔(۲۷) قاری محمد دیار بھوپالیؒ ۔(۲۸) قاری محمد ابراہیم رشید مکیؒ۔(۲۹) قاری سید مرتضیٰ حسینیؒ ۔(۳۰) قاری خلیل الرحمٰن بنگالیؒ ۔(۳۱) قاری محمد صغیر بنگالیؒ ۔(۳۲) قاری محمد اکرم نعمانی کابلیؒ ۔(۳۳) قاری فیض الحسن دوجانویؒ۔(۳۴) قاری بدرالاسلام کیرانویؒ۔ (۳۵) قاری مطیع اللہ ملتانیؒ ۔(۳۶) قاری حمید اللہ مرادآبادیؒ۔(۳۷) قاری عبداللہ رشید رنگونیؒ ۔(۳۸) مفتی محمد عمر شمس آبادیؒ۔(۳۹) حضرت مولانا قاری عبدالاولؒ بن قاری کرامت علی جونپوریؒ۔(۴۰) مولانا احمد الدین چکوالیؒ ۔ (۴۱) مولانا محمد حسین جانؒ۔(۴۲) مولانا قاری نور احمد امرتسریؒ۔(۴۳) حضرت مولانا فضل حق شمس آبادیؒ (۴۴) قاری سید محمد مدنیؒ (۴۵) قاری محمد عبدالرزاقؒ جیسے اکابرین شامل ہیں۔

☆☆☆

سوانح حیات

خاتمۃ القراء فی الہند حضرت قاری محمد عبدالرحمٰن مکیؒ

نام: محمد عبدالرحمٰنؒ

لقب: خاتمۃ القراء فی الہند

نسبت: الالہ آبادی المکی

والد محترم کا نام: محمد بشیر خانؒ

مسلک: حنفی (دیوبندی)

حضرت قاری صاحبؒ کا خاندان:

آپ کے والد محمد بشیر خانؒ انتہائی متقی پرہیز گار دیندار اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ دینداری اور تقویٰ اس قدر غالب تھا کہ دین کے معاملہ میں مال اور جان کی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران محمد بشیر خان صاحبؒ نے انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور مجاہدین آزادی کی ہر طرح سے مدد کی۔

محمد بشیر خانؒ قائم گنج ضلع فرخ آباد یوپی کے رہنے والے تھے تجارت ذریعہ معاش تھا' مالی لحاظ سے بہت مضبوط تھے۔ محمد بشیر خانؒ کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا بہت خیال رہتا تھا اس مقصد کے لیے وہ اپنے خاندان سمیت کانپور تشریف لائے کیونکہ کانپور میں دینی علوم کے بڑے بڑے ادارے تھے۔ اسی اثناء میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی شروع ہوگئی محمد بشیر خان نے دامے درمے سخنے ہر لحاظ سے انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ جنگ آزادی کے خاتمے پر انگریزوں نے مجاہدین کی مدد کرنے پر محمد بشیر خان صاحبؒ کا تمام مال واسباب اور جائیداد وغیرہ ضبط کرلی۔ بعد ازاں محمد بشیر خان ان حالات میں اپنے بڑے بھائی کے پاس گوالیار چلے آئے جو کہ گوالیار کے ایک نامور اور مشہور آدمی تھے۔ حضرت قاری صاحب کے تایا صاحبؒ کے نام سے تذکرہ نگار خاموش ہیں مگر مورخین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ کے تایا جان کا بھی سارا مال واسباب اور جائیداد انگریزوں نے مجاہدین آزادی کی اعانت کے جرم میں ضبط کرلیا۔ جنگ آزادی کے بعد عمومی طور پر مسلمانان ہند کی مالی حالت زار اس قدر خستہ ہوچکی تھی کہ نئے سرے سے کوئی بھی کام شروع کرنا ازحد دشوار تھا۔ محمد بشیر خان صاحبؒ اور ان کے بڑے بھائی تو ویسے بھی انگریزوں کے معتوب نظر تھے اس لیے دونوں بھائیوں نے باہم مشورہ کر

کے یہی بہتر سمجھا کہ بلدالامین مکہ معظمہ کی طرف ہجرت اختیار کر لی جائے۔

۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں سترہ افراد پر مشتمل یہ خاندان مکہ مکرمہ ہجرت کر گیا۔ مکہ مکرمہ میں رباط برما میں اس خاندان نے رہائش اختیار کی۔ شروع کے ایام بڑے سخت اور کٹھن تھے بعض اوقات کھانے کے لیے کچھ بھی موجود نہ ہوتا اور پورا خاندان صرف زمزم پی کر گزارہ کرتا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کے تایا جانؒ کا انتقال ہو گیا۔ اور پورے کنبے کی کفالت کا بوجھ حضرت قاری صاحبؒ کے والد گرامی محمد بشیر خانؒ کے کاندھوں پر آن پڑا۔ محمد بشیر خان صاحب جہاں ایک اچھے تاجر تھے وہیں انہیں جلد سازی کے کام میں بھی مہارت تامہ تھی۔ ہجرت کے وقت آپ ہندوستان سے کچھ جلد سازی کا سامان بھی ساتھ لے کر گئے تھے۔

مکہ معظمہ میں آپ کے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے بڑے گہرے مراسم قائم ہو گئے اور اسی وجہ سے آپ کو مکہ معظمہ میں جلد سازی کا کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں محمد بشیر خانؒ اپنی دیانت۔ اخلاق و گفتار اور فنی مہارت تامہ کی بدولت بہت مشہور ہو گئے اور کاروبار میں بھی خوب ترقی ہوئی۔

محمد بشیر خان صاحبؒ کے تین فرزند تھے۔

(۱) شیخ العرب والعجم القاری المقری محمد عبداللہ مکیؒ صدر مدرس قرآءات مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

(۲) خاتمۃ القراء فی الہند القاری المقری محمد عبدالرحمٰن المکی الالہ بادیؒ صدر مدرس قراءات مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد۔

(۳) شیخ القراء والمجودین القاری المقری محمد حبیب الرحمٰن مکی الکھنویؒ صدر مدرس قراءات مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو۔

حضرت قاری صاحبؒ کی پیدائش اور جائے پیدائش

محمد بشیر خان صاحبؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ العرب والعجم القاری المقری محمد عبداللہ مکیؒ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں فرخ آباد یوپی میں پیدا ہوئے۔

جبکہ خاتمۃ القراء فی الہند القاری المقری محمد عبدالرحمٰن مکیؒ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں گوالیار میں پیدا ہوئے۔

جبکہ تیسرے فرزند شیخ القراء القاری المقری محمد حبیب الرحمٰن مکیؒ ہیں تذکرہ نگاران کے سنہ پیدائش کا ذکر نہیں کرتے مگر یہ بات تذکرہ قاریان ہند میں تحریر ہے کہ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ یہ بات تاریخ کی کتب میں موجود ہے کہ آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت قاری محمد عبداللہ مکیؒ سے قراءات عشرہ سیکھیں اپنے صاحبزادے کی وفات کے بعد حجاز سے ہندوستان آئے اور بعد ازاں لکھنو تشریف لا کر مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں صدر مدرس تجوید وقراءات مقرر ہوئے اور تشنگان علم تجوید وقراءات کو

سیراب فرماتے رہے آخر عمر میں دمہ کی شکایت ہوگئی تو بغرض علاج حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ کے پاس الہ آباد تشریف لے گئے اور وہیں ۱۳۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ الہ آباد میں ہی مدفون ہیں رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ (تذکرہ قاریان ہند جلد دوم ص ۳۲۳۔ فیضان رحمت ص ۴۳) میرے استاذ محترم حضرت قاری اظہار احمد التھانوی رلیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا تھا کہ حضرت قاری حبیب الرحمٰن مکیؒ بے حد سریلی آواز کے مالک تھے اور بہت سے عربی لہجوں پر عبور رکھتے تھے اور بہت ہی عمدہ پڑھا کرتے تھے۔

بعض حضرات نے ان کے علاوہ ایک چوتھے بھائی کا تذکرہ مزید کیا ہے۔ مگر تذکرہ قاریان ہند میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ایسے ہی حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی سوانح (فیضان رحمت) جو ان کے خاندان کے لوگوں اور دیگر معتبر حضرات کی مدد سے تحریر کی گئی ہے اس میں بھی چوتھے بھائی کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت

محمد بشیر خان صاحبؒ جلد سازی کا کام نہایت شاندار کرتے تھے مگر انہوں نے اپنی اولاد کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ ان کی دینی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام و انصرام ہو۔ اس واسطے آپ نے اپنے تینوں صاحبزادوں کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کے سپرد کیا کہ ان تینوں کو شاندار تعلیم دلوائی جا سکے۔ قیام مکہ مکرمہ کے دوران ہی محمد بشیر خان صاحبؒ اور ان کی اہلیہ کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا اور یہ تینوں بھائی مکمل طور پر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کے دست شفقت تلے آ گئے۔ حضرت مولاناؒ نے محمد بشیر خان صاحبؒ کی وصیت و خواہش کا مکمل احترام کیا اور تینوں بھائیوں کو شاندار تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔

حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے شیخ القراء قاری عبدالقادر صاحبؒ کے سپرد کیا جو کہ مدراس کے رہنے والے تھے اور جامعہ ازہر مصر سے علم تجوید و قراءات پڑھ کر مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے انہیں باب ابراہیم مسجد حرام میں قرآن کی تعلیم دینے پر مامور فرمایا تھا۔ حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ نے آپ سے قرآن پاک حفظ کیا اور مشق وغیرہ میں استفادہ کیا۔ بعد ازاں آپ قاری عبدالقادر مدراسیؒ کے معین استاذ مقرر ہوئے۔

اسی دوران مصر کے ایک عظیم استاذ ماہر تجوید و قراءات استاذ الاساتذہ القاری المقری شیخ ابراہیم سعد بن علی المصری الشافعی الازہریؒ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے آپ کی خدمات مدرسہ صولتیہ کے لیے حاصل کر لیں اور سب سے پہلے مدرس قراءات مدرسہ صولتیہ مقرر ہوئے۔ شیخ موصوف بڑی زبردست اور شاندار علمی شخصیت کے حامل تھے آپ نے اپنے وقت کے عظیم استاذ الشیخ حسن بدیر الجریسی الکبیرؒ سے استفادہ فرمایا تھا اور قراءات عشرہ بطریق

درہ وطیبہ ان سے پڑھیں تھیں۔ جبکہ الشیخ حسن بدیر الجریسی الکبیر المصری الازہری الشافعیؒ کا فن میں استفادہ خاتمۃ القراء و المحققین الشیخ محمد المتولی المصری الشافعی الازہریؒ سے تھا۔ جن کی ذات پورے عالم اسلام میں تجوید وقراءات کے حوالے سے مرجع خلائق تھی۔ (مفصل شجرۃ الاساتذہ عنقریب چھپ کر نظر شائقین ہوگا انشاء اللہ)

حضرت قاری عبداللہ صاحب مکیؒ نے باوجود مدرس ہونے کے اس نعمت عظمیٰ کو غنیمت جانتے ہوئے شیخ ابراہیم سعد مصریؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے تجوید وقراءات بطریق الشاطبیہ۔ الدرہ اور طیبہ میں مہارت تامہ حاصل کر کے اجازت حاصل کی اور شیخ ابراہیم سعد مصریؒ کی وفات کے بعد مدرسہ صولتیہ میں شیخ القراء کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔

قاری ابراہیم سعد مصریؒ کے نامور تلامذہ میں حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے علاوہ حضرت قاری سبحان اللہ صاحب مکیؒ اور دیگر نامور حضرات شامل تھے۔ حضرت شیخ ابراہیم سعدؒ نے دوران تدریس مدرسہ صولتیہ ہی بعمر ستر سال رحلت فرمائی اور ایک صاحبزادہ محمد یادگار چھوڑا۔

حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے مدرسہ صولتیہ میں کم وبیش چالیس سال خدمت قرآن کی ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء کو آپ نے رحلت فرمائی اور جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئے۔

حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے ہی آپ کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے تجوید وقراءات عشرہ بطریق شاطبیہ ودرہ وطیبہ میں استفادہ فرمایا۔ (دیکھو تذکرہ قاریان ہند جلد اول صفحہ ۲۳۳۔ جلد دوم صفحہ ۳۲۳ فیضان رحمت صفحہ ۷۲)

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے بھی حضرت قاری ابراہیم سعد مصریؒ سے استفادہ فرمایا ہے مگر آپ کی جاری کردہ اسناد روایت حفص وغیرہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے بہرحال حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے تمام تر فنی استفادہ یعنی تجوید وقراءات عشرہ صغریٰ وکبریٰ اپنے برادر اکبر حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے حاصل کی ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن مؤلفہ استاذ القراء قاری محمد ضیاء الدین صاحب صدیقیؒ اور ہدیۃ الوحید فی علم التجوید مؤلفہ استاذ القراء قاری عبدالوحید الہ آبادیؒ کہ ہر دو کتب میں مؤلفین حضرات اپنی تجوید وقراءات کی اسناد بیان فرما رہے ہیں)

اس کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحب کیمل پوریؒ سے بھی بطور تبرک سند عشرہ حاصل کی ہے۔ بعض تذکرہ نگار اس بات پر مصر ہیں کہ آپ نے روایت حفص اور سبع قراءات تو حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے پڑھیں اور الدرۃ المضیۃ اور طیبۃ النشر ہندوستان تشریف لا کر حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ سے پڑھیں یعنی بقول ان کے مدرسہ صولتیہ سے تعلیم نامکمل چھوڑ کر یہاں ہندوستان تشریف لے آئے اور یہاں آ کر تعلیم مکمل کی۔ مگر یہ بات کچھ حلق سے اترتی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں راقم اور اس کے علاوہ میرے شیخ محترم حضرت القاری المقری اظہار احمد التھانوی نوراللہ مرقدہ نے

کافی تحقیق کی جس کے بعد یہ بات واضح ہوکر سامنے آئی کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا تمام ترفنی استفادہ اپنے برادر اکبر حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے ہی تھا۔ ذیل میں ہم اس کے لیے کچھ نکات بیان کرتے ہیں۔

(۱) حضرت قاری ضیاء الدین صدیقیؒ اپنی تالیف خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن میں تمام ترفنی استفادے کا سلسلہ سند حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ عن حضرت قاری عبداللہ مکیؒ ہی بیان کررہے ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت قاری ضیاء الدین صدیقیؒ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے بہت اولین تلامذہ میں سے ہیں۔

(۲) حضرت قاری عبدالوحید صاحب الہ آبادیؒ اپنی تالیف ہدیۃ الوحید فی علم التجوید میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنا تمام ترفنی استفادہ ۱۳۲۰۔۱۳۲۱ھ میں حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے فرمایا۔ بعدہ ۱۳۲۹ھ میں مدرسہ صولتیہ حاضر ہوکر شیخ العرب والعجم حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کو بھی سنایا اور یوں ان سے بھی قراءات سبعہ اور بعدازاں بذریعہ خط قراءات عشرہ کی سند بھی عطا ہوئی۔ (دیکھئے ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۶)

بعدازاں متصل صفحہ پر ہی حضرت قاری صاحب موصوف نے اپنی قراءات سبع وعشرہ کی سند مکمل بیان کی ہے اس میں اپنا تمام ترفنی استفادہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ اور حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے واسطہ سے ظاہر فرمایا ہے مگر کہیں حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ کا ذکر نہیں۔ (دیکھئے ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۷۔۴۸)

(۳) تذکرہ قاریان ہند مؤلفہ قاری بسم اللہ بیگ صاحبؒ میں حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا بہت مفصل تذکرہ موجود ہے۔ فنی استفادہ میں حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کا تو تذکرہ ہے قاری محمد غازی صاحبؒ کے استفادے کا سرے سے تذکرہ ہی موجود نہیں۔ اور نہ ہی قاری محمد غازی صاحبؒ کے سوانحی حالات موجود ہیں حالانکہ صاحب تذکرہ قاریان ہند کو حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے بہت سے تلامذہ سے شرف ملاقات حاصل رہا ہے۔ اور ان سے ہی سن کر اپنی کتاب میں حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کے بہت مفصل احوال تحریر فرمائے ہیں۔

(۴) فیضان رحمت سوانح حضرت قاری عبداللہ مکیؒ میں بھی مصنف سوانح مولانا امداد صابری صدیقی دہلویؒ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا فنی استفادہ تمام تر بڑے بھائی حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے بیان فرما رہے ہیں۔ ہاں قاری محمد غازی صاحبؒ سے استفادے کا تذکرہ صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

(۵) میرے شیخ محترم حضرت استاذ القراء القاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنی اسناد سے متعلق کتاب شجرۃ الاساتذہ میں بڑی تحقیق وتدقیق کے بعد الہ آباد اور لکھنو کے مدارس میں جہاں کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ تدریس فرماتے رہے ہیں خط وکتابت کرکے یہ بات تحریر کی ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا فنی استفادہ حضرت قاری عبد اللہ مکیؒ سے ہے اور بطور تبرک حضرت قاری محمد غازی صاحبؒ سے بھی سند لی ہے۔

(٦) راقم کی خط و کتابت حضرت الاستاذ کی اسی کتاب شجرۃ الاساتذہ کی تکمیل کے سلسلہ میں امام القراء حضرت القاری المقری محمد عبدالمالک نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے اور مدرسہ دار الترتیل و القرآن کے مہتمم حضرت استاذ القراء والمجودین القاری المقری محمد شاکر انور صاحب نور اللہ مرقدہ سے رہی ہے اس میں حضرت قاری صاحب موصوفؒ فرماتے ہیں:

''حضرت امام القراء القاری المقری محمد عبدالمالک صاحبؒ کی سند عشرہ صغریٰ و کبریٰ میں تمام تر فنی استفادہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ عن حضرت قاری عبداللہ مکیؒ ہے۔ سند مذکور میں کہیں بھی قاری غازی صاحبؒ کا نام مذکور نہیں۔''

عقلی دلائل کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو یہ بات ناممکن نظر آتی ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ صرف شاطبیہ پڑھ کر ہندوستان تشریف لے آئیں ہوں۔

(١) سوانحی تذکرہ جات میں لکھا ہے کہ جب حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کو قراءات متواترہ میں کامل کر دیا تو ایک دن حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کو ایک محفل میں سینے سے لگایا آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا قاری عبداللہ مکیؒ کو تو میں یہاں مدرسہ صولتیہ میں رکھتا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ہندوستان جاؤ اور وہاں تجوید و قراءات اور عربی لہجوں کی ترویج و اشاعت کرو۔ (فیضان رحمت سوانح حضرت قاری عبداللہ مکیؒ صفحہ ٣ و فوائد مکیہ معہ حاشیہ تعلیقات مالکیہ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی صفحہ ٣ سوانحی حالات حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ و سوانح حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ صفحہ ٢٨١)

سوچنے والی بات ہے کہ ایک شخص کو صرف قراءات سبعہ پڑھا کر یہ متصور کر لیا جائے کہ وہ کامل ہو گئے ہیں۔ کیا اس سے قبل صرف سبعہ قراءات کے حوالے سے برصغیر میں کام نہیں ہو رہا تھا۔ تذکرہ قاریان ہند اٹھائیے اس میں حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکیؒ کے بہت سے معاصر مقامی قراء عظام ملیں گے جو قراءات کے حوالے سے کام کر رہے تھے پانی پتی سلسلہ کو ہی دیکھ لیجئے پانی پت وغیرہ میں بہت مربوط طرز پر کام ہو رہا تھا۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ فن کی تکمیل کے بغیر ہی ہندوستان تشریف لے آئے۔ کیونکہ اس سے حضرت کو بھیجنے والوں یعنی حضرت قاری عبداللہ مکیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

(٢) دوسری عقلی دلیل ملاحظہ کیجئے حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ ہدیۃ الوحید کے صفحہ ٤٦ پر فرماتے ہیں:

''١٣٢٩ھ میں حرمین شریفین کی حاضری اور قیام سے مشرف ہوا تو بلد اللہ مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ ہندیہ کے مدرس اول فخر العجم و مسند العرب شیخ القراء والمجودین حضرت قاری عبداللہ صاحب مکیؒ سے عز و شرف تلمذ بلا واسطہ بھی حاصل ہوا اور اس درگاہ عالی سے بھی سند و اجازت سلسلہ قراءات سبعہ مشہورہ معہ کتب درسیہ مخصوصہ عطا ہوئی۔ الحمدللہ حمداً کثیراً۔

بعدہ بوساطت عزیزی و محبی حاجی حافظ قاری عبدالرحمٰن صاحب جالندھریؒ قراءات عشرہ کی بھی سند واجازت سلسلہ سے سرفراز ہوا۔" (ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۶)

حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ کے اس بیان سے صاف مفہوم ہو رہا ہے کہ وہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو بطور تبرک کچھ سنایا اور حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے انہیں پہلے سبعہ قراءات کی اجازت عطا فرمائی اور بعدازاں قاری عبدالرحمٰن جالندھری صاحبؒ کی وساطت سے یعنی بذریعہ خط عشرہ قراءات کی سند واجازت بھجوائی جو شخص بطور تبرک سنائے ان کو تو حضرت قاری عبداللہ مکی صاحبؒ بذریعہ خط سند واجازت مرحمت فرمادیں اور جس شخصیت نے اپنا تمام تر فنی استفادہ ہی حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے کیا ہو کیا یہ سوچا جاسکتا ہے کہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے انہیں بغیر تکمیل کرائے ہی ہندوستان روانہ کر دیا ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ ہندوستان تشریف لانے سے قبل قراءات عشرہ بطریق شاطبیہ والدرہ اور بطریق طیبہ کا حصول فرما چکے تھے۔ مگر ہندوستان تشریف لا کر حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ سے بطور تبرک قراءات عشرہ کی سند لی ہے۔

کیونکہ یہ بات تو تاریخ کی کتب میں بعض جگہ منقول ہے کہ آپ نے درس نظامی کی تکمیل کے لیے کانپور تشریف لا کر جامع العلوم میں داخلہ لیا مگر یہ بات کسی بھی تاریخی حوالہ سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے کہ آپ نے حضرت قاری محمد غازی صاحبؒ سے باقاعدہ صحبت تلمذ اختیار فرمائی اور عشرہ قراءات کی سند حاصل کی۔

بلکہ تذکرہ قاریان ہند کے مؤلف قاری کرنل بسم اللہ بیگ صاحبؒ نے اپنی تالیف مذکور میں فرمایا ہے:

"شیخ القراء حافظ محمد عبدالرحمٰن مکیؒ تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے اور کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کے مدرسہ میں مدرس ہوئے۔" (تذکرہ قاریان ہند جلد اول ص ۲۳۴)

دل لگتی بات بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ دراصل مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ سے فارغ التحصیل ہونے والا شخص آخر ہندوستان آکر کیوں پڑھے گا کیا درس نظامی کا مروج نصاب مدرسہ صولتیہ میں نہیں پڑھایا جارہا تھا؟ ہماری اس بات کی تائید اس سے بھی ہو رہی ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ وہاں بطور متعلم تشریف نہیں لائے بلکہ بطور معلم تشریف لائے تھے کہ آگے چل کر کانپور کے آپ کے تلامذہ کا ذکر صاحب تذکرہ قاریان ہند فرما بھی رہے ہیں۔

"کانپور۔ الہ آباد اور اطراف کے شہروں میں آپ کا بہت فیض پہنچا۔ بنگال۔ برما۔ پنجاب۔ (بہار۔ یوپی۔ سی پی) اور افغانستان کے تلامذہ نے آکر آپ سے استفادہ کیا۔" (تذکرہ قاریان ہند جلد اول ص ۲۳۶)

حضرت مولانا قاری حافظ فضل حق مچھلی شہریؒ کے حالات میں صاحب تذکرہ لکھتے ہیں:

''حفظ وقراءات شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے کانپور میں سیکھی عرصے تک حضرت شیخ القراءؒ کے ساتھ رہے۔'' (تذکرہ قاریان ہند جلد دوم ص ۲۳۷)

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ''آپ گولڑہ تشریف لائے اور یہاں سے آپ کو ایک ایسی نادر سند حاصل ہوئی جو آپ کو علامہ اجل استاذ العلماء مولانا محمد غازی صاحب قدس سرہ المتوفی ۱۹۳۹ء نے عطا فرمائی اس سند کی خصوصیت یہ تھی کہ مولانا غازی صاحب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف گیارہ واسطے تھے۔ دراصل اس سند میں ایک طویل العمر صحابی جن تھے''۔(لمعات شمسیہ صفحہ ۹)

عرض ہے کہ حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے سلسلہ کی سند بھی مطبوع ہے اور حضرت مولانا غازی صاحبؒ والی سند بھی مطبوع ہے دونوں اسناد ملاحظہ فرمالیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ اور علامہ جزریؒ کے درمیان کس قدر واسطے ہیں ہمارے علم کے مطابق یہ چودہ واسطے بنتے ہیں اور حضرت مولانا غازی صاحبؒ اور علامہ جزریؒ کے درمیان بھی ہمارے علم کے مطابق چودہ واسطے ہی بنتے ہیں۔علو اسناد تو کہیں بھی نہیں ہوا۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شجرۃ الاساتذہ فی اسانید القراءات العشر المتواترہ مؤلفہ شیخی واستاذی حضرت مولانا قاری اظہار احمد التھانوی قدس سرہ)

اگر مذکورہ دونوں اسناد کو ملاحظہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ والی سند اپنے قابل قدر اساتذہ کے اسماء سے اس قدر روشن اور معروف ہے کہ اس کی نظیر پورے ہندوستان میں تو کیا پورے عالم میں نہیں ہے۔

یہاں پر ہم تاریخ کے حوالے سے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے دونوں اساتذہ کا علمی مقام ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے کسی گفتگو کے دوران قاری ابراہیم سعدؒ سے کہا:

اظن ان القارئ عبد الله صار ماهرًا ولا نظير له في الهند.

''میں سمجھتا ہوں کہ قاری عبداللہؒ نے بڑی مہارت حاصل کی ہے ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں''۔

تو حضرت قاری ابراہیم سعدؒ نے فوراً فرمایا:

بل لا نظير له في العالم.

''نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت پورے عالم میں ان کی نظیر نہیں ہے۔''

(شجرۃ الاساتذہ مؤلفہ حضرت قاری اظہار احمد التھانویؒ)

یہ وہ کلمات ہیں جو حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے متعلق ان کے عظیم استاذ حضرت قاری ابراہیم سعد مصریؒ فرمارہے ہیں اس لیے کہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے اپنے استاذ گرامی سے سبقاً سبقاً قراءات عشرہ صغریٰ و کبریٰ میں استفادہ کیا اور امام الفن کہلائے۔

جبکہ حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ کے علمی مقام کا اندازہ مہر منیر صفحہ ۱۱۸ کی درج ذیل عبارت سے لگایا جا سکتا ہے:

''جب آپ (یعنی پیر مہر علی شاہ صاحبؒ) واپس ہونے لگے تو فرمایا مولوی صاحب (یعنی قاری غازی صاحبؒ) آپ کی والدہ کا تقاضہ ہے کہ آپ واپس وطن تشریف لے چلیں میں نے (یعنی قاری غازی صاحبؒ) عرض کی کہ فن قراءات میں کچھ اسباق ایک مغربی قاری سے لینے ابھی باقی ہیں سند لے کر انشاء اللہ حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ نے (یعنی پیر مہر علی شاہ صاحبؒ) فرمایا مولوی صاحب کیا ہوا ابراھام نہ پڑھا ابراھیم پڑھ لیا۔ بس اتنا فرمانا تھا کہ میرے دل کی کیفیت بدل گئی اور میں فوراً تیار ہو گیا۔ مغربی استاذ محترم نے میرے ارادے کو دیکھ کر فرمایا ''اچھا میں پڑھتا ہوں آپ سنتے جائیں تاکہ اس طرح قرآءت کی تکمیل ہو جائے لہٰذا اس طور سے تکمیل ہوئی''۔ (مہر منیر صفحہ ۱۱۸)

ان دونوں عبارات کو ملاحظہ کریں تو دونوں اساتذہ کرام کے متعلق درج ذیل نکات روز روشن کی طرح سامنے آتے ہیں:

(ا) حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کا استفادہ اپنے شیخ سے حصول علم کے مروجہ طریق کے مطابق سبقاً سبقاً ہے۔ جبکہ حضرت قاری غازی صاحبؒ کا استفادہ اپنے شیخ سے سبقاً سبقاً نہیں ہے جیسا کہ اوپر والے بیان سے ظاہر بھی ہو رہا ہے۔ کہ استاذ نے پڑھا ہے اور شاگرد نے سماعت کی ہے جبکہ سبقاً سبقاً استفادے میں کبھی استاذ پڑھتا ہے اور شاگرد سنتا ہے اور کبھی شاگرد پڑھتا ہے اور استاذ سنتا ہے اور یہ طریقہ تعلیم ہمیشہ سے معروف ہے۔

(ب) حضرت قاری عبداللہ مکی صاحبؒ کے متعلق ان کے استاذ گرامی فرما رہے ہیں **لا نظير له في العالم**.

اس جملے سے حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کا علمی مرتبہ اور مقام ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ قاری غازی صاحبؒ کے متعلق اوپر درج عبارت میں ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ انہیں ''مولوی صاحب'' کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں یعنی حضرت قاری غازی صاحبؒ بطور ایک قاری کے نہیں بلکہ عالم کے مشہور تھے۔

(ج) حضرت قاری عبداللہ مکی صاحبؒ والے سلسلہ میں خاتمۃ القراء والمحققین القاری المقری الشیخ محمد بن احمد بن الحسن بن سلیمان التولی المتوفی ۱۳۱۳ھ کا نام نامی ذات گرامی ہی اس قدر مہتم بالشان ہے کہ حضرت مولانا غازی صاحبؒ والے سلسلہ سند میں ایک نام بھی ایسا عظیم الشان نظر نہیں آتا۔ (ماخوذ از شجرۃ الاساتذہ)

یہاں ہم علامہ متولیؒ کے متعلق مزید معلومات نہیں دے رہے ہیں کیونکہ یہ ہمارے مضمون سے متعلق نہیں مگر یہ بات آج پوری دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس طرح قرون اولیٰ میں لوگ علو اسناد کے لیے امام شاطبیؒ اور امام جزریؒ کے نام نامی کی قریبی اسناد کے حصول کے لیے حریص تھے آج وہی مقام و مرتبہ علامہ متولی کو حاصل ہے آج دنیا تجوید و قرآءت میں جس کی سند میں بھی علامہ متولیؒ تک کے واسطے کم ہیں وہ عالی سند شمار ہو رہی ہے۔ اور یہ بات بڑی اچھی طرح

واضح ہے کہ حضرت قاری عبداللہ مہاجر مکیؒ کی سند میں علامہ متولیؒ کا نام نامی موجود ہے۔

ماضی قریب میں مصر کے شیخ الشیوخ استاذ القراء والمجودین علی محمد الضباع المصریؒ اپنی سند قراءات متعدد کتب میں نقل کر رہے ہیں جو کہ ان کے تصحیح کردہ متون الشاطبیہ۔الدرہ۔طیبۃ النشر اور النشر میں موجود ہے یہ وہی سند ہے جس میں علامہ متولیؒ کا نام نامی آ رہا ہے شیخ موصوف اس سند کو عالی ترین سند فرما رہے ہیں۔

زمانہ حال کے استاذ عظیم الشیخ تمیم الزعبی مدظلہ نے جو تصحیح شدہ متون الشاطبیہ۔الدرہ اور طیبہ طبع کئے ہیں ان میں وہ بڑے فخر سے علامہ متولی صاحب تک کم واسطوں کو بیان فرما رہے ہیں کہ یہ تمام روئے زمین پر عالی ترین سند ہے۔معلوم نہیں کہ ان کو یہ علم بھی ہے یا نہیں کہ ان کی سند سے بھی عالی سند جناب حضرت قاری محمد غازی صاحبؒ کے پاس موجود تھی۔

ایک غلط روایت کی تردید

لمعات شمسیہ میں اسی تذکرہ جاتی مضمون میں تحریر ہے::

''امام القراء حضرت القاری المقری محمد عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ لاہور سے گولڑہ شریف اسی سند (یعنی یہ جن والی سند) کے حصول کے لیے آئے تھے مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔'' (دیکھو لمعات شمسیہ صفحہ ۹)

یہ بات بھی بالکل بے اصل اور غلط ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ جب لاہور تشریف لائے ہیں تو یہ ۱۹۵۲ء کا سال تھا۔۳ دسمبر ۱۹۵۹ بروز منگل کو حضرت قاری صاحب کی رحلت ہوئی ہے یعنی لاہور میں قیام سات سال کے لگ بھگ رہا ہے۔اس عرصہ میں آپ سند کے لیے گولڑہ میں کس سے رجوع کرتے؟ حضرت مولانا قاری غازی صاحبؒ کا انتقال تو ۱۹۳۹ء میں ہو چکا تھا۔

مزید یہ کہ حضرت امام القراءؒ کے نزدیک سند عالی اور نازل کی کوئی حیثیت نہیں تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ روایت حفص تو ۱۳۲۰ھ میں حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے مدرسہ صولتیہ میں پڑھ کر آئے تھے۔اس اعتبار سے آپ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے استاذ بھائی ہوئے۔اگر سند عالی کی آپ کے نزدیک کوئی حیثیت ہوتی تو آپ قراءات سبعہ وعشرہ کی تکمیل اپنے استاذ بھائی سے نہ کرتے بلکہ مکہ مکرمہ جا کر حضرت قاری عبداللہ مکیؒ سے ہی تکمیل کرتے۔

دراصل حضرت قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ کے نزدیک معیاری کام فن میں مہارت اور اس علم کی اشاعت و ترویج کے لیے ماہر ترین اساتذہ پیدا کرنا اصل مقصود تھا اور ساری عمر آپ کا یہی مشن رہا اور اس مقصد میں الحمدللہ آپ کامیاب بھی رہے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ کے پاس چونکہ دونوں اسناد تھیں (یعنی شیخ العرب والعجم القاری المقری محمد عبداللہ مکیؒ والی اور حضرت مولانا محمد غازی صاحبؒ والی) مگر آپ اہمیت اسی سند کو دیتے تھے جو آپ نے اپنے بڑے بھائی اور استاذ سے

بالمشافہ فن کو سبقاً سبقاً پڑھ کر حاصل کی تھی۔اس کے لیے ہم اوپر مختلف دلائل سے ثابت بھی کر آئے ہیں کہ آپ نے اپنے ماہر اور قابل فخر تلامذہ کو حضرت قاری عبداللہ مکیؒ والی اسناد قراءات سبع وعشرہ بطریق درہ وطیبہ ہی جاری کی ہیں۔

اور ہمارے پاس ایک سند حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی حضرت مولانا قاری محمد غازی صاحبؒ کے واسطے والی بھی پہنچی ہے۔جس میں آپ نے اس مذکورہ جن والی سند کو بھی سند کے بالکل آخر میں بیان کیا ہے حضرت نے یہ سند اپنے ایک شاگرد مولوی محمد بن الشیخ نبی بخش الجالندھری الرائپوری صاحبؒ کو جاری کی ہے۔

تذکرہ قاریان ہند میں برصغیر پاک و ہند میں حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے تلامذہ کا تذکرہ بھرا پڑا ہے اہل علم حضرات جلد دوم اور سوم میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں مگر کہیں بھی مذکورہ صاحب سند مولوی محمد بن الشیخ نبی بخش الجالندھریؒ کا تذکرہ موجود نہیں۔اور یہی وہ اہم نکتہ ہے جسے ہم اب مذکورہ بالا تمام بحث سمیٹتے ہوئے آپ کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الہ بادیؒ کے پاس قراءات عشرہ کی دو اسناد تھیں۔

اپنے قابل فخر مایہ ناز اور اجل تلامذہ کو تو آپ حضرت قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ والی سند عطا فرماتے تھے۔اور بعض غیر معروف حضرات کو آپ نے حضرت مولانا محمد غازی صاحبؒ والی سند قراءات عطا کی ہیں۔جیسا کہ اوپر ہم حضرت قاری ضیاء الدین صدیقیؒ، حضرت قاری عبدالوحید الہ آبادیؒ اور حضرت قاری المقری محمد عبدالمالک صاحبؒ کے حوالے سے یہ بات تحریر بھی کر آئے ہیں اور جس کا اعتراف صاحب لمعات شمسیہ کو بھی ہے۔

حجاز سے ہندوستان واپسی

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ جب فن میں کامل ہو گئے تو حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کے مشورہ سے حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے آپ کو حرم شریف میں نوافل میں قرآن مجید سنانے کا حکم فرمایا چنانچہ حرم شریف میں آپ ہر روز نوافل میں ایک منزل قرآن شریف سناتے۔آپ کی عمدہ پڑھت خوبصورت ادا اور لحون عربیہ کی شہرت حرم میں جا بجا ہو گئی اور آپ اس دوران وہاں "شاب ہندی" کے نام سے معروف ہو گئے۔

۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ایک دن ایک محفل میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ نے آپ دونوں بھائیوں کو طلب فرمایا حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کو اپنے سینے سے لگایا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کو تو میں یہاں مدرسہ صولتیہ میں رکھتا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ہندوستان جاؤ اور وہاں جا کر ترویج قرآن وقراءات اور لحون عربیہ کا کام کرو۔

پس آپ حجاز سے ہندوستان تشریف لائے اور یہاں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے مدرسہ جامع العلوم پہنچے اور قرآءت کے صدر مدرس کا منصب سنبھال لیا۔

شروع میں یہاں طلباء کی تعداد بہت کم تھی عوام میں تجوید وقراءات کا ذوق بھی بہت کم تھا۔ اس لیے برداشتہ خاطر ہو کر آپ نے واپس مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کر لیا سفر کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ اور سامان وغیرہ بھی سب تیار ہو چکا تھا رات گزارنی باقی تھی۔ صبح کو گاڑی سے بمبئی کے لیے روانگی تھی۔ رات کو خواب میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا!

''عبدالرحمٰن! تم ہندوستان ہی میں رہو اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت کام لینا ہے۔''

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ بیدار ہوئے تو صبح ہوتے ہی تمام سامان کھلوا دیا اور واپسی کا ارادہ ترک فرما دیا۔ ہندوستان میں حضرت کا ابتدائی دور تھا۔ لوگ آپ کی قدر و منزلت سے آگاہی نہ رکھتے تھے۔ مگر اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے نہایت سرگرمی سے تجوید وقراءات کی نشر و اشاعت کی جانب توجہ کی اور آپ کی محنت رنگ لائی جس کی بدولت لوگوں میں تجوید وقراءات اور خوبصورت حجازی لہجوں کے سیکھنے کا ذوق پیدا ہوا غرضیکہ ایسی خداداد مقبولیت حاصل ہوئی کہ پورے ہندوستان بلکہ برما اور افغانستان تک سے لوگ کھچ کھچ کر آنے لگے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے وجود مسعود کے باعث اکناف واطراف سے طلباء کشاں کشاں اس چشمہ صافی سے مستفید ہونے کے لیے زبان حال سے یہ کہتے ہوئے وارد ہو رہے تھے

خوشا نصیب کہ پہنچوں جناب کے در تک
زہے نصیب کہ دیکھوں جناب کی صورت

بعدازاں آپ نے مدرسہ فیض عام کانپور میں بھی تدریسی کام انجام دیا۔ کانپور میں یقیناً آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہوگا مگر آپ کے اس اولین دور کے تلامذہ کے حالات و اسماء سے تذکرہ نگار عموماً خاموش ہیں البتہ یہ بات تاریخ کی کتب میں درج ہے کہ مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے صاحبزدگان اور مدرسہ جامع العلوم کے بہت سے طلباء نے حتیٰ کہ بعض مدرسین نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اس کے علاوہ کانپور کے آپ کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور و معروف نام حضرت مولانا قاری ضیاء الدین صدیقی صاحبؒ اور حضرت مولانا قاری فضل حق مچھلی شہریؒ کا ہے نیز حضرت مولانا قاری عبدالستار کانپوریؒ صدر شعبہ تجوید وقراءت مدرسہ ضیاء العلوم کانپور نمایاں ہیں۔

مدرسہ احیاء العلوم میں تدریسی خدمات

مدرسہ فیض عام کانپور کی تدریس کے دوران آپ کی شہرت ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل چکی تھی۔

اس موقع پر الہ آباد کے ایک رئیس حاجی عبداللہ صاحبؒ نے ریلوے اسٹیشن الہ آباد سے متصل ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی اور اسی میں ایک عظیم الشان مدرسہ احیاء العلوم کا اجراء کیا۔ حاجی عبداللہ صاحبؒ اور دیگر منتظمین مدرسہ کی یہ خواہش ہوئی کہ

تجوید وقراءات کے کام کو فروغ دینے کے لیے مدرسہ فیض عام کانپور سے آپ کو مدرسہ احیاء العلوم لایا جائے۔ چنانچہ مدرسہ احیاء العلوم والوں کی خواہش پر آپ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں الہ آباد تشریف لائے۔ حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ اس کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

''۱۳۱۴ھ میں جبکہ مدرسہ احیاء العلوم متصل کلاں اسٹیشن الہ آباد کا افتتاح ہوا اور حضرت سندی اور استاذی مولانا القاری المقری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ تشریف لائے تو جماعت اولین طلبہ میں بندہ بھی تھا۔'' (ہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند صفحہ ۴۵)

مدرسہ احیاء العلوم کو جو شان وشوکت اور ارتقاء نصیب ہوا وہ برصغیر پاک وہند کے کسی بھی ادارے کے حصے میں نہیں آیا۔ حضرت قاری صاحبؒ کے تقریباً تمام نامور اور اجل تلامذہ اسی مدرسہ سے فارغ ہوئے۔ حضرت استاذ القراء والمجودین شیخی وسیدی القاری المقری اظہار احمد التھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ بادیؒ مکہ سے واپس ہندوستان تشریف لائے اور مسند تدریس سنبھالی' الہ آباد میں احیاء العلوم کے نام سے درسگاہ تھی منجانب اللہ ہی کہا جائے تو بہتر ہے کہ اس شان کی رونق کسی مسند کو تدریس وقراءت کے سلسلہ میں پورے ہندوستان میں حاصل نہ تھی جو احیاء العلوم کی اس مسند کو تھی بڑے ماہر قراء واساتذہ کا سلسلہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ تک ہی پہنچتا ہے۔'' (ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر)

حضرت قاری صاحبؒ کا علمی مقام

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا حرز الامانی ووجہ التھانی۔ عقیلۃ اتراب القصائد للشاطبیؒ۔ الدرۃ المضیہ۔ طیبۃ النشر للشیخ الجزری وغیرہ زبانی یاد تھے۔ ہر سال رمضان المبارک میں دو مرتبہ قرآن کریم سنایا کرتے تھے۔ تراویح میں قرآن بالحدر پڑھتے اس کے باوجود حروف کے مخارج وصفات وحرکات وسکنات اور مدود کی ادائیگی میں فرق نہ آتا یہاں تک کہ لحن خفی بھی واقع نہ ہوتی۔

حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اشراق۔ چاشت۔ تہجد۔ اوابین میں علیحدہ علیحدہ قرآن پڑھتے گویا تلاوت قرآن کے عاشق زار تھے۔

حضرت قاری سراج الحق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاری صاحبؒ کو کبھی لقمہ لیتے ہوئے نہیں سنا۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ نے شمہور ش شہنشاہ اجنہ کو بھی جدہ میں قرآن سنایا تھا۔

آپ کو لہجات پر بڑا عبور تھا چونکہ تمام تر فنی تعلیم واستفادہ مکہ مکرمہ سے فرمایا تھا اس لیے حجازی حسینی اور دیگر عربی لہجوں پر زبردست دسترس حاصل تھی حجازی لہجہ پر خصوصیت سے زور دیتے تھے اور یہی ذوق آپ کے تلامذہ میں بھی بہت نمایاں تھا۔

عربی لہجوں پر زبردست عبور کی وجہ سے محفل میں تلاوت کرتے تو ایک عجیب کیفیت مجمع پر طاری ہو جاتی۔ ایسا ہی ایک واقعہ ہے کہ بنارس میں ایک عظیم الشان جلسہ تھا افتتاحی تلاوت آپ نے فرمائی تو مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور آپ کی خوبصورت لحن داؤدی جیسی آواز سے ہر آنکھ اشکبار تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ فن تجوید و قرآءت میں اپنے وقت کے امام تھے۔ اور متحدہ ہندوستان میں آپ کی مثیل و نظیر نہ تھی۔

مقابلہ بازی اور تصنع سے نفرت تھی حضرت قاری سراج الحق صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ۱۳۴۳ھ میں مولانا غلام مجتبیٰ جعفری صاحب ؒ کے یہاں محفل قرآءت تھی جس میں پہلے حضرت قاری ابراہیم رشید صاحب ؒ خطیب مکہ مسجد حیدر آباد دکن (جو حضرت قاری المقری محمد عبداللہ مکی ؒ کے تلمیذ ہیں) نے پڑھا اور خوب اونچی آواز میں خوبصورت لہجوں میں پڑھا۔ ان کے بعد حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ؒ سے تلاوت کی درخواست کی گئی تو کسی بھی قسم کا مقابلہ کا خیال کئے بغیر نہایت سکون و اطمینان سے معتدل آواز میں سادگی سے پڑھ دیا۔ عوام الناس میں تو یہ تاثر ہوا کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ سے بہتر تو حضرت قاری ابراہیم رشید ؒ نے پڑھا۔ مگر خواص اور فن کے شناور حضرات نے حضرت کی تلاوت سے بہت لطف اور حظ اٹھایا کہ جو فن کی گہرائی اور عمدگی اس تلاوت میں تھی وہ کسی اور تلاوت میں انہوں نے محسوس نہ کی۔

حضرت قاری صاحب ؒ کا پڑھانے کا انداز

حضرت قاری صاحب ؒ کا پڑھانے کا انداز بڑا شاندار تھا۔ قرآن کی عظمت کا خیال ہر دم غالب رہتا۔ حضرت الاستاذ القاری المقری اظہار احمد التھانوی فرماتے ہیں:

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ؒ شاہی مزاج آدمی تھے جب طبیعت حاضر ہوتی تو پڑھاتے تھے جب نہ ہوتی گھر پر ہی فروکش رہ کر اپنے مطالعہ میں مشغول رہتے ان کے یہاں استفادہ کرنے والے بڑے آہنی عزم و استقلال کے مالک ہونے ضروری تھے جو برسوں ان کے در استفادہ سے وابستہ پڑے رہتے ۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو

طالب علم واقعی طالب علم ہوتے تھے اسباق نہ ہونے پر کسی کے ماتھے پر شکن نہ پڑتی تھی' صبر و رضا کے پیکر تھے مگر برسہا برس پڑے رہنے میں ان کو جو برکت حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں کہ جو بھی مستفید ہو کر نکلا اپنے وقت کا شیخ ہوا۔''

آگے چل کر اسی مضمون میں حضرت استاذی و شیخی بڑا عجیب و غریب واقعہ تحریر فرما رہے ہیں فرماتے ہیں:

''تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ کے مخلص خدام میں ایک بزرگ قاری شاہ محمد صاحب ؒ ہوا کرتے تھے حضرت تھانوی ؒ کے سر میں تیل کی مالش کی خدمت انہیں کے سپرد تھی' نیک پارسا بزرگ تھے خانقاہ کی مسجد میں نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ آواز بڑی پُرکشش تھی راقم الحروف اتفاقیہ دیوبند حاضر ہوا' حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحب ؒ کی خدمت میں حاضری

ہوئی میں نے تعارف کرایا تو فرمانے لگے کہ خانقاہ اشرفیہ میں قاری شاہ محمد صاحبؒ کو سلام عرض کرنا میں نے عرض کیا حضرت! یہ قاری شاہ محمد صاحبؒ کہاں سے پڑھے ہوئے ہیں حضرتؒ نے فرمایا ہمارے ساتھی ہیں الہ آباد میں حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ سے پڑھا ہے میں نے عرض کیا حضرت یہ مکمل قاری ہیں؟ حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے فرمایا مکمل قاری کسے کہتے ہیں بھائی مکمل قاری وہی ہے جو قرآن شریف اول سے آخر تک عمدہ پڑھ سکے۔ یہ کمال ان کو حاصل ہے اور کیوں نہ حاصل ہو۔ معلوم بھی ہے حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ کی درسگاہ بڑی پُر برکات درسگاہ تھی۔ اس درسگاہ سے تعلق رکھنے والے بھی قاری تھے حتیٰ کہ دھوبی نائی ماشکی بھی قاری تھے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے ان کو بھی پڑھنے کا حکم فرمایا تھا غرض وہ لوگ بھی قرآن شریف پڑھنے کی مشق کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابرکات ہستیاں کیسی ہوتی ہیں آج ہم پڑھاتے ہیں مگر قاری نہیں بنا سکتے ایک وہ تھے کہ جو طالب علم نہیں تھے انہیں بھی قاری بنا چھوڑا تھا۔

"ذلک فضل الله يؤتيه من يشاء"

(ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر)

۱۳۳۸ھ میں حضرت القاری المقری محمد عبدالخالق صاحبؒ۔ حضرت القاری المقری محمد عبدالمالک صاحبؒ قراءات سبعہ وعشرہ میں استفادہ کے لیے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے چونکہ فن سے مناسبت پہلے سے ہی تھی لہٰذا مختصر مدت میں احیاء العلوم الہ آباد میں تکمیل فرمالی۔

حضرت قاری عبدالرشید غافرؒ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبؒ نے حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو سبعہ وعشرہ کی تکمیل کے لیے حضرت القاری المقری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ (برادر خورد حضرت قاری عبداللہ مکیؒ) کے پاس احیاء العلوم الہ آباد بھیج دیا آپ نے شب وروز کی مسلسل محنت اور کوشش سے ایک سال کے اندر قراءات سبعہ وعشرہ بطریق شاطبیہ والدرہ اور بطریق طیبہ کی تکمیل کر لی۔

(سوانح حضرت قاری عبدالمالک صاحب صفحہ ۲۹)

راقم یہاں عرض کرتا ہے کہ ہم نے اپنے استاذ حضرت شیخی واستاذی القاری المقری اظہار احمد التھانوی نوراللہ مرقدہ سے سنا ہے کہ ہمارے شیخ امام القراء والمجودین حضرت القاری المقری عبدالمالک صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

''حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ'' کا پڑھانے کا انداز نہایت علمی اور عام فہم ہوتا آپ ہر طالب علم کی علمی استعداد اور صلاحیت کے مطابق پڑھاتے تھے۔ اکثر آپ کے پاس حصول علم کے لیے آنے والے علماء ہوتے تھے لہٰذا ان کو پڑھانے کا انداز نہایت علمی ہوتا تھا۔ تجوید وقراءت کے ادق مسائل کو آسان انداز بیان میں سمجھا دینا آپ کا ایک شاندار وصف تھا۔ فن کی کتابیں پڑھاتے ہوئے نہایت علمی نکات بیان فرماتے' المقدمۃ الجزریہ۔ تحفۃ الاطفال۔ الشاطبیہ۔ الدرہ۔ رائیہ

اور طیبہ کے جملہ اصول وفرش از بر تھے قراءات کے تمام طرق نوک زبان رہتے۔ان کتابوں کو پڑھاتے ہوئے وہ اشعار جن کی تشریح وتوضیح میں نامور شراح الجھے ہیں اور فن کی کتب کے وہ مقامات جو اساتذہ کے یہاں نہایت مشکل متصور ہوتے تھے ان کی تشریح وتوضیح ایسے عمدہ پیرایہ بیان میں کرتے کہ عقل دنگ ہوتی۔

فنی کتابوں پر آپ کی نظر نہایت وسیع تھی سبق میں بے تکلف ان کے حوالے بیان کرتے چلے جاتے۔اور یہی شان آپ کی تصانیف میں بھی نظر آتی ہے علم کی نہایت فنی باریکیوں کو فن قرآءت کے اہم مراجع سے ثابت کرنا آپ کا ایک اچھوتا انداز تھا۔"

آپ کا طبعی ذوق یہ تھا کہ مکمل علم کی تحصیل کے بعد ہی سند جاری فرماتے تھے آپ کی جاری کردہ اسناد جو نظر سے گزری ہیں اس میں المقدمۃ الجزریہ۔تحفۃ الاطفال۔الشاطبیہ۔رائیہ۔التیسیر۔الدرہ۔تحبیر التیسیر۔طیبہ وغیرہ تمام متون پڑھ کر سند جاری فرماتے اسی نہج کے او پر آپ نے اپنے نامور تلامذہ جیسے حضرت قاری محمد ضیاء الدین صدیقیؒ۔حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھیؒ۔حضرت قاری عبدالخالق سہار نپوریؒ۔حضرت القاری المقری محمد عبدالمالک صاحب علیگڑھیؒ۔حضرت قاری محمد صدیق میمن سنگھیؒ اور حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ کو اسناد جاری کی ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ کا ذوق مطالعہ

حضرت قاری صاحبؒ کو مطالعہ کا بے انتہا شوق تھا اسی شوق کی وجہ سے تجوید وقراءات کی نادر ونایاب کتب آپ کے پاس بہت بڑی تعداد میں جمع تھیں ان میں علامہ جعبریؒ کی شرح شاطبیہ اور علامہ سخاویؒ کی رائیہ کی شرح "الوسیلہ" قابل ذکر ہیں کہ جس کے حوالے آپ نے جابجا اپنی رائیہ کی شرح "افضل الدرر" میں نقل فرمائے ہیں۔غرض آپ کا کتب خانہ بہت وسیع تھا۔

ایک نادر ونایاب کتاب "خزانۃ الرسوم" مؤلفہ شیخ خواجہ محمد بن ملا عبدالرحیم بھی آپ کے پاس تھی اس کے حوالے بھی آپ نے افضل الدرر میں تحریر فرمائے ہیں:

آپ کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ جو آپ کے متبنّٰی تھے کو منتقل ہوا۔بعد ازاں تقسیم ہند کے وقت قاری محبوب علی صاحبؒ پاکستان آگئے حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ کا انتقال ۱۹۷۳ء میں حسن ابدال میں ہوا ہے معلوم نہیں یہ نادر ونایاب کتب کا ذخیرہ اب کس حال میں ہے؟

حضرت قاری صاحبؒ کے اخلاق وعادات

حضرت قاری صاحبؒ بارعب اور متانت والی شخصیت تھے۔حضرت قاری عبدالرشید غافرؒ آپ کا حلیہ اس طرح بیان

فرماتے ہیں:

بھاری بھر کم مگر ورزشی بدن۔ کرتا پاجامہ زیب تن فرماتے تھے اور سر پر کپڑے والی اونچی ٹوپی (یہ ویسی ہی ٹوپی ہوگی جیسی ہمارے شیخ حضرت القاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ پہنا کرتے تھے) کندھے پر رومال رکھتے تھے اور ہاتھ میں عصا لیتے تھے۔

آپ کے تلامذہ جنہوں نے آپ سے بلاواسطہ کسب فیض حاصل کیا ان کے آپ کے اخلاق وعادات کے متعلق یہ اقوال ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ محقق استاذ تھے۔

بلند اخلاق ملنسار حسن سیرت سے مزین تھے۔

بات کے پکے دل کے سچے مرد مومن تھے۔

بات کے دھنی دل کے غنی تھے۔

آپ کے تمام معمولات زندگی پر دین کی چھاپ نمایاں تھی۔ آپ کی زندگی خلوص۔ راست بازی۔ تقویٰ اور للّٰہیت سے عبارت تھی۔

آپ تضاد وغلط بیانی ملمع سازی اور تصنع سے نہ صرف نفور بلکہ کوسوں دور تھے۔

انہی اوصاف حمیدہ کی بدولت اور خدمت قرآن کی عظیم الشان خدمات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز بخشا کہ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحبؒ ناظم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو نے جب ۲ر رجب ۱۳۴۳ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۲۵ء درمیان عصر ومغرب بروز چہار شنبہ کو وفات پائی تو ان کا جنازہ باوجود علماء کی کثیر تعداد کی موجودگی کے آپ نے ہی پڑھایا۔

صحت کا خیال

آپ روزانہ ورزش کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا جسم خوب بنا ہوا تھا آپ کو فنون سپہ گری۔ کشتی۔ پہلوانی اور پیراکی میں خوب مہارت تھی۔ پٹا۔ بانک۔ بنوٹ میں بڑے بڑے ماہرین بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ آپ طلباء اور اساتذہ کو بھی ورزش کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ کبھی کبھی ورزشی مظاہرے بھی کرتے تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ کے شاگرد آپ کو اپنے مدارس میں امتحانات کے لیے بھی بلایا کرتے تھے تو وہاں بھی آپ طلباء کو جسمانی ورزش کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

حضرت قاری صاحبؒ کی خانگی زندگی

کانپور میں قیام کے دوران آپ کی شادی ہوئی اس کا پس منظر یوں ہے کہ کانپور کے تجار میں حضرت مولانا احمد حسن

صاحب کانپوریؒ کا بڑا اثر تھا۔ ایک روز مولانا نے تجار کو جمع کر کے ان سے فرمایا آپ سب کو اپنی اپنی لڑکیوں کے لیے اچھے بر کی تلاش رہتی ہے مدرسے کے فارغ التحصیل لڑکے بہت شریف بچے ہیں آپ لوگ امیر گھروں میں بیٹیاں دینے کی بجائے ان شریف زادوں کو اپنی بچیاں کیوں نہیں دیتے۔ شریف اور مذہبی ماحول تھا اکثر تجار نے یہ بات مان لی اور مدرسہ کے طلباء سے اپنی لڑکیوں کی شادیاں کیں انہی میں سے ایک تاجر کی صاحبزادی سے حضرت قاری صاحبؒ کا بھی عقد مسنونہ ہوا۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحبؒ کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن میں ہی انتقال کر گئی اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی بعد میں قاری محبوب علی صاحبؒ کو متبنٰی بنایا۔ چنانچہ کتب خانہ اور گھر کا تمام اثاثہ انہی کے حوالے کیا گیا۔

ہندوستان آ جانے کے بعد آپ نے دو مرتبہ حج کیا۔ پہلی مرتبہ جب آپ کے بڑے بھائی اور استاذ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی وفات ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ بروز منگل مطابق ۲۳ جون ۱۹۱۹ ہوئی تو آپ ۱۳۳۸ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے اس وقت ناظم مدرسہ صولتیہ حضرت مولانا محمد سعید صاحب کیرانوی اور آپ کے بھتیجوں نے آپ کو کہا کہ آپ یہاں حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی مسند تدریس سنبھالیں مگر آپ نے فرمایا کہ میرے استاذ اور مربی حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ ہندوستان میں جا کر کام کرو میں ان کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا ہوں۔ اور واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ (فیضان رحمت صفحہ ۳)

بعد ازاں ۱۳۴۳ھ میں دوبارہ حج کے لیے تشریف لے گئے تھے اس وقت آپ کے ہمراہ قاری عبدالحیٔ لکھنویؒ بھی ہم سفر تھے۔ (تذکرہ قاریان ہند جلد سوم)

تلامذہ کے ساتھ برتاؤ

حضرت قاری صاحبؒ تلامذہ کے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت کا معاملہ فرماتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ کے محبوب ترین شاگرد اور متبنٰی حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ نے جب آپ سے الشاطبیہ اور عقیلہ وغیرہ پڑھیں تو عرض گزار ہوئے کہ جس انداز میں آپ نے پڑھایا ہے اسی انداز میں آپ اس کی شرح لکھیں۔ حضرت قاری محبوب علی صاحبؒ کے بار بار اصرار پر آپ نے ''افضل الدرر'' کے نام سے ''عقیلۃ اتراب القصائد'' کی شرح تصنیف فرمائی۔

حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے شیخ التجوید والقراءات تھے فرماتے ہیں کہ میں نے قاری صاحبؒ کی خدمت عالی میں رہ کر پانچ برس میں علوم و معارف حاصل کیے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی نظر میں بندہ ایسا محبوب ہو گیا تھا کہ سال میں صرف چند یوم کی رخصت گھر جانے کی ملتی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ حضرت قاری صاحبؒ سرہند تشریف لے جاتے تو ان ایام میں مجھے چھٹی ملتی مگر یہ چھٹی مشروط ہوتی کہ جب میں سرہند سے واپس الہ آباد آؤں تو تم مجھے اسٹیشن پر لینے

کے لیے موجود ہو۔ الحمد للہ جتنا عرصہ میں وہاں رہا حضرت قاری صاحبؒ کے اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی۔

حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو حضرت قاری صاحبؒ کے حکم وایما پر ہی مدرسہ فرقانیہ لکھنو کا صدر مدرس مقرر فرمایا گیا کسی رنجش کی بناء پر حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ مدرسہ فرقانیہ لکھنو چھوڑ کر ٹونک تشریف لے گئے اور وہاں پڑھانا شروع کر دیا۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کی انتظامیہ کے بصد اصرار و تاکید کے باوجود حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ جب واپس لکھنو تشریف نہ لائے تو حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحبؒ ٹونک تشریف لے گئے اور حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو منا کر واپس لکھنو لائے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے اکابرین علماء کے ساتھ تعلق کی نوعیت

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ اپنے فن میں یکتا اور صاحب کمال شخصیت تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء صوفیا اور اس دور کے فضلاء سب ہی آپ کی بے انتہا قدر و منزلت اور احترام فرماتے تھے۔

حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب لکھنویؒ ناظم و مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ۔ شیخ الہند حضرت مولانا سید محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ۔ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔ حضرت مولانا سید محمد علی مونگھیریؒ۔ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی صاحبؒ۔ حضرت مولانا قاری محمد محسن صاحبؒ (جو حضرت قاری کرامت علی جونپوریؒ مؤلف ''ہندی شرح جزری'' کے بھتیجے اور تجوید و قرآءت میں بھی اپنے چچا موصوف کے ہی فیض یافتہ تھے) ان کے علاوہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحبؒ۔ حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ اور حضرت مولانا شوکت علیؒ (علی برادران) سے بہت اچھے اور دیرینہ مراسم تھے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ جب مالٹا سے رہا ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائے تو تحریک خلافت اپنے زوروں پر تھی۔ تحریک خلافت کا ایک بہت بڑا جلسہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحبؒ کے مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد میں ہوا جس میں علی برادران۔ حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ شریک ہوئے (نقش حیات جلد دوم سوانح حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ)

اسی طرح آپ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا سید محمد علی مونگھیریؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے آپ کے نہایت قریبی تعلقات تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حکیم الامتؒ آپ کے استاذ بھائی بھی تھے اور پیر بھائی بھی تھے اس کے علاوہ حضرت تھانویؒ جامع العلوم کانپور میں ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۱۵ھ تک پڑھاتے رہے ہیں اس لحاظ سے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے قیام

کانپور سے ہی بڑے دیرینہ اور گہرے مراسم قائم ہو گئے تھے۔ نیز جب حضرت تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ المعروف ''امداد الفتاویٰ'' مرتب فرمائے تو باب تجوید وقرآءت میں حضرت قاری صاحبؒ کا تعاون اور رہنمائی ہر دم حاصل رہی بلکہ حضرت قاری صاحبؒ نے نون مخفاۃ سے متعلق ایک نہایت علمی مضمون بھی لکھ کر حضرت تھانویؒ کو ارسال فرمایا جو امداد الفتاویٰ میں شامل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا قاری محمد محسن جونپوریؒ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے سامنے تلاوت فرمائی تو تلاوت سن کر حضرت قاری صاحبؒ نے قاری محسن جونپوریؒ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ ایسے پڑھنے والے قراء ہندوستان میں بہت کم ہیں۔ (تذکرہ قاریان ہند جلد اول ص ۲۱۶)

تصانیف

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

(۱) **فوائد مکیہ**: یہ تجوید میں نہایت مختصر مگر جامع کتاب ہے۔

(۲) **التدقیق الجلی فی تحقیق نون الخفی**: نون مخفاۃ کی ادائیگی سے متعلق ایک نہایت علمی اور محققانہ مضمون۔

(۳) **افضل الدرر المعروف عقیلۃ اتراب القصائد**: عربی میں علامہ شاطبیؒ کے رسم عثمانی سے متعلق مشہور ومعروف قصیدہ کی شرح جو کہ نصاب میں شامل ہے۔

اب ہم ان تینوں تصنیفات کا تعارف ذیل میں دیتے ہیں:

فوائد مکیہ:

یہ تجوید میں حضرت کی مقبول عام کتاب ہے جو کہ برصغیر پاک وہند میں داخل نصاب ہے۔ نہایت مختصر مگر جامع اور انتہائی علمی کتاب ہے جسے بغیر استاد کے نہیں سمجھا جا سکتا۔

فوائد مکیہ فن کی ایک ادق کتاب ہے لیکن اس کے باوجود برصغیر پاک وہند میں طباعت کے بعد سے ہی مقبولیت تامہ کی حامل رہی ہے۔ اس کتاب کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے نامور قراء کرام نے اس کی تشریح وتوضیح کے لیے اس پر حواشی تحریر فرمائے ہیں ذیل میں ہم ان کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں:

(۱) **تعلیقات مالکیہ**: یہ حواشی حضرت قاری صاحبؒ کے مایہ ناز شاگرد و جانشین حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو نے قیام لکھنو میں ۱۳۵۲ھ میں تحریر فرمائے۔ بے انتہا مقبول ہیں۔ ہندوستان میں بھی بے حد چھپا

اور بعد ازاں پاکستان میں بھی بہت بڑی تعداد میں چھپا ہے اور چھپ رہا ہے۔ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور۔

(۲) حواشی مرضیہ: یہ حواشی حضرت مولانا قاری محب الدین احمد صدیقیؒ نے ۱۳۵۸ھ میں تحریر فرمائے۔

(۳) مختصر حواشی: یہ مختصر حواشی حضرت مولانا قاری مفتی محمد سعید صاحب اجراڑویؒ صدر مدرس ومفتی مدرسہ مظاہر العلوم نے تحریر فرمائے۔ اب یہ حواشی تقریباً نایاب ہیں۔ حواشی پر سنہ تحریر درج نہیں۔

(۴) مختصر حواشی: یہ مختصر حواشی حضرت قاری صاحبؒ کے مایہ ناز شاگرد اور دار العلوم دیوبند کے سابقہ صدر مدرس قرآءت حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ حواشی بھی نایاب ہیں۔

(۵) توضیحات مرضیہ: یہ حواشی استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحبؒ نے تحریر فرمائے ہیں۔ نہایت علمی اور سہل انداز میں یہ حواشی تحریر کئے گئے ہیں۔

(۶) لمعات شمسیہ: یہ حواشی قاری محمد یوسف سیالوی صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔

التدقیق الجلی فی تحقیق نون الخفی:

نون مخفاۃ کی ادائیگی اور اس کے مخرج اصلی سے متعلق بعض غلط فہمیاں برصغیر پاک و ہند میں حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکیؒ کی حیات میں پھیلیں تو ان کے ازالے کے لیے حضرت نے ایک نہایت علمی اور پُر مغز رسالہ نون مخفاۃ کی ادائیگی سے متعلق تحریر فرمایا اور اسے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو ارسال فرمایا جسے حضرت تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ ''امداد الفتاویٰ'' میں شامل فرمایا ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے اس رسالے کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے علمی افادے کی خاطر ہم اسے زیر نظر شرح فوائد مکیہ میں شامل کر رہے ہیں۔ فجزاهم الله احسن الجزاء

افضل الدرر شرح عقیلة اتراب القصائد (عربی)

یہ علامہ شاطبیؒ کی رسم قرآنی پر منظوم قصیدہ کی شرح ہے۔ قصیدہ بذات خود نہایت فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے حضرت قاری عبد الرحمٰن مکیؒ کے تدریسی دور میں علم وفن سے متعلق اہم کتب اور مراجع کا ملنا بہت دشوار ہوتا تھا خاص طور پر قصیدہ رائیہ کی شرح تو بالکل ناممکن الحصول تھی۔ اسی دشواری کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت قاری صاحبؒ نے یہ شرح نہایت علمی انداز میں فصیح عربی میں مرتب فرمائی۔ اور اس شرح میں قصیدہ مذکور کے تمام علمی نکات کی شاندار انداز میں تشریح وتوضیح فرمائی شرح مذکور کے مقدمہ میں رسم سے متعلق نہایت علمی جواہر پارے مجتمع فرما دیئے ہیں جو تشنگان علم کی سیرابی کا اب تک ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

افضل الدرر کی تاریخ طباعت شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ ہے۔ پاکستان میں اس علمی شرح کو طبع کرنے کا اعزاز قرآءت اکیڈمی کو حاصل ہے۔

ایک غلط فہمی کی تردید

حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ الہ آبادی سابقہ صدر مدرس شعبہ تجوید وقرآءت دارالعلوم دیوبند نے تجوید پر بہت سی کتب تحریر فرمائی ہیں۔ جن میں سے سب سے مشہور ''ہدیۃ الوحید فی علم التجوید'' ہے۔ بعض غیر محقق تذکرہ نگاروں نے کتاب مذکور کو بھی حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی تصنیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کتاب حضرت قاری صاحبؒ نے قاری عبدالوحید صاحبؒ کو چھپوانے کے لیے دی مگر قاری صاحب موصوف نے اپنے نام سے طبع کروالی۔ مگر اس بیہودہ الزام کی تصدیق میں کوئی دلائل وشواہد پیش نہیں کیے ہیں۔

اگر فوائد مکیہ اور التدقیق الجلی اور افضل الدرر کا مطالعہ کیا جائے تو ان کتب میں جو نہایت محققانہ انداز تحریر اور فن کی وسعت وگہرائی نظر آتی ہے اس کی حامل بہر حال ہدیۃ الوحید (باوجودیکہ ہدیۃ الوحید ایک نہایت علمی اور جامع کتاب ہے) نظر نہیں آتی۔ اہل علم ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ تمام مذکور کتب مطبوع موجود ہیں۔ یقیناً ہمارے بیان کی ہی تائید وتوثیق فرمائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے نہایت جان نثار اور قابل فخر شاگرد تھے اور آپ سے احیاء العلوم کے اوائل زمانہ میں ۱۳۱۴ھ سے ۱۳۲۰ھ تک تجوید وقراءات سبع وعشرہ میں استفادہ فرمایا بعد ازاں حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے حکم پر ہی دارالعلوم میں اولین صدر مدرس تجوید وقرآءت کے طور پر تقرری عمل میں آئی۔

یہ بات تو مشاہدہ میں بھی آئی ہے کہ جب استاذ پڑھاتا ہے یا اپنی کتب میں کوئی بات تحریر کرتا ہے تو شاگرد اس کو بعینہ لے کر اپنی کتاب میں نقل کر لیتے ہیں یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ تلامذہ کی اپنے اساتذہ سے علمی مشابہت خواہ وہ تحریر میں ہو یا تدریس میں کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔

نیز حضرت قاری عبدالوحید صاحبؒ نے ہدیۃ الوحید کے علاوہ بھی تصانیف فرمائی ہیں (دیگر تصانیف سے متعلق دیکھو ہدیۃ الوحید مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور وتذکرہ قاریان ہند وہدیۃ الوحید مطبوعہ دیوبند)

فنی کتب پر آپ کی تقاریظ جلیلہ

اس کے علاوہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے بعض کتب قراءات پر مختصر یا مفصل تقاریظ بھی تحریر فرمائی ہیں۔ ایک مفصل تقریظ قراءات سبع کے حواشی والے قرآن پر تحریر فرمائی جو کہ ۱۶/ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں باہتمام مدرسہ مظاہر العلوم طبع ہوا۔ بین السطور حضرت تھانویؒ کا ترجمہ ہے۔

دوسری تقریظ حضرت ملا علی قاریؒ کی مشہور و معروف شرح شاطبیہ کی ہندوستان میں اول بار طبع کے اوپر ہے یہ شرح مذکور ۱۳۴۸ھ میں دیوبند سے طبع ہوئی۔

تیسری تقریظ حضرت قاری محمد یامین صاحبؒ صدر مدرس قراءات امداد العلوم تھانہ بھون کے رسالے ''ضیاء الشمس فی اداء الھمس'' پر تحریر فرمائی۔ جو کہ حضرت تھانویؒ کے ''امداد الفتاویٰ'' میں شامل ہے اور اب اس رسالہ کو ہم شرح فوائد مکیہ میں بھی شامل کر رہے ہیں فالحمد للہ علی ذلک

وفات حسرت آیات

۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء میں آپ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو تشریف لے آئے۔ اس وقت مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں آپ کے مایہ ناز شاگرد اور جانشین حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ صدر مدرس کے منصب پر فائز تھے انہوں نے حضرت قاری صاحبؒ کو مدرسہ کا صدر مدرس قرار دیا اور آپ کی زیر سرکردگی کام کرنے کو اپنی سعادت تصور کیا۔

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں ہی ایک روز علیل رہنے کے بعد ۶ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ بروز سوموار مطابق ۱۹۳۰ء علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔

آپ کے اٹھ جانے سے علم و ادب کی بساط الٹ گئی۔ قحط الرجال کے اس دور میں آپ جیسی نابغہ روزگار علمی ہستی کا اٹھ جانا پورے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی حرماں نصیبی تھی

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

لیکن زبان حال سے یہ الفاظ بھی کہہ دیتے ہیں کہ بے شک آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن علم کی دنیا میں آپ کا نام تادیر زندہ رہے گا۔ انشاء اللہ

دل ہمارے یاد عہد رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

آپ کے ایک شاگرد نے ایک قطعہ زمین قبرستان کے واسطے جھوائیں ٹولہ مجیب گنج لکھنو میں وقف کیا ہوا تھا اسی میں آپ کو دفن کیا گیا۔

عدم نگرانی اور بے توجہی کی وجہ سے قبرستان کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ وفات کے کافی عرصہ کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کے شاگرد رشید حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ لکھنو تشریف لے گئے۔ آپ حضرت قاری عبد المعبود صاحبؒ اور بعض دیگر احباب کو ساتھ لے کر قبرستان کی تلاش میں نکلے تاکہ استاذ گرامی کی قبر پر دعائے مغفرت اور بلندی درجات کے لیے

دعا کر سکیں۔ صبح سے لے کر دوپہر بارہ بجے تک قبر کی تلاش کی مگر قبر نہ ملی۔ سب حضرات تھک ہار کر ایک درخت تلے بیٹھ گئے۔ حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے کہا جب تک میں قبر تلاش نہ کرلوں گا واپس نہ جاؤں گا۔ یہ بات سن کر باقی احباب بھی ساتھ ہی رہے۔ حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے ایک دیہاتی کو بلایا جو قریب سے گزر رہا تھا کہ اس سے استاذ محترم کی قبر کا دریافت کریں۔ حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت جب ہم لکھنو کے رہنے والے قبر کی نشاندہی نہ کر سکے تو یہ دیہاتی تو بالکل انجان ہے کہ اس نے تو حضرت قاری صاحبؒ کا نام نامی بھی نہ سنا ہوگا یہ کیا بتائے گا؟ جب دیہاتی نزدیک آیا تو حضرت قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے اس سے حضرت قاری صاحبؒ کی قبر کے متعلق دریافت کیا۔ دیہاتی نے یہ سن کر کہا کہ میرے ساتھ آیئے میں آپ کو بتاتا ہوں۔ غرض وہ دیہاتی ان سب حضرات کو حضرت قاری صاحبؒ کی قبر پر لے گیا۔ بعد ازاں وہاں پہنچ کر سب نے تصدیق کی کہ ہاں یہی قبر ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ شہرت کی بلندیوں پر فائز تھے کہ عوام وخواص اور شہری ودیہاتی سب حضرت قاری صاحبؒ کی شخصیت سے باخبر تھے۔

سلسلہ بیعت وسلوک

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحبؒ حضرت مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے اور اسی پر وہ آخری دم تک رہے (دیکھو 'القول الجمیل' مؤلفہ استاذ القراء القاری المقری عبدالخالق صاحب سہارنپوریؒ میں بیان کردہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے حالات)

بعض حضرات کے بقول حضرت قاری صاحبؒ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے بیعت تھے۔ حالانکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ اسی تعلق کی بناء پر حضرت قاری صاحبؒ کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے بڑے دیرینہ تعلقات تھے کیونکہ یہ دونوں حضرات آپس میں پیر بھائی تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

تلامذہ

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے شاگردوں کی تعداد کا صحیح علم نہیں ہزاروں کی تعداد میں اگر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا برصغیر پاک وہند میں آپ کی خدمات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں بعض شاگرد بہت زیادہ مشہور ہیں کہ جن کی وجہ سے برصغیر پاک وہند کے طول وعرض میں علوم قرآن اور تجوید وقراءت کو بیش بہا فروغ ملا۔

(۱) شیخ القراء قاری عبدالخالق صاحبؒ۔ (۲) شیخ القراء قاری عبدالمالک صاحبؒ صدر المدرسین فرقانیہ لکھنو۔ (۳) شیخ القراء قاری ضیاء الدین احمد صدیقیؒ۔ (۴) شیخ القراء قاری عبدالوحیدؒ علیہ الرحمہ اولین صدر مدرس تجوید وقراءات دار العلوم

دیوبند۔(۵) شیخ القراء قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند۔(۶) قاری مفتی محمد نصیر نعمانیؒ ۔(۷) قاری محمد عبدالمعبود صاحبؒ۔(۸) قاری محمد صدیق صاحب میمن سنگھیؒ (حضرت کا تمام تر استفادہ یعنی تجوید وقراءات سبع وعشرہ بطریق درہ وطیبہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت قاری محمد صدیق صاحبؒ کے سلسلہ کے بزرگوں کی اسناد سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت نے قاری عبداللہ مکیؒ سے مدرسہ صولتیہ میں حفظ کیا ہے روایت حفص میں استفادہ نہیں فرمایا مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شجرۃ الاساتذہ للشیخ المقری اظہار احمد التھانویؒ)۔(۹) قاری محمد یوسف کلکتویؒ۔(۱۰) قاری نواب حبیب الرحمٰن خان شروانیؒ ۔(۱۱) قاری محمد حسین الہ آبادیؒ خلیفہ ومجاز حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ۔(۱۲) قاری محمد فضل حق صاحب مچھلی شہریؒ۔(۱۳) اور آپ کے صاحبزادے قاری محمد سراج الحقؒ پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی۔(۱۴) حضرت مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلیؒ ناظم ندوۃ العلماء والد بزگوار حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ۔ (۱۵) قاری محمد نظر صاحبؒ۔(۱۶) قاری محمد کامل صاحب افضل گڑھیؒ۔(۱۷) قاری قطب الدین سنبھلیؒ ۔(۱۸) حضرت قاری علی محمد سنبھلیؒ ۔(۱۹) قاری پیرزادہ سید محمد زین العابدین احمد آبادیؒ۔(۲۰) حکیم حافظ یوسف حسن خاں بہاریؒ۔ (۲۱) حضرت قاری محمد سلیمان سورتیؒ ۔(۲۲) قاری حکیم محمد عبدالرحیم خان امروہویؒ۔(۲۳) قاری حافظ عبدالستار کانپوریؒ۔ (۲۴) قاری شیخ محمد صاحبؒ ناظم دارالعلوم مئو۔(۲۵) قاری مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ۔(۲۶) قاری عبدالعزیز جل کوڑویؒ۔ (۲۷) قاری رجب علی الہ آبادیؒ۔(۲۸) قاری محبوب علی الہ آبادیؒ۔(۲۹) قاری عبداللطیف الہ آبادیؒ۔(۳۰) قاری محمد حسین عرف محمد میاں الہ آبادیؒ۔(۳۱) قاری محمد اسلم لکھنوی شہیدؒ۔(۳۲) قاری سید امیر احمد الہ آبادیؒ۔(کاتب افضل الدرر شرح رائیہ)(۳۳) قاری احمد سعید الہ آبادیؒ وغیرہم کے نام قابل ذکر ہیں۔

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب کا نام ''فوائد مکیہ'' رکھنے کی وجہ

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کا نام ''فوائد مکیہ'' رکھا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظمہ کے مشہور مدرسہ صولتیہ میں اپنے بڑے بھائی شیخ العرب والعجم حضرت استاذ القراء والمجودین قاری المقری محمد عبداللہ مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تجوید وقراءات پڑھیں اور بعد میں ہندوستان تشریف لا کر علم تجوید وقراءات کے فروغ کا بیش بہا کام کیا اسی فروغ تجوید وقرآءت کے ضمن میں آپ نے کتب بھی تالیف فرمائی ہیں جن میں تجوید میں فوائد مکیہ ہے جو فن میں ایک بہت اعلیٰ پائے کی کتاب ہے۔اس کتاب میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ تجوید کے قواعد بیان فرمارہے ہیں اس لیے بجا طور پر اس کی نسبت مکۃ المکرمہ کی جانب فرمائی ہے۔اس کتاب میں ایک مقدمہ اور تین باب ہیں پہلے باب میں پانچ فصلیں ہیں دوسرے باب میں آٹھ فصلیں ہیں تیسرے باب میں چار فصلیں ہیں اور خاتمہ میں دو فصلیں ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے رسم قرآنی کے موضوع پر علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے قصیدہ عقیلۃ اتراب القصائد کی نہایت شاندار عربی میں علمی شرح افضل الدرر تالیف فرمائی جو اپنے موضوع اور فن کے لحاظ سے بہت بڑا علمی مقام رکھتی ہے۔

فوائد مکیہ: مقدمۃ الکتاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

شرح : قولہ مقدمۃ:

یہ مقدمۃ الجیش سے ماخوذ ہے جو کہ لشکر کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو آگے آگے چلنے والی ہو اگر بفتح الدال پڑھا جائے تو

قَدَّمَ فعل متعدی کا اسم مفعول ہوگا بمعنی آگے لایا ہوا۔ مگر ''الفائق'' میں ہے اَلْفَتْحُ خُلْفٌ یعنی دال کا فتح باطل ہے۔
اگر بکسر الدال پڑھا جائے اور یہ قَدَّمَ فعل متعدی کا اسم فاعل ہو تو معنی ہوگا مقدم کرنے والا' چونکہ یہ اپنے جاننے والے کو اس شخص پر مقدم کرتا ہے جو اس کو نہیں جانتا اس لیے اس کو مقدِّمہ کہتے ہیں یا پھر قَدَّمَ تَقَدَّمَ (فعل لازم) کے معنی میں ہے جس کے معنی ہیں آگے ہونے والا پھر جب اس لفظ کو معنی وصفی سے اسمی کی طرف منتقل کیا گیا اور لشکر کی جماعت متقدمہ کے لیے اسم قرار دے دیا گیا تو تائے نقلت کا اضافہ کیا گیا تاکہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منتقل ہونے پر دلالت کرے۔

مقدمہ کی اقسام:

مقدمہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) مقدمۃ العلم (۲) مقدمۃ الکتاب

مقدمۃ العلم کا اطلاق ان معانی پر ہوتا ہے جن پر علم کا شروع کرنا علی وجہ البصیرۃ ہو جیسے علم کی تعریف' موضوع' غرض و غایت وغیرہ۔

مقدمۃ الکتاب اس مجموعہ کلام کو کہتے ہیں جو مقصود سے پہلے لایا جائے بایں معنی کہ اس مجموعہ کلام کے ساتھ مقصود کا ارتباط ہے۔ مثلاً علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے شاطبیہ کے شروع میں مقدمہ رکھا ہے جس میں رموز قراء اور روات بیان کی ہیں یعنی ابج دھز حطی کلم وغیرہ اب شاطبیہ کا سمجھنا اس کے مقدمہ پر موقوف ہے' اور اسی طرح علامہ جزریؒ نے طیبۃ النشر کے آغاز میں مقدمہ کے اندر قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کی رموز کو بیان فرمایا ہے اور طیبۃ النشر کا سمجھنا بھی اس کے مقدمہ پر موقوف ہے۔

اس جگہ حضرت مصنفؒ کی مراد قسم اول ہے اور مقدمۃ الکتاب کہہ کر مراد مقدمۃ العلم لیا ہے کتاب بمعنی علم ہے۔

قولہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: چونکہ یہ کتاب علم تجوید میں ہے اور علم تجوید کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ ہے۔ قرآن میں پہلے بسملہ ہے اور قرآن کریم سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب کو بسملہ سے شروع کیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی کی اتباع ہو جائے:

كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَمْ يُبْدَاْ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ اَقْطَعُ.

ہر اہم کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا رہتا ہے۔

ابن حبانؒ نے اس حدیث کو دو طریق سے بیان کیا ہے۔ ابن الصلاح نے اس کو حسن کہا ہے۔ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے اس

کواس طرح روایت کیا ہے:

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَأُ فِیْهِ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ اَوْبِالْحَمْدِ فَهُوَ اَقْطَعُ.

ہر اہم کام جو الحمد للہ یا الحمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا رہتا ہے۔

راوی کو شک ہے کہ حدیث میں الحمد للہ کے لفظ ہیں یا صرف الحمد کے۔

قوله اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ :

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد الحمد للہ سے شروع کیا ہے اور قرآن کریم میں بھی بسملہ کے بعد الحمد للہ ہے قرآن کریم سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے الحمد للہ سے شروع کیا ہے اور جیسا کہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ ہر وہ کام جو الحمد للہ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ادھورا ہے۔

ابتداء کی تین قسمیں ہیں: (۱) ابتدائے حقیقی (۲) ابتدائے اضافی (۳) ابتدائے عرفی

(۱) ابتدائے حقیقی: کے معنی ہیں جو سب سے مقدم ہو۔

(۲) ابتدائے اضافی: اس کو کہتے ہیں جو بعض سے مقدم ہو اور بعض سے موخر ہو۔

(۳) ابتدائے عرفی: اس کو کہتے ہیں کہ وہ مقصود سے مقدم ہو۔

اب حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا کتاب کو بسملہ سے شروع کرنا ابتدائے حقیقی ہے اور الحمد للہ سے شروع کرنا ابتدائے اضافی یا عرفی ہے یا دونوں جگہ ابتداء عرفی ہے اب دو روایتوں میں جو بظاہر تعارض معلوم ہوتا تھا وہ نہ رہا۔

الحمد للہ میں الف لام استغراق کا ہے یا جنس یا عہد کا ہے اور ہر صورت میں حمد اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے غیر اللہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا پہلی صورت میں تو ظاہر ہے اور دوسری صورت میں اس لیے کہ للہ میں جو لام ہے وہ اختصاص کے لیے ہے پس اس صورت میں حمد کا کوئی فرد بھی اللہ کے غیر کے لیے باقی نہیں رہتا کیونکہ اگر باقی رہے گا تو اختصاص باطل ہو جائے گا اور تیسری وجہ سے مراد اس سے وہ حمد ہوگی جو حق تعالیٰ نے بذات خود فرمائی ہے اور انبیاء اور اہل اللہ نے کی۔ لہٰذا اس صورت میں بھی حمد کا کوئی فرد غیر اللہ کے لیے باقی نہیں رہا۔

اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اختیاری کی بنا پر کلام کے ساتھ اس کی ثنا بیان کرنا اور اس ثنا کا مورد زبان اور دل ہیں۔ شکر کا اظہار زبان، جوارح اور ارکان کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ باعتبار تعلق کے حمد سے عام ہوتا ہے اور باعتبار سبب کے اس سے خاص ہوتا ہے اس لیے اس کا اطلاق نعمت کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

رہی حمد تو وہ عام ہوتی ہے سب کے لحاظ سے اور خاص ہوتی ہے تعلق کے لحاظ سے۔ اس لیے کہ وہ نعمت کے مقابلے میں ہوتی ہے اور دیگر امور کے مقابلے میں بھی پس ان دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ یہ دونوں ایک مادہ میں مجتمع بھی ہیں۔ اور ایک مادہ میں ایک دوسرے سے منفرد بھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حمد کے معنی میں ہے اور زبان سے تعریف کرنے کے عمومی معنی میں بولا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرما کر اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس طرح کیا کریں۔

قولہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ :

رب اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی مربی کے ہیں یہ لفظ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق کی شان میں اضافت نسبت واضافت کے استعمال نہیں ہوسکتا۔ ہاں مخلوق کی شان میں اضافت کے ساتھ استعمال ہوسکتا ہے مثلاً رَبُّ الدَّارِ کہہ سکتے ہیں جس کے معنی گھر کے مالک کے ہوں گے۔

العالمین عالم کی جمع ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ آسمان' زمین کی آبادی' جنگل و دریا میں اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی مخلوقات ہے۔ جن سب کا مربی اور معبود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لیے لفظ عالم کو جو خود جمع ہے جمع کر کے اَلْعَالَمِیْنَ فرمایا۔ لفظ رَبّ کے معنی عربی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے۔ یہ لفظ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے مخصوص ہے۔

العالمین عالم کی جمع ہے جس میں دنیا کی تمام اجناس' آسمان' چاند' سورج اور ستارے' ہوا وفضا' برق و باراں' فرشتے' جنات' زمین اور اس کی تمام مخلوقات' حیوانات' انسان' نباتات' جمادات وغیرہ سب ہی داخل ہیں اس لیے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجناس کائنات کی تربیت کرنے والے ہیں۔

قولہ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ :

صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلٰی عَبْدِہٖ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر وہ ہے جو حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابوالعالیہؒ سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلٰی عَبْدِہٖ ثَنَاءُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلَآئِکَۃِ۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر صلوۃ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ملائکہ میں آپ ﷺ کی تعریف فرماتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے بھی اسی نقطہ نظر کو صحیح قرار دیا ہے اور وہ اپنی تصنیفات ''جلاء الافہام'' اور ''بدائع الفوائد'' میں اسی کی تائید کرتے ہیں۔ علامہ الشیخ عبدالرحمٰن بن حسنؒ فرماتے ہیں۔ صلوۃ کا مطلب دعا ہے۔ جیسا کہ مسند امام احمدؒ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ.

تم میں سے جب تک کوئی اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ اس کی بخشش فرما۔

صَـلٰوۃٌ کی اصل صَـلَـوَۃٌ (بفتح حروف ثلاثہ) ہے واؤ کو الف کیا گیا تو صَلٰوۃٌ ہوا۔ صلوۃ جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو مراد رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ اگر ملائکہ کی طرف منسوب ہو تو استغفار اور مومنین کی طرف منسوب ہو تو دعا اور حیوانات کی طرف منسوب ہو تو مراد تسبیح ہوتی ہے۔

شریعت میں ارکان مخصوصہ کا نام صلوٰۃ ہے۔ یہاں معنی وہی مراد ہیں جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ نے صلوٰۃ اور سلام کو جمع فرما کر قرآن کریم کی اتباع کی ہے کیونکہ باری تعالیٰ نے صلوٰۃ وسلام دونوں کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

نیز امام نوویؒ نے بعض علماء سے صلوٰۃ وسلام کے افراد کی کراہت نقل کی ہے جس کے پیش نظر حضرت مصنفؒ نے دونوں کو جمع فرمایا ہے۔

قولہ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ :

بظاہر لفظ صلوٰۃ کے بعد کلمہ عَـلٰی کا استعمال مناسب نہیں کیونکہ عَـلٰی معنیٰ مضرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ عَلٰی مضرت کے لیے اس وقت ہوتا ہے جب لفظ دعا کا صلہ ہو۔

سید بمعنی سردار ہے۔ سید اصل میں سیود تھا واؤ کو یاء کیا اول یاء کا ثانی یاء میں ادغام کیا گیا تو سید ہوا لفظ سید کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے یا نہیں اس میں تین اقوال ہیں:

(۱) اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہی کیا جا سکتا ہے غیر پر نہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا سیدنا کہہ کر پکارا تو آپ نے فرمایا ''اَلسَّيِّدُ هُوَ''

(۳) سب پر اطلاق کیا جا سکتا ہے اور یہی قول صحیح تر ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی اس پر شاہد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَسَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا. (۲) وَ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ.

اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات مبارکہ ہیں:

(۱) اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ. (۲) قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ.

سید المرسلین آنحضرت ﷺ کے فرمان مبارک سے اس قول کے اوپر بہت عمدہ روشنی پڑتی ہے آپ نے فرمایا:

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَ بِيَدِيْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَّوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِيْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ. (ترمذی)

میں قیامت کے دن سب انسانوں کا سردار ہوں گا اور اس میں کوئی شیخی اور فخر کی بات نہیں اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس میں کوئی شیخی اور فخر کی بات نہیں اور حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔

قولہ سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا : سید کی توضیح وتشریح ہم اس سے قبل بیان کر آئے ہیں۔

نَبِیٌّ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی الفاعل یا تو مشتق ہے نَبَاءٌ مہموز اللام سے جس کے معنی خبر کے ہیں۔ وَهُوَ الْاَظْهَرُ لِاَنَّهُ الْمُخْبِرُ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى یا یہ مشتق ہے غیر مہموز سے وَهُوَ الْاَكْثَرُ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نُبُوَّت بمعنی رفعت سے مشتق ہے۔ اس واسطے کہ نبی کا مرتبہ سب سے رفیع اور بلند ہوتا ہے۔ نبی و رسول میں فرق یہ ہے کہ نبی عام اور رسول خاص ہے۔ اس لیے کہ نبی وہ انسان ہے جو تبلیغ احکام کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہو۔ عام اس سے کہ اس کے ساتھ کتاب یا شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو بخلاف رسول کے کہ اس کے ساتھ کتاب اور شریعت جدیدہ کا ہونا ضروری ہے۔ واللہ اعلم۔

قولہ وَ شَفِيْعِنَا : یعنی ہمارے سفارش کرنے والے۔ آنحضرت ﷺ قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ سے میں نے عرض کیا:

يَـارَسُـوْلَ اللّٰـهِ مَنْ اَسْـعَدُ النَّـاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ؓ اَنْ لَّا يَسْاَلَنِيْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَاَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْمِنْ نَّفْسِهٖ. (بخاری)

قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ ؓ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث سننے کی کیسی حرص ہے (اب سن لو) کہ سب سے زیادہ میری شفاعت کا نصیب ہونا اسی شخص کے لئے ہوگا جس نے اپنے دل سے یا اپنے جی کے خلوص کے ساتھ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہو۔

صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ لَهٗ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يُقَالُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ ﷺ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَحْمَدُ بِمَحَامِدَ عَلَّمَنِيْهَا ثُمَّ اَشْفَعُ فَيُحَدُّلِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ. (بخاری)

یعنی سب جمع ہو کر میرے پاس آ جائیں گے میں جاؤں گا اور اپنے پروردگار کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اس کو منظور ہے وہ مجھے سجدے میں ہی پڑا رہنے دے گا۔ اسکے بعد حکم ہوگا کہ محمد ﷺ اپنا سر اٹھایئے اور عرض کریں آپکی عرض سنی جائے گی آپکی درخواست قبول ہوگی آپ کی سفارش قبول ہوگی اس وقت میں اپنے مالک کی ایسی ایسی تعریف بیان کروں گا جو وہ مجھ کو سکھلائے گا پھر میں لوگوں کی سفارش کروں گا سفارش کی ایک حد مقرر کردی جائے گی میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا۔

قوله ومولانا

مولا کا معنی ہے آقا سردار یہاں اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں جو کہ تمام انبیاء کے سردار ہیں جو اللہ کے بعد پوری کائنات میں افضل واعلیٰ ہیں مولا اللہ تعالیٰ کو بھی کہا جاتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے اَنْتَ مَوْلٰـنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

اور مولا اللہ تعالیٰ کے علاوہ جبریل اور نیک لوگوں کو بھی کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

قولہ مُحَمَّدْ

یہ نام نامی ہے آنحضرت ﷺ کا جو کہ آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے سات روز بعد رکھا تھا- کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا نام کیوں رکھا ہے جو کہ آپ کے آباء وقوم میں سے کسی کا نہیں ہے انہوں نے کہا مجھے امید ہے کہ یہ شخص زمین وآسمان میں حمد کیا جائے گا چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کی امید کو پورا فرما دیا-

محمد ﷺ واحمد ﷺ میں فرق

محمد ﷺ اسے کہتے ہیں جس کی ساری کائنات سے زیادہ تعریف کی جائے اور احمد ﷺ اسے کہتے ہیں جس نے ساری کائنات سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی- واقعی آنحضرت ﷺ ہی کی ذات گرامی اس لائق ہے کہ آپ کی ساری کائنات سے زیادہ تعریف کی جائے- لفظ محمد ﷺ کا معنی ہی اس پر دلالت کر رہا ہے-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب:

سیدنا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہمارے نبی ہیں- دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد اور والدہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد ﷺ رکھا تھا-

لفظ محمد ﷺ حمد سے اسم مفعول ہے یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لئے ہے اور احمد ﷺ بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے- اسم محمد ﷺ سے حمد کی کثرت ومہیت اور اسم احمد ﷺ سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے ع

وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهٖ يُجِلُّهُ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

ترجمہ: ''اللہ نے ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا- دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور آنحضرت ﷺ محمد ہیں-

واضح ہو کہ نبی کریم ﷺ کو اسم محمد سے خاص مناسبت ہے- آپ کا نام محمدؐ واحمدؐ اور آپ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے- امت محمدیہ کا نام حمادون ہے- اور آنحضرت ﷺ کے لواء کا نام لواء محمدؐ ہے- وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا

كَثِيْرًا-

حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ ہے اور آسمانوں پر احمد ﷺ ہے-تورات میں اسم مبارک محمدؐ آیا تھا-اور انجیل میں اسم مبارک احمدؐ آیا تھا-سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے حضرت ہاجرہؓ نے حضرت اسماعیلؑ کا نام (پیدائش ۱۶/۱۱) اور حضرت مریمؑ نے حضرت یسوعؑ کا نام (لوقا باب ۳۰ درس) رکھا تھا-

قولہ وَاٰلِهٖ

اس سے دین اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے متبعین مراد ہیں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہی تصریح کی ہے اور ان کے تلامذہ کا بھی یہی موقف ہے- اس نقطہ نظر کے مطابق تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین- آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کی آل اولاد اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کے تمام وہ حضرات جو آپؐ پر ایمان لائے نیز تمام اہل ایمان و الہ میں داخل ہو جاتے ہیں-

لفظ اٰلٌ اسم جمع ہے اصل میں اَهْلٌ تھا بدلیل اُهَيْلٌ کے لِاَنَّ التَّصْغِيْرَ يَرُدُّ الْاَشْيَاءَ اِلٰى اُصُوْلِهَا -پس ھا ہمزہ سے تبدیل ہوگئی اور ہمزہ موافق قیاس کے الف سے تبدیل ہوا تو اٰلٌ ہو گیا-

یہ مذہب سیبویہؒ کا ہے اور یہی مشہور مختار عندالبصر یین ہے- امام کسائیؒ کے نزدیک اس کا اصل اَوَلٌ تھا کیونکہ تصغیر اویل آتی ہے پس واؤ کو الف سے تبدیل کیا تو آل ہو گیا-

کسائیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی سے سنا جو کہ کہتا تھا کہ "اٰلٌ وَ اُوَيْلٌ اَهْلٌ وَ اُهَيْلٌ" یعنی کسائیؒ کے نزدیک "اٰلٌ" اور "اَهْلٌ" ایک لفظ نہیں-بعض کہتے ہیں کہ اس کا اصل اَءَلٌ تھا ہمزہ ثانی کو الف سے بدل دیا-

اسی سلسلہ میں علامہ شاطبیؒ کا ایک شعر ہے-

فَاِبْدَالُهُ مِنْ هَمْزَةٍ هَاءٌ اَصْلُهَا
وَقَدْ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ وَاوٍ اُبْدِلَا

پس آل میں ابدال ہمزہ ہے اور ہمزہ کی اصل ھاء ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ واؤ سے ابدال کیا گیا ہے-

لفظ آل کی اصل بتاتے ہیں کہ ایک قول جو سیبویہؒ کا ہے کہ آل اصل میں اَوَلٌ اور اَوَلٌ اصل میں اَهَلٌ تھا اور دوسرا قول جو ابوالحسن ابن شنبوذؒ کا ہے کہ آلٌ اصل میں اَوَلٌ تھا-

اٰلْ میں چند مذاہب

(۱) اٰل بمعنی اتباع ہے یہ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا مذہب ہے اسی کو بعض اصحاب شوافع نے اختیار کیا ہے اور امام نوویؒ و امام ازہریؒ کے نزدیک یہی پسندیدہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے تلامذہ سے بھی ایک قول انہی معنی پر وارد ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

(۲) اٰل سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں یہ امام شافعیؒ کا قول ہے اور امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ایک قول یہی مروی ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اٰل فقط بنو ہاشم ہیں اور آپ کے اس قول کو بعض مالکیہ نے بھی پسند کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَّ اصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَ فِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَ اصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چن لیا۔ کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چنا۔ اور بنو ہاشم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے) ترمذی کی ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد سے اسماعیل کو چن لیا اور اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کو چن لیا۔

لفظ اٰل گو اپنے اصل کے اعتبار سے عام ہے مگر استعمال کے اعتبار سے اس میں دو خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں۔

(۱) اسکی اضافت غیر عاقل کی طرف نہیں ہوتی یعنی اٰل اسلام اور اٰل مصر نہیں کہتے بلکہ اہل اسلام اور اہل مصر کہتے ہیں۔

(۲) عاقل کی طرف اس کی اضافت اس وقت ہوتی ہے جب اس کے لئے شرافت دینی و دنیوی ہو جیسے اٰل نبی یا صرف دنیوی ہو جیسے اٰلِ فِرْعَوْن ۔

قولہ وَاَصۡحَابِہٖ

صاحب کی جمع اصحاب ہے جس کے معنی ہیں ساتھی' ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والا- اصحاب کی جمع اصاحیب ہے- اور اس سے مراد وہ حضرات مبارکہ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی صحبت اختیار کی اور ایمان کی حالت میں ہی دنیا سے رحلت فرمائی- حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بہت سارے مناقب اور فضائل ہیں- جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عَنۡ عَبۡدِاللّٰهِ بۡنِ مُغَفَّلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيۡ اَصۡحَابِيۡ لَا تَتَّخِذُوۡهُمۡ غَرَضًا مِّنۡ بَعۡدِيۡ فَمَنۡ اَحَبَّهُمۡ فَبِحُبِّيۡ اَحَبَّهُمۡ وَمَنۡ اَبۡغَضَهُمۡ فَبِبُغۡضِيۡ اَبۡغَضَهُمۡ وَمَنۡ اٰذَاهُمۡ فَقَدۡ اٰذَانِيۡ وَمَنۡ اٰذَانِيۡ فَقَدۡ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنۡ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوۡشِكُ اَنۡ يَّاۡخُذَهٗ- (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے- جو ان سے بغض کرتا ہے میرے بغض کی وجہ سے بغض کرتا ہے جو ان کو تکلیف دے اس نے مجھ کو تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی قریب ہے کہ اللہ ان کو پکڑے- روایت کیا اس کو ترمذی نے-''

عَنۡ اَبِيۡ سَعِيۡدِ نِ الۡخُدۡرِيِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَسُبُّوۡا اَصۡحَابِيۡ فَلَوۡ اَنَّ اَحَدَكُمۡ اَنۡفَقَ مِثۡلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمۡ وَلَا نَصِيۡفَهٗ- (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے ایک مد کے ثواب کو نہ پہنچے گا اور نہ اس کے آدھے کے برابر- (متفق علیہ)

عَنِ ابۡنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِذَا رَاَيۡتُمُ الَّذِيۡنَ يَسُبُّوۡنَ اَصۡحَابِيۡ فَقُوۡلُوۡا لَعۡنَةُ

اللّٰهِ عَلٰی شَرِّکُمْ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو صحابہ کرامؓ کو گالی دیتے ہیں تم کہو کہ تمہارے اس بدفعل پر اللہ کی لعنت ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

قولہ وَاَزْوَاجِهٖ

اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات اجمعینؓ ہیں جو امہات المومنینؓ کے لقب سے سرفراز ہوئی تھیں۔ یہاں ہم ان کے اسماء مبارکہ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (۲) ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ (۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

(۴) ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ (۵) ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ (۶) ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

(۷) ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ (۸) ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ (۹) ام المومنین حضرت صفیہ بنت حییؓ

(۱۰) ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ (۱۱) ام المومنین حضرت ریحانہ بنت شمعونؓ

حضرت ریحانہؓ کے بارہ میں اختلاف ہے بعض آپؐ کو ازواج میں شمار کرتے ہیں اور بعض لونڈیوں میں۔

(۱۲) ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ

قولہ وَذُرِّیَّاتِهِمْ

یعنی آپ ﷺ کی اولاد جن کے اسماء مبارکہ کی تفصیل اس طرح ہے:

صاحبزدگان

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (۲) حضرت طیب یا طاہر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

صاحبزادیاں:

(۱) حضرت زینبؓ (۲) حضرت رقیہؓ (۳) حضرت ام کلثومؓ (۴) حضرت فاطمۃ الزہرۃؓ

حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ آپ کی تمام اولاد ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہے۔ حضرت ابراہیمؓ اُم المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے ہیں۔ آپ ﷺ کے تمام صاحبزدگان چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔ جبکہ چاروں صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور ہجرت بھی فرمائی۔

قولہ اَجْمَعِیْن

تاکید کے لیے ہے اور اس میں تمام مسلمان جو قیامت تک آئیں گے وہ سب شامل ہو گئے ہیں۔

مصنف علام رحمۃ اللہ نے نہایت جامع و مانع انداز میں آنحضرت ﷺ پر درود تحریر فرمایا ہے۔ درود پڑھنے کی فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ یہاں ہم چند احادیث درج کرتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَّحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ وَّرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ. (النسائی)

''حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔''

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً. (رواۃ الترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِّيْ مِنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ. (رواۃ النسائی والدارمی)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے روئے زمین پر گشت کرتے پھرتے ہیں جو میری امت کے درود و سلام کو مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ پر درود شریف نہ بھیجنے والا بڑا بد قسمت ہے اور رحمت خداوندی سے بہت دور ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ

عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ ۔ (رواہ الترمذی)

''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ میں اس کے سامنے ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود وسلام نہ بھیجے اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ آیا اور گزر گیا اور اس نے اپنے گناہوں کی معافی نہ چاہی نہ اس کی مغفرت کی گئی اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ اس نے ماں باپ کو بڑھاپے میں پایا اور ماں باپ نے اس کو جنت میں داخل نہ کرایا۔''

اسی طرح احادیث میں اپنی کتاب کے اندر درود شریف تحریر کرنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِيْ كِتَابٍ لَّمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ مَادَامَ اِسْمِيْ فِيْ ذَالِكَ الْكِتٰبِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّمْ تَزَلِ الصَّلٰوةُ جَارِيَةً لَّهُ مَادَامَ اِسْمِيْ فِيْ ذٰلِكَ الْكِتٰبِ ۔ (نزل الابرار)

جو کتاب لکھنے کے دوران میرے نام پر درود بھیجے گا تو فرشتے ہمیشہ اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔

(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمًا اَبَدًا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ فِيْ كِتَابٍ لَّمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهُ مَادَامَ اِسْمِيْ فِيْ ذٰلِكَ الْكِتَابِ ۔ (شرف اصحاب الحدیث ص ۳۷)

''جو شخص مجھ پر کتاب میں درود لکھے۔تو جب تک میرا نام مبارک اس کتاب میں رہے گا فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔''

درود پڑھنے کی تعلیم

عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ کعبؓ بن عجرہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے (مجھ

سے) کہا کیا میں تمہیں ایسا ہدیہ عطا نہ کروں جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے عرض کیا ضرور! مجھے ہدیہ عطا فرمائیں کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہم اہل بیت پر کیسے درود بھیجیں؟ کیونکہ آپؐ پر سلام بھیجنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم درود (اس طرح) پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (بخاری نے اس کو روایت کیا ہے)

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپؐ پر کیسے درود بھیجیں؟ آپؐ نے فرمایا تم درود (اس طرح) پڑھو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (متفق علیہ)

ایک اہم نقطہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجنے کی کیا توجیہ ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود شریف بھیجنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف میں تمام نبیوں نے السلام علیکم کہا مگر آپؐ کی امت پر سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور کسی نبی نے سلام نہیں بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احسان کے بدلے میں اپنی امت کو ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھیجا کرو۔

فوائد مکیہ: جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے۔

شرح: خطبہ مسنونہ اور صلوٰۃ وسلام کے بعد اب اصل مقصود کا بیان شروع فرمارہے ہیں۔

تجوید کا ثبوت قرآن حکیم سے:

قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی حضرت مصنفؒ نے تاکید در تاکید کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنا قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○

"اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور پھر اس کی اہمیت کی خاطر تَرْتِيْلًا مصدر لا کر اس کی مزید تاکید فرمائی ہے۔ ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ترتیل ہی کے ساتھ نازل فرمایا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○

" اور اتارا ہم نے اس قرآن کو ترتیل کے ساتھ۔"

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے تَرْتِيْلًا مصدر لا کر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ترتیل کے ضمن میں علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب "النشر" میں اور علامہ قسطلانیؒ نے "لطائف الاشارات لفنون القراءات" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے:

هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ یعنی ترتیل کا مطلب ہے حروف کو تجوید و جملہ صفات کے ساتھ ادا کرنا اور وقوف کی پہچان۔ علامہ بیضاویؒ نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا کے معنی یہ بیان فرمائے جَوِّدْهُ تَجْوِيْدًا۔

لفظ ترتیل کی لغوی تحقیق:

ترتیل رتل سے ہے جس کے معنی کشف و کشادگی کے ہیں۔ چنانچہ کشادہ دانتوں والے کو عربی میں ثغر۔ رتل کہتے ہیں۔ اس لیے مفسرین حضرات نے ترتیل کے معنی لکھے ہیں۔ کہ "قرآن کریم کو ایسے اطمینان و تحقیق کے ساتھ پڑھا جائے۔ کہ نہایت عمدہ ادا پر مشتمل ہو۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تحقیق:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ لغت میں ترتیل وضاحت سے پڑھنے کو کہتے ہیں اور شرح میں قرآن شریف کی قرأت میں چند چیزیں ضروری ہیں تا کہ کمال ترتیل ہو۔

اوّل: ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکال کر صحیح طور پر ادا کرنا تا کہ بجائے ض کے ظ اور بجائے ط کے ت نہ پڑھی جائے۔

دوم: اوقاف کی خوب اچھی طرح رعایت کرنا۔ تا کہ کلام کا وصل (جوڑ) اور فصل (توڑ) بے محل نہ ہو جائے۔ اور کلام الٰہی کی صورت نہ بدل جائے۔

تجوید کا ثبوت قرآن مجید کی ایک اور آیت میں بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

ترجمہ: ''جو لوگ دی ہم نے ان کو کتاب پڑھتے ہیں اس کو جس طرح پڑھنے کا حق ہے اور یہی لوگ ہیں اس کے ساتھ ایمان لانے والے یعنی جو لوگ تلاوت کا حق ادا کریں گے وہی ایمان لانے کا حق بھی ادا کریں گے۔''

اب تلاوت کا حق جو ہے وہ علم تجوید سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ کسی اور علم سے نہیں۔

تجوید کا ثبوت حدیث نبویؐ سے

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّقْرَاَ الْقُرْاٰنُ كَمَا اُنْزِلَ (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ)

''یعنی اللہ کو یہی پسند ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل کیا گیا ہے۔''

نازل کس طرح کیا گیا ہے وہ ترتیل کے ساتھ کیا گیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا. جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

اس فرمان نبوی ﷺ کے مطابق قرآن کو صحیح پڑھا جانا ضروری اور لازمی امر ہے کہ آپ ﷺ کی تلاوت بھی انہی قواعد کے مطابق ہوتی تھی۔ مزید تفصیل اس طرح ہے۔ حضرت قتادہ تابعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کی قراءت کیسی ہوتی تھی۔ حضرت انسؓ نے جواباً فرمایا کہ ''مد کے ساتھ تھی'' پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو پڑھ کر بِسْمِ اللّٰهِ کو دراز کیا پھر اَلرَّحْمٰنِ کو پھر اَلرَّحِيْمِ کو۔ (رواہ البخاری)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی ہوتی تھی؟ تو ام المومنینؓ نے فرمایا کہ حرف بہ حرف تھی (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی)

ایک اور حدیث میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ پارہ پارہ کرتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے پھر ٹھہر جاتے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتے پھر ٹھہر جاتے۔ (رواہ الترمذی)

علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں ایک حدیث ذکر فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ غَضًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَاْهُ عَلٰى قِرَاءَةِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ

ترجمہ: ”جوشخص قرآن کو اس خوبی کے ساتھ پڑھنا چاہیے کہ جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ابن ام عبد کی قرآءت پڑھے ابن ام عبد سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہیں۔ جن کو تجوید و قرآءت سے بحروانی ملا تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ:

عَنْ حُذَيْفَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا۔ (النسائی والموطا)

ترجمہ: ”حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہا انہوں نے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کو عرب کے لب ولہجہ اور ان کی آوازوں میں پڑھو۔“

ان کا لب ولہجہ اور ادا بالکل تجوید کے مطابق ہوتی تھی اسی لیے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تعلیم حاصل کی۔ اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ جو کہ متقن اور مجود تھے فرمایا کہ قرآن ان سے پڑھا کرو جیسا حدیث کہ میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْتَقْرِؤُا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ. (متفق علیہ)

”حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں سے قرآن مجید پڑھو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضرت سالمؓ مولی ابی حذیفہ سے حضرت ابیؓ بن کعب سے حضرت معاذؓ بن جبل سے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تعلیم ہر آدمی سے نہیں بلکہ جو ماہر ہو اس سے حاصل کرنی چاہیے۔

ان احادیث مبارکہ سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آپؐ کی قرآءت اور آپؐ کے صحابہؓ کی قرآءت ترتیل کے ساتھ ہوتی تھی۔ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کے لئے ہے۔ دنیا میں ترتیل سے پڑھنے کا حکم سورۃ المزمل کی آیت سے معلوم ہو رہا ہے اور آخرت میں ترتیل سے پڑھنے کا حکم درج ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ﷛ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَةٍ تَقْرَأُهَا.

(رواہ ابوداؤد والترمذی- وقال امام الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷛ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا قرآن کے حافظ اور ماہر کو کہا جائے گا کہ اب (قرآن) پڑھ اور اوپر (جنت کے درجات میں) چڑھ اور اسی طرح ترتیل سے پڑھ جس طرح کہ تو دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا اب تیرا مقام اس جگہ ہے کہ جہاں پہنچ کر تو آخری آیت پڑھے گا-“

اجماع امت سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کو صحیح پڑھنا ضروری ہے اور یہ صحت تجوید ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

بعض حضرات علم تجوید کی مخالفت کرتے ہیں اگر ان سے یہ کہا جائے کہ تم قرآن غلط پڑھنے کے متعلق فتویٰ دو کہ قرآن غلط پڑھنا جائز ہے تو وہ ہرگز فتویٰ نہیں دیں گے۔ مفہوم مخالف واضح طور پر عقلی لحاظ سے یہی بنا کہ قرآن کو تجوید سے پڑھنا ضروری ہے۔

تجوید کا ثبوت قیاس سے

قیاس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ:

(۱) جس طرح ایک شخص اپنے متعلق یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا کھانا پینا اچھا ہو لباس اچھا ہو رہائش اچھی ہو جب ہر شخص اپنے بارے میں اچھی چیز کو پسند کرتا ہے تو قرآن شریف بطریق اولی اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس کو اچھے طریقے سے پڑھا جائے اور یہ اچھائی تجوید کے ساتھ پڑھ کر ہی حاصل ہو سکتی ہے-

(۲) قرآن مجید عربی میں ہے اور یہ ۲۹ حرفوں سے مکون ہے اور اگر ان حروف کو اپنے اپنے مخارج وصفات سے نہیں ادا کیا جائے گا تو یہ حروف عربی نہیں رہیں گے بلکہ عجمی بن جائیں گے- مثلاً ضاد کی غلط ادائیگی سے دال یا ڈال پڑھنا یا حرکات کو مجہول و ناقص ادا کرنا وغیرہ اس بناء پر قواعد تجوید کی رعایت لابدی امر ہے-

(۳) قرآن مجید لفظ اور معنی دونوں کا مجموعہ ہے امت محمدیہؐ جس طرح قرآن کے صحیح معانی کے سمجھنے اور اس کی حدود کے قائم کرنے کی مکلف ہے اسی طرح اس کے الفاظ وحروف کی تصحیح بھی نہایت ضروری ہے اس طریق پر جس کو

قراءات واداکے آئمہ نے آنحضرت ﷺ سے حاصل کر کے طبقہ بہ طبقہ ہم تک پہنچایا لہٰذا قرآن کو عجم کی فاسد وقبیح اور نبطی (عام زبان) اداکے موافق پڑھنا قطعاً درست نہیں۔

(۴) قرآن دستور خداوندی ہے اور دستور میں جس طرح مطالب ومفاہیم پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح زبان کے محاورہ اور لغت کے قاعدہ کے مطابق صحیح اور بافہم پڑھنا بھی لازمی ہوتا ہے۔ نیز غلط پڑھنا گستاخی کے مترادف ہے۔

(۵) قواعد تجوید کے مطابق پڑھنے سے تلاوت اور ادا میں زینت وخوبصورتی اور رونق پیدا ہوتی ہے۔ پس کسی عاقل و بالغ کے لئے مناسب نہیں کہ اس علم کو چھوڑ دے جس سے کلام الٰہی کی خوبیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۶) ہمارے استاذ محترم حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر زبان کے صحیح تلفظ کا معیار یہی ہے کہ وہ اہل زبان کے انداز کے مطابق بولی جائے اسی بات پر قیاس کرتے ہوئے سمجھو کہ قرآن بھی اپنی ایک طرز ادا رکھتا ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل فرمایا جیسا کہ حدیث گزر چکی اس مخصوص طرز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بتایا اور صحابہؓ نے تابعینؒ کو اور اس طرح یہ سلسلہ درسلسلہ ہم تک پہنچا لہٰذا قیاس کی رو سے بھی قرآن کو تجوید سے پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

تجوید کے اثبات میں علماء قراءات کے اقوال

علامہ جزریؒ اپنی منظوم تصنیف ''المقدمہ'' میں فرماتے ہیں:

وَ الْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ
مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرَانَ اٰثِمٌ
لِاَنَّهٗ بِهِ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا
وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا

ترجمہ: ''اور حاصل کرنا تجوید کا واجب اور ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے (وہ) گناہ گار ہے۔''
کیوں کہ وہ قرآن اس (تجوید) کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور اسی طرح (یعنی تجوید کے ساتھ) اس (اللہ تعالیٰ) سے ہم تک پہنچا۔

بعض علماء قراءت یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے کم ازکم اسقدر قرآن کو صحیح پڑھنا از حد ضروری ہے جس سے اس کی نماز

درست ہو جائے۔

علم تجوید سیکھنا اور حاصل کرنا بہت ضروری ہے یعنی بقدر مایجوز به الصلوة تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا فرض عین ہے۔ اور اس کا علم فرض کفایہ ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

اَلْعِلْمُ بِهٖ فَرْضُ كِفَايَةٍ وَّالْعَمَلُ بِهٖ فَرْضُ عَيْنٍ۔

پس جو شے قرآن' حدیث' اجماع امت' قیاس اور اقوال آئمہ سے ثابت ہو رہی ہو اس کے بارے میں تاکید ہی کی جاتی ہے اسی لئے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے ''نہایت ہی ضروری'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

فوائد مکیہ: اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار کہلائے گا۔

شرح : خطاوار کا معنی ہے گناہگار۔ یعنی تجوید سے قرآن نہ پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔ گناہگار کیوں ہوگا اس لئے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی ہے حدیث کی مخالفت کی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرنے والا خطا کار و گناہگار ہے۔

فوائد مکیہ: پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا۔

لحن کا بیان

شرح : اب یہاں سے ان اغلاط کی نشاندہی کرنا شروع کر رہے ہیں
جنہیں قراء کی اصطلاح میں لحن کہتے ہیں۔ لحن کی دو قسمیں ہیں (۱) لحن جلی (۲) لحن خفی

یہاں سے لحن جلی کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ لحن کا معنی غلطی اور لحن جلی کا معنی بڑی غلطی۔ قراء کی اصطلاح میں تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا۔ یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا لحن جلی کہلاتا ہے۔

اور یہ وہ اغلاط ہیں جو کہ قواعد تجوید سے نابلد ہونے کی وجہ سے لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں جیسا کہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا جیسے قُلْ کی جگہ کُلْ یعنی قاف کی جگہ کاف پڑھا تو معنی مراد الٰہی کے خلاف ہو گئے۔ قُلْ کے معنی ''کہہ تو'' اور کُلْ کے معنی ہیں ''کھا تو''۔ ایسے ہی وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ○ کی جگہ وَنُدْخِلُهُمْ ذِلًّا ذَلِيْلًا یعنی ظا کی جگہ ذال پڑھنے سے معنی مراد الٰہی کے صریحاً خلاف ہو گئے۔ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا کے معنی ہیں ''ہم ان کو داخل

کریں گے گھنے سایہ دار درختوں میں" اور وَ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا کا مطلب ہوا "ہم ان کو ذلیل کریں گے ذلیل کرنا" وَالصَّيْفِ کی جگہ وَالسَّيْفِ پڑھ دینا۔۔یعنی صاد کی جگہ سین پڑھ دیا۔ وَالصَّيْفِ کا معنی ہے "موسم گرما" اور وَالسَّيْفِ کا معنی ہے "تلوار"۔قرآنی کلمات میں اگر ایک حرف دوسرے حرف سے بدل دیا جائے تو غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ معنی مراد الٰہی کے خلاف ہو کر بجائے نزول رحمت وحصول ثواب کے باعث ناراضگی وآمد آفت کا سبب ہو سکتے ہیں۔ یہاں ہم کچھ قرآنی کلمات کو نقل کر رہے ہیں کہ جن میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے معانی میں کس قدر تبدیلی آ جاتی ہے۔

صحیح لفظ اور اس کے معنی		تبدیل شدہ لفظ اور اس کے معنی	
قُلْ	کہو	كُلْ	کھاؤ
صَيْفٌ	گرمی	سَيْفٌ	تلوار
عَجَلٌ	جلدی کرنا	أَجَلٌ	وقت مقررہ یعنی موت
أَلَا	خبردار	عَلٰى	اوپر
سَاحِرَةٌ	جادوگر	سَاهِرَةٌ	میدان
عَقْرَبٌ	بچھو	أَقْرَبُ	قریبی
مَسْطُوْرٌ	مسطور یا سطریں	مَسْتُوْرٌ	پوشیدہ
آكِلٌ	کھانے والا	عَاقِلٌ	عقلمند
أَتَوْا	آتے	عَتَوْا	سرکشی
فَارِحِيْنَ	خوش مسرور	فَارِهِيْنَ	تکلیف اٹھانے والے
قَالُوْا	کہتے ہیں	كَالُوْا	ناپتے ہیں
قَيْدًا	پابندی	كَيْدًا	مکروفریب
حِجَارَةٌ	پتھر کی کنکریاں	هِجَارَةٌ	چھوڑنا
تَعْلَمُوْنَ	تم جانتے ہو	تَأْلَمُوْنَ	تم کو تکلیف پہنچی

ظِلًّا ظَلِيْلًا	سایہ در سایہ	ذِلًّا ذَلِيْلًا	ذلت در ذلت
اَكْبَرُهٗ	وہ بہت بڑا ہے	اَقْبَرَهٗ	اسکی قبر
مَحْذُوْرًا	ڈرنا	مَحْظُوْرًا	رکاوٹ
اِثْمٌ	گناہ	اِسْمٌ	ناکام
مَنْصُوْرًا	مدد کرنا	مَنْثُوْرًا	ریت پراگندہ
اَبْقٰى	باقی رہنا	اَبْكٰى	رونا
مُشْرِقِيْنَ	صبح کے قریب کا وقت	مُشْرِكِيْنَ	شرک کرنے والا
نَسَبًا	برادری (کنبہ)	نَصَبًا	رنج پہنچنا
مُصْبِحِيْنَ	صبح کرنے والے	مُسَبِّحِيْنَ	تسبیح کرنے والے
رَقِيْبٌ	منتظر ہونا	رَكِيْبٌ	سوار ہونا
قُرْبَةٌ	نزدیک	كُرْبَةٌ	تکلیف ہونا
اَحَلَّ	حلال قرار دینا' احرام کھولنا	اَهَلَّ	چاند طلوع ہونا' تلبیہ کہنا
عَسِيْرٌ	مشکل	اَسِيْرٌ	قیدی
طِيْنٌ	مٹی	تِيْنٌ	انجیر کا درخت
اَنْحَرَ	قربانی کرنا	اَنْهَرَ	نہر یا دریا
عَسٰى	امید کرنا	عَصٰى	نافرمانی
اَلِيْمٌ	تکلیف	عَلِيْمٌ	جاننے والا
عَمِيْنَ	اندھے	اَمِيْنٌ	دیانتدار
قَلْبٌ	دل	كَلْبٌ	کتا
ثَبْتَ	ثابت ہونا (محکم مضبوط)	سَبْتَ	ہفتہ کا دن
كَيْفَ حَالُكَ	کیا حال ہے تیرا	كيف هالك	کیسے گھبرایا تو

قُصُرٌ	محل	کسر	توڑنا
مُنْظِرِيْنَ	ڈھیل دیے جانا	منذرين	ڈرائے گئے

فوائد مکیہ: یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا گیا۔

شرح: اب لحن میں ہی سے دوسری صریح اور بڑی غلطی کا بیان فرماتے ہیں اور اس کی مثال یہ ہے جیسے كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ کو اگر كَانَ يَاْكُلِنِ الطَّعَامَ پڑھ دے تو معنی میں بہت فرق پڑ جائے گا۔ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ کے معنی ہیں "وہ دونوں کھاتے تھے" اور كَانَ يَاْكُلِنِ الطَّعَامَ کے معنی ہوں گے "وہ ایک کھاتا تھا"

ایسے ہی قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا کو قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا پڑھنا۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا کے معنی ہیں "ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا" اور اگر قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا پڑھا تو اس کے معنی ہوں گے "کہا اس ایک نے الخ"

وَعَلَّمَ کو وَعَلَّمَا پڑھ دیا۔ وَعَلَّمَ کے معنی ہیں "سکھایا اس ایک نے" اور عَلَّمَا کے معنی ہیں "سکھایا ان دونوں نے۔"

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کو وَلَا تَقْرَبْ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ پڑھ دینا۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کا معنی ہے "تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔" اور وَلَا تَقْرَبْ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کا معنی ہے "تو ایک اس درخت کے قریب نہ جا۔" تو یہ معنی مراد الٰہی کے خلاف ہو گیا۔

فوائد مکیہ: یا حرکات میں غلطی کی۔

شرح: یعنی ایک حرکت کی جگہ دوسری حرکت پڑھ دی جیسے اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ پڑھ دیا یا اَنْعَمْتِ پڑھ دیا۔ اَنْعَمْتَ کے معنی ہیں "اے اللہ آپ نے انعام کیا۔" اور اَنْعَمْتُ کے معنی ہیں "میں نے انعام کیا۔" اسی طرح اَنْعَمْتِ پڑھا تو اس کے معنی ہیں "تو ایک عورت نے انعام کیا۔"

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ کو وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ پڑھ دیا۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ کا معنی ہے "اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جالوت کو۔" اور وَقَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ کا معنی ہے "اور قتل کیا جالوت نے داؤد کو۔" (نعوذ باللہ)

ہماری روزمرہ کی اردو زبان میں بھی بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن میں حرکات کے تبدیل کرنے سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ ذیل میں دلچسپی طبع کے لیے ہم جدول کی صورت میں کچھ حرف اوران کا مطلب دے رہے ہیں یہ الفاظ ہم نے اردو کی لغت سے اکٹھے کیے ہیں:

اِعْراب : بمعنی زیر زبر پیش	اَعْراب : عرب کی جمع۔ دیہاتی عرب
اِفْہام: بمعنی سمجھا	اَفْہام: فہم کی جمع
بَابُر: بمعنی ببر شیر	بَابَر: بمعنی گھاس
پِٹْنا: بمعنی مار کھانا	پَٹْنا: بمعنی کثرت ہونا
تُرْک: ترکی کا رہنے والا	تَرْک: بمعنی چھوڑنا۔ درگزر کرنا
جِتْنا: بمعنی جس قدر۔ جو کچھ	جُتْنا: بمعنی بیلوں کا ہل یا گاڑی میں لگنا
حُب: بمعنی محبت	حَب: بمعنی گولی
خُرْد: بمعنی کم عمر۔ چھوٹا	خِرَد: بمعنی عقل دانائی
دُرہ: بمعنی کوڑا	دَرہ: بمعنی دو پہاڑوں کے بیچ راستہ
رَحم: بمعنی مہربانی۔ بخشش	رِحم: بمعنی بچہ دانی
سَتار: پردہ پوشی	سِتار: ایک باجے کا نام
طُور: ایک پہاڑ کا نام	طَور: بمعنی رنگ ڈھنگ۔ چال چلن
عَلَم: بمعنی جھنڈا	عِلْم: بمعنی جاننا۔ دانائی۔ آگاہی
قَسَم: بمعنی حلف۔ عہد	قِسْم: بمعنی نوع۔ وضع۔ ڈھنگ طرح
کَرَم: بمعنی عنایت۔ سخاوت	کِرم: بمعنی کیڑا
لِٹانا: بمعنی چت لٹانا	لُٹانا: بمعنی بانٹ دینا۔ ضائع کرنا۔ برباد کرنا
مِثل: بمعنی مانند۔ مشابہ	مَثل: بمعنی کہاوت
وَتر: وہ خط جو دائرے کے کسی حصہ کو گھیرے	وِتر: عشاء کی فرض نماز کے بعد پڑھی جانے والی نماز

فوائد مکیہ: یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا۔

شرح: اب ایک اور بڑی غلطی کی نشاندہی فرما رہے ہیں کہ جیسے لفظ خَلَقْنَا کو خَلَقَنَا پڑھ دینا۔ خَلَقْنَا کا معنی ہے ''ہم نے پیدا کیا۔'' اور خَلَقَنَا کا معنی ہے ''اس نے ہمیں پیدا کیا۔''

اسی طرح فَعَلْنَا کو فَعَلَنَا پڑھ دینا۔ فَعَلْنَا کے معنی ہیں ''ہم نے کیا۔'' اور فَعَلَنَا کے معنی ہیں ''اس نے ہمیں کیا۔''

ایسے ہی ضَرَبْنَا ''ہم نے مارا'' ضَرَبَنَا کے معنی ہوں گے ''اس نے ہمیں مارا۔'' علی ہذا القیاس۔ کہ معنی میں بہت زیادہ تغیر و تبدل ہو جائے گا اور معنی اور متن قرآنی منشاء و مراد الٰہی کے خلاف ہو جائیں گے۔

فوائد مکیہ: تو پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔

شرح: یہاں درج بالا اغلاط کرنے والے کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ ایسا شخص گناہگار ہوگا لازمی امر ہے کہ جب تجوید کے خلاف پڑھے گا تو معنی مراد الٰہی کے خلاف ہوں گے اور پڑھنے والا گناہگار ہوگا۔ جیسا کہ اوپر مثالوں میں ہم تفصیلاً ذکر کر آئے ہیں۔

مزید قرآن غلط پڑھنے والوں کے لئے وعید بھی آئی ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْاٰنِ وَ الْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ۔

''یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ قرآن غلط پڑھنے کی وجہ سے قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔''

علامہ جزریؒ ''المقدمۃ الجزریۃ'' میں فرماتے ہیں:

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ

مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

ترجمہ: ''اور حاصل کرنا تجوید کا واجب ہے ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ گناہگار ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے کلام کو عمداً بدلنا اسے قرآن کریم نے ظلم کہا ہے اور بدلنے والا ظالم ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ترجمہ: پس بدل دیا ظالموں نے اللہ کے اس قول کو جو انھیں کہا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حِطَّةٌ کہو انھوں نے اس کو حِنْطَةٌ بنا دیا۔ حِطَّةٌ کا معنی ہے معاف کردے۔ بخش اور حِنْطَةٌ کا معنی ہے گندم اور اللہ تعالیٰ کے قول کو بدلنے والے کو اللہ نے ظالم کہا ہے کیا کوئی اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید میں اس قسم کی غلطی کرے گا جیسے قُلْ کی جگہ كُلْ کہے گا تو کیا اس آیت کا مصداق نہیں ہوگا۔ یقیناً ہوگا قرآن کو غلط پڑھنے والے یقیناً اس آیت کے مصداق ہیں۔ نیز اس طرح پڑھنا تحریف میں شامل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ ترجمہ: بدل دیتے ہیں وہ کلام (اللہ) کو اس کی (اصل) جگہ سے اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ترجمہ: تحریف کرتے ہیں کلمات میں ان کو اصل مقام سے ہٹا کر۔

علماء کے نزدیک تحریف کی دو قسمیں ہیں: (۱) تحریف لفظی (۲) تحریف معنوی

قرآن کو تجوید کے خلاف پڑھنا تحریف لفظی میں داخل ہے۔ نیز تحریف لفظی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ ترجمہ: اے ایمان والو! تم کلمہ رَاعِنَا نہ کہو کیونکہ منافقین اس کو رَاعِيْنَا کر کے پڑھتے تھے۔ یعنی اس میں تحریف لفظی کرتے تھے۔ یاد رہے بعض جگہ تحریف لفظی سے تحریف معنوی لازم آتی ہے۔ اس سے منع کیا گیا ہے تو بات واضح ہوگئی کہ تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا تحریف لفظی ہے اس سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

جو عمداً قرآن کو غلط پڑھے گا اس کے لیے الشفاء میں قاضی عیاضؒ بیان فرماتے ہیں:

اِنَّ جَمِيْعَ مَا فِيْهِ حَقٌّ وَ اَنَّ مَنْ نَّقَصَ مِنْهُ حَرْفًا قَاصِدًا لِّذٰلِكَ اَوْ بَدَّلَهٗ بِحَرْفٍ اٰخَرَ مَكَانَهٗ اَوْ زَادَ فِيْهِ حَرْفًا مِّمَّا لَمْ يَشْتَمِلْ عَلَيْهِ الْمُصْحَفُ الَّذِيْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلَيْهِ وَ اُجْمِعَ عَلٰى اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَامِدًا هٰذَا اَنَّهٗ كَافِرٌ۔

ترجمہ: اور بے شک تمام کا تمام جو اس قرآن مجید میں ہے۔ وہ حق ہے اور بے شک جس شخص نے قصداً اس میں سے کسی حرف کی کمی یا اس کی جگہ میں کسی اور حرف کے ساتھ اس میں تغیر کیا یا اس نے اس میں ایسا حرف زائد کیا جو ان حروف میں ہے جس پر مجمع علیہ مصحف مشتمل نہ تھا۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ

وہ قرآن مجید سے نہیں ہے اور ایسا تمام اس نے عمداً کیا ہے تو بے شک ایسا شخص کافر ہے۔"

یہ وعید ان لوگوں کے لیے ہے جو صحیح قدرت کے باوجود اس کی طرف توجہ نہیں دیتے یعنی فصیح تلفظ و ادا کے موافق درست اور عمدہ طریق پر ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور جو لوگ صحیح پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور محنت اور کوشش کے باوجود صحیح ادا پر قادر نہیں ہوتے تو ایسے لوگوں پر ذرا بھی طعن و ملامت نہیں اور یہ حضرات وعید سے بری ہیں ان کے لیے دو اجر ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَّهٗ اَجْرَانِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کا ماہر لکھنے والے نیک بزرگ اور فرشتوں کے ساتھ ہوگا جو شخص قرآن اٹک کر پڑھتا ہے اور اس پر قرآن کی تلاوت مشکل ہے اس کے لیے دو ثواب ہیں۔

فوائد مکیہ: اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے۔

شرح: اب یہاں سے حضرت مصنفؒ نے لحن کی دوسری قسم "لحن خفی" کا بیان شروع کیا ہے اس سے قبل کی اغلاط "لحن جلی" تھیں۔ فرماتے ہیں کہ لحن خفی صفات عارضہ میں خلل سے واقع ہوتی ہے جیسے رآ پر زبر یا پیش ہو تو اس کو پر یعنی منہ بھر کر پڑھتے ہیں اور اگر کوئی اس رآ کو باریک پڑھ دے تو یہ غلطی کی دوسری قسم یعنی لحن خفی ہے۔

اسی طرح لفظ اللہ سے پہلے زیر ہو تو لفظ اللہ کے لام کو باریک پڑھا جاتا ہے اس موقع پر کوئی اسے باریک پڑھنے کی بجائے پُر پڑھ دے تو یہ لحن خفی ہے۔

اسی طرح غنہ زمانی وغیرہ نہ کرنا' اخفا نہ کرنا یا ان کی مقدار کم کر دینا وغیرہ ان سب قسم کی اغلاط کو حضرت مصنفؒ نے یہاں مراد لیا ہے۔

فوائد مکیہ: صرف بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیزہ ہیں۔

شرح : یہاں لفظ ''غیرممیّزہ'' جو ہے یہ عطف تفسیری ہے ماقبل سے اور مراد اس سے صفات عارضہ ہیں۔ ہر صفات ممیّزہ لازمہ ہوتی ہیں یعنی جو بھی صفات ممیّزہ ہوں گی وہ لازمہ ہی ہوں گی عارضہ نہیں ہوں گی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر لازمہ ممیّزہ ہو۔ جو صفات لازمہ ممیّزہ نہیں اسے عارضہ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت مصنفؒ نے جو یہاں غیرممیّزہ کا لفظ استعمال کیا ہے عارضہ پر، یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے اور کسی نے یہ اصطلاح استعمال نہیں کی۔ یہاں غیرممیّزہ سے صفات لازمہ مراد لینا درست نہیں۔ بلکہ غیرممیّزہ سے مراد صفات عارضہ ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت مصنفؒ نے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی ہے فرماتے ہیں:

''اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے صرف بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیرممیّزہ ہیں'' اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تحسین حروف سے تعلق رکھنے والی صفات عارضہ ہوتی ہیں۔ آگے چل کر پھر حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ:

''پہلی قسم کی غلطیوں کو لحن جلی اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں۔'' صفات عارضہ میں غلطی کرنا لحن خفی ہوتی ہے۔

فوائد مکیہ: یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے۔

شرح : دوسری قسم کی غلطیوں کا بیان فرما کر ان کا حکم بتایا ہے۔ خوف کا معنی ڈر، عقاب کا معنی ناراضگی اور تہدید کا معنی ہے ڈانٹ ڈپٹ۔ یعنی جو لوگ قرآن کریم میں لحن خفی کریں گے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے کیونکہ صفات عارضہ سے حروف کے اندر خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ جب صفات عارضہ ادا نہیں ہوں گی تو حروف میں وہ خوبصورتی نہیں رہے گی جس خوبصورتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو نازل کیا ہے۔ اور اسی کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

وَهُوَ اَيْضًا حِلْيَةُ التِّلَاوَةِ وَ زِيْنَةُ الْاَدَاءِ وَ الْقِرَآءَةِ

ترجمہ: اور وہ (علم تجوید) اسی طرح تلاوت کا زیور بھی ہے۔ اور فن ادا اور علم قرآءت کی زینت بھی ہے۔

فوائد مکیہ: پہلی قسم کی غلطیوں کو لحن جلی اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے اول لحن جلی کو بیان فرمایا تھا اور ان کی وضاحت فرمائی جس کی مزید تشریح و توضیح اوپر بیان کی جا چکی ہے بعد ازاں ان کا حکم بھی بیان فرمایا اور اس کے بعد لحن خفی کی بابت بتلایا اور اوپر ان کا حکم بھی بیان فرما دیا۔ لغت میں لحن کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ لحن کا معنی لہجہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کتب احادیث میں منقول ہے آپؐ نے فرمایا:

اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ (رواہ مالک والنسائی)

یعنی تم قرآن کریم کو عربوں کے لہجوں میں پڑھو۔

اسی طرح لحن کا معنی عربی میں اشارہ بھی ہے جیسے:

خَیْرُ الْکَلَامِ مَا کَانَ لَحْنًا یعنی بہترین کلام وہ ہے جو اشارہ کے طور پر ہو۔

اور لحن کا معنی غلطی بھی ہے۔

جیسا کہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منسوب قول نقل کیا ہے

وَمَنْ رَّوٰی سَتُقِیْمُ الْعُرْبُ اَلْسُنُهَا

لَحْنًا بِهٖ قَوْلَ عُثْمَانٍ فَمَا شُهِرَا

یعنی اور جس نے حضرت عثمانؓ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ عن قریب عرب یعنی ان کی زبانیں (خود) اس لحن (غلطی) کو درست کرلیں گی جو اس (رسم) میں ہے سو (اس کا) یہ (قول) مشہور نہیں ہے۔

مذکورہ بالا شعر میں حضرت عثمان غنیؓ کے قول میں لحن سے مراد غلطی ہے اور مصنف فوائد مکیہ نے بھی لحن کو بمعنی غلطی لیا ہے۔

فوائد مکیہ: تجوید کے معنی ہر حرف کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا۔

تجوید کی تعریف:

شرح: تجوید باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا معنی عمدہ کرنا، اچھا کرنا ہوتا ہے لیکن یہاں معنی سے مراد تجوید کی تعریف ہے۔ جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے بیان فرمائی۔

تجوید کے دو جزو ہیں مخارج اور صفات، ان میں کمال حاصل کرنا اور اس کے مطابق قرآن پڑھنا صحیح ہوتا ہے ان میں کسی قسم کا تکلف اور تصنع نہیں ہونا چاہیے۔

تکلفات میں یہ چیزیں داخل ہیں ان سے بچنا چاہیے مثلاً زائد از ضرورت ہونٹوں کا حرکت دینا۔ جلد جلد پلکوں کا بند ہونا یا ناک کا پھولنا یا پیشانی پر بل پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام تکلفات سے بچ کر مکمل طور پر لطافت کے ساتھ ادائیگی حروف ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ''المقدمۃ الجزریہ'' میں علامہ جزریؒ نے فرمایا

مُـكَـمِّـلًا مِّـنْ غَيْـرِ مَـا تَـكَـلُّفِ
بِـالـلُّطْفِ فِـي الـنُّـطْـقِ بِـلَا تَـعَسُّفِ

یعنی اس حال میں کہ (وہ قاری) کامل ادا کرنے والا ہو- بغیر کسی تکلف کے ادا میں عمدگی کے ساتھ بغیر بے راہ ہونے کے-

یہاں تجوید کی تعریف اس لئے بیان فرمائی کہ تعریف کا جاننا ضروری ہوتا ہے اگر کسی علم کی تعریف معلوم نہ ہو تو بحث فی المجہول لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے-

واضعین فن:

اس فن کو وضع کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں-

(۱) مِنْ حَيْثُ الْاَدَآءِ

یعنی پڑھ کر بتلانے والے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے- جس طرح آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا اسی طرح قواعد کے مطابق آپ نے صحابہ کرامؓ کو پڑھا دیا- چونکہ صحابہ کرامؓ اہل زبان تھے- لہٰذا ان کو قواعد کی ضرورت نہ تھی- بعد میں جب عرب وعجم کا اختلاط ہوا تو قواعد کی ضرورت پیش آئی اس وقت قواعد کو جمع کیا گیا-

(۲) مِنْ حَيْثُ الْقَوَاعِد

یعنی قواعد جمع کرنے والے اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون سے حضرات تھے- عمومی طور پر ان حضرات ائمہ کے نام بیان کئے جاتے ہیں:

(۱) ابوالاسود الدؤلیؒ (۲) ابوالقاسم عبداللہ بن سلامؒ (۳) خلیل بن احمد الفراہیدیؒ

(۴) آئمہ قرآءات میں سے کسی نے قواعد کو مرتب کیا ہے- جیسے ابوعمر حفص الدوری البصریؒ

(۵) ابومزاحم خاقانیؒ (٦) موسیٰ بن عبیداللہ بن خاقان البغدادیؒ

صحابہ کرامؓ اور تابعین میں مشہور قراء

صحابہ کرامؓ میں قرآن پڑھانے والے سات صحابہ کرامؓ مشہور ہوئے ہیں: حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبیؓ بن کعب، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابودرداءؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ- علامہ ذہبیؒ نے اپنی

کتاب طبقات القراء میں ایسے ہی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابی ؓ سے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے قرآن پڑھا تھا۔ ان میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن السائبؓ بھی شامل ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی قرآءت سیکھی ہے اور پھر ان لوگوں سے بکثرت تابعین نے قرآءت کی تعلیم پائی۔

مدینہ کے قراء تابعین:

مدینہ کے قراء یہ لوگ تھے ابن المسیبؒ، عروۃؒ، سالمؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمانؒ بن یسارؒ اور عطاء بن یسارؒ۔ معاذ بن الحارث المعروف بہ معاذ القاریؒ، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ، ابن شہاب الزہریؒ، مسلم بن جندبؒ اور زید بن اسلمؒ۔

مکہ کے تابعین قراء:

عبید بن عمیرؒ، عطا ابن ابی رباحؒ، طاؤسؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ اور ابن ابی ملیکہؒ۔

کوفہ کے تابعین قراء:

علقمہ الاسودؒ، مسروقؒ، عبیدہ عمرو بن شرجیلؒ، حارث بن قیسؒ، ربیع بن خثیمؒ، عمرو بن میمونؒ، ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ، زر بن حبیشؒ، عبید بن نضیلہؒ، سعید بن جبیرؒ، نخعیؒ اور شعبیؒ۔

بصرہ کے تابعین قراء:

ابو عالیہؒ، ابو رجا نصیر بن عاصمؒ، یحییٰ بن یعمر، امام حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ اور قتادہؒ

شام (دمشق) کے تابعین قراء:

مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی جو حضرت عثمانؓ کے شاگرد تھے اور خلیفہ بن سعد جو ابودرداءؓ کے شاگرد تھے۔

فن تجوید میں تصانیف

اس فن میں عربی اور اردو میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ یہاں پر بعض مشہور کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور شیخ وہبہ سرور محلی (۲) تحفۃ الراغبین فی تجوید کتاب المبین (۳) فتح المجید فی علم التجوید (۴) القول السدید فی بیان حکم التجوید تینوں محمد بن علی بن خلف حسینی المعروف حداد کی تصنیف ہیں۔ (۵) تحفۃ المرید لمعرفۃ التجوید شیخ حسین بن ادریس بن احمد (۶) تقویم اللسان لقاری القرآن سید محمد قاوقجی مع حواشی (۷) تہذیب الولید سوال و جواب کی شکل میں (۸) مبتدیوں کی تجوید (۹) اشعۃ الضیاء (۱۰) ضیاء المراسلہ تینوں اردو میں مولانا قاری محمد اظہر

صاحب امروہوی کی تصنیف ہیں۔ (۱۱) الحواشی الازہریہ فی حل الفاظ المقدمۃ الجزریہ۔ یہ جزری کے حواشی ہیں۔ خالد ازہری کی تصنیف ہے۔ (۱۲) الرسالۃ الشریفہ فی التجوید جواد العاملی۔ (۱۳) زینۃ الانسان فی علم تجوید القرآن۔ شیخ محمد شقریہ (۱۴) سبعۃ ابواب التجوید فی التجوید وکیفیۃ مخارج الحروف (۱۵) الشرح الجدید فی احکام التجوید مصطفیٰ احمد ابوسنہ (۱۶) العقد الفرید فی فن التجوید شیخ علی بن احمد صبرہ (۱۷) متن تحفۃ الاطفال منظوم تصنیف علامہ سلمان جمزوری۔ (۱۸) فتح الاقفال شرح تحفۃ الاطفال۔ فتح الملک المتعال شرح تحفۃ الاطفال شیخ محمد المیہی۔ (۱۹) مجموعہ خمسۃ متون فی التجوید یہ پانچ متون ہیں۔ جن میں پہلا شیخ منبهان الحضرمی کا ہے۔ (۲۰) المجموع الوحید فی علم التجوید شیخ عبدالهادی سالم بن عثمان۔ (۲۱) مجموعہ سبعۃ متون فی التجوید والتوحید۔ یہ سات متن ہیں منبهان حضرمی۔ (۲۲) المسائل التجوید تالیف شیخ عبدالکریم مراد (۲۳) ہدایۃ المستفید فی علم التجوید سوال و جواب کی شکل میں شیخ محمد المحمود (۲۴) النزہۃ الریاضیہ لحافظ القرآن المجید محمد مختار الباجوری۔ (۲۵) نہایۃ القول المفید طویل اور مفصل کتاب ہے شیخ محمد نصر کی۔ (۲۶) الدرۃ الفرید شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ (۲۷) القلائد الجوہریہ حواشی المقدمۃ الجزریہ مؤلفہ قاری سعید احمد صاحبؒ (۲۸) تحفۃ نذریہ فارسی میں نہایت جامع رسالہ ہے۔ (۲۹) فیوض رحمانی فارسی میں اس میں چند سوالات کے جوابات ہیں اور اس سلسلہ میں علمی تحقیق بھی درج ہے۔ دونوں حضرت مولانا الحافظ القاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتیؒ کی تصنیف ہیں۔ (۳۰) تبیین الضاد تحفہ نذریہ مذکورہ کا ترجمہ مولانا رحیم الدین صاحب طرب دہلویؒ۔ (۳۱) فیوض رحمانی کا ترجمہ۔ مولانا عبدالسلام صاحب صاحبزادہ مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ (۳۲) مختصر التجوید مولانا حافظ قاری قادر بخش صاحب پانی پتیؒ (۳۳) عذار القرآن (۳۴) قاعدہ مصباح القرآن دونوں حافظ قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کی تصنیف ہیں۔ (۳۵) پانی پتی قاعدہ۔ حافظ رحمت اللہ صاحب پانی پتی (۳۶) تعلیم قرآن کا آسان قاعدہ (۳۷) ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری از فضیلۃ الشیخ استاذ القراء المقری السید عبدالفتاح المرصفیؒ العجمی المصری (۳۸) فوائد مکیہ۔ مشہور ومعروف اور تجوید کی جامع کتاب ہے خاتمۃ القراء فی الہند الشیخ حضرت مولانا قاری المقری عبدالرحمٰن الہ آبادیؒ۔ (۳۹) تعلیقات مالکیہ استاذ القراء حضرت مولانا قاری المقری عبدالمالک صاحب علی گڑھیؒ کا فوائد مکیہ پر نہایت علمی اور شاندار حاشیہ۔ (۴۰) ضیاء القراءات (۴۱) خلاصۃ البیان۔ یہ عربی میں ہے دونوں قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادیؒ کی تصنیف ہیں۔ (۴۲) ہندی شرح جزری اردو میں اولین شرح مؤلف مولانا شاہ کرامت علی جونپوریؒ (۴۳) فوائد مرضیہ شرح جزریہ۔ (۴۴) رہنمائے تجوید دونوں قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندیؒ (۴۵) تنویر المرات شرح ضیاء القرآت۔ (۴۶) معرفۃ التجوید (۴۷) معرفۃ الوقوف (۴۸) تحفۃ المبتدی (۴۹) جامع الوقف (۵۰) قاعدہ تعلیم القرآن (۵۱) حواشی مرضیہ بر فوائد مکیہ (۵۲) حاشیہ جمال القرآن (۵۳) حاشیہ نزہۃ القاری

(۵۴) حاشیہ ضیاء القراءت۔ یہ کتب مولانا قاری محب الدین احمد صاحبؒ کی ہیں۔ (۵۵) فیض العزیز عرف مفتاح التجوید۔ مولانا قاری سعید احمد صاحبؒ مفتی مظاہر العلوم سہارن پور۔ (۵۶) موجز البیان۔ سید علی نقیؒ (۵۷) ارشاد فی مسئلہ الضاد مولانا عبدالطیف صاحبؒ (۵۸) رفع النصاد عن احکام الضاد۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ (۵۹) تیسیر التجوید استاذ القراء القاری عبدالخالق صاحب علی گڑھیؒ (۶۰) ہدیۃ الوحید۔ مولانا قاری عبدالوحید خان صاحب الہ آبادیؒ (۶۱) ردا لطغیان فی اوقاف القرآن۔ (۶۲) مفید الاطفال (۶۳) مفید الاقوال مولانا قاری محمد حسین صاحبؒ (۶۴) مسائل ضروریہ (۶۵) تعلیم القرآن۔ حافظ محمد کرم الٰہی صاحب علی گڑھیؒ (۶۶) سراج القراءۃ قاری عبداللہ صاحب مراد آبادیؒ (۶۷) میزان التجوید۔ مولانا عبدالحئی صاحبؒ (۶۸) تسہیل الفرقان حاشیہ جمال القرآن (۶۹) مختصر حواشی فوائد مکیہ دونوں قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی تصنیف ہیں (۷۰) جمال القرآن۔ (۷۱) تجوید القرآن (۷۲) یادگار حق القرآن۔ تینوں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا القاری الحافظ الحاج محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ (۷۳) تعلیم الوقف۔ استاذ القراء والمجودین حضرت الشیخ مولانا الحافظ القاری عبداللہ مکی صاحبؒ (۷۴) مفتاح القرآن منظوم شیخ محمد رفیق صاحبؒ (۷۵) رموز القرآن۔ مولانا محمد حسن صاحب ہاشمی شاہجہانپوریؒ (۷۶) مجموعہ بست و سہ رسائل قرآءۃ۔ یہ قراءات کے تیئیس رسالے ہیں جو ایک ہی جلد میں چھپے ہوئے ہیں اور ان کے مصنفین جدا جدا ہیں اور بعض فارسی میں ہیں۔ (۷۷) کشف الغطاء المشابہۃ الضاد بالظاء (۷۹) روح التجوید (۸۰) زبدۃ ترتیل القرآن دونوں عربی میں ہیں۔ مولانا قاری محمد صدیق خراسانیؒ (۸۱) زبدۃ ترتیل القرآن کا ترجمہ جو قاری صاحب مذکور کے کسی شاگرد نے لکھا ہے۔ (۸۲) جہد المقل (عربی) (۸۳) عمدۃ الراعیہ (عربی) ابو محمد مکیؒ (۸۴) مفید القاری۔ اس کے مصنف جہاں پور نگری کے رہنے والے ہیں۔

(۸۵) فوائد القراءۃ۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (۸۶) تجوید محمدی (عربی) (۸۷) سجاوندی۔ امام ابوجعفر طیفورؒ (۸۸) مدلل یہ سجاوندیؒ کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ (۸۹) اِمْلَاءُ مَامَنَّ بِهِ الرَّحْمٰنُ (عربی) (۹۰) تعلیم القرآن۔ (۹۱) معلم القراءۃ (۹۲) ہدیۃ القاری (۹۳) ہدایۃ القاری چاروں سندھی زبان میں ہیں۔ مولانا الحافظ القاری محمد مدنی صاحبؒ (۹۴) جمال القرآن کا سندھی زبان میں ترجمہ مولانا القاری شیر محمد صاحبؒ (۹۵) تحفۃ القاری (۹۶) ایک اور دوسری کتاب وقوف میں دونوں قاری محمد علی صاحب جلال آبادیؒ کی تصنیف ہیں۔ (۹۷) مصباح التجوید۔ مولانا محمد عثمان صاحبؒ (۹۸) نورانی قاعدہ۔ قاری نور محمد صاحب لدھیانویؒ (۹۹) تفہیم التجوید اردو (۱۰۰) تفہیم الوقوف اردو دونوں کتب حضرت قاری محمد اسماعیل صاحبؒ (۱۰۱) معرفت التجوید حضرت قاری حبیب اللہ صاحبؒ (۱۰۲) الرعایۃ علامہ مکی ابن ابی طالب القیسیؒ

(۱۰۳) المقدمۃ الجزریۃ علامہ جزریؒ (۱۰۴) التمہید علامہ جزریؒ (۱۰۵) الاقوال الامدادیہ فی شرح مقدمہ الجزریہ۔ عربی (۱۰۶) احسن الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال عربی (۱۰۷) قواعد التجوید بالاسلوب الجدید عربی قاری محمد اسماعیل صاحبؒ۔

میرے استاذ محترم حضرت مولانا قاری اظہار احمد التھانویؒ کی تجوید پر کتب درج ذیل ہیں:

(۱۰۸) حواشی جدیدہ بر جمال القرآن۔ (۱۰۹) حواشی مفیدہ بر تیسیر التجوید (۱۱۰) ترجمہ المقدمۃ الجزریہ۔ (۱۱۱) ترجمہ تحفۃ الاطفال (۱۱۲) خلاصۃ التجوید۔ (۱۱۳) مجموعہ نادرہ (۱۱۴) حواشی منفردہ برہدیۃ الوحید۔ (۱۱۵) حواشی المفہمہ شرح جزریہ جو علامہ جزریؒ کے صاحبزادے علامہ احمد الجزریؒ کی تصنیف ہے اردو ترجمہ۔ (۱۱۶) الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ (۱۱۸) المرشد فی مسائل التجوید والوقف

اور احقر کی درج ذیل کتب تجوید سے متعلق چھپ چکی ہیں:

(۱۱۹) ترجمہ المقدمۃ الجزریہ (۱۲۰) ترجمہ تحفۃ الاطفال (۱۲۱) تحبیر التجوید (۱۲۲) حق التلاوۃ (۱۲۳) زینۃ المصحف (۱۲۴) تحفۃ الاخوان فی تجوید القرآن (۱۲۵) فوائد سلفیہ علی المقدمۃ الجزریہ (۱۲۶) شرح المقدمۃ الجزریہ (۱۲۷) شرح فوائد مکیہ (۱۲۸) الاھتداء فی الوقف والابتداء (۱۲۹) تدریب المعلمین یعنی رہنمائے مدرسین (۱۳۰) سبحانی قاعدہ

(۱۳۱) حاشیہ جمال القرآن (۱۳۲) حاشیہ فوائد مکیہ (۱۳۳) معلم التجوید (۱۳۴) ترجمہ المقدمۃ الجزریہ (۱۳۵) ترجمہ تحفۃ الاطفال (۱۳۶) التقدمۃ الشریفیہ شرح مقدمۃ الجزریہ (۱۳۷) سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد (۱۳۸) اجراء التجوید (۱۳۹) زینۃ القرآن۔ یہ سب کتابیں حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحبؒ کی تالیف کردہ ہیں۔

(۱۴۰) ترجمہ المقدمۃ الجزریہ (۱۴۱) مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال (۱۴۲) تسہیل القواعد تینوں حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۳) العطایا الوہبیہ شرح المقدمۃ الجزریہ حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحبؒ (۱۴۴) کمال الفرقان شرح جمال القرآن حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی صاحب وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

تجوید کی مزید کتب کی تفصیل انشاء اللہ ہم اپنی کتاب تاریخ علم تجوید وقرآءت میں تحریر کریں گے۔

فوائد مکیہ: اس کا موضوع حروف تہجی۔

شرح: تجوید کا موضوع حروف تہجی ہیں۔ حروف تہجی کہنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہاں بحث حروف تہجی کے بارے میں ہوگی حروف معانی کے بارے میں نہیں ہوگی۔

موضوع کی تعریف: کسی شے کے حالات ذاتیہ سے کسی فن میں بحث کرنا۔

موضوع کا جاننا کیوں ضروری ہے: موضوع کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے جاننے سے علم ممتاز ہوتا ہے اور موضوع پر ہی کسی علم کے اشرف یا ادنیٰ ہونے کا دارومدار ہوتا ہے۔

فوائد مکیہ: اور غایت تصحیح حروف ہے۔

شرح : غایت کی تعریف: کسی کام کے کرنے کے بعد جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے اس کو غایت کہتے ہیں۔
غایت کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ اگر کسی علم کی غرض و غایت معلوم نہ ہوں تو تین عبثوں میں سے کوئی ایک عبث لازم آتا ہے۔

(۱)عبث نفسی (۲)عبث عقلی (۳)عبث عرفی

(۱)عبث نفسی

وہ ہوتا ہے کہ جس میں کسی لحاظ سے کوئی فائدہ نہ ہو جیسے کسی انسان نے جانا پشاور ہو اور وہ کراچی جانے والی گاڑی پر سوار ہو جائے۔

(۲)عبث عقلی

وہ ہوتا ہے کہ جس میں عقلی طور پر کوئی فائدہ نہ ہو جیسے انسان گھر سے قرآن و حدیث پڑھنے جائے اور اس کی بجائے طب یا ڈاکٹری وغیرہ سیکھ لے۔

(۳)عبث عرفی

وہ ہوتا ہے جس میں عرف عام کے لحاظ سے کوئی فائدہ نہ ہو جیسے کوئی عالم فاضل بازار کی صفائی کرے۔
حضرت مصنفؒ یہاں تصحیح حروف سے مراد حروف کے مخارج کی عمدگی اور مضبوطی' ان کے حقوق یعنی صفات لازمہ مذکورہ کو ادا کرنا اور ان صفات لازمہ کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا کرنا مراد لے رہے ہیں۔

فوائد مکیہ: اور خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن ہے۔

قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنا:

شرح : خوش آوازی امر زائد مستحسن ہے اگر لحن جلی لازم نہ آئے تو خوش آوازی مستحسن ہے امر زائد سے مراد یہ ہے کہ

یہ تجوید کا جزو نہیں ہے اور مستحسن سے مراد اچھی چیز ہے۔خوشی آوازی سے قرآن شریف پڑھنے سے متعلق آنحضرت ﷺ کی احادیث بکثرت آئی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہے:

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَّا اَذِنَ لِلنَّبِيِّ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ يَجْهَرُبِهٖ. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بغور نہیں سنتے ہیں جیسا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش آوازی سے پڑھے گئے قرآن کو جب کہ وہ بلند آواز سے پڑھیں۔''

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا اَذِنَ لِلنَّبِيِّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو نہیں سنتے جیسا کہ نبی کی آواز کو سنتے ہیں جب وہ قرآن کو خوبصورت آواز سے پڑھے۔''

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قرآن کو خوش کن آواز سے تلاوت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

(۴) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ. (رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ والداری)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو مزین کرو۔''

(۵) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا. (رواہ الداری)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

فرماتے تھے قرآن کو اچھی طرح پڑھو اپنی آوازوں کے ساتھ اس لئے کہ اچھی آواز قرآن میں خوبی کو زیادہ کرتی ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا مستحسن اور پسندیدہ ہے۔

خوش آوازی سے کیا مراد ہے؟

حضرت طاؤس مرسلاً فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ خوش آواز اور عمدہ ادا کے ساتھ قرآن کو پڑھنے والے کون ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جس کو تو پڑھتے ہوئے سنے اور گمان کرے کہ اللہ سے ڈرتا ہے حضرت طاؤس نے فرمایا: حضرت طلق اسی طرح پڑھتے ہیں۔ (رواہ الدارمی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآءت:

عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِشَآءِ وَ "التِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ" وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْهُ۔ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت براءؓ سے روایت ہے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا عشاء کی نماز میں وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ پڑھ رہے تھے اور آپؐ سے زیادہ خوش آواز میں نے کسی کو نہیں سنا۔''

حضرات صحابہ کرامؓ کی قرآءت:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ حَتّٰى اَتَيْتُ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ٥ قَالَ حَسْبُكَ الْاٰنَ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا جبکہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے (اے عبداللہ) تم مجھے تلاوت قرآن سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں جبکہ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا

مجھے پسند ہے کہ میں کسی دوسرے سے قرآن سنوں چنانچہ میں نے سورۃ النساء سے تلاوت شروع کردی جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ○ تو آپ نے فرمایا اب بس کرو اچانک میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھائی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔"

صحیح بخاری ودیگر کتب حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ۔ اے ابو موسیٰ تم کو حضرت داؤد علیہ السلام کے باجوں میں سے ایک باجا دیا گیا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام خوش الحان تھے اور خوش آوازی سے خدا کی کتاب زبور پڑھتے تھے ویسے ہی تم بھی خوش الحان ہو اور یہ قدرت کا عطیہ ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: أُبَيٌّ أَقْرَأُنَا یعنی ابی ہم سب سے بڑے قاری ہیں۔ اسی لیے ان کو سید القراء بھی کہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم کو قرآن پڑھ کر سناؤں حضرت ابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے میرا نام لے کر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نَعَمْ "یعنی ہاں" حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو (سبحان اللہ) میرا ذکر اللہ رب العزت کے سامنے بھی ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نَعَمْ یعنی ہاں اس پر (جذبہ سرور و محبت سے) حضرت ابیؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو سورت البینہ پڑھ کر سنائی۔ (متفق علیہ)

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تو میں نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک قاری (مسجد میں) قرآن مجید پڑھ رہا تھا وہ اتنا اچھا پڑھتا تھا کہ میں اس کی قراءت سننے کو ٹھہر گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اوڑھ کر گھر سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ قرآن پڑھ رہے ہیں آپؐ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ أُمَّتِيْ مِثْلَكَ۔ یعنی شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے میری امت میں تم جیسے آدمی بنائے۔ (اصابہ جلد ۳ ص ۱۱۰)

فوائد مکیہ: اگر قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو ورنہ مکروہ اگر لحن خفی لازم آئے اور اگر لحن جلی لازم آئے تو حرام

ممنوع ہے پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک حکم ہے۔

شرح : ایسی خوش آوازی کہ جس کے ساتھ لحن خفی لازم آئے تو وہ مکروہ ہے اور اگر خوش آوازی ایسی اختیار کی جائے جس سے لحن جلی لازم آئے تو وہ حرام ہے۔لحن جلی کا پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ وہ حرام ہے جو لحن جلی کرے گا وہ حرام کا مرتکب ہوگا اس لئے اس سے کمال احتیاط کے ساتھ اجتناب ضروری ہے کہ نہ تو پڑھنے میں لحن جلی ہونی چاہیے اور نہ سننے والا لحن جلی والی تلاوت سنے خواہ پڑھنے والا کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔لحن جلی وخفی کرنے والے حضرات کے لیے جو وعید ہے وہ ہم نے تفصیل کے ساتھ گزشتہ اوراق میں بیان کر دی ہے۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن صحیح پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔خوشی آوازی سے پڑھنے کے متعلق حضرت مصنفؒ نے خاتمہ کی دوسری فصل میں تفصیل سے کلام کیا ہے لہٰذا اس کی مزید تشریح وتوضیح وہیں پر آئے گی انشاءاللہ۔

☆☆☆

فوائد مکیہ: باب اول

فصل اول

استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں

شرح : باب کے لغوی معنی دروازہ کے ہیں اور اصطلاح میں کلام کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں ایک ہی قسم کی مختلف چیزیں بیان کی جائیں۔ فصل کے لغوی معنی جدا کرنا اور کتب میں یہ لفظ استعمال کر کے یہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ پہلا مضمون دوسرے مضمون سے الگ اور جدا ہے۔

باب اول میں پانچ فصلیں ہیں پہلی فصل استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں۔ دوسری فصل مخارج کے بیان میں۔ تیسری فصل صفات کے بیان میں چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں اور پانچویں فصل صفات ممیّزہ کے بیان میں ہے۔

استعاذہ کا معنی ''پناہ چاہنا'' کے ہیں اس کا دوسرا نام تعوذ بھی ہے۔ اس سے مراد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ہے۔

بَسْمَلَ یُبَسْمِلُ بَسْمَلَةً کے معنی ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عربی کا قانون ہے کہ کسی جملہ کو مختصر کرنا ہو تو اس کو کسی فعل کے وزن پر لے آتے ہیں اور اس فعل سے پورے جملہ کا معنی مراد لیتے ہیں جیسے حَمْدَلَ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا۔ حَوْقَلَ سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مراد لیا جاتا ہے اور هَلْهَلَ سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد لیا جاتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق حضرت مصنفؒ نے بسملہ ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے۔

فوائد مکیہ: قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ ضروری ہے۔

شرح : اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ. (پارہ:۱۴' سورۃ النحل ع ۱۹)

''اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔''

امام رازیؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے نقل کیا ہے کہ قرآن پڑھنے والا جب کبھی قرآن مجید پڑھے تو استعاذہ ضرور کرے خواہ نماز میں ہو خواہ غیر نماز۔ اس کی دلیل آیت کے ظاہری الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ نے فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ بصیغہ امر فرمایا ہے اور جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو الامر للوجوب قاعدہ کلیہ ہے۔ (ابن کثیر)

فَاسْتَعِذْ میں امر جمہور کے نزدیک استحباب کے لیے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ امر کا صیغہ وجوب کے لیے نہیں۔ وہ صحیحین کی روایات سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئے تو آپؐ نے آسمان کی طرف نظر کر کے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝

سورۃ کے آخر تک۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعوذ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے۔

تعوذ پڑھنے کی توجیہات

تعوذ پڑھنے میں لطافت یہ ہے کہ جو کچھ اس نے منہ سے بیہودہ باتیں یا لغو کلمات تلاوت سے پہلے نکالے تھے اب تعوذ کے پڑھنے سے وہ زبان تلاوت قرآن کے لیے پاکیزہ ہو جاتی ہے نیز اس میں اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار ہے کہ مجھ کو اس صریح باطنی دشمن یعنی شیطان سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں بلکہ میں رب عزوجل سے پناہ مانگتا ہوں جس نے انسان اور شیطان دونوں کو پیدا کیا۔ پس تمام مخلوق اسی کے قبضہ قدرت میں مقہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر شیطان کو قدرت نہیں دی پس جب بندہ اپنے رب کی پناہ میں آ گیا تو شیطان اس سے بھاگتا ہے اور بڑے ڈر کی بات یہ بھی ہے کہ جس شخص کو ظاہری دشمن قتل کرے تو وہ مقتول شہید ہوتا ہے اور جس کو یہ باطنی دشمن شیطان قتل کرتا ہے تو وہ مردود کافر ہو جاتا ہے۔ اسی نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں اظہار ہمدردی کر کے جنت سے ان کو نکلوایا اور ہمارے حق میں تو واشگاف الفاظ میں دربار خداوندی میں گمراہ کرنے کا اعلان کیا۔ اب

اس عدو مبین کے اثرات سے بچنے کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی پناہ مانگی جائے۔

فوائد مکیہ: اور الفاظ اس کے یہ ہیں: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

شرح: یعنی ان الفاظ سے قرآن کی موافقت زیادہ ہوتی ہے وہ اس طرح کہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے استعاذہ کے پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن دوسری جگہ استعاذہ کی امر کے ساتھ تعلیم دی ہے جیسے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ o قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ o پس اَعُوْذُ کا لفظ یہاں سے لیا گیا اور بقیہ عبارت بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ آیت مذکورہ سے لی گئی نتیجتاً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہوا اس اعتبار سے یہ بہترین ہے۔

اور علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

اِذَا مَا اَرَدْتَ الدَّھْرَ تَقْرَأُ فَاسْتَعِذْ

جِھَارًا مِّنَ الشَّیْطَانِ بِاللّٰہِ مُسْجَلاً

''جب بھی تو ارادہ کرے ہمیشہ قرآن پڑھنے تو تو پناہ طلب کر آواز بلند شیطان سے اللہ کی (مطلقاً) ہر حال میں۔''

عَلٰی مَا اَتٰی فِی النَّحْلِ یُسْرًا

''ان لفظوں کے ساتھ جو سورۃ النحل میں آئے ہیں کہ وہ مختصر ہونے کی وجہ سے آسان ہیں۔''

اور علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

وَقُلْ اَعُوْذُ اِنْ اَرَدْتَّ تَقْرَا

کَالنَّحْلِ جَھْرًا لِّجَمِیْعِ الْقُرَّا

یعنی اگر قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پڑھنے سے قبل بلند آواز سے کل قراء کے لیے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو۔ جیسا کہ سورۃ النحل میں آیا ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

اور بعض احادیث میں بھی یہ الفاظ بعینہٖ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ:

قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَقَالَ لِیْ قُلْ یَا ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور اسی طرح امام نافعؒ سے روایت ہے: رَوٰی نَافِعٌ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ قَبْلَ الْقِرَاءَتِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

حضرت ناظم علیہ الرحمۃ نے لفظ اَعُوْذُ اس لیے لکھا ہے تاکہ فَاسْتَعِذْ سے کوئی اَسْتَعِیْذُ نہ پڑھے جیسا کہ بعض اس طرف گئے ہیں۔

فوائد مکیہ: گو اور طرح سے بھی ثابت ہے۔

شرح: جو الفاظ ہم نے پیچھے ذکر کیے ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ان کے علاوہ اور الفاظ سے بھی استعاذہ کرسکتا ہے جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا اور اس کی دلیل ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَ نَفْخِہٖ وَ نَفْثِہٖ کہنا بھی ثابت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں مرفوعاً یوں آیا ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

ایک اثر منقطع میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اَسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کا پڑھنا آیا ہے۔

ایک اور روایت میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کا پڑھنا منقول ہے۔

(کذا فی التلخیص الجبیر و زاد المعاد و حجۃ اللہ البالغہ و منتقی الاخبار و ابن کثیر و ھدایۃ النبیؐ)

الغرض یہ جملہ استعاذہ مسنون و مشروع ہیں ان میں سے جو استعاذہ پڑھے گا کفایت کرے گا۔

جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا:

— — — — وَ اِنْ تَـــــــزِدْ

لِـرَبِّکَ تَـنْـزِیْھـًا فَـلَـسْـتَ مُـجَـھَّـلًا

ترجمہ: اور اگر تو اپنے رب کی پاکی کے بیان میں اضافہ کرے تو تو جہالت کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

علامہ جزریؒ نے طیبہ میں اس طرح بیان کیا ہے:

وَاِنْ تُغَيِّرْ اَوْ تَزِدْ لَفْظًا فَلَا
تَعْدُ الَّذِیْ قَدْ صَحَّ مِمَّا نُقِلَا

یعنی اگر استعاذہ مذکورہ میں تغیر کرنا چاہو یا زیادتی کرنا چاہو تو جو استعاذہ صحیح صحیح منقول ہے اس سے تجاوز نہ کرو اور استعاذات یہ ہیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(۲) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ

(۴) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اوران کے سوا اور بھی استعاذات زائد منقول ہیں۔

فوائد مکیه: مگر بہتر یہ ہے کہ انہی الفاظ سے استعاذہ کیا جائے۔

شرح: یہ اس لیے بہتر ہے کہ ایک تو قرآن میں ان کلمات کو بیان کیا ہے اور دوسرے احادیث میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں مرفوعاً یوں آیا ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

صحیحین میں حدیث ہے کہ:

عَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ صُرَدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: اِسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ عِنْدَهٗ جُلُوْسٌ وَّاَحَدُهُمَا یَسُبُّ صَاحِبَهٗ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَّوْقَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَایَجِدُهٗ لَوْقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے گالی دے رہے تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور گالی دینے والے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ یہ کہہ دے تو وہ چیز چلی جائے جو اس کے ذہن میں

ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں بھی ذکر کر آئے ہیں اور اس حدیث سے واضح ہے۔

فوائد مکیہ: اور جب سورت شروع کی جائے تو بِسْمِ اللّٰہِ کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔

شرح : کیونکہ ہر سورت کے شروع میں بسملہ لکھی ہوئی ہے اور ہر سورت کے ساتھ نازل ہوئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰی یُنْزَلَ عَلَیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سورت کا فرق بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے نازل ہونے سے پہچانتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بسملہ ہر سورت کے ہمراہ نازل ہوتی تھی تو اس کا پڑھنا بھی ضروری ہوا۔

مصاحف عثمانیہ میں اس کو لکھ کر باقی رکھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ **بسملہ** ہر سورت کا جزو ہے اور اس کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔

نیز بعض صحابہ کرامؓ کے قول بھی مروی ہیں اور بسملہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت تامہ ہے ہر سورت سے یہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت زہریؒ اور حضرت عطاء اور حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کا قول ہے۔ اور اسی قول پر قراء مکہ کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں اور امام شافعیؒ کا قول جدید یہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم فصل **بین السورتین** نہ جانتے تھے کہ یہاں تک کہ بسملہ اترتی۔

نوٹ: حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک بسملہ ہر سورت کا جزو ہے جیسا کہ وہ اپنے حاشیہ میں بیان فرما رہے ہیں۔

بسم اللہ سے متعلق آئمہ قرآءات کا اختلاف

ابتداء سورۃ میں تمام قراء بسم اللہ پڑھتے ہیں یعنی ابتدائے سورت میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اختلاف بین السورتین ہوا ہے۔ اس کی کیفیت و نوعیت یہ ہے:

(۱) قالون۔ کی۔ عاصم اور کسائی بسم اللہ بین السورتین پڑھتے ہیں۔

(۲) امام حمزہ الکوفی دو سورتوں کے درمیان وصل کرتے ہیں بغیر بسم اللہ کے۔

(۳) ورش۔ ابن عامر الشامی اور ابو عمرو البصری کے لیے تین وجوہ ہیں:

(۱) بسم اللہ۔ (۲) وصل۔ (۳) سکتہ

نوٹ: (۱) یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت ختم کر کے بلا تنفس دوسری سورت شروع کرے۔ یاد رہے کہ بلا تنفس والی شرط صرف وصل اور سکتہ والی وجوہ میں ضروری ہے۔

(۲) یہ اختلاف اس وقت ہے کہ پہلی سورت کے بعد دوسری سورت ترتیب قرآنی کے مطابق ہو اگر کوئی بالائی سورت پڑھے تو سب کے یہاں بسم اللہ ضروری ہے۔

(۳) سورۃ الناس ختم کر کے سورۃ الفاتحہ شروع کرنا ہو تو بالاتفاق بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ (امانیہ شرح شاطبیہ)

بسملہ سے متعلق حضرت مصنفؒ کا تحریر کردہ اپنا مضمون:

عَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ فِي الصَّلٰوةِ وَ عَدَّهَا اٰيَةً اَيْضًا فَهِيَ اٰيَةٌ مُّسْتَقِلَّةٌ مِّنْهَا فِيْ اِحْدَى الْحُرُوْفِ السَّبْعَةِ الْمُتَّفَقِ عَلٰى تَوَاتُرِهَا وَ عَلَيْهِ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْقُرَّاءِ السَّبْعَةِ ابْنُ كَثِيْرٍ وَ عَاصِمٌ وَ الْكِسَائِيُّ يَعْتَقِدُوْنَهَا اٰيَةً مِّنْهَا بَلْ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَوَّلَ كُلِّ سُوْرَةٍ (من الاتحاف فی القراء ات الاربعة عشر) وَقِيْلَ اٰيَةٌ تَامَّةٌ مِّنْ كُلِّ سُوْرَةٍ وَّهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ و ابْنِ عُمَرَ وَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ و الزُّهْرِيِّ و عَطَاءٍ و عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ و عَلَيْهِ قُرَّاءُ مَكَّةَ وَ الْكُوْفَةِ وَ فُقَهَاؤُهَا وَ هُوَ الْقَوْلُ الْجَدِيْدُ لِلشَّافِعِيِّ (من منار الهدى فى الوقف والابتداء) وَ الْحَاصِلُ اَنَّ التَّارِكِيْنَ اَخَذُوْا بِالْحَالِ الْاَوَّلِ وَ الْمُبَسْمِلِيْنَ اَخَذُوْا بِالْاٰخِيْرِ الْمُعَوَّلِ وَلَا يَخْفٰى قُوَّةُ دَلِيْلِ الْمُبَسْمِلِيْنَ لَاسِيَّمَا مَعَ كِتَابَةِ الْبَسْمَلَةِ فِيْ اَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ اِجْمَاعًا مِّنَ الصَّحَابَةِ (مِنْ شَرْحِ الشَّاطِبِيَّةِ لِمُلَّا عَلِى القارى) ثُمَّ الْمُبَسْمِلُوْنَ بَعْضُهُمْ يَعُدُّهَا اٰيَةً مِّنْ كُلِّ سُوْرَةٍ

بِسِوَى الْبَرَاءَةِ وَهُمْ غَيْرُ قَالُون(من كنز المعانی شرح حرز الامانی)قَالَ السَّخَاوِیُّ تِلْمِيْذُ الشَّاطِبِيّ وَ اتَّفَقَ الْقُرَّاءُ عَلَيْهَا فِي أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ كَابْنِ كَثِيْرٍ وَّ عَاصِمٍ وَّ الْكِسَائِيِّ يَعْتَقِدُوْنَهَا ايَةً مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ سُوْرَةٍ وَ الصَّوَابُ أَنَّ كُلًّا مِّنَ الْقَوْلَيْنِ حَقٌّ وَ أَنَّهَا ايَةٌ مِّنَ الْقُرْانِ فِيْ بَعْضِ الْقِرَاءَاتِ وَهِيَ قِرَاءَةُ الَّذِيْنَ يَفْصِلُوْنَ بِهَا بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ وَ لَيْسَتْ ايَةً فِي قِرَاءَةِ مَنْ لَّمْ يَفْصِلْ بِهَا. ((النشر فی القراء ات العشر للامام ابن الجزری))

ترجمہ: ابن خزیمہؒ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اَلْحَمْد کے شروع میں نماز کے اندر اور اس کو ایک آیت شمار کیا پس معلوم ہوا کہ یہ ایک مستقل آیت ہے بعض قراء سبعہ کے نزدیک جن کے تواتر پر اتفاق ہے اور قراء سبعہ میں سے تین قاری امام ابن کثیرؒ 'امام عاصمؒ 'امام کسائیؒ اسی قول کو مانتے ہیں اور یہ تینوں اس کے الحمد کی آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ بلکہ قرآن شریف کی ہر سورت کے شروع کی ایک آیت مانتے ہیں (اتحاف فضلاء البشر) اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک آیت تامہ ہے ہر سورۃ سے یہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ 'حضرت سعید بن جبیرؒ 'حضرت زہریؒ 'حضرت عطاءؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے اور اسی پر قراء مکہ اور کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں۔ اور امام شافعیؒ کا قول جدید بھی یہی ہے۔ (منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء) حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے شروع زمانہ پر اور پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے اخیر زمانہ پر جو معتمد ہے اور بسم اللہ پڑھنے والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں۔ خاص کر جبکہ بسم اللہ ہر سورت کے شروع میں اجماع صحابہؓ سے لکھی گئی (شرح شاطبیہ لملا علی قاری) پھر بسم اللہ پڑھنے والے بعض اس کو ہر سورۃ سے سوائے سورۂ براءۃ کے ایک آیت شمار کرتے ہیں۔ اور وہ بعض قالون راوی امام نافعؒ کے علاوہ ہیں۔ (کنز المعانی شرح حرز الامانی) علامہ سخاویؒ شاگرد امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ قراء نے اس کے جزو فاتحہ ہونے پر اتفاق کیا ہے مثل امام ابن کثیرؒ اور امام عاصمؒ اور امام کسائیؒ اس کو سورۃ الفاتحہ اور ہر سورۃ کا جزو سمجھتے ہیں اور صواب یہ ہے کہ دونوں قول حق ہیں اور وہ آیت قرآن سے ہے بعض کی قرآءت میں اور یہ قرآءت ان لوگوں کی ہے جو درمیان دو سورتوں کے بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں اور جو لوگ اس سے فصل نہیں کرتے ان کی قرآءت میں یہ آیت نہیں۔ (النشر فی القراءات العشر للامام الجزریؒ)

فوائد مکیه : سوائے سورۂ براءات کے۔

شرح : قرآن مجید کی ہر سورت کے شروع میں بسملہ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ وہ آیت ہے جیسا کہ پہلے دلائل سے بیان کیا گیا ہے مگر سورت البراءۃ پر بسملہ نہ پڑھی جائے کیونکہ وہاں لکھی ہوئی نہیں ہے۔ لکھی اس لیے نہیں کہ وہاں بسملہ نازل نہیں ہوئی۔

اور بعض حضرات سورت الانفال اور سورت البراءۃ کو ایک سورت سمجھتے ہیں اس لیے کہ ان کا مضمون ایک جیسا ہے اور بعض احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اَنْ عَمِدْتُمْ اِلَى الْاَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِيْ وَ اِلٰى بَرَآءَةَ وَهِيَ مِنَ الْمِئِيْنَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوْا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ وَضَعْتُمُوْهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَاْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ وَكَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَ كَذَا وَ كَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَ كَانَتْ بَرَآءَةُ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَّ كَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَّنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کہا آپ کو کس چیز نے آمادہ کیا جو آپ نے سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کو اکٹھا کر دیا؟ حالانکہ الانفال مثانی سے ہے اور سورۃ البراءۃ مئین سے اور ان کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں لکھی اور سورۃ الانفال کو لمبی سورتوں میں رکھا۔

اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوتا تو آپ ﷺ لکھنے والے کو فرماتے کہ یہ آیت اس جگہ یعنی فلاں سورۃ کے ساتھ ملا دو۔ جس میں ایسا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس وقت کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے اس کو فلاں سورۃ میں جس کا مضمون ایسا ایسا ہے لکھ دو۔ سورۃ الانفال ان سورتوں کی پہلی ہے جو مدینہ میں نازل ہوئیں اور سورۃ البراءۃ قرآن کے آخر میں نازل ہوئی سورۃ الانفال کا قصہ سورۃ البراءۃ کے مشابہ تھا۔ آپ ﷺ نے وصال فرما جانے تک یہ نہ فرمایا کہ سورۃ البراءۃ سورۃ الانفال سے ہے۔ آپ ﷺ کے بیان نہ کرنے اور مضمون کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ان کو قریب کر دیا اور ہم نے ان کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں لکھی۔ اور سات لمبی سورتوں کے درمیان ان کو رکھ دیا۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سورت تلوار کے ساتھ نازل ہوئی ہے اس لیے اس کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل نہیں ہوئی

وَمَهْمَا تَصِلْهَا اَوْ بَدَأْتَ بَرَآءَةً

لِتَنْزِيْلِهَا بِالسَّيْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلًا

''اور جب تو سورۃ البراءۃ کو کسی اور سورۃ کے ساتھ ملائے یا تو تلاوت کی ابتداء ہی سورۃ البراءۃ سے کرے تو اس سورۃ کے تلوار کے ساتھ نازل ہونے کی وجہ سے تو بسم اللہ پڑھنے والا نہ ہو۔''

علامہ جزری طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

وَفِي ابْتِدَا السُّوْرَةِ كُلٌّ بَسْمَلَا

سِوَى بَرَاءَةٍ ---------

ترجمہ: اور سورۃ کی ابتداء میں تمام قراء نے بسم اللہ پڑھی ہے سوائے سورۃ البراءۃ کے۔

مطلب یہ کہ باجماع قراء شروع البرآءۃ میں بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی۔ خواہ ابتدائے تلاوت ہو یا درمیان تلاوت' وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ میں کفار و مشرکین سے اعلان برآءت نازل ہوا ہے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ.

بسم اللہ امان کی علامت ہے اور سورۃ میں کفار سے تبری اور بیزاری فرمائی جارہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اول البراءۃ میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیونکہ بسم اللہ امان ہے اور البراءۃ میں امان نہیں کیونکہ یہ سورۃ سیف کے ساتھ نازل ہوئی ہے اور امان اور سیف میں کوئی تناسب نہیں۔

سورۃ البراءۃ پر بَسْمَلَۃ نازل نہ ہونے کے عقلی دلائل

اللہ تعالیٰ نے کچھ قوانین بنائے ہیں پھر اس میں استثنائی صورت پیدا کی ہے جیسا کہ آگ' اس کو جلانے کی طاقت دی ہے ہر ایک کو اس نے جلایا ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا۔ پانی کے بہت سارے خواص ہیں ان میں سے ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ بہا کر لے جاتا ہے' غرق کر دیتا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو نہیں بہایا اور فرعون کو غرق کیا ہے۔ یہ جو کاٹنے کے آلات ہوتے ہیں چاقو' چھری' خنجر' تلوار وغیرہ ان میں اللہ تعالیٰ نے کاٹنے کی تاثیر رکھی ہے۔ ہر چیز کو کاٹتے ہیں مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہیں کاٹا۔ یہ استثنائی صورتیں ہیں۔ تخلیق انسانیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دور سے ہی یہ قانون بنادیا ہے کہ مرد وزن کے اختلاط سے اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت سے نوازتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ اس طرح قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک استثنائی صورت رکھی ہے کہ تمام سورتوں میں بَسْمَلَۃ کو نازل کیا ہے مگر سورۃ البراءۃ میں بسملہ نازل نہیں فرمائی یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب یہ بات تو واضح ہوگئی کہ سورۃ البراءۃ کے شروع میں بسملہ نہیں لکھی گئی اور اس کا نہ لکھنا مختلف طرق سے ثابت کیا گیا ہے مختلف آراء لکھی گئی ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں سورۃ البراءۃ پر بسملہ پڑھی جائے گی یا نہیں پڑھی جائے گی۔ تو جمہور قراء سورۃ البراءۃ کے شروع میں ابتداءً اور اتصالاً کسی حالت میں بھی بسملہ نہیں پڑھتے ہیں۔ البتہ بعض لوگ جیسا کہ علامہ سخاویؒ 'ابوالفتح ابن شیطاءؒ وغیرہم کا مسلک یہ ہے کہ یہ حضرات ابتدائے سورۃ البراءۃ میں بسملہ کو جائز سمجھتے ہیں۔

فوائد مکیہ : اور اوساط واجزاء میں اختیار ہے چاہے (بسم اللہ) پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔

شرح : سورۃ البراءۃ کے شروع میں بسملہ نہیں پڑھی جائے گی لیکن اس کے درمیان یا اس کے کسی جزو سے پڑھا جائے تو اس میں بسملہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ اسی طرح باقی سورتوں کے اوساط واجزاء میں بھی بسملہ پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ اوساط وسط کی جمع ہے اور اجزاء جزو کی جمع ہے۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے

---وَفِي الْأَجْزَآءِ خُيِّرَ مَنْ تَلَا

''اور سورتوں کے درمیانی حصوں میں اس شخص کو کہ جو تلاوت کرے اختیار دیا گیا ہے۔''

علامہ جزریؒ نے طیبۃ النشر میں اس طرح بیان کیا ہے:

وَوَسَطًا خَيِّرْ وَفِيهَا يُحْتَمَلْ

یعنی سورتوں کے درمیان سے قرآءت شروع کی جائے تو وہاں اختیار ہے چاہے بعد استعاذہ کے بسم اللہ پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔ یعنی سورۃ البراءۃ کے درمیان سے اگر قرآءت شروع کرے تو وہاں بسم اللہ کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کے جواز میں احتمال ہے بین الانفال والبراءۃ فصل۔ وصل اور سکتہ تین وجوہ میں سے کسی وجہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ تینوں وجوہ بغیر بسملہ کے ہیں۔

فوائد مکیہ : اعوذ اور بسملہ پڑھنے میں چار صورتیں ہیں: فصل کل۔ وصل کل۔ فصل اول وصل ثانی۔ وصل اول فصل ثانی۔

شرح : اس عبارت کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ابتداء کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ابتدائے تلاوت ابتدائے سورت: یہاں استعاذہ اور بسملہ دونوں ضروری ہیں۔

(۲) ابتدائے سورت درمیان تلاوت: یہاں صرف بسملہ پڑھی جائے گی۔

(۳) ابتدائے تلاوت درمیان سورت: یہاں استعاذہ ضروری ہے اور بسملہ میں اختیار ہے۔

حضرت مصنفؒ یہاں جو اعوذ اور بسملہ کی چار صورتیں بیان فرما رہے ہیں وہ ابتدائے تلاوت ابتدائے سورت کی ہیں۔ یعنی یہاں سے سورت کی بھی ابتداء ہو رہی ہے اور تلاوت کی بھی۔ اس لیے اعوذ باللہ اور بسملہ دونوں پڑھنی ضروری ہیں اس کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

(۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی

(۱) فصل کل:

استعاذہ بسملہ اور سورۃ کو علیحدہ علیحدہ تین سانسوں میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o

(۲) وصل کل:

استعاذہ بسملہ اور سورۃ کو ایک ہی سانس میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o

(۳) فصل اول وصل ثانی:

استعاذہ کو علیحدہ ایک سانس میں اور بسملہ اور سورت کو اکٹھے دوسرے سانس میں پڑھنا جیسے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o

(۴) وصل اول فصل ثانی:

استعاذہ اور بسملہ کو ایک سانس میں اور سورت کو علیحدہ دوسرے سانس میں ادا کرنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o

نوٹ: مذکورہ بالا چاروں صورتیں تمام قراء کے نزدیک بالاتفاق جائز ہیں۔

فوائد مکیه: ایک سورۃ ختم کر کے دوسری سورت شروع کرے تو تین صورتیں جائز ہیں۔ اور چوتھی صورت جائز نہیں یعنی فصل کل۔ وصل کل اور فصل اول وصل ثانی جائز ہیں۔ اور وصل اول فصل ثانی جائز نہیں

شرح: یہ ابتدائے سورت درمیان تلاوت کی تین صورتیں ہیں اس میں چوتھی صورت جو ہے یعنی ''وصل اول فصل ثانی'' یہ ناجائز ہے اور یہ ناجائز اس لیے ہے کہ بسملہ آئندہ سورۃ کے ساتھ ہے جبکہ اس صورت میں یہاں بسملہ کا تعلق پچھلی سورۃ کے ساتھ ہونے کا وہم ہوتا ہے اس لیے ناجائز ہے اور اس کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَهْمَا تَصِلْهَا مَعَ اَوَاخِرِ سُوْرَةٍ
فَلَا تَقِفَنَّ الدَّهْرَ فِيْهَا فَتُثْقَلَا

''اور جب بسملہ کو اواخر سورۃ کے ساتھ ملا کر پڑھے تو ہرگز بسملہ کے آخر میں وقف نہ کر کہ تو گرانی کا باعث ہو

جائے گا۔"

علامہ جزریؒ نے طیبہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَاِنْ وَصَلْتَهَا بِاٰخِرِ السُّوَرْ

فَلَا تَقِفْ وَغَيْرُهٗ لَا يُحْتَجَرْ

ترجمہ: اگر بسملہ کو آخر سورۃ سے وصل کر دیا تو بسملہ پر وقف نہ کر پس اگر وقف کرو گے تو یہ صورت ناجائز ہوگی اور اس کے علاوہ تین صورتیں جائز ہیں۔

یعنی بین السورتین بسملہ پڑھنے کی صورت میں ایسا ہرگز نہ کرو کہ بسملہ کو آخر سورت کے ساتھ ایک سانس میں جوڑ کر اس پر وقف کرو اور سورت کو دوسرے سانس سے شروع کرو کیونکہ یہ جائز نہیں۔ اس میں یہ وہم ہوتا ہے کہ بسملہ آخر سورت کے متعلق ہے حالانکہ بسملہ ابتدائے سورت کے لیے ہے۔

حاصل یہ کہ (۱) وصل کل (۲) فصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی جائز ہیں اور وصل اول فصل ثانی ناجائز ہے۔ جیسے:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ○

نیز حضرت مولف علیہ الرحمہ نے ابتدائے تلاوت درمیان سورت کو بیان نہیں فرمایا۔ (یہ مسئلہ کئی پہلوؤں سے مختلف فیہ ہے درمیان سورت سے جب ابتدائے تلاوت ہو تو جمہور عراقیین بسملہ کا پڑھنا بہتر سمجھتے ہیں اور جمہور مغاربہ اور اہل اندلس کے نزدیک بسملہ کا نہ پڑھنا بہتر ہے۔ اس طرح متأخرین نے بسملہ کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بسملہ پڑھی جائے تو کیا درمیان سورت سے اس کا وصل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟) ابتدائے تلاوت درمیان سورۃ میں اگر بسملہ بھی پڑھی جائے تو صرف دو صورتیں جائز ہیں: (۱) فصل کل (۲) وصل اول فصل ثانی اور یہ مسلک صاحب اتحاف کا ہے جبکہ صاحب غیث النفع اور علامہ جزریؒ کے نزدیک ابتدائے سورت کی طرح اجزائے سورت میں بھی استعاذہ اور بسملہ کی چاروں صورتوں کو جائز مانا گیا ہے۔

(بحوالہ غیث النفع علی سراج القاری ص ۲۰ لعلی نوری الصفاقسیؒ والنشر ج ۱ ص ۲۶۸ للعلامۃ الجزریؒ)

اور حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا بھی یہی مسلک ہے وہ بھی ابتدائے تلاوت درمیان سورت میں چاروں صورتوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بیان نہیں کیا اور اس کو بیان نہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ابتدائے سورت ابتدائے تلاوت والی چاروں صورتوں کو ابتدائے تلاوت درمیان سورۃ میں جائز قرار دیتے ہیں لیکن ایسی صورت میں کہ بسملہ کا وصل اس آیت کے شروع میں ہو جس میں شیطان۔ فرعون، ہامان وغیرہ کا نام ہو تو وہ ناجائز ہوگا جیسے بِسْمِ اللّٰهِ

کے بعد کوئی اس طرح پڑھے اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وغیرہ۔

اگر بسملہ نہ پڑھی جائے چونکہ اس میں اختیار ہے تو یہاں وصل اور فصل دو صورتیں جائز ہوں گی اور وصل کی صورت میں آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں سے کوئی نہ ہو جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وغیرہ۔

یا کوئی ایسی ضمیر ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے جیسے هُوَ الَّذِیْ۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ۔ اِلَيْهِ يُرَدُّ یا تلاوت کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمدؐ ہو تو پھر فصل کل ہی متعین ہے کیونکہ محض تعوذ کے بعد ان آیات کے پڑھنے میں یہ قباحت ہوگی کہ ضمیر کے شیطان کی طرف پھرنے کا وہم پیدا ہوگا۔

فصل وصل کی تفصیلی وجوہ کے لیے ہماری کتب ''تحبیر التجوید'' اور ''زینۃ المصحف'' ملاحظہ فرمائیں۔

فوائد مکیہ : امام عاصمؒ کے نزدیک کہ جن کی روایت حفصؒ تمام جہان میں پڑھی جاتی ہے ان کے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے۔

شرح : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا جزو قرآن ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن کی مستقل آیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

مگر جزو سورت ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ خود حضرت مولف رحمہ اللہ نے حاشیہ میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:

''مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا جزو ہر سورت ہونا امر قطعی نہیں کیونکہ مجتہدین وفقہاء کا اختلاف ہے احناف جزء قرآن کے قائل ہیں اور شوافع جزو ہر سورت کے قائل ہیں۔ ایسے ہی امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ، امام کسائی رحمہ اللہ کی طرف نسبت اعتقاد جزء ہر سورت کا ہونا امر ظنی ہے قطعی نہیں کیونکہ کتب تفسیر اور قرآءت کی کتابوں میں جن کے مولف شافعی المذہب ہیں ان کا قول ہے کہ یہ قراء کرام جزء ہر سورت کے قائل ہیں اور ان قراء کرام سے روایت اعتقاد جزئیت ہر سورت کی نظر سے نہیں گزری۔ البتہ بسم اللہ کی روایت ان قراء کرام سے قطعی ہے اور اعتقاد جزئیت مسئلہ فقہی ہے علم قرآءت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔'' منہ

"تمام جہان" سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک میں روایت حفصؒ پڑھی جاتی ہے بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں لوگوں کی اکثریت روایت ورشؒ' روایت قالونؒ اور روایت دوریؒ البصریؒ پڑھتے ہیں جیسا کہ الجزائر' سوڈان' تیونس اور المغرب' خطہ مغربی میں روایت ورشؒ اور روایت قالونؒ اور روایت دوری البصریؒ کے موافق قرآن بھی چھپے ہوئے ہیں۔ جو کہ راقم کی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

فوائد مکیہ : تو اس لحاظ سے جس سورۃ کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا تو وہ سورۃ امام عاصمؒ کے نزدیک ناقص ہوگی۔

شرح : یہ بدیہی امر ہے کہ امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ ہر سورت کی آیت ہے اور جو قاری بھی جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھے گا ظاہر ہے اس کی اسی قدر آیات کم ہو جائیں گی۔

فوائد مکیہ : اگر درمیان قرآءت کے کوئی کلام اجنبی ہو گیا گو کہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو تو پھر استعاذہ کو دہرانا چاہیے۔

شرح : وہ کلام جس کا تعلق قرآءت قرآن سے نہ ہو اس کو اجنبی کلام کہتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے کلام کرنے سے قرآءت قرآن کا انقطاع ہو جائے گا اور انقطاع کی صورت میں استعاذہ ضروری ہے تاکہ انسان شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔ اگر اس کا تعلق قرآءت قرآن سے ہو تو استعاذہ ضروری نہیں ہے جیسا کہ کوئی استاذ قرآن کا ترجمہ پوچھے یا تجوید کا مسئلہ یا اختلاف قرآءت پوچھے تو اس کا تعلق قرآن سے ہے اس لیے استعاذہ ضروری نہیں ہے۔

فوائد مکیہ : قرآءت جہریہ میں استعاذہ جہر کے ساتھ ہونا چاہیے اور اگر آہستہ یا دل میں استعاذہ کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

شرح : قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مطلق استعاذہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے وہاں سری اور جہری کی کوئی قید نہیں لگائی اس لیے استعاذہ نماز کے علاوہ جس طرح چاہے کر سکتا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ اگر تلاوت جہریہ ہو تو استعاذہ بھی جہر کے ساتھ کرنا چاہیے اور اگر تلاوت آہستہ ہو تو استعاذہ بھی آہستہ کرنا چاہیے جو حضرات اخفا کے ساتھ استعاذہ کا حکم دیتے ہیں ان

کی دلیل یہ ہے کہ استعاذہ خارج از قرآن ہے اس لیے اس کو تلاوت سے جدا ہی رکھنا چاہیے جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے بعض علماء کا قول نقل فرمایا ہے ۔

وَإِخْفَاؤُهُ فَصْلٌ أَبَاهُ وُعَاتُنَا

وَكَمْ مِنْ فَتًى كَالْمَهْدَوِي فِيهِ أَعْمَلَا

''استعاذہ کا آہستہ پڑھنا اس لیے ہے کہ وہ قرآن سے خارج ہے مگر اس اخفا کا ہمارے محقق مشائخ نے انکار کیا ہے اور کتنے ہی مشائخ ہیں جیسے امام ابوالعباس احمد بن عمار مہدوی مقری متوفی ۴۳۰ھ اسی اخفاء پر عمل کرتے ہیں''۔

اس شعر میں اگرچہ بعض شراح نے فَصْلٌ اور أَبَاهُ کے فاء اور ہمزہ کو رمز بنایا ہے۔ یعنی امام حمزہؒ اور امام نافعؒ استعاذہ آہستہ کرتے تھے مگر صحیح تر یہی ہے کہ رمز نہیں۔ ورنہ کلام میں بے ربطی ہوگی کہ اوپر کے اشعار میں جِهَارًا فرما کر آئے ہیں جو مطلق تمام قراء کے لیے تھا اور اب استثناء ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہر بالتعوذ قرآءت کے شعار کا اظہار ہے جیسے جہر بالتلبیہ اور تکبیرات عیدین' نیز جہر کا ایک فائدہ یہ ہے کہ قرآءت کا سامع پہلے ہی سے استماع کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اخفاء ہوگا تو کچھ حصہ اس سے فوت ہوگا۔ البتہ صلوٰۃ اور خارج از صلوٰۃ کا فرق ہے۔ صلوٰۃ میں اخفاء تعوذ مستحب ہے اگرچہ صلوٰۃ جہریہ ہو کیونکہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد اول نماز ہی سے قرآءت کی طرف گوش برآواز ہے لہٰذا قراءات میں سے کوئی شے بھی فوت ہونے کا اندیشہ نہیں۔ (امانیہ)

دوسری فصل مخارج کے بیان میں

فوائد مکیہ : مخارج حروف چودہ ہیں۔

شرح : یہاں حضرت مؤلف علیہ الرحمہ تجوید کے پہلے اور اہم جزو مخارج الحروف کو بیان فرما رہے ہیں۔ مخارج مخرج کی جمع ہے مَخْرَج بفتح الرا خَرَجَ يَخْرُجُ سے اسم ظرف ہے جس کے معنی ''نکلنے کی جگہ'' ہے اور اصطلاح قراء میں اَلْحَيِّزُ الْمُوَلِّدُ لِلْحَرْفِ'' وہ موقع جس سے حرف کی تولید ہوتی ہے۔ یعنی جس جگہ سے حروف ادا ہوتے ہیں اسے مخرج کہتے ہیں۔ اور اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) مخرج محقق (مقطع)

16866

(۲) مخرج مقدر

مخرج محقق: جب زبان، ہونٹ اور حلق کے کسی معینہ جگہ پر آواز نکلے تو اس کو مخرج محقق کہتے ہیں۔

مخرج مقدر: یہ مخرج محقق کے برعکس ہے جس کا تعلق زبان، ہونٹ اور حلق سے نہ ہو تو اس کو مخرج مقدر کہتے ہیں۔ یہ صرف جوف ہے۔ بعض کے نزدیک خیشوم بھی مخرج مقدر ہے باقی سب مخارج محقق اور مقطع ہیں۔

حروف، حرف کی جمع ہے اور اس سے حروف ہجا مراد ہیں۔ حروف معانی نہیں۔ حرف کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہر حرف کے نام کے شروع میں اس حرف کی آواز موجود ہے۔ حرف لغت میں کنارے کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ۔ (الحج: ۱۱، پارہ ۱۷)

''اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔''

گویا حرف کے نام میں شروع کنارے پر وہ حرف اپنی آواز میں موجود ہوتا ہے۔ حرف بنتا ہے صوت سے اور صوت کے معنی ہیں ''هَوَاءٌ مُّتَمَوِّجٌ بِتَصَادُمِ الْجِسْمَيْنِ'' وہ ہوا جو دو جسموں کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔ صوت کی یہ تعریف انسان وحیوان دونوں کی آواز کو شامل ہے اور حرف کی تعریف یہ ہے ''صَوْتٌ مُّعْتَمِدٌ عَلٰى مَقْطَعٍ مُّحَقَّقٍ اَوْ مُقَدَّرٍ'' وہ آواز جو محقق یا غیر محقق موقع سے نکلے۔ اس تعریف سے حرف کا خروج انسانی خصوصیت بن جاتا ہے۔

حروف پر جو حرکات آتی ہیں وہ ایک کیفیت عارضہ ہوتی ہیں جو حرف کی آواز کے سہارے قائم ہوتی ہے۔ بالاتفاق اہل بصرہ وکوفہ حروف عربیہ انتیس ہے۔ مگر مبرد کے نزدیک حروف کی تعداد اٹھائیس ہے۔ ان کی رائے میں الف ہمزہ لینہ ہے مستقل حرف نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہر حرف کے نام کے شروع میں خود اس حرف کی آواز پائی جاتی ہے مگر الف ایسا نام ہے کہ وہ ہمزہ سے شروع ہو رہا ہے۔ لہٰذا الف کوئی مستقل حرف نہیں۔

جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر یہی دلیل ہے تو ہمزہ کے وجود سے بھی انکار کرنا چاہیے کیونکہ اس کے شروع میں ھا ہے۔ لہٰذا ہمزہ، ھا ہونا چاہیے حالانکہ ہمزہ اور ھا قطعاً دو حرف ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بدلتے رہتے ہیں جیسے هَمْزٌ اصل میں اَمْزٌ تھا اور بدلنا تغایر کی دلیل ہے ایک شے خود اپنے نفس سے نہیں بدل سکتی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ الف ہمیشہ ساکن بے جھٹکے ماقبل مفتوح ہوتا ہے اور ماقبل کے اعتبار سے ہی مفخم یا مرقق ہوتا ہے اور ساکن حرف کے بعد الف نہیں آسکتا بخلاف ہمزہ کے کہ وہ جھٹکے کے ساتھ ادا ہوتا ہے اور بالاتفاق مرقق ہوتا ہے اور ساکن حرف کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ نون ساکن کے بعد ہمزہ آجائے تو نون کو اظہار کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

حروف مبانی (حروف ہجاء) کی دو اقسام ہیں:

(۱) حروف اصلیہ (۲) حروف فرعیہ

(۱) حروف اصلیہ: الف سے یاء تک کے تمام حروف کو حروف اصلیہ کہتے ہیں۔

حروف فرعیہ کی بحث:

جن حرفوں کے مخارج کی تعداد یہاں دی گئی ہے ان سے حروف اصلیہ مراد ہیں ان کے مقابلہ میں کچھ حروف فرعیہ بھی کہلاتے ہیں۔ جن سے اس رسالہ میں تعارض نہیں کیا گیا۔ مگر ہم مختلف کتب تجوید میں سے تتبع کے بعد یکجا لکھتے ہیں۔

حروف فرعیہ وہ حروف کہلاتے ہیں جن کا مخرج دو اصلی حرفوں کے درمیان ہو یعنی کچھ حصہ آواز کا ایک حرف سے اور کچھ حصہ دوسرے حرف کی آمیزش سے نکلتا ہے اور ملا علی قاریؒ نے تعریف یہ کی ہے: وہ حرف جو اپنا اصلی مخرج یا صفت ذاتیہ چھوڑ چکا ہو۔ ان دونوں تعریفوں کی روشنی میں حروف فرعیہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ہمزہ مسہلہ: یعنی ہمزہ مسہلہ کالواوَ۔ کالالف اور کالیا جیسے ءَ اَعْجَمِيٌّ میں ہمزہ ثانیہ کالالف پڑھا گیا ہے۔ روایت حفصؒ میں ہمزہ مسہلہ کالالف ہی پڑھا گیا جیسا کہ مثال سے واضح ہے اور ہمزہ مسہلہ کالواوَ اور کالیاء روایت حفصؒ میں نہیں۔ بلکہ دیگر روایات میں بکثرت موجود ہیں۔

(۲) الف ممالہ: وہ الف جس کو امالہ صغریٰ یا کبریٰ سے پڑھا جائے جیسے مَجْرِيهَا وغیرہ

(۳) لام مفخمہ جیسے لام اسم الجلالہ اور روایت ورش میں وہ لام مفتوح جو صاد طاء اور ظاء کے بعد واقع ہو جیسے ظَلَمُوْا

(۴) صاد مشمہ بالزای عند الخلف جیسے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ میں اور اَصْدَقُ وغیرہ میں کہ زاء اور صاد خالصہ کی فرع ہے۔

اشمام کا طریقہ

یہاں اشمام کے معنی ہیں خلط الزای بالصاد یعنی صاد میں زای کی آمیزش۔ اور اس کے عمل کی صورت یہ ہے کہ صاد کی صفت ہمس کو زای کی صفت جہر سے بدلنا ہے باقی تمام صفات رخاوت۔ استعلاء۔ اطباق صفیر باقی رہیں گی۔ اشمام کی یہ قسم خلط الحرف بالحرف کہلاتی ہے۔ (امانیہ)

(۵) نون مخفاۃ

(۶) یاء مشمہ بصوت الواوَ جیسے ہشام وکسائی کے یہاں قِيْلَ — غِيْضَ وغیرہ

اشمام کا طریقہ

اس اشمام کی ادا کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ کلمات کے اوائل میں کسرہ پڑھتے ہوئے انضمام شفتین کے ساتھ قدرے ضمہ کا اشارہ کیا جائے۔لیکن یادر ہے کہ ضمہ کا حصہ کم۔کسرہ کا زیادہ ہے تا کہ بعد والی یاء خالص ادا ہو واؤ کی بو بھی نہ آنے پائے۔یہ اشمام اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ اصل فعل قبل از تعلیل کی طرف اشارہ ہو جائے یعنی قِيْلَ اصل میں قُوِلَ بضم کاف تھا اشمام کی یہ قسم خلط الحرکۃ بالحرکت کہلاتی ہے۔(امانیہ)

(۷) حرف مفخم کے بعد الف مفخم

(۸) میم مخفاۃ یا مدغم

بقول طیبی جب میم میں اظہار ہو تو اصلیہ ہے اور جب اخفاء یا ادغام ہو تو فرعیہ یعنی ناقصہ ہے۔(الجواہر النقیہ)

حضرت مولف ؒ نے فرمایا ہے کہ مخارج چودہ ہیں۔چودہ کی توجیہ اور یہ جن کا مذہب ہے آگے متن میں خود بیان فرمار ہے ہیں۔

فوائد مکیہ : پہلا مخرج اقصیٰ حلق سے (ا — ء — ہ) نکلتے ہیں۔

شرح : اقصیٰ کا معنی ہوتا ہے''دور''اقصیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ سے دور ہے۔قرآن کریم میں آیا ہے وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ۔ ''اور ایک شخص شہر کی دوسری جانب سے دوڑتا ہوا آیا''۔یہاں ہم اس آیت میں شہر کی دوسری جانب''اقصیٰ'' سے شہر سے پرے یا کچھ فاصلے پر مراد لیں گے۔

حضرت مصنف ؒ نے مخارج کو اقصیٰ حلق سے شروع کیا ہے اور یہ مخرج محقق ہے۔مخرج محقق ہی سے شروع کرنا زیادہ مناسب تھا۔اس میں ہمزہ اور ہاء کے ساتھ الف کو بھی شمار کیا ہے۔اور فراء کے مذہب کی بناء پر الف اور ہمزہ کا مخرج ایک ہے اس وجہ سے الف کو بھی ہمزہ کے ہمراہ بیان کر دیا ہے۔فراء نے الف کو مبدء مخرج کا لحاظ کرتے ہوئے اقصیٰ حلق میں بیان کیا ہے۔

بہر حال جمہور کے نزدیک چونکہ الف مخرج مقدر جوف حلق سے نکلتا ہے اس وجہ سے اس کو حروف حلقیہ میں شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ الف بالاتفاق جوفیہ اور ہوائیہ ہے اور حروف حلقیہ ان کو کہا جاتا ہے جو بالاتفاق حلق سے ادا ہوتے ہوں۔

فوائد مکیہ : دوسرا مخرج وسط حلق اس سے عین حاء نکلتے ہیں۔

شرح : وسط کا معنی ہے درمیان یعنی حلق کا درمیانی حصہ۔ اس سے عین اور حاء بغیر نقطہ کے ادا ہوتے ہیں۔ ان کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

ثُمَّ لِاَ قْصَی الْحَلْقِ هَمْزٌهَآءٌ

ثُمَّ لِوَسْطِهٖ فَعَیْنٌ حَآءٌ

''پھر اقصیٰ حلق کے واسطے ہمزہ اور ھاء ہیں پھر وسط حلق کے لیے عین اور حاء ہیں۔''

اور علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں ؎

ثَلَاثٌ بِاَقْصَی الْحَلْقِ وَ اثْنَانِ وَسْطُهٗ

وَ حَرْفَانِ مِنْهَا اَوَّلَ الْحَلْقِ جُمِّلَا

''تین حروف اقصیٰ حلق سے اور دو وسط حلق سے اور دو حروف ان میں سے اول حلق میں خوب صورت قرار دیئے گئے ہیں''۔

فوائد مکیہ : تیسرا مخرج ادنیٰ حلق اس سے غ خ نکلتے ہیں۔

شرح: ادنیٰ کا معنی ہے اَقْرب یعنی بہت زیادہ قریب یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کے قریب ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا۔

''اس طریق سے بہت قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح صحیح شہادت دیں''۔

ان دو حروف کا مخرج علامہ جزریؒ نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

اَدْنَاهُ غَیْنٌ خَآءُهَا ---

''ادنیٰ حلق غین اور اس کے ساتھی خاء کا (مخرج) ہے''۔

چونکہ یہ چھ حروف حلق سے ادا ہوتے ہیں لہٰذا ان کو ''حروف حلقیہ'' کہتے ہیں۔

ان حروف کو علامہ جمروزیؒ نے تحفۃ الاطفال میں اس طرح بیان کیا ہے:

هَمْزٌ فَهَاءٌ ثُمَّ عَيْنٌ حَاءٌ
مُهْمَلَتَانِ ثُمَّ غَيْنٌ خَاءٌ

ترجمہ ''ہمزہ ھاء پھر عین حاء بغیر نقطہ پھر غین اور خاء

فوائد مکیہ: چوتھا مخرج اقصیٰ لسان اور اوپر کا تالو اس سے قاف نکلتا ہے۔

شرح: یہاں سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ زبان کے مخارج شروع فرما رہے ہیں۔ یاد رہے کہ زبان سے ادا ہونے والے حروف کی دو اقسام ہیں:

(۱) وہ حروف جن میں زبان کا تعلق تالو کے ساتھ ہے۔

(۲) اور وہ حروف جن میں زبان کا تعلق دانتوں کے ساتھ ہے۔

وہ حروف جن میں زبان کا تعلق تالو کے ساتھ ہے وہ پانچ ہیں:

(۱) قاف (۲) کاف (۳) جیم (۴) شین (۵) یاء

ان میں سے پہلا حرف قاف کا مخرج بیان فرمایا ہے کہ اقصیٰ لسان یعنی زبان کی جڑ جب اوپر کے تالو سے لگے گی تو اس سے قاف ادا ہوگا۔

فوائد مکیہ: پانچواں مخرج قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر اس سے کاف نکلتا ہے۔

شرح: اس کا مطلب یہ ہے کہ قاف کے مخرج سے ذرا نیچے ہٹ کر منہ کی طرف زبان اور اوپر کا تالو اس سے کاف نکلتا ہے کیونکہ خالی زبان سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ تالو کے کسی حصہ سے یا دانت کے کسی حصہ سے نہ ملے۔ حضرت مولف علیہ الرحمۃ کا تالو کا ذکر نہ کرنا مشہور اور واضح ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ قاف کے مخرج میں تالو کا ذکر فرما چکے ہیں اور یہاں اسی کو کافی سمجھ لیا ہے۔

کاف اور قاف کو ''حروف لہویہ'' کہتے ہیں۔ لہویہ یا لہاتیہ کے معنی ایک ہی ہیں لہات حلق کے کوے کو کہتے ہیں اور کوا اردو

میں اس نرم گوشت کو کہتے ہیں جو ہڈی والے تالو کے حصہ کے ختم ہونے کے بعد حلق کے نشیب کی طرف لٹکا ہوتا ہے اور اسے لسان الصغیر بھی کہتے ہیں۔

علامہ جزری علیہ الرحمۃ نے ان دونوں حروف کے مخارج کو اس طرح بیان فرمایا ہے

------ وَالْقَافُ

اَقْصَى اللِّسَانِ فَوْقُ ثُمَّ الْكَافُ

اَسْفَلُ ------

"اور قاف اس کا مخرج اقصائے لسان زبان کی جڑ ہے اس حالت میں کہ وہ جڑ کا بالائی حصہ ہے اس کے بعد کاف ہے جو ذرا منہ کی طرف نیچے والا حصہ ہے۔"

اور علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے

وَ حَرْفٌ لَّهٗ اَقْصَى اللِّسَانِ وَ فَوْقَهٗ

مِنَ الْحَنَكِ احْفَظْهُ وَ حَرْفٌ بِاَسْفَلَا

"اور ایک حرف قاف وہ ہے جس کا مخرج اقصیٰ لسان اور اس کا مقابل حنک ہے اور ایک حرف کاف اس حرف سے ذرا نیچے سے ادا ہوتا ہے تم اس کو اچھی طرح یاد رکھو۔"

فوائد مکیه : چھٹا مخرج وسط لسان اس سے (ج – ش – ی) نکلتے ہیں۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ نے صرف وسط لسان کہا ہے حالانکہ ایک حصہ سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا۔ اوپر کا تالو کہنا ضروری ہے۔ مگر یہاں بھی اوپر کا تالو شہرت کی بناء پر بیان نہیں فرمایا۔

وسط زبان کے مخرج سے ادا ہونے والے تین حروف (ج – ش – ی) ہیں ان میں سے یاء تینوں حالتوں یعنی یاء مدہ۔ یاء لین اور یاء متحرکہ یہیں سے ادا ہوں گی۔

حضرت مصنفؒ نے یاء کے ساتھ متحرک مدہ اور لین کی قید نہیں لگائی کیونکہ حضرت مصنفؒ نے فراء کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور ان کے نزدیک جوف دہن کا مخرج ہی نہیں ہے لہٰذا یاء مدہ۔ لین اور متحرک تینوں وسط لسان اور اس کے مقابل اوپر کے تالو سے ہی ادا ہوتی ہیں ان حروف کا مجموعہ **جیش** ہے۔

یائے لین۔یائے متحرکہ اور یاء مدہ کی امثلہ:

قِیْلَ- جِیْطَ- کَیْفَ- اَیْنَ- یَوْمٍ- یَسُوْقُ وغیرہ

ان حروف کو "حروف شجریہ" کہتے ہیں۔شجر کے معنی درمیان کے آتے ہیں۔شجر بفتح الشین وسکون الجیم منہ کا وہ حصہ جو فطری طور پر منہ کے بند کر لینے کے بعد بھی زبان اور تالو کے درمیان کھلا رہتا ہے۔ان حروف کے مخرج کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

----وَالْوَسْطُ فَجِیْمُ الشِّیْنُ یَا

"اور تالو زبان کا درمیانی حصہ،پس اس سے جیم،شین۔یاء غیر مدہ نکلتے ہیں۔

نوٹ: علامہ جزریؒ کے نزدیک یہاں سے صرف یائے لین اور یائے متحرک ادا ہوتی ہے۔یائے مدہ ادا نہیں ہوتی۔

اور علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

وَوَسْطُهُمَا مِنْهُ ثَلَاثٌ---

"اور زبان اور اس کے مقابل حنک کے درمیانی حصہ سے تین حروف جیم۔شین۔یاء ادا ہوتے ہیں۔

نوٹ: علامہ شاطبیؒ کے نزدیک یہاں یائے متحرک یائے لین اور یائے مدہ تینوں ادا ہوتی ہیں۔

اب یہاں سے وہ حروف شروع ہو رہے ہیں جن کا تعلق زبان اور دانتوں سے ہے۔بہتر ہوتا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اس مخرج کے بیان سے قبل دانتوں کی تفصیل بھی بتا دیتے لیکن حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے دانتوں کا بیان نہیں فرمایا۔اور حضرت مصنفؒ نے یہ امام شاطبیؒ اور امام جزریؒ کی اتباع میں کیا ہے کہ انہوں نے بھی شاطبیہ۔طیبہ اور مقدمۃ میں دانتوں کو بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ عموماً اہل عرب کی کتابوں میں دانتوں کا بیان نہیں ہوتا ہے۔

مگر ہم طلباء کی سہولت کے لیے مختصراً دانتوں کا بیان کرتے ہیں۔

دانتوں کا بیان

انسان کے منہ میں اکثر بتیس دانت ہوتے ہیں سولہ اوپر اور سولہ نیچے۔ان دانتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سامنے کے چار دانتوں کو "ثنایا" کہتے ہیں۔اوپر والے دو دانت "ثنایا علیا" اور نیچے والے دو دانت "ثنایا سفلی" کہلاتے ہیں۔

پھر ثنایا سے ملے ہوئے دائیں بائیں اوپر نیچے ایک ایک یعنی کل چار دانت جو ہیں ان کو "رباعیات" کہا جاتا ہے۔

اسی طرح رَبَاعیات سے ملے ہوئے چار دانت "اَنیاب" کہلاتے ہیں۔ اور انیاب سے ملے ہوئے چار دانتوں کو "ضَوَاحک" کہتے ہیں۔

ان ضَوَاحک سے ملے ہوئے تین اوپر اور تین نیچے دائیں بائیں کل بارہ دانتوں کو "طَوَاحن" کہتے ہیں۔

ان طَوَاحن سے ملے ہوئے اوپر نیچے دائیں بائیں ایک ایک کل چار دانتوں کو "نَوَاجذ" کہتے ہیں۔

ضَوَاحک طَوَاحن اور نَوَاجذ ڈاڑھیں ہیں اور ان کو اَضْراس کہتے ہیں ضِرْس کی جمع۔

ان سب کو کسی نے اشعار کی صورت میں نظم کیا ہے طلباء ان اشعار کو یاد کر لیں یاد کی آسانی کے لئے لکھتا ہوں۔

ہے دانتوں کی تعداد کل تیس اور دو
ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس
کہ کہتے ہیں قراء اضراس انہی کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ
نواجذ بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

دانتوں کے ناموں کی توجیہات

ثَنَایَا اور **ثَنِیَّاتٌ** (سامنے کے دانت) ثَنِیَّۃٌ کی جمع ہے۔ ثِنْیٌ کے معنیٰ دو کے ہیں۔ جیسے ثِنیٰ دو دو یہ دانت بھی آپس میں کسی فاصلہ کے بغیر دو دو ملے ہوئے ہیں اس لئے ان کو ثنایا کہتے ہیں بخلاف دوسرے دانتوں کے کہ وہ بھی دو دو ہیں لیکن وہ چونکہ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ہر طرف صرف ایک ایک جدا جدا ہیں اس لئے ان کو ثنایا نہیں کہا جاتا۔

رَبَاعِیات

(را کے زبر سے) رَبَاعِیَۃٌ کی جمع ہے ربع کے معنیٰ چار کے ہیں اور چونکہ یہ دانت بھی چار ہیں اس لئے ان کو رباعیات کہتے ہیں یا **رَبَعَ یَرْبَعُ رَبَاعًا** ٹھہرنے کی جگہ کے معنی ہیں اور ان چار دانتوں میں غذا ٹھہر جاتی ہے ممکن ہے کہ اس لئے ان کو رَبَاعیات کہا جاتا ہو۔ ان کا دوسرا نام قَوَاطع ہے **قواطع قَاطِعَۃٌ** کی جمع ہے جس کے معنی کاٹنے والی کے ہیں چونکہ ان دانتوں سے چیزوں کو کاٹا جاتا ہے اس لئے ان کو قواطع کہتے ہیں۔

انیاب

یہ نَابٌ کی جمع ہے نوکدار تیز نوکیلے کچلی کے دانت کو کہتے ہیں- ان کا دوسرا نام کَوَاسِر ہے یہ کَاسِرَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں توڑنے والی چیز اور چونکہ عموماً ان دانتوں سے چیزوں کو توڑا جاتا ہے اس لئے ان کو کَوَاسِر کہتے ہیں-

ضَوَاحِک

یہ ضَاحِکَۃٌ کی جمع ہیں چونکہ عموماً ہنستے وقت یہ ظاہر ہوتے ہیں اس لئے انہیں ضَواحِک کہتے ہیں اور ضحک ہنسنے کو کہتے ہیں-

طَوَاحِن

یہ طَاحِنَۃٌ کی جمع ہے یعنی غذا پیسنے والی ڈاڑھیں چونکہ ان سے غذا چبائی جاتی ہے اس لئے ان کو طواحن کہتے ہیں-

نواجذ

یہ نَاجِذَۃٌ کی جمع ہے یہ نَاجِذَۃُ العَقْل سے ہے یعنی عقل کے کمال تک پہنچنے والی داڑھیں جو عقل کے کامل ہو جانے کے بعد نکلتی ہیں-

ان تمام دانتوں اور داڑھوں کے ناموں کو اس طریقے پر بھی نظم کیا گیا ہے یاد کرنے کے واسطے تحریر کرتا ہوں:

یہ بتیس دانت بھی اک نعمت عظمیٰ کا مظہر ہیں ثنایا چار ہیں دو دو رباعی مثل اختر ہیں
یہ چار انیاب بھی کتنے مزین کتنے بہتر ہیں یہ بیں اضراس کیسی نعمتیں اللہ اکبر ہیں
ضواحک چار ہیں بارہ طواحن بھی مقرر ہیں نواجذ بھی ان کے برابر چار مضمر ہیں

اب یہاں سے ان حروف کا بیان شروع ہو رہا ہے جن کا تعلق زبان اور دانتوں سے ہے اور یہ کل ۱۳ حروف ہیں-

فوائد مکیہ: ساتواں مخرج حافہ لسان اور داڑھوں کی جڑ اس سے (ض) نکلتا ہے-

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے حرف ضاد کا مخرج بیان کرتے ہوئے "داڑھوں کی جڑ" کے الفاظ تحریر فرمائے ہیں اور ڈاڑھوں کی تعیین نہیں فرمائی اور یہ اس لئے نہیں فرمائی کہ نیچے والی ڈاڑھوں سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا- اور جڑ کی قید بھی کسی مصنف نے نہیں لگائی یہ بھی حضرت مؤلف نور اللہ مرقدہ نے قید لگائی ہے-

ضاد کے مخرج کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَالضَّادُ مِنْ حَافَتِهٖ اِذْ وَلِيَا
الْاَضْرَاسَ مِنْ اَيْسَرَ اَوْ يُمْنَاهَا

اور ضاد ادا ہوتا ہے زبان کی کروٹ سے جبکہ وہ کروٹ لگے ڈاڑھوں سے خواہ بائیں طرف یا داہنی طرف سے۔

اور علامہ شاطبیؒ نے ضاد کا مخرج اس طرح بیان کیا ہے:

اِلٰى مَا يَلِيْ الْاَضْرَاسَ وَهُوَ لَدَيْهِمَا
يَعِزُّ وَبِالْيُمْنٰى يَكُوْنُ مُقَلَّلَا

ترجمہ: اس حصہ تک جو داڑھوں سے متصل ہے اور یہ حرف دونوں طرف کے حافتین سے ادا ہونا نادر الوجود ہے اور داہنی طرف سے بہت کم ہے۔

ضاد کو باعتبار مخرج حافیہ کہتے ہیں۔

حرف ضاد سے متعلق حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی تحقیق

جڑ کی قید کی توجیہ حضرت مؤلفؒ کے ایک نامور تلمیذ حضرت مولانا قاری المقری حفظ الرحمٰن صاحبؒ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''-----المقدمۃ الجزریہ اور دیگر کتب معتبرہ میں داڑھ کی جڑ کی قید نہیں ہے مگر سیدی ومولائی واستاذی حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی نور اللہ مرقدہ نے اپنی کتاب فوائد مکیہ میں اس کو لکھا ہے۔

سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ حرف ضاد ادا کرتے وقت حافہ لسان کو بوجہ ناواقفیت کے داڑھوں کے اندرونی حصہ کے بجائے نیچے کے حصہ میں جہاں سے غذا چبائی جاتی ہے لگا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ معتبر کتابوں میں عموماً صرف اوپر کی داڑھ کا ذکر ہے اور اس کے حصہ کا ذکر نہیں۔ پس جب حضرتؒ نے بعض لوگوں کی اس غلطی کا احساس کیا تو داڑھوں کی جڑ کی قید لگائی مگر بعض لوگ بوجہ ناواقفیت کے اس میں بھی غلطی کرنے لگے یعنی پورے حافہ کی دبازت کو صرف داڑھوں کی جڑ میں لگانا چاہتے ہیں اور یہ نہایت دشوار ہے کیونکہ حافہ لسان کی دبازت قریب قریب ایک چاول کی لمبائی کے ہے اور اس کی جڑ کی مقدار تہائی چاول بھی نہیں لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس کو وضاحت سے سمجھایا جائے۔

پس جاننا چاہیے کہ زبان کے تین حصے ہیں ایک اوپر کا جسے ظہر لسان یعنی زبان کی پیٹھ کہتے ہیں اور دوسرا نیچے کا حصہ جسے

بطن لسان یعنی زبان کا پیٹ کہتے ہیں تیسرا وہ حصہ جو ان دونوں کے درمیان میں ہے یعنی چاروں طرف زبان کی کروٹ' پھر اس کی کروٹ کے طولاً تین حصے ہیں ایک تو داہنی جانب کی کروٹ جس کو قراء کی اصطلاح میں ''حافہ یمنٰی'' کہتے ہیں دوسرا بائیں جانب کی کروٹ جسے ''حافہ یسریٰ'' کہتے ہیں اور ایک سامنے کا حصہ یعنی زبان کی نوک جس کو طرف لسان کہتے ہیں۔

اسی طرح ساری کروٹ کے عرضاً بھی تین حصے نکلتے ہیں ایک وہ جو کہ اوپر ظہر لسان سے ملا ہوا ہے۔ دوسرا وہ جو بطن لسان سے ملا ہوا ہے۔ تیسرا وسطی حصہ ان دونوں کے درمیان میں ہے اور جس طرح زبان کی کروٹ کے عرضاً تین حصے نکلتے ہیں اسی طرح دانتوں کا اندرونی حصہ جس سے مخارج کو تعلق ہے اس کے بھی تین حصے نکلتے ہیں۔ ایک تو اوپر کی جڑ' دوسرا نیچے کا کنارہ اور تیسرے ان دونوں کے درمیان کا وسطی حصہ۔

پس جب یہ باتیں معلوم کر چکے تو اب سمجھو کہ داڑھوں کی جڑ کی جو قید بڑھائی گئی ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ ڈاڑھوں کی جڑ کا وسطی حصہ کے ساتھ حافہ کا اوپر والا حصہ جو کہ ظہر لسان سے ملا ہوا ہے وہ لگنا چاہیے۔ اب داڑھوں کے وسطی حصہ کے ساتھ حافہ کا وسطی اور داڑھوں کے نچلے کنارہ کے ساتھ حافہ کا نچلا کنارہ خود بخود منطبق ہو جائے گا۔ غرض کہ اس قید کے بڑھانے سے داڑھوں کے اوپری حصہ کی حد بیان کرنا مقصود ہے۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا کچھ حصہ زیادہ دبیز ہو جس سے حافہ کا نچلا حصہ باوجود داڑھوں کے ساتھ منطبق ہونے کے کچھ نیچے لٹک آئے یا ڈاڑھوں سے کچھ زیادہ لمبا ہو جس سے حافہ کے انطباق کے بعد داڑھوں کا نچلا حصہ باقی رہ جائے۔ تو ایسے شخص کو حافہ کے اوپر کے حصہ کو داڑھوں کی جڑ سے لگا کر حافہ کے بقیہ نچلے حصوں کو اس کے حال پر داڑھوں سے لگا دینا چاہیے۔ یعنی حافہ کو نہ عرضاً سکیڑنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ پھیلانے کی بلکہ جس طرح لگے اس کے حال پر رہنے دینا چاہیے ورنہ تکلف ہوگا۔

پس اس بیان کے بعد یہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ قراء میں سے جنہوں نے داڑھوں کی جڑ کی قید نہیں لگائی اور جنہوں نے لگائی ہے دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ اب جبکہ ضاد کے مخرج کی حالت معلوم ہو چکی تو اس کی ادا کا طریقہ معلوم کرنا چاہیے پس وہ اس طور پر ادا ہوتا ہے کہ حافہ کو اوپر کے مضمون کے مطابق داڑھ سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت اطباق ادا کرنے کے لئے تالو سے لگائیں اس طرح کہ تالو ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو دال اور ظاء کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس جب قاعدہ کے موافق زبان لگ چکے تو آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ آواز سامنے سے نہ پیدا ہو بلکہ ٹھیک اور پورے مخرج سے نکلے اس طرح پر کہ اگر جبڑوں کو سمیٹ کر ہاتھ منہ کے قریب داہنی جانب یا بائیں جانب جدھر سے نکالنا ہو لگائیں۔ تو آواز کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ہاتھوں کو محسوس ہو اور وہ ہوا بھی سامنے سے نہ نکلے بلکہ اسی جانب سے جدھر سے صوت نکلی ہے ہاتھوں کو محسوس ہونا چاہیے۔ کوئی یہ نہ

سمجھے کہ جبڑوں کے سمیٹنے کو اس کی ادا میں کوئی دخل ہے۔نہیں! بلکہ یہ صحت ادا کے معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے کیونکہ جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پر لگنا کارآمد نہیں اور یہیں پر ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو کہ برابر منہ کو ٹیڑھا کر کے ضاد کو ادا کرتے ہیں۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ جبڑے جب اوپر کو سمٹے ہوئے ہوں گے تو خفیف سی صوت وہوا اس جانب سے صاف معلوم ہوگی۔ اور جب منہ کو درست کر کے ادا کریں گے تو جبڑوں سے ٹکرا کر سامنے ایک جانب نکلتی ہوئی معلوم ہوگی یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ ضاد کا دونوں جانب سے ایک ساتھ نکالنا کیوں دشوار ہے۔ کیونکہ دونوں طرف مخرج پر ایک ساتھ زبان کا لگ جانا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ پس اس کی وجہ یہی ہے کہ ضاد کا اس طرح پُر ادا کرنا کہ دونوں جانب سے صوت وہوا پیدا ہو اور اگر دونوں جانب ہاتھ لگائیں تو ایک ساتھ دونوں طرف صوت کے ساتھ خفیف ہوا محسوس ہو۔نہایت ہی مشکل ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اس کی صوت کیسے پیدا ہونی چاہیے دال مفخم جیسی بالکل سخت کہ آواز جاری نہ رہ سکے۔ یا ظاء جیسی نرم پس یہ دونوں درست نہیں۔ اس کی آواز نہ دال مفخم جیسی سخت ہے نہ ظاء جیسی نرم ہے۔ بلکہ اگر اس کو صحیح مخرج معہ صفت استطالت وغیرہ سے ادا کیا جائے گا تو اس کی آواز میں کچھ ظاء سے مشابہت ہوگی اور اس مُشابہت کا صحیح احساس ان لوگوں کو نہیں ہوسکتا جو خود ظاء کو غلط زائے مفخم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ پہلے مشبہ بہ کا درست اور صحیح ہونا بھی ضروری ہے۔ نیز ضاد میں اطباق بہ نسبت ظاء کے قوی ہے اور ضاد میں اطباق جتنا قوی ہوگا اسی قدر اس میں نرمی کم ہوگی۔

پس ضاد میں بالکل ظاء جیسی نرم آواز پُر ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔علیٰ ہذا دال مفخم بھی سراسر غلط ہے کہ اس میں رخاوت بالکل نہیں بلکہ یہ حروف شدیدہ میں سے ہے جن کے ادا کرتے وقت آواز بند ہو جاتی ہے اور ضاد حرف رخوہ میں سے ہے جن کے ادا کرتے وقت آواز جاری رہتی ہے اور دال مفخم بہ نسبت مشابہ ظاء، یہ بالکل ہی غلط ہے جیسا کہ ہمارے ہندوستان میں مروج ہے اور بعض جگہ معنی بدل جانے کے باعث نماز کے نہ ہونے کا خوف ہے لہٰذا کسی ماہر مشاق قاری سے اس کو سیکھنے کی کوشش کرے۔

فوائد مکیہ : آٹھواں مخرج طرف لسان اور دانتوں کی جڑ اس سے ''لام نون راء'' نکلتے ہیں۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے مخارج کے بیان میں فراءؒ کا مذہب اختیار کیا ہے اور فراء کے نزدیک لام نون اور راء کا مخرج ایک ہی ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے حرز الامانی میں سیبویہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔ مگر سیبویہ کا مذہب بیان کرنے کے بعد ان حضرات کے بھی مذہب کا تذکرہ کیا ہے جن کے نزدیک لام نون راء کا مخرج ایک ہے

وَمِنْ طَرَفٍ هُنَّ الثَّلَاثُ لِقُطْرُبٍ
وَيَحْيٰى مَعَ الْجَرْمِيِّ مَعْنَاهُ قُوِّلَا

ترجمہ: ''مگر قطرب کی رائے میں یہ تینوں حروف لام نون راء طرف لسان سے ادا ہوتے ہیں اور یحییٰ یعنی فراء اور ابو عمر صالح بن اسحاق جرمی کی طرف بھی یہی مطلب منسوب کیا گیا ہے۔

حضرت مصنفؒ نے ''طرف لسان اور دانتوں کی جڑ'' بڑے جامع الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ تینوں حروف میں طرف لسان کو دخل ہے نیز فرمایا ''دانتوں کی جڑ'' تو لام کے مخرج میں تو ثنایا۔ رباعی انیاب اور ضاحک مراد ہیں اور نون کے مخرج میں ضاحک کو دخل نہیں ہے۔ ثنایا رباعی اور انیاب نون کے مخرج میں مراد ہیں۔ اور راء کے مخرج میں ثنایا اور رباعی مراد ہیں اور پشت زبان کو دخل ہے۔ جیسا کہ علامہ جزریؒ نے فرمایا ہے: وَالرَّا يُدَانِيهِ لِظَهْرٍ اَدْخَلُ۔ ''یعنی اور راء اس نون کے قریب قریب ہے اور اس میں پشت زبان کو دخل ہے۔''

یہاں شہرت کی بناء پر پشت زبان کا ذکر نہیں فرمایا۔ چونکہ حضرت مصنفؒ نے تینوں حروف لام نون اور راء کا مخرج ایک بیان کیا ہے اور لام اور نون کے مخارج میں پشت زبان کو دخل نہیں ہے اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے اسے بیان نہیں کیا۔

ان تینوں حروف کو باعتبار مخرج طرفیہ۔ ذلقیہ کہتے ہیں اور یہاں بھی حضرت مصنفؒ نے حروف کے نام شہرت کی بناء پر بیان نہیں کئے ہیں۔

کیا ''طرف لسان'' میں لام نون راء تینوں حروف داخل ہیں؟

حضرت مصنفؒ نے یہاں لام۔ نون اور راء تینوں کے لیے طرف لسان اور دانتوں کی جڑ کا مخرج بتلایا ہے۔ نون اور راء کے مخرج میں تو ''طرف لسان'' سمجھ میں آتا ہے مگر کیا لام کا مخرج بھی طرف لسان ہے۔

(۱) نہایۃ القول المفید ص ۳۳ پر ہے کہ بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ لام کا اخراج بیک وقت دونوں طرف کے کنارہائے زبان (مع راس لسان) اور اوپر کی ضاحکین۔ نابین۔ رباعیتین اور ثنایا علیا کے مسوڑوں سے نکالنا آسان ہے۔ اسی وجہ سے لام کے مخرج کو تمام مخارج میں وسیع ترین مخرج کہا گیا ہے یہ تینوں حروف یعنی لام نون اور راء ذلقیہ اور ذولقیہ کہلاتے ہیں المنجد اور قاموس میں ہے ذَلَقُ اللِّسَانِ طَرَفُهٗ اور وَالذَّوْلَقُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَدُّهٗ اور یہی حضرت ملا علی قاریؒ نے بھی تحریر فرمایا ہے کیونکہ ذلق کے معنی طرف اور دھار کے ہیں۔ اور یہ تینوں حروف بھی زبان کی طرف راس زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از الجواہر النقیہ)

(۲) ایک جواب اس کا یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ لام کے مخرج میں ضواحک کو تو دخل ہے مگر حضرت مصنفؒ نے للاکثر حکم

الکل کے قاعدہ کے تحت ادنیٰ حافہ اور ضواحک کا تذکرہ نہیں فرمایا ہے۔

(۳) ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فراءؒ کے نزدیک لام کے مخرج میں ضواحک کو دخل نہ ہو۔

(۴) حضرت قاری ابن ضیاء محب الدین احمدؒ ''تتمۃ الاقوال من البیان تحفۃ الاطفال'' میں ضاد اور لام کا مخرج اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَلِلضَّادِ الْاَضْرَاسُ مِنْ حَافَّتِہٖ
وَ اللَّامَ خُذْ مِنْ اَطْرَافِ اللِّسَانِ

جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ حضرت مصنف کے نزدیک لام نون راء کا مخرج ایک ہے ہم طلباء کی سہولت کے لیے ان حضرات کا بھی تذکرہ کرتے ہیں جن کے نزدیک لام نون راء کا مخرج الگ الگ ہے۔

علامہ جزریؒ کے نزدیک لام نون راء کا مخرج علیحدہ علیحدہ ہے انہوں نے ان مخارج کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَاللَّامُ اَدْنَاھَا لِمُنْتَھَاھَا
وَالنُّوْنُ مِنْ طَرَفِہٖ تَحْتُ اجْعَلُوْا
وَالرَّا یُدَانِیْہِ لِظَھْرٍ اَدْخَلُ

ترجمہ: اور لام ادا ہوتا ہے ادنائے حافہ سے منتھائے زبان تک۔ اور نون زبان کے کنارہ سے لام کے مخرج سے ذرا نیچے سے ادا کرو اور راء مخرج میں نون ہی کے قریب قریب ہے البتہ پشت کو زیادہ دخل ہے۔

اور اسی طرح علامہ شاطبیؒ کے نزدیک بھی لام۔ نون۔ راء کے مخرج علیحدہ علیحدہ ہیں اور انھوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

وَ حَرْفٌ بِاَدْنَاھَا اِلٰی مُنْتَھَاہُ قَدْ
یَلِیْ الْحَنَکَ الْاَعْلٰی وَ دُوْنَہٗ ذُوْوِلَا

ترجمہ: اور ایک حرف لام کا مخرج ادنیٰ حافہ سے منتہائے لسان تک ہے۔ اور یہ اوپر کے تالو سے قریب ہوتا ہے۔ اور ایک حرف نون اس اوپر والے حرف سے ذرا کم مگر اس سے قریب قریب ہے۔

وَحَرْفٌ یُدَانِیْہِ اِلَی الظَّھْرِ مَدْخَلٌ

وَكَمْ حَاذِقٍ مَعْ سِيْبَوَيْهِ بِهِ اجْتَلٰى

ترجمہ: اور ایک راء اس گزشتہ سے ذرا قریب قریب ہے جس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے اور کتنے ماہرین ہوئے ہیں جو سیبویہ کے ساتھ متفق ہو کر اسی بیان کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔

فوائد مکیہ : نواں مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ سے "طاء دال تاء" نکلتے ہیں۔

شرح : یہاں حضرت مصنف نے ط۔ د۔ ت کا مخرج بیان کیا ہے

علامہ شاطبیؒ نے ط۔د۔ت کا مخرج اس طرح بیان کیا ہے۔

وَمِنْهُ وَمِنْ عُلْيَا الثَّنَايَا ثَلَاثَةٌ

ترجمہ: "اور طرف لسان اور ثنایا علیا سے تین حروف ادا ہوتے ہیں۔"

علامہ جزری نے ان حروف کا مخرج اس طرح بیان کیا ہے۔

وَالطَّاءُ وَالدَّالُ وَتَا مِنْهُ وَمِنْ
عُلْيَا الثَّنَايَا -----

ترجمہ: "اور طاء اور دال اور تاء طرف لسان اور ثنایا علیا کی جڑ سے نکلتے ہیں۔"

ان حروف کو حروف نطعیہ کہتے ہیں نِطْعِيَّه طاء کے سکون اور طاء کے فتحہ دونوں طرح صحیح ہے۔ نِطَعٌ بکسر نون اور فتح الطاء تالو کی سلوٹوں یا شکنوں کو کہتے ہیں اور بعض نے اس کا معنیٰ گڑھا بھی کیا ہے بہرحال اول الذکر صحیح ہے اردو میں اس کا ہم معنیٰ کوئی لفظ نہیں ہے۔ قرب کی وجہ سے ان حروف کو نِطَعِيَّه کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ محققین کے نزدیک تمام حروف کے مخرج الگ الگ ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ قرب کی وجہ سے دو دو تین تین حروف کو ایک ایک مخرج میں بیان کیا گیا ہے اس وجہ سے ان تینوں حروف کو بھی ایک مخرج میں بیان کیا گیا ہے۔

فوائد مکیہ : دسواں مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے "ظاء۔ ذال اور ثاء" نکلتے ہیں۔

شرح : اس سے مراد یہ ہے کہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے سے یہ تین حروف نکلتے ہیں علامہ شاطبیؒ نے ان کا مخرج اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمِنْــــهُ وَمِــنْ اَطْــرَافِهَـــا مِثْلُهَــا انْجَلا

ترجمہ: ''اور طرف لسان اور اطراف ثنایا علیا سے گزشتہ حرفوں کی طرح تین حروف یعنی ظاء ذال اور ثاء ظاہر ہوئے ہیں۔''

علامہ جزری نے ان حروف کا مخرج اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَالظَّــــاءُ وَالــذَّالُ وَثَـــا لِلْــعُلْيَـــا

ترجمہ: ''اور ظاء اور ذال اور ثاء ثنایا علیا کے لئے ہیں۔''

ان تینوں حرفوں کو باعتبار مخرج لِثَوِيَّه بکسر لام اور فتح الثاء کہتے ہیں۔ لِثَة مسوڑھوں کو کہتے ہیں اور یہ نام قرب کی وجہ سے ان حروف کو دیا گیا ہے۔

فوائد مکیہ : گیارھواں مخرج نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے اس سے ''صاد زاء اور سین'' نکلتے ہیں۔

شرح : نیچے والے دانتوں میں سے صرف ثنایا سفلی کا تعلق ان تین حروف کے مخرج کے ساتھ ہے یعنی صاد۔ زاء اور سین کے مخرج میں ثنایا سفلی کو بھی دخل ہے اور کسی مخرج میں نیچے والے دانتوں اور داڑھوں کو دخل نہیں ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے اس مخرج کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

وَمِنْــــهُ وَمِــنْ بَيْــنِ الثَّــنَـــا يَـــا ثَـلٰثَةٌ

ترجمہ: ''اور طرف لسان اور ثنایا علیا کے درمیان سے تین حروف یعنی صاد۔ زاء اور سین ادا ہوتے ہیں۔''

علامہ جزریؒ نے ان حروف کے مخرج کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

------ وَالصَّــفِيْرُ مُسْتَكِنْ

مِنْــــهُ وَمِنْ فَوْقِ الثَّنَـا يَـا السُّفْلٰى

ترجمہ: ''اور حروف صفیر صاد۔ زاء اور سین قرار پکڑنے والے ہیں اس طرف لسان سے اور ثنایا سفلی کے اوپر سے۔''

اس مخرج کے بیان میں علامہ شاطبیؒ نے ثنایا سفلی کا ذکر نہیں فرمایا اور صرف ثنایا علیا کا ذکر کیا ہے جبکہ علامہ جزریؒ نے ثنایا

سفلی کا ذکر فرمایا ہے اور ثنایا علیا کا ذکر نہیں کیا۔ دراصل جو چیز کسی مصنف کے نزدیک زیادہ شہرت کی حامل ہوتی ہے وہ اس کو ذکر نہیں کرتا اسی لئے علامہ شاطبیؒ نے ثنایا سفلیٰ کا تذکرہ نہیں کیا اور علامہ جزریؒ نے ثنایا علیا کا تذکرہ نہیں کیا۔

مگر صاحب فوائد مکیہؒ نے ان دونوں کو ذکر کیا ہے یعنی ثنایا علیا اور ثنایا سفلیٰ اور ان دونوں کے اتصال ہی سے صفت صفیر صحیح ادا ہوتی ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے نامور شاگرد حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ "تسہیل الفرقان میں تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ قید یعنی ثنایا علیا دیگر کتب معتبرہ مثلاً المقدمۃ الجزریہ وغیرہ میں نہیں ہے ابتدأ سیدی ومولائی اور استاذی حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی نور اللہ مرقدہ نے فوائد مکیہ میں بڑھائی اور حق یہ ہے کہ اس قید کے بڑھانے کی ضرورت بھی تھی کیونکہ اگر ان حروف کے ادا کرتے وقت اوپر نیچے کے دانت ملے نہ ہوں تو صفت صفیر ناقص ادا ہوگی۔

بعض لوگ اس قید سے بڑا دھوکہ کھاتے ہیں کیونکہ غلطی سے وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اتصال ثنایا علیا کا زبان کے سرے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ثنایا علیا کے اتصال کا تعلق ثنایا سفلیٰ کے ساتھ حروف صفیر ادا کرتے وقت اوپر نیچے کے دانتوں کو ملا لیا جائے۔ مگر بالکل کناروں سے کنارے ملانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں تکلف ہے بلکہ طبعاً جس طرح منہ بند ہونے کی حالت میں دانت اوپر نیچے کے آپس میں ملے ہوئے ہیں ویسا ہی ملانا چاہیے۔ پھر زبان کی نوک کو صرف نیچے کے دانتوں کے کنارہ پر لگانا چاہیے۔ اس طرح کہ اوپر کے دانتوں سے جدا رہے کیونکہ اگر زبان کی نوک اوپر کے دانتوں کے ساتھ لگ جائے گی تو پھر صفت صفیر ادا نہیں ہوگی۔''

ان حروف کو باعتبار صفت حروف صفیریہ کہتے ہیں اور باعتبار مخرج حروف اسلیہ کہتے ہیں۔ اَسَلِیَّۃ کا معنی زبان کی نوک ہے۔ (المنجد)

فوائد مکیہ : بارھواں مخرج نیچے کے لب اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے فاء نکلتا ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں فاء کا مخرج بیان فرمایا ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے فاء کے مخرج کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَحَرْفٌ مِنْ اَطْرَافِ الثَّنَایَا هِيَ الْعُلَا
وَمِنْ بَاطِنِ السُّفْلٰى مِنَ الشَّفَتَيْنِ قُلْ

ترجمہ: ''اور ایک حرف ایسا بھی ہے جو ثنایا - مراد علیا - کے اطراف سے ہے اور کھو ایک حرف دونوں ہونٹوں میں سے نیچے والے ہونٹ کے باطن سے ادا ہوتا ہے۔''

علامہ جزریؒ نے فاء کا مخرج اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

-------وَمِنْ بَطْنِ الشَّفَهْ

فَالْفَا مَعَ اطْرَافِ الثَّنَايَا الْمُشْرِفَهْ

ترجمہ: ''اور نچلے ہونٹ کے شکم سے پس فاء ادا ہوتی ہے کناروں کے ساتھ ثنایا علیا کے۔''

اس حرف کو باعتبار مخرج شفویہ کہتے ہیں۔

فوائد مکیہ : تیرہواں مخرج دونوں لب اس سے باء میم اور واؤ نکلتے ہیں۔

شرح : تینوں حروف کا ایک مخرج تو بیان کیا گیا مگر اس میں تفصیل ہے کہ باء دونوں ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اور اسی وجہ سے اسے بحری کہتے ہیں اور میم دونوں ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے اور اسے بری کہا جاتا ہے۔ جبکہ واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتی ہے۔

حضرت مصنفؒ نے واؤ کے ساتھ متحرک مدہ اور لین کی قید نہیں لگائی چونکہ حضرت مصنفؒ کے نزدیک جوف دھن کا مخرج ہی نہیں ہے لہٰذا واؤ مدہ، لین اور متحرک تینوں حالتوں میں شفتان سے ہی نکلتی ہے۔ ان تینوں حروف کو باعتبار مخرج شفویہ کہتے ہیں کیونکہ عربی میں ہونٹوں کو شفتان کہا جاتا ہے لہٰذا یہ نام اس وجہ سے ہوا۔

علامہ جزریؒ نے ان حروف کے مخرج کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

لِلشَّفَتَيْنِ الْوَاوُ بَآءٌ مِيْمُ

ترجمہ: ''دونوں ہونٹوں کے لئے واؤ - باء اور میم ہیں۔''

یہاں واؤ سے مراد لین اور متحرک ہے۔ کیونکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک جوف دھن ایک مستقل مخرج ہے جیسا کہ انہوں نے باب مخارج الحروف کے آغاز میں بتایا بھی ہے ؎

فَالِفُ الْجَوْفِ وَاُخْتَاهَا وَهِيَ

حُرُوْفُ مَدٍّ لِلْهَوَاءِ تَنْتَهِيْ

ترجمہ: ''پس الف اور اس کے دو ساتھی (یعنی واؤ مدہ اور یائے مدہ) مخرج ان کا جوف دھن ہے اور یہ حروف مدہ ہیں جو ہوا پر ختم ہوتے ہیں۔

ہاں علامہ شاطبیؒ نے صاحب فوائد مکیہؒ کی طرح ان کا مخرج ایک ہی بیان فرمایا ہے ۔

وَلِلشَّفَتَيْنِ اجْعَلْ ثَلَاثًا لِتَعْدِلَا

ترجمہ: ''اور دونوں ہونٹوں کے لئے مقرر کرو تین حرفوں یعنی واؤ۔ باء اور میم کو تا کہ تم باانصاف ہو جاؤ۔''

فوائد مکیه : چودھواں مخرج خیشوم اس سے غنہ نکلتا ہے۔ مراد اس سے نون مخفی و مدغم بادغام ناقص ہے۔

شرح : خیشوم ناک کے بانسے کو کہتے ہیں اور اس سے غنہ ادا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے بیان فرمایا۔

علامہ جزریؒ غنہ کے مخرج کو اسطرح بیان فرماتے ہیں ۔

وَغُنَّةٌ مَّخْرَجُهَا الْخَيْشُومُ

ترجمہ: ''اور جو غنہ ہے اس کا مخرج خیشوم ہے۔''

جبکہ علامہ شاطبیؒ غنہ کا مخرج اور اس سے ادا ہونے والے حروف بہت وضاحت سے بیان فرما رہے ہیں ۔

وَغُنَّةُ تَنْوِيْنٍ وَنُوْنٍ وَمِيْمٍ اِنْ
سَكَنَّ وَلَا اِظْهَارَ فِي الْاَنْفِ يُجْتَلٰى

ترجمہ: ''اور تنوین اور نون اور میم اگر ساکن ہوں اور ان میں اظہار نہ ہو تو ان کے غنہ کا مخرج ناک میں دیکھا جاتا ہے۔''

غنہ ایک آواز کا نام ہے جو صفت لازمہ ہے نون اور میم کی جو ان دونوں حرفوں میں ہر حال میں پائی جاتی ہے خواہ وہ معمولی ہو جیسے نون میم مظہرہ اور متحرکہ میں ہوتی ہے۔ خواہ وہ ایک الف کے برابر ہو جو نون میم مشددہ میں اور نون میم مخفاۃ میں پائی جاتی ہے اور جب نون کا واؤ اور یاء میں ادغام ناقص ہوتا ہے تو اس وقت یہ صفت غنہ پائی جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ غنہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) غنہ آنی (۲) غنہ زمانی

(۱)غنہ آنی

غنہ آنی اس غنہ کو کہتے ہیں جو خود بخود نون اور میم میں بغیر قصد کے ادا ہو جائے اور یہ نون میم مظہرہ میں اور نون میم متحرک میں پایا جاتا ہے اور یہ صفت لازمہ ہے۔

(۲)غنہ زمانی

غنہ زمانی اس غنہ کو کہتے ہیں کہ جس میں قصد کر کے ایک الف کے برابر غنہ خیشوم سے ادا کیا جائے اور یہ نون میم مشدد اور نون میم مخفاۃ اور مدغم بادغام ناقص میں پایا جاتا ہے۔ پھر غنہ زمانی کی بھی دو اقسام ہیں۔

(۱)غنہ بطور ذات (۲)غنہ بطور صفات

(۱)غنہ بطور ذات

وہ غنہ جو کہ نون میم مخفاۃ میں بطور ذات کے ہوتا ہے۔

(۲) غنہ بطور صفات

وہ غنہ جو نون میم مشدد اور مدغم بادغام ناقص میں بطور صفات کے ہوتا ہے۔

حضرت مصنف کا فرمانا ''نون مُخفٰی'' بضم المیم وفتح الفاء ہے اور اس سے مراد نون میم اخفاء والے مراد ہیں۔

اور حضرت مصنفؒ کا فرمانا کہ ''مدغم بادغام ناقص ہے'' یعنی ایسا مدغم کہ جس کا مدغم فیہ میں ادغام ناقص کیا جائے۔ اور اس کی مثال جیسے طاء کا ادغام تاء میں ناقص ہوتا ہے جیسے بَسَطْتَّ یا قاف کا ادغام کاف میں ناقص بھی ہوتا ہے جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ۔

مگر ان میں غنہ نہیں ہے لہٰذا اس سے مراد یہ حروف نہیں بلکہ نون ساکن وتنوین کے بعد جب واؤ اور یاء آئیں تو ان کا ادغام ناقص مراد ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غنہ تو اور بھی حالتوں میں پایا جاتا ہے۔ (جیسا کہ ہم اوپر بیان کر کے آئے ہیں) پھر یہاں ان دو حالتوں کو خاص طور پر حضرت مصنفؒ نے کیوں بیان فرمایا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نون متحرک اور نون مظہرہ میں جو غنہ ہوتا ہے وہ غنہ آنی ہے جو محض ایک صفت ہے اور دوسری صفات کی طرح حرف کی ذات کے ہمراہ ہی ادا ہوتا ہے پس اِنَّ — لَمَّا اور ایسے ہی اَمْ بِهٖ اور مِنْۢ بَعْدِ وغیرہ میں غنہ اگر چہ ہے تو زمانی، لیکن اس کے ادا ہوتے وقت بھی چونکہ آواز کا اعتماد زیادہ تر ذات کے مخرج پر ہی ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی حرف کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ البتہ مِنْكُمْ وغیرہ میں بعض محققین کے نزدیک حرف کی ذات بالکل ہی غائب ہو جاتی ہے اور صرف غنہ

ہی باقی رہ جاتا ہے اور اس حالت میں خود یہ غنہ ہی بمنزلہ ذات کے ہوتا ہے اس لئے اس حالت میں اہل فن ذات یعنی نون مخفاۃ پر صفت یعنی غنہ کا اطلاق کردیتے ہیں۔ اور گو مَنْ يَّشَآءُ اور مِنْ وَّلِيٍّ وغیرہ میں بھی ذات کے مخرج پر اعتماد ہوتا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اَمْ بِهٖ اور مِنْ بَعْدِ وغیرہ کے اس میں بھی خیشوم کا دخل زیادہ ہوتا ہے اس لئے نون مدغم بالغنہ کو بھی نون مخفات کے ساتھ شامل کردیتے ہیں۔

غنہ کے بارے میں ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال: دوسری صفات کی طرح غنہ بھی ایک صفت ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے لیے تو مخرج بیان کیا گیا ہے اور دوسری صفات کے لئے مخرج بیان نہیں کیا گیا پس مناسب یہ تھا کہ اور صفات کی طرح غنہ کے لئے بھی مخرج معین نہ کرتے اور اگر اس کے لئے مخرج بتایا ہے تو دوسری صفات کے لئے بھی مخرج بتانا چاہیے تھا۔ غنہ اور باقی صفات میں کیا فرق ہے؟

جواب: غنہ کو مخارج میں اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ غنہ کا مخرج اور اس کے حروف کا مخرج علیحدہ علیحدہ ہے۔ یعنی غنہ خیشوم سے ادا ہوتا ہے اور اس کے حروف نون طرف لسان سے اور میم شفتان سے ادا ہوتی ہے باقی حروف کے جو مخارج ہیں وہی ان صفات کے مخارج بھی ہیں جو ان حروف میں پائی جاتی ہیں۔

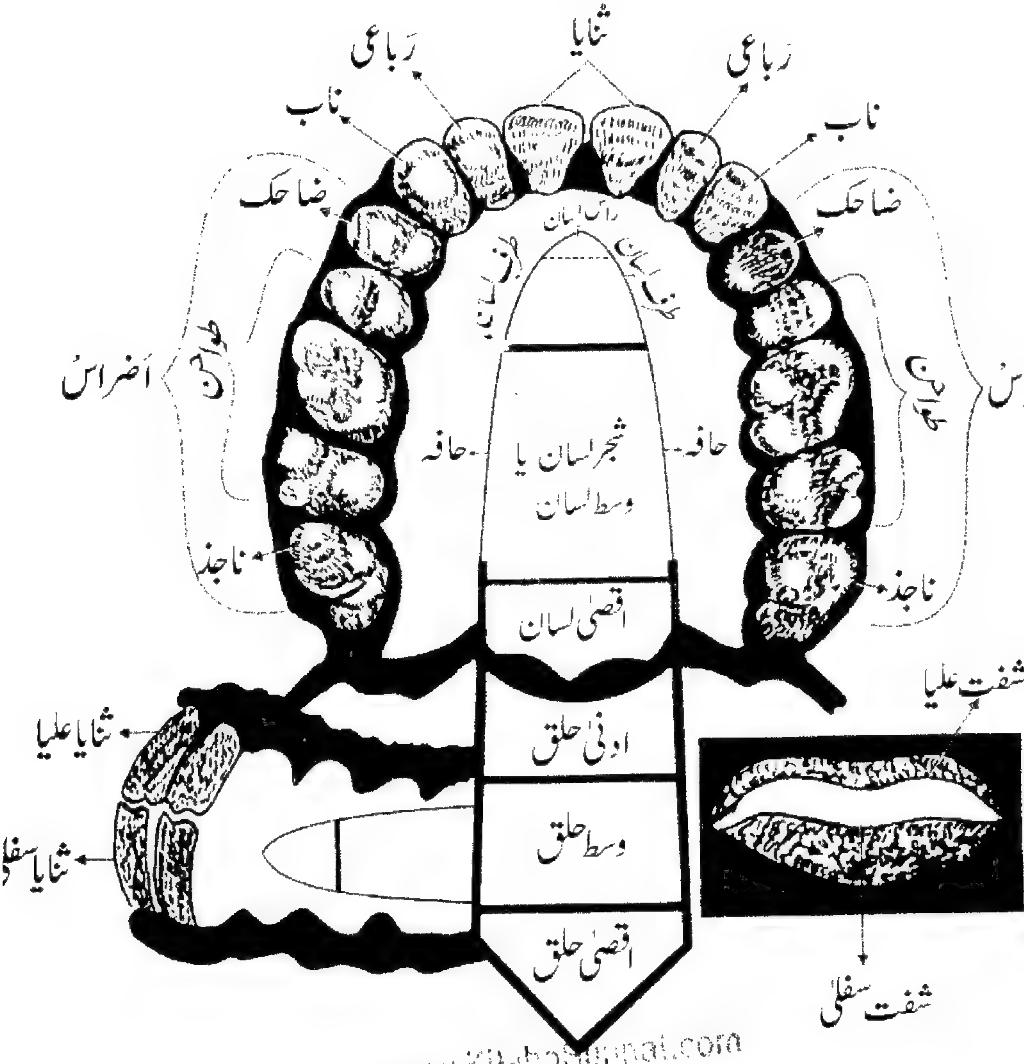
نون۔ میم کا مخرج اور صفت غنہ کا مخرج الگ ہونے کی وجہ سے غنہ کا مخرج بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ اخفاء کی حالت میں اعتماد قوی خیشوم پر ہوتا ہے اور اعتماد ضعیف مخرج پر ہوتا ہے اور نون۔ میم مشدد میں حروف اپنے اپنے مخرج سے ادا ہوتے ہیں اور غنہ خیشوم سے ادا ہوتا ہے۔ اور مدغم بادغام ناقص میں نون مدغم فیہ کے مخرج سے ادا ہوتا ہے اور صفت غنہ خیشوم سے ادا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

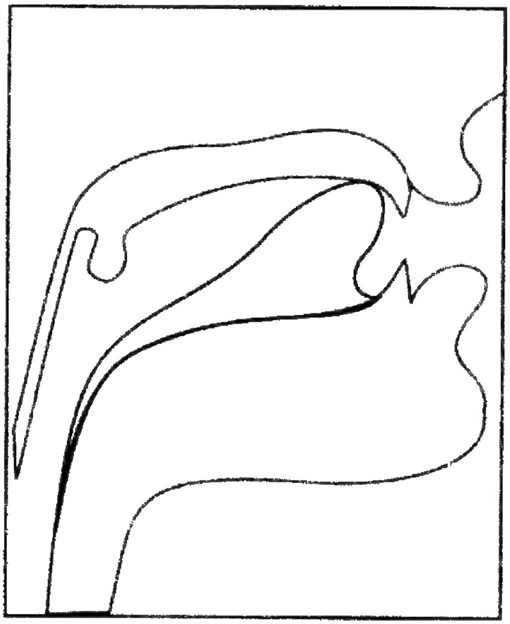
غنہ کی بابت یہ کچھ اشکالات کے مختصر جوابات نقل کئے گئے ہیں۔ غنہ کے متعلق حضرت مصنف علیہ الرحمہؒ کا اپنا حاشیہ بھی فوائد مکیہ میں موجود ہے جس کو ہم اب نقل کرتے ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا غنہ سے متعلق تحریر شدہ مضمون

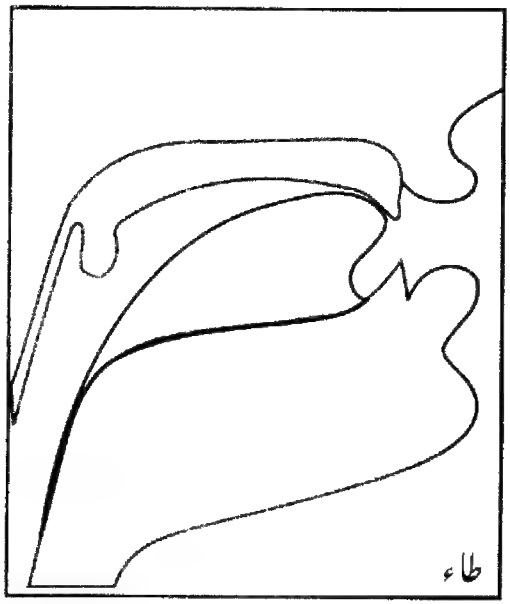
غنہ صوت خیشومی کا نام ہے اور یہ سب حرفوں میں ممکن الاداء ہے مگر نون و میم میں صفت لازمہ کے طور سے ہے اور جب یہ دونوں حروف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں تو اس وقت یہ صفت علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اس صفت کے نون و میم بالکل ادا ہی نہ ہوں گے یا نہایت ناقص ادا ہوں گے لہٰذا اقراء نے لکھا ہے کہ نون و میم کا مخرج ان حالتوں میں خیشوم ہے۔ اب کئی اعتراض ہوتے ہیں۔

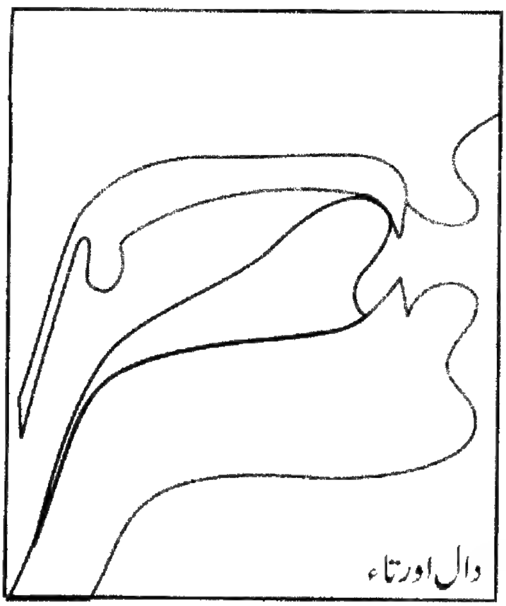
دانتوں کا نقشہ



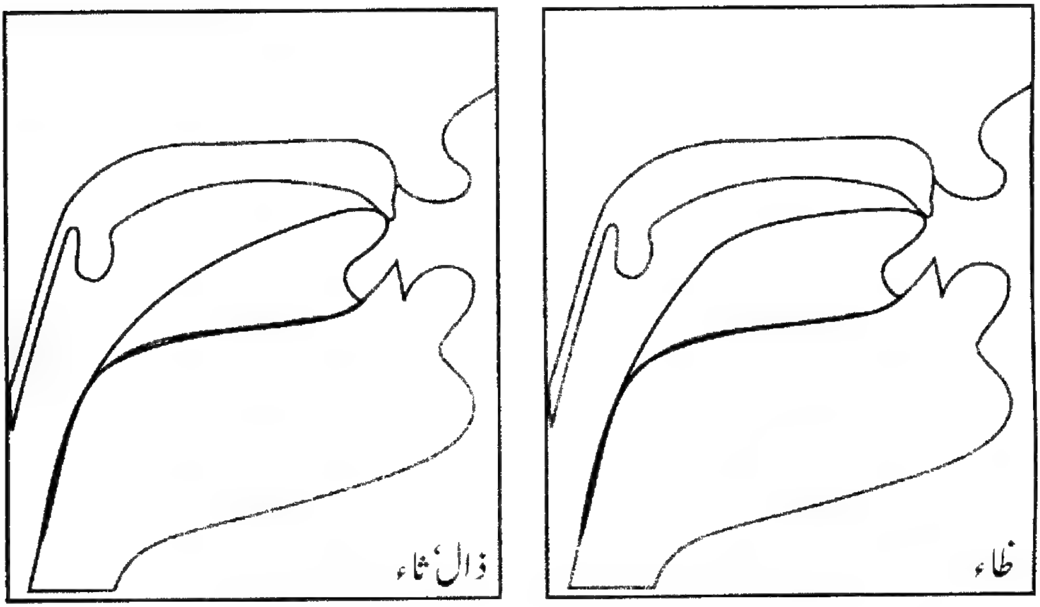


طرفِ لسان مع پشت زبان اور ثنایا رباعی کے مسوڑھے اس سے را نکلتی ہے۔

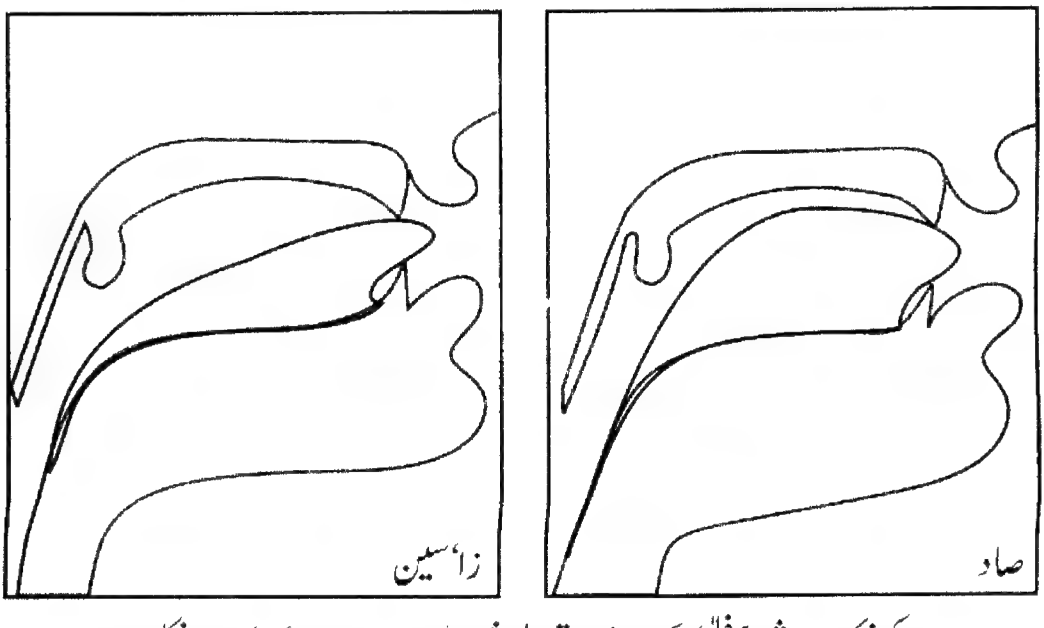




زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ اس سے طاء' دال اور تاء نکلتے ہیں۔

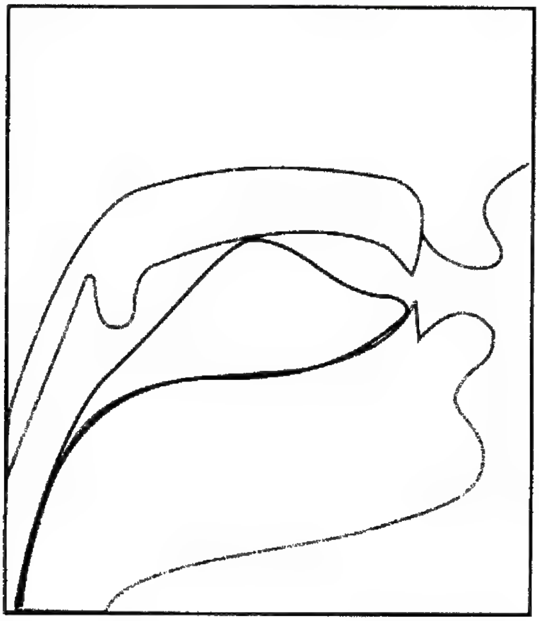


زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا کنارا، اس سے ظاء ذال، ثاء نکلتے ہیں۔

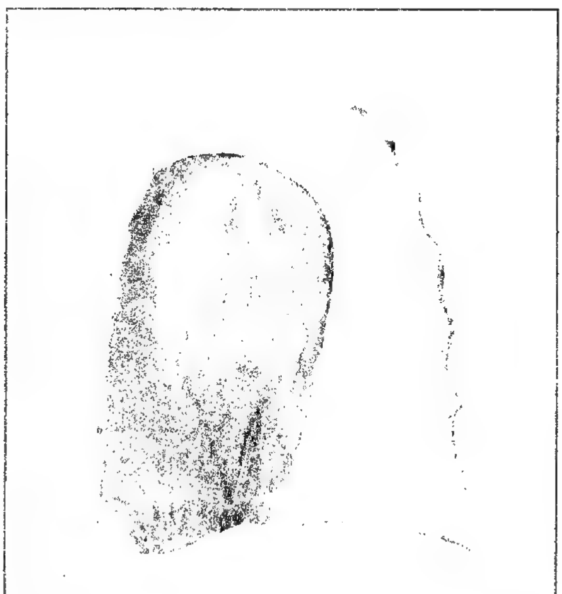


زبان کی نوک اور ثنایا سفلیٰ کا کنارا مع اتصال ثنایا علیا اس سے صاد، زا، سین نکلتے ہیں۔

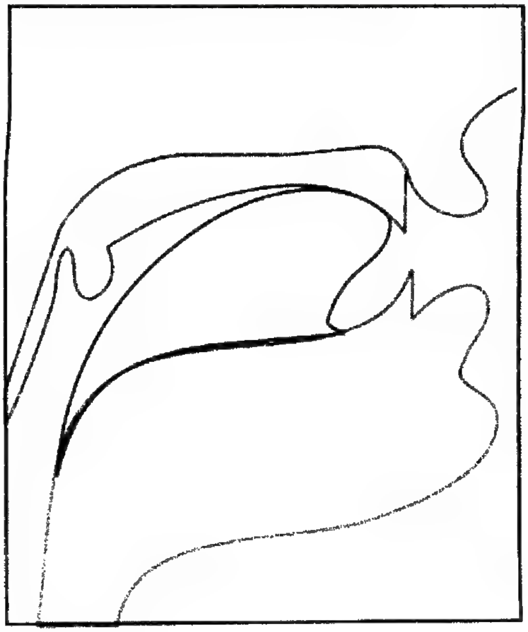
نوٹ: طاء۔ ظاء اور صاد میں زبان کو جو موٹا دکھایا گیا ہے اس سے ان حروف کی تفخیم ظاہر کی گئی ہے۔



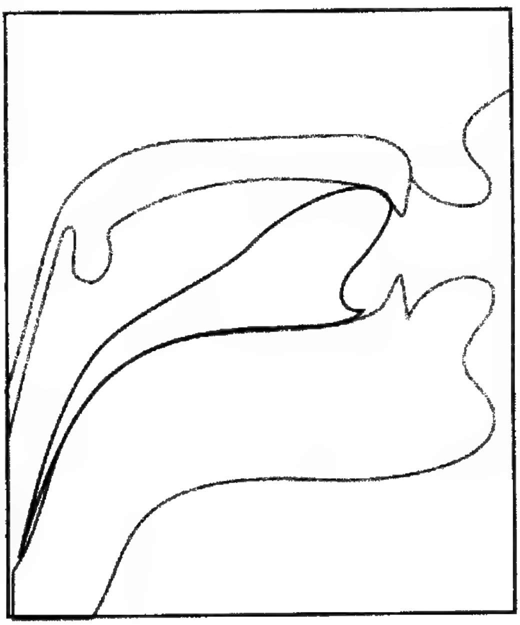
زبان کا بیچ اور سامنے والا تالو اس سے جیم، شین، یاء متحرک اور یاء لین نکلتے ہیں۔



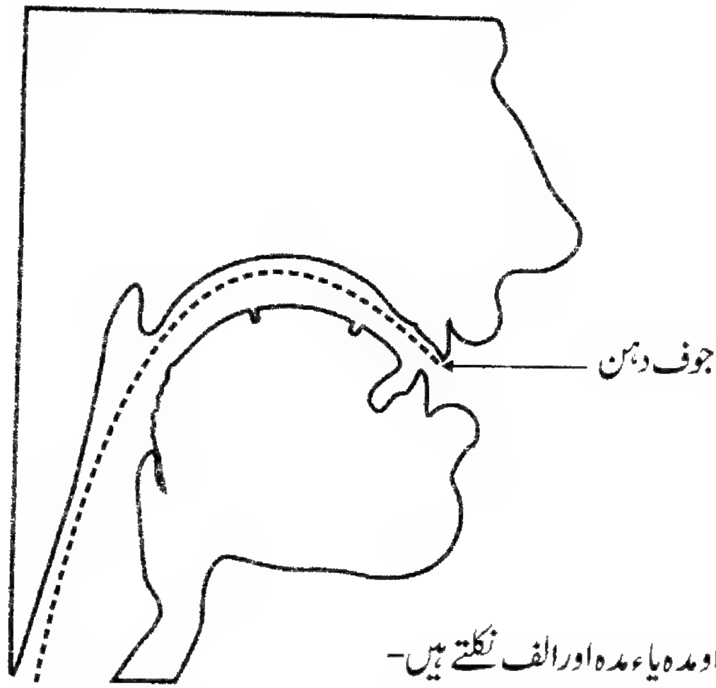
زبان کا حافہ اور اُوپر والی پانچ داڑھیں اس سے ض نکلتا ہے۔



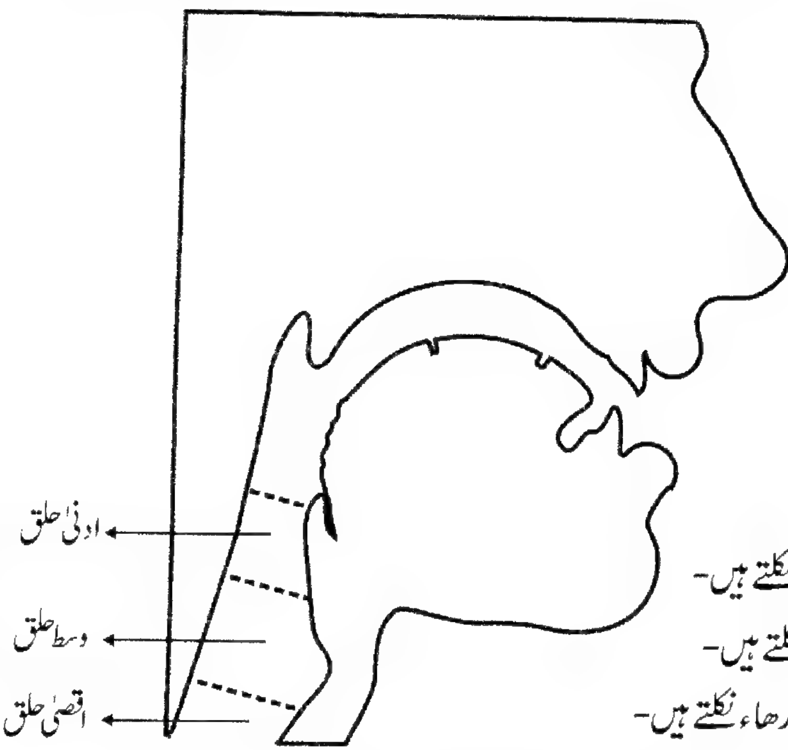
ادنیٰ حافہ مع طرفِ لسان ثنایا۔ رباعی ناب اور ضاحک کے مسوڑھے اس سے لام نکلتا ہے۔



طرفِ لسان ثنایا۔ رباعی اور ناب کے مسوڑھے اس سے نون نکلتا ہے۔



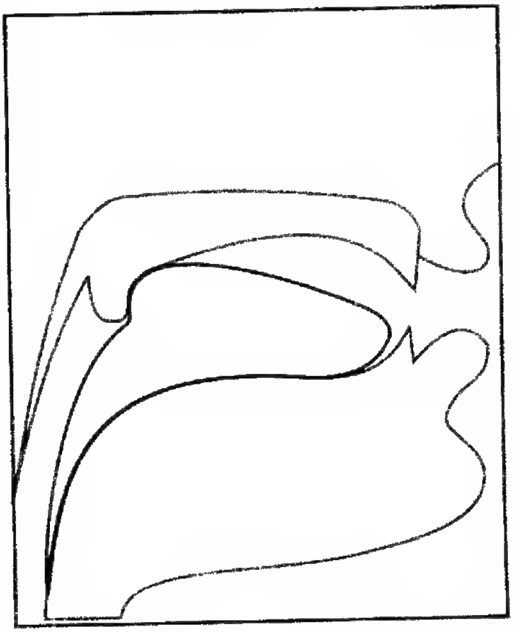
اس سے واو مدہ یاء مدہ اور الف نکلتے ہیں۔



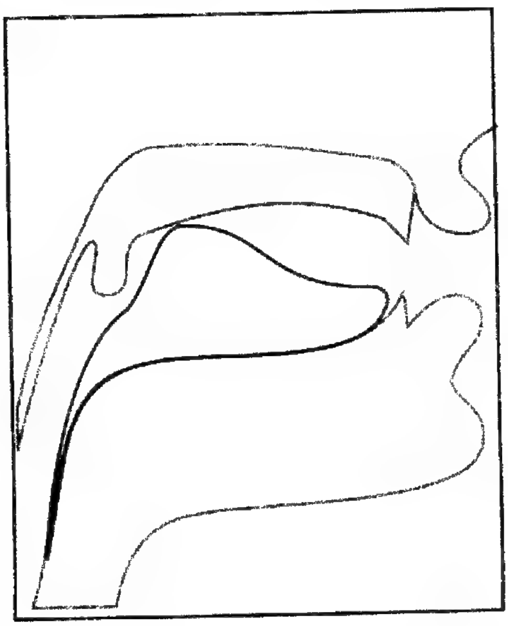
ادنیٰ حلق اس سے غ، خ نکلتے ہیں۔

وسط حلق اس سے ع، ح نکلتے ہیں۔

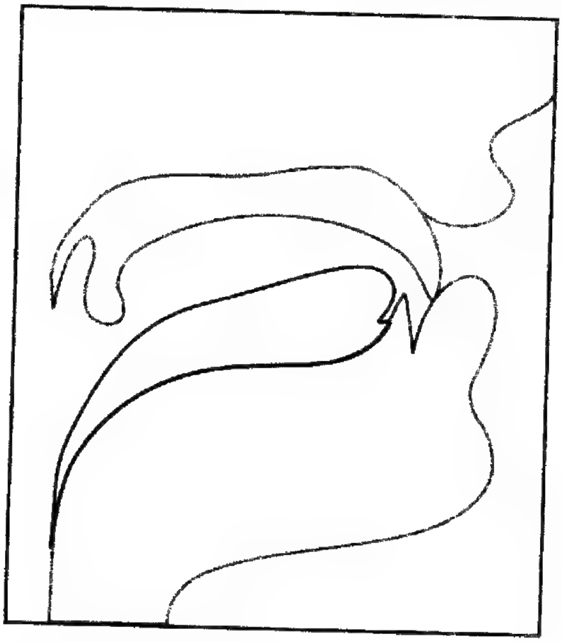
اقصیٰ حلق اس سے ہمزہ اور ھاء نکلتے ہیں۔



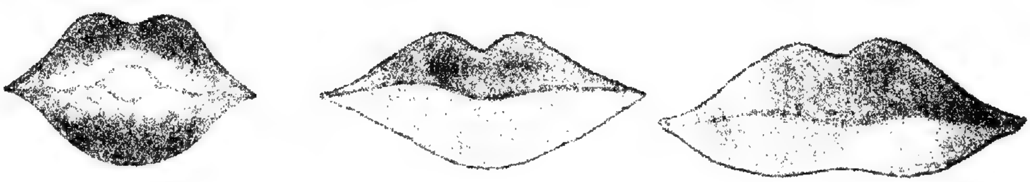
زبان کی جڑ اور لہات اس سے قاف نکلتا ہے۔



قاف کے مخرج سے ذرا نیچے زبان کی جڑ اور لہات اس سے کاف نکلتا ہے۔



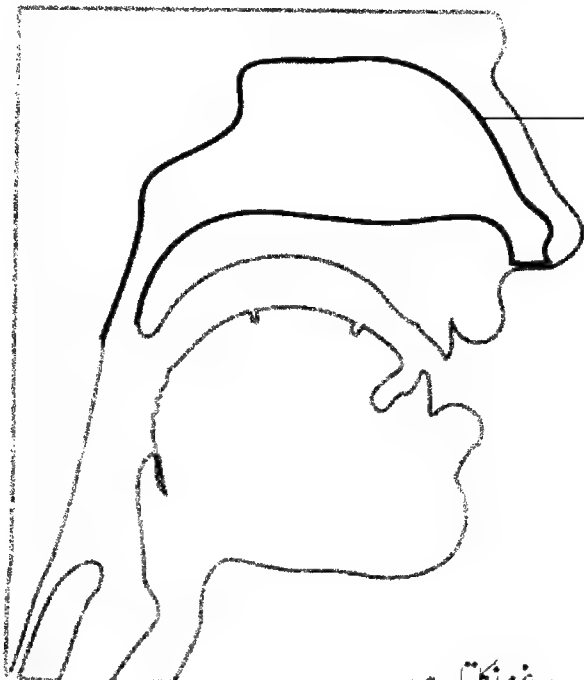
ثنایا علیا کا کنارا اور نچلے ہونٹ کا اندرونی حصہ اس سے فاء نکلتا ہے۔



دونوں ہونٹ اس سے واؤ متحرک ولین اور باء میم نکلتے ہیں۔

(باء میم اطباقِ شفتین سے اور واؤ انضمام شفتین سے)

(نوٹ: باء نچلے ہونٹ کی تری سے اور میم نچلے ہونٹ کی خشکی سے ادا ہوتا ہے)



خیشوم اس سے غنہ نکلتا ہے۔

(اول) یہ کہ سب صفات لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بغیران کے حروف ادانہیں ہوتا تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیے اورمخرج بدلنا چاہیے یا دومخرج لکھنا چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ صفت غنہ کا مخرج سب مخارج سے علیحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی۔ بخلاف اور صفات کے کہ انہی مخارج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں۔

(دوم) یہ کہ نون مشدد اور مدغم بالغنہ اور میم مطلقاً خواہ مشدد ہو یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخارج سے نکلنے میں تبدیل مخرج تو نہیں معلوم ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی' تا کہ علی وجہ الکمال ادا ہوں۔

(سوم) یہ ہے کہ نون مخفی کو بعض قراء زمانہ لکھتے ہیں کہ اس میں لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں اور کتب تجوید کی بعض عبارت سے ان کی تائید بھی ہوتی ہے مگر غور وخوض کیا جائے اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نون مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے مگر ضعیف' اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا جیسا کہ حروف مدہ میں اعتماد ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیل وغیرہ نے ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے۔

ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے'' حَرْفٌ خَفِيٌّ يَّخْرُجُ مِنَ الْخَيْشُوْمِ لَاعَمَلَ لِلِّسَانِ فِيْهِ'' (ترجمہ) یعنی ایک حرف خفی ہے جو نکلتا ہے ناک کے بانسے سے زبان کا اس میں کوئی کام نہیں۔

اب لَاعَـمَـلَ لِلِّسَانِ کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں کیونکہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اگر یہ صحیح مانا جائے تو حروف کا اطلاق صحیح نہیں اس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاریؒ وغیرہ نے لکھی ہے کہ صَـوْتٌ يَّـعْتَمِدُ عَلٰى مَقْطَعٍ مُّحَقَّقٍ اَوْ مُقَدَّرٍ (ترجمہ) یعنی حرف ایک آواز ہے جو ٹکتی ہے کسی مخرج محقق یا مقدر پر۔

مقطع محقق کو اجزاء حلق لسان شفت بیان کیا اور مقطع مقدر جوف کو بیان کیا لہٰذا لَاعَـمَـلَ لِلِّسَانِ میں عمل خاص کی نفی ہے جیسا کہ آگے کی عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔ ثانیاً ملا علی قاریؒ کی عبارت سے بھی عمل لسان ثابت ہے وہ لکھتے ہیں کہ وَاِنَّ النُّوْنَ الْمُخْفَاةَ مُرَكَّبَةٌ مِّنْ مَّخْرَجِ الذَّاتِ وَمِنْ تَحَقُّقِ الصِّفَةِ فِيْ تَحْصِيْلِ الْكَمَالَاتِ (ترجمہ) نون مخفی مرکب ہے مخرج ذات سے اور کمالات کی تحصیل میں صفت کے پائے جانے سے تحقق الصفت کے معنی وجود غنہ اور اس کا مخرج خیشوم ہے۔ فثبت ماقلنا ثالثا۔

امام جزریؒ النشر فی القراءات العشر میں لکھتے ہیں

''اَلْمَخْرَجُ السَّابِعُ عَشَرَ اَلْخَيْشُوْمُ وَهُوَا لْغُنَّةُ وَهِيَ تَكُوْنُ فِي النُّوْنِ

وَالْمِيمِ السَّاكِنَتَيْنِ حَالَةَ الْاِخْفَاءِ اَوْمَافِيْ حُكْمِهٖ مِنَ الْاِدْغَامِ بِالْغُنَّةِ فَاِنَّ مَخْرَجَ هٰذَيْنِ الْحَرْفَيْنِ يَتَحَوَّلُ مِنْ مَّخْرَجِهٖ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ عَنْ مَخْرَجِهِمَا الْاَصْلِيِّ عَلَى الْقَوْلِ الصَّحِيْحِ كَمَا يَتَحَوَّلُ مَخْرَجُ حُرُوْفِ الْمَدِّمِنْ مَّخْرَجِهِمَا اِلَى الْجَوْفِ عَلَى الصَّوَابِ۔"

ترجمہ: "سترہواں مخرج خیشوم ہے اور وہ غنہ کا مخرج ہے جو کہ نون ساکن میں اخفاء یا ادغام بالغنہ کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے کہ ان دونوں حرفوں کا مخرج اس حالت میں قول صحیح کی بنا پر اپنے اصلی مخرج سے پلٹ جاتا ہے جیسا کہ حروف مد کا مخرج ان کے مخرج سے جوف کی طرف پلٹ جاتا ہے بنا بر قول صواب کے۔

پھر آگے احکام النون الساکنہ والتنوین کی تنبیہات میں لکھتے ہیں۔

"اَلْاَوَّلُ مَخْرَجُ النُّوْنِ وَالتَّنْوِيْنِ مَعَ حُرُوْفِ الْاِخْفَاءِ الْخَمْسَةَ عَشَرَ مِنَ الْخَيْشُوْمِ فَقَطْ وَلَا حَظَّ لَهُمَا مَعَهُنَّ فِي الْفَمِ لِاَنَّهٗ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيْهِمَا كَعَمَلِهٖ فِيْهِمَا مَعَ مَايُظْهَرَانِ اَوْيُدْغَمَانِ بِغُنَّةٍ۔"

ترجمہ: "اول نون اور تنوین کا مخرج معہ پندرہ حروف اخفاء کے فقط خیشوم سے ہے اور ان دونوں میں ان حروف کے ساتھ منہ میں زبان کا کوئی حصہ نہیں اس لئے کہ ان دونوں میں زبان کا کوئی کام نہیں پڑتا جیسا کہ ان دونوں میں اظہار یا ادغام بالغنہ کی صورت میں ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں یعنی اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے یہ نون مخفی میں نہیں۔ اب اگر تحول کے معنی انتقال اور تبدل کے مراد ہوں تو لَا عَمَلَ كَعَمَلِهٖ مَعَ مَايُدْ غَمَانِ بِغُنَّةٍ اس کے معارض ہوگا۔ لہٰذا مراد تحول سے توجہ و میلان ہے اس طرح پر کہ محول عنہ و محول الیہ دونوں کو دخل ہے مگر نون خفیفہ میں بہ نسبت نون مشددہ کے لسان کو بہت کم دخل ہے بخلاف نون مشدد و مدغم بالغنہ و میم مخفاۃ کے کہ ان میں لسان و شفت کو زیادہ دخل و عمل ہے۔

ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ نون مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیسا کہ نون اور میم مشدد میں ہوتا ہے اور نہ مابعد کے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو جیسا کہ واؤ۔ یاء۔ لام اور راء میں بحالت ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے کیونکہ ان حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ نون کو مابعد کے حرف سے بدل کر اول حرف کو اس کے مخرج سے مع صوت خیشومی کے ادا کریں

اسی وجہ سے اس نون کو جو یاء- واؤ- لام اور راء میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے اس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا کیونکہ یہاں ذات نون بالکل منعدم ہوگئی ہے اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے صرف غنہ باقی ہے جس کا محل خیشوم ہے بخلاف نون مخفی کے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے-

"حَرْفٌ خَفِيٌّ يَخْرُجُ مِنَ الْخَيْشُوْمِ وَلَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيْهِ وَلَا شَائِبَةَ حَرْفٍ اٰخَرَ فِيْهِ-"

ترجمہ: "وہ ایک حرف خفی ہے جو خیشوم سے نکلتا ہے اور زبان کا اس میں کوئی کام نہیں اور مابعد کے حرف کا اس میں کوئی شائبہ نہیں-"

اب امام جزریؒ کے قول سے بھی ثابت ہوگیا کہ نون مخفی میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے- نہایۃ القول المفید میں النشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے پہلے لکھا ہے کہ خیشوم مخرج ہے نون میم غیر مظہر کا پھر لکھتے ہیں کہ

"لَا يُقَالُ لَا بُدَّ مِنْ عَمَلِ اللِّسَانِ فِي النُّوْنِ وَالشَّفَتَيْنِ فِي الْمِيْمِ مُطْلَقًا حَتّٰى فِيْ حَالَةِ الْاِخْفَاءِ وَالْاِدْغَامِ بِغُنَّةٍ وَكَذَا لِلْخَيْشُوْمِ عَمَلٌ حَتّٰى فِيْ حَالَةِ الْاِظْهَارِ وَالتَّحْرِيْكِ فَلِمَ هٰذَا التَّخْصِيْصُ لِاَنَّهُمْ نَظَرُوْا لِلْاَغْلَبِ فَحَكَمُوْا لَهٗ بِاَنَّهُ الْمَخْرَجُ فَلَمَّا كَانَ الْاَغْلَبُ فِيْ حَالَةِ اِخْفَائِهِمَا وَاِدْغَامِهِمَا بِغُنَّةٍ عَمَلَ الْخَيْشُوْمِ جَعَلُوْهُ مَخْرَجَهُمَا حِيْنَئِذٍ- وَاِنْ عَمِلَ اللِّسَانُ وَالشَّفَتَانِ اَيْضًا وَلَمَّا كَانَ الْاَغْلَبُ فِيْ حَالَةِ التَّحَرُّكِ وَالْاِظْهَارِ عَمَلَ اللِّسَانِ وَالشَّفَتَيْنِ جَعَلُوْهَا الْمَخْرَجَ وَاِنْ عَمِلَ الْخَيْشُوْمُ حِيْنَئِذٍ اَيْضًا الخ-"

ترجمہ: "نون اور میم کو متحرک اور مظہرہ کا مخرج لسان اور شفت کو اور نون مخفاۃ اور مدغم بالغنہ کا مخرج خیشوم کو جو قرار دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس بارے میں عمل غالب کو مدنظر رکھا ہے یعنی نون متحرک اور مظہرہ میں گو خیشوم کو بھی دخل ہے مگر ان حالتوں میں چونکہ لسان اور شفت کو زیادہ دخل ہوتا ہے اس لیے ان کا مخرج لسان اور شفتین کو قرار دیا ہے اور اخفاء اور ادغام بالغنہ کی حالت میں گو لسان اور شفت کو بھی دخل ہے مگر چونکہ ان حالتوں میں خیشوم کو زیادہ دخل ہوتا ہے اس لیے ان حالتوں میں ان کا مخرج خیشوم کو قرار دیا۔"

(چہارم) رابعاً غنہ اور اخفا سے غرض تحسین لفظ اور جو ثقل ترکیب حروف سے پیدا ہوا اس کی تخفیف مقصود ہوتی ہے اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرہ بھر بھی تعلق نہ ہو محال نہیں تو متعسر ضرور ہے اور صوت بھی کریہہ ہو جاتی ہے اگر کچھ بنا کر تکلف سے ادا کیا جائے حاصل یہ ہے کہ نون مخفاۃ کے ادا کرتے وقت زبان حنک سے قریب متصل ہوگی- مگر اتصال نہایت

ضعیف ہوگا۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے۔

شرح : یعنی حروف کے چودہ مخارج بیان کرنا یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے۔

فرا کا پورا نام اس طرح ہے یحیٰی بن زیاد بن عبداللہ بن منصور ابوزکریا الاسلمی عرف فراء کوفی النحوی۔ آپ ۱۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۷ھ میں المکۃ المکرمہ سے لوٹتے ہوئے راستہ میں وفات پائی۔

وغیرہ سے مراد قطربؒ۔ جرمیؒ۔ ابن کیسانؒ ہیں ان کے مختصر تعارف۔

(۱) قُطْرُبؒ: آپ کا پورا نام محمد بن مستنیر ابوعلی النحوی عرف قطربؒ ہے۔ التوفی ۲۰۹ھ۔

(۲) جَرمیؒ: آپ کا پورا نام صالح بن اسحاق ابوعمر جرمی البجلی البصریؒ ہے آپ مبردؒ کے استاذ ہیں آپ نے ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

(۳) ابن کَیسانؒ: آپ کا پورا نام محمد بن ابراہیم بن کیسان ابوالحسن النحویؒ ہے۔ التوفی ۳۲۰ھ۔

ان قراء حضرات کے نزدیک حروف کے مخارج چودہ ہیں انہوں نے لام نون راء کے مخرج کو ایک بیان کیا ہے۔ جوف کا مخرج ختم کر دیا ہے۔ الف کو مبدء مخرج کا لحاظ کرتے ہوئے اقصیٰ حلق میں۔ واؤ کو شفتان میں اور یاء کو وسط لسان میں تقسیم کر دیا ہے۔

فوائد مکیہ : اور سیبویہ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں۔ انہوں نے لام کا مخرج حافہ لسان اس کے بعد نون کا مخرج کہا ہے اس کے بعد راء کا مخرج ہے۔

شرح : سیبویہؒ کا پورا نام عمرو بن عثمان بن قنبر ابوالبشر الملقب بہ سیبویہ الفارسی ثم البصری النحویؒ ہے۔ صحیح قول کی بناء پر آپ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں بتیس سال کی عمر میں شیراز میں فوت ہوئے۔ سیبویہؒ کے علاوہ مکی بن ابی طالب القیسیؒ علامہ شاطبیؒ اور علامہ ابن حاجبؒ کا بھی یہی مذہب ہے ان کے نزدیک بھی حروف کے مخارج سولہ ہیں۔

فوائد مکیہ : خلیل کے نزدیک سترہ ہیں۔

شرح: آپ کا پورا نام ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم البصری الفراہیدی (یا الفرہودی) النحوی المقری الازدیؒ ہے۔ آپ نحو عروض اور ادب کے امام تھے۔ آپ ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۰ھ یا ۱۷۵ھ یا ۱۷۷ھ کو بصرہ میں فوت ہوئے۔

ان کے علاوہ ابوالحسن بن شریحؒ۔ شیخ ابوعلی سیناؒ۔ علامہ ابوالقاسم ہذلیؒ اور علامہ جزریؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ یاد رہے کہ جمہور علماء کا مذہب سترہ کا ہی ہے۔

فوائد مکیہ: انہوں نے لام۔ نون اور راء کا مخرج جدا جدا رکھا ہے اور حرف علت جب مدہ ہو تو ان کا مخرج جوف کہا ہے۔

شرح: حرف علت الف۔ واؤ اور یاء کو کہتے ہیں اور یہ عام ہے اور یہ شامل ہے تینوں قسموں کو یعنی متحرک مدہ اور لین۔ مدہ خاص ہے اور مدہ اس وقت کہیں گے جب الف ساکن بے جھٹکے ماقبل زبر یاء ساکن ماقبل زیر اور واؤ ساکن ماقبل پیش ہو جیسے نُوْحِيْهَا۔ اُوْذِيْنَا وغیرہ۔ جوف کا معنی خالی جگہ ہوتا ہے یہاں اس سے مراد منہ کے اندر کا خالی حصہ ہے۔ شہرت کی بناء پر جوف دھن یا جوف الفم کی قید نہیں لگائی۔

مخارج کی تعداد کا اختلاف حقیقی نہیں ہے حضرت مصنفؒ نے اس اختلاف کی وضاحت فوائد مکیہ کے حاشیہ میں فرمائی ہے۔ جو درج ذیل ہے:

تعداد مخارج میں اختلاف کی حقیقت حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی نظر میں

یہ اختلاف چودہ۔ سولہ اور سترہ کا حقیقی اختلاف نہیں ہے فراء نے لام۔ نون اور راء میں قرب کا لحاظ کر کے ایک کہہ دیا۔ سیبویہ اور خلیل نے قرب کا لحاظ نہ کر کے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا جیسا کہ محققین کا قول ہے کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ ہے مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے جوف کہا ہے۔ فراء اور سیبویہ نے مدہ وغیرہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے مخرج جوف زائد نہیں کیا اس میں تحقیق یہ ہے کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے اس میں اعتماد صوت کا کسی جزو معین پر نہیں ہوتا اس واسطے فراء اور سیبویہ نے مبدأ مخارج یعنی اقصاء حلق کا مخرج کہا ہے۔

اور حرف واؤ اور یاء جب مدہ ہوں تو اس وقت اعتماد صوت کا لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے تو

فراء اور سیبویہ نے اس اعتماد ضعیف کی وجہ سے مدہ و غیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا۔ خلیل نے ضعف وقوت کا لحاظ کر کے ایک مخرج جوف زائد کیا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے باعتبار مخرج حروف کے القاب شہرت کی بنا پر بیان نہیں فرمائے ہم نے متعلقہ مخرج کے ساتھ حروف کے القاب بیان کیے ہیں طلباء کی سہولت کے لیے اب یہاں حروف کے القاب اکٹھے بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) حَلَقیہ (۲) لَہاتیہ (۳) شجریہ (۴) حافیہ (۵) طرفیہ یا ذلقیہ (۶) نِطعیہ (۷) لِثَویہ (۸) اَسَلیہ (۹) شفویہ (۱۰) مدہ یا جوفیہ

حروف کے مخارج معلوم کرنے کا طریقہ:

جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اس حرف کے ماقبل ہمزہ مفتوحہ لگا کر تلفظ کیا جائے جیسے اَقْ – اَبْ – اَجْ – اَہْ پھر اگر حرف کے مقررہ مخرج میں آواز ٹھہرے تو سمجھ لیں کہ حرف بالکل صحیح ادا ہوا بصورت دیگر حرف کا مخرج غلط ہوگا۔

مگر اس میں قابل اعتبار بات ماہر استاذ کی تصدیق ہے کیونکہ فن میں اصل چیز تلقی ہے۔

اساتذہ کرام سے ضروری التماس: مخارج پڑھانے کے بعد طلبہ کو خوب یاد کروائے جائیں۔ جب اچھی طرح یاد ہو جائیں تو پھر درج ذیل طریقہ سے پورے انتیس حروف کی مشق کروائی جائے۔

مثلاً حرکات سے جیسے بَ – بِ – بُ – تَ – تِ – تُ – قَ – قِ – قُ – طَ – طِ – طُ آخر تک۔

حروف مدہ سے جیسے بَا – بُوْ – بِیْ – طَا – طُوْ – طِیْ – ظَا – ظُوْ – ظِیْ آخر تک۔

شروع میں ہمزہ لگا کر جیسے اَبْ – اِبْ – اُبْ – اَقْ – اِقْ – اُقْ – اَثْ – اِثْ – اُثْ وغیرہ آخر تک۔

آخر میں ھاء لگا کر جیسے قَہْ – قِہْ – قُہْ – بَہْ – بِہْ – بُہْ – طَہْ – طِہْ – طُہْ وغیرہ آخر تک۔

انشاء اللہ اس طرح پورے انتیس حروف کی مشق سے حروف کی ادائیگی بالکل صحیح ہو جائے گی۔

فوائد مکیہ : تیسری فصل صفات کے بیان میں

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ تجوید کے اہم اور دوسرے رکن صفات الحروف کو بیان فرما رہے ہیں۔ صفات 'صفت' کی جمع ہے جس کے معنی حالت اور کیفیت کے ہیں۔

صفت کی تعریف

کسی حرف کو مخرج سے ادا کرتے وقت جو حالت اور کیفیت حرف کو لاحق ہوتی ہے اسے صفت کہتے ہیں۔ مثلاً آواز کا بلند ہونا یا پست ہونا۔ موٹا ہونا یا باریک ہونا۔ نرم ہونا یا سخت ہونا وغیرہ۔

صفات کی تعداد میں قراء کا اختلاف

علامہ ابو محمد مکی بن ابی طالب القیسیؒ المتوفی ۴۳۷ھ نے الرعایہ میں صفات کی تعداد ۴۴ بیان کی ہے۔

علامہ جزریؒ نے التمہید میں ۳۴ صفات بیان کی ہیں۔

اور طیبۃ النشر اور المقدمۃ الجزریۃ میں صفات کی تعداد ۱۷ بیان کی ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے الشاطبیۃ میں صفات کی تعداد ۱۶ بیان کی ہے۔

علامہ ابن حاجبؒ نے شافیہ میں صفات کی تعداد سترہ ۱۷ بیان کی ہے۔

العلامۃ الشیخ ابراہیم المارغنیؒ نے النجوم الطوالع میں صفات کی تعداد ۱۴ بیان کی ہے۔

علامہ برکویؒ نے الدر الیتیم میں صفات کی تعداد ۱۴ بیان کی ہے۔

نفس۔صوت۔حرف اور صفت کے درمیان فرق

تفہیم صفات کے لئے مذکورہ بالا چار عوامل کا جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ کلام کی تشکیل انہی چار عوامل سے ہوتی ہے۔ درج ذیل سطور میں ہر ایک کے درمیان فرق واضح ہے۔

نَفَس: منہ سے نکلنے والی ہوا میں ارادہ اور آواز کو دخل نہ ہو تو اسے نفس کہتے ہیں۔

صوت: منہ سے نکلنے والی ہوا میں ارادہ اور آواز کو دخل ہو تو اسے صوت کہتے ہیں۔

حرف: اگر آواز مخصوص کیفیت یعنی مخرج محقق یا مقدر پر اعتماد کی وجہ سے پیدا ہو تو اسے حرف کہتے ہیں۔

صفت: اگر حروف میں دوسری کیفیات بھی پائی جائیں تو اسے صفت کہتے ہیں۔

صفات کو عموماً مخارج کے بعد بیان کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مخارج کو پہلے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ جب مخارج کا بیان پہلے ہوگا تو حرف پیدا ہوگا اور جب حرف پیدا ہوگا تو اس کے اندر صفات پائی جائیں گی۔ اگر مخارج پہلے نہ ہوں تو حرف کا تحقق نہیں ہوگا اگر حرف ہی نہ ہوگا تو صفات کہاں پائی جائیں گی۔

صفات کا مقام

جس طرح سونے چاندی کا وزن کرنے کے لئے ترازو اور کھرے سے کھوٹے کی پہچان کے لئے کسوٹی کا ہونا ضروری ہے اس طرح حروف کے وزن کے لیے ان کے مخارج کا جاننا ضروری ہے۔

جیسا کہ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

لِلْحَرْفِ مِيْزَانٌ فَلَا تَكُ طَاغِيًا
فِيْهِ وَلَا تَكُ مُخْسِرَ الْمِيْزَانِ

ترجمہ: حرف کے لیے اس کا مخرج ترازو ہے سو تو اس ترازو میں حد سے گزرنے والا اور زیادتی کرنے والا بھی نہ ہو اور اس کی تول میں کمی کرنے والا بھی نہ ہو۔

اور ان کے کھرے اور کھوٹے کی پہچان کے لئے صفات کا علم ضروری ہے۔ علم تجوید میں مخارج اور صفات کا علم بہت ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ صفات نہ ہوتیں تو کلام مثل بہائم کے ہو جاتا۔

صفات کے فوائد

صفات کے عام طور پر تین فوائد قراء سے منقول ہیں۔

(۱) متحد المخارج حروف صرف صفات ہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ جیسے ہمزہ اور ھاء کا مخرج ایک ہی ہے مگر ہمزہ میں صفت شدت اور جہر ہے جب کہ ھاء میں صفت ہمس اور رخوت ہے۔

(۲) صفات کی وجہ سے حروف کی قوت اور ضعف کا پتہ چلتا ہے مثلاً حروف مجہورہ قوی ہیں حروف مہموسہ سے۔

(۳) متحد المخارج حروف میں صفات کی وجہ سے امتیاز پیدا ہوتا ہے۔

صفات کی اقسام

صفات کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

(۱) صفات لازمہ (۲) صفات عارضہ

(۱) صفات لازمہ

ایسی صفات جو حروف میں ہر وقت اور ہر حال میں پائی جائیں۔ اور اگر وہ صفات ادا نہ ہوں تو حرف وہی حرف نہ رہے بلکہ دوسرے حرف سے بدل جائے یا ناقص ادا ہو۔ صفات لازمہ کے چار مشہور نام ہے۔

(۱)ذاتیہ (۲)لازمہ (۳)مقومہ (۴)ممیزہ

(۱)ذاتیہ سے مراد حروف کی ذات میں دخل رکھنے والی۔

(۲)لازمہ سے مراد ہر حال میں لازم وضروری۔

(۳)مقومہ سے مراد حروف کو درست رکھنے والی قائم کرنے والی۔

(۴)ممیزہ سے مراد ایک ہی مخرج سے نکلنے والے حروف کو ممیز اور ممتاز کرنے والی۔

(۲)صفات عارضہ

ایسی صفات جو حروف میں کبھی پائی جائیں اور کبھی نہ پائی جائیں اور اگر یہ صفات ادا نہ ہوں تو حرف وہی حرف رہے مگر اس حرف کا حسن وزینت باقی نہ رہے مثلاً مد۔تسہیل۔ابدال۔راء اور الف کی تفخیم وترقیق وغیرہ۔صفات عارضہ کے بھی چار مشہور نام ہیں۔

(۱)مُحسِّنہ (۲)مُحَلِّیہ (۳)مزینہ (۴)عارضیہ

(۱)محسنہ کا مطلب ہے حسن وزینت اور آراستہ کرنے والی۔

(۲)محلیہ کا مطلب ہے کسی خاص موقع محل کے مطابق پائی جانے والی۔

(۳)مزینہ کا مطلب بھی محسنہ والا ہی ہے یعنی مزین کرنے والی زینت دینے والی۔خوشنما بنانے والی آراستہ کرنے والی۔

(۴)عارضیہ یا عارضہ یعنی عارض ہونے والی لاحق ہونے والی مطلب یہ ہے کہ مخصوص حالات میں حرف میں شامل ہونے والی صفات کہ جب وہ خاص حالت ختم ہوجائے تب وہ صفت اس حرف میں موجود نہ رہے جیسے راء مضمومہ اور مفتوحہ کا پُر پڑھا جانا اور راء مکسور ہونے کی حالت میں ترقیق سے پڑھا جانا۔

صفات لازمہ کی اقسام

صفات لازمہ کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں۔

(۱)صفات لازمہ متضادہ (۲)صفات لازمہ غیر متضادہ

صفات لازمہ متضادہ

مقابل کی ایسی دو صفات جو نہ بیک وقت کسی حرف میں جمع ہوسکیں اور کوئی حرف ان سے خالی بھی نہ ہو۔

فوائد مکیہ : جہر کے معنی شدت اور زور سے پڑھنے کے ہیں۔

شرح : جہر کے معنی بلندی کے ہیں حضرت مصنفؒ نے جہر کے معنی شدت بمعنی بلندی کے لئے ہیں کیونکہ اگر اس سے مراد شدت لیا جائے تو صفت شدت اور جہر ایک ہو جائیں گی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ شدت ایک علیحدہ اور مستقل صفت ہے اور جہر ایک علیحدہ صفت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ مصنفؒ نے آگے اس کی تشریح اس طرح فرمائی ہے "اور زور سے پڑھنے کے ہیں" لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ جہر کے معنی بلندی کے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ** (الاسراء-۱۱۰) ترجمہ: اور نہ بلند آواز سے پڑھو تم اپنی نماز۔

جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں مجہورہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی بلندی اور زور کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہنا بند ہو جاتا ہے۔ مثلاً **وَقَبْ** کی باء۔ حروف مہموسہ کے علاوہ باقی انیس حروف مجہورہ ہیں۔ جن کا مجموعہ **عَظُمَ وَزْنُ قَارِئٍ ذِي غَضٍّ جَدَّ طَلَب** (ترجمہ: نیچی نگاہ رکھنے والے قاری کا وزن زیادہ ہوا اس نے طلب میں کوشش کی) ہے۔

علماء تجوید کے نزدیک یہ قوی صفت ہے۔

فوائد مکیہ : اس کی ضد ہمس ہے۔

شرح : ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ صفات لازمہ کی دو اقسام ہیں اور یہ بیان صفات لازمہ متضادہ کا ہے لہٰذا اس میں جس قدر صفات بیان ہوں گی ان کے اضداد بھی ساتھ ہی بیان ہوں گے۔

فوائد مکیہ : یعنی نرمی کے ساتھ پڑھنا۔

شرح : ہمس کے معنی پستی اور ضعف کے ہیں حضرت مصنفؒ نے ہمس کے معنی نرمی بیان کئے ہیں اور یہاں نرمی سے مراد پستی ہے کیونکہ اگر ہمس سے مراد نرمی لیا جائے تو آگے بیان ہونے والی صفت 'رخوت' کے معنی بھی نرمی ہے۔ اور اس صورت میں ہمس اور رخوت ایک ہو جائیں گی۔ حالانکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ صفات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا** (طٰہٰ-۱۰۸) (ترجمہ) اور پست ہو جائیں گی آوازیں

رحمٰن کے حضور نہ سنے گا تو مگر کھسر پھسر۔

اس سے معلوم یہ ہوا کہ ہمس کا معنی پستی ہی ہے اور حضرت مصنفؒ نے بھی یہاں نرمی سے مراد پستی لیا ہے۔

ہمس کے لغوی معنی پستی اور ضعف کے ہیں جن حروف میں یہ صفت پائی جائیں انہیں حروف مہموسہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف اور پستی کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہوتی ہے جیسے **يَلْهَثْ** کی ثاء۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں "**وَالْهَمْسُ صَوْتٌ خَفِيٌّ يُّشْبِهُ صَوْتَ اَخْفَافِ الْاِبِلِ اِذَا سَارَتْ فَوْقَ الرَّمْلِ** (شرح شاطبیہ ص ۴۲۵) یعنی ہمس ایسی پست آواز کہلاتی ہے جو اونٹوں کے ریت پر چلنے کے وقت ان کے پاؤں کی آواز سے مشابہ ہو۔

فوائد مکیہ : اور اس کے دس حرف ہیں جن کا مجموعہ **فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ** ہے۔

شرح : مطلب یہ ہے کہ جن حروف میں صفت ہمس پائی جاتی ہے وہ دس ہیں اور ان کا مجموعہ **فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ** (ترجمہ: پس اس کو ایک شخص نے بات کرنے پر ابھارا مگر وہ خاموش رہا۔) میں جمع کیا گیا ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے شاطبیہ میں حروف مہموسہ کو الگ اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے

فَمَهْمُوْسُهَا عَشْرٌ (حَثَّتْ كِسْفَ شَخْصِهٖ)

ترجمہ: "ان حرفوں میں سے دس مہموسہ ہیں جن کا مجموعہ **حَثَّتْ كِسْفَ شَخْصِهٖ** ہے۔"

علماء تجوید کے نزدیک یہ صفت ضعیف ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صفت ہمس سے متعلق ایک نہایت اہم رسالہ ضیاالشمس فی ادا الہمس جو کہ استاذ القراء حضرت قاری محمد یامین صاحبؒ کا تالیف کردہ ہے تحریر کیا جائے جس پر استاذ القراء قاری عبدالوحید صاحبؒ حضرت مولانا قاری المقری عبدالرحمٰن المکی الہ آبادیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔

ضِيَاءُ الشَّمْسِ فِي أَدَاءِ الْهَمْسِ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وقراء قرآن مبین اس مسئلہ میں کہ حرف کاف وتا جو حروف مہموسہ میں سے ہیں ان کی

صفت ہمس کے کیا معنی ہیں اور یہ کس طرح ادا کی جاتی ہے- ایک صاحب فرماتے ہیں کہ کاف وتا کی صفت ہمس کسی کو ادا کرنی نہیں آتی اور وہ خود اس طرح ادا کرتے ہیں کہ کاف وتاء ساکن ومتحرک میں ہاء ہوز کی آواز سنائی دیتی ہے آیا یہ آواز صحیح ہے یا نہیں- نیز وہ صاحب اپنی کیفیت اداء کی تائید میں کتاب جُہدُ المُقِلّ کی عبارت ذیل پیش کرتے ہیں:

وَاَمَّا الشَّدِيْدُ الْمَهْمُوْسُ فَهِيَ حَرْفَانِ الْكَافُ وَالتَّاءُ الْمُثَنَّاةُ الْفَوْقِيَّةُ فَلِشِدَّتِهِمَا يَحْتَبِسُ صَوْتُهُمَا بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ نَفَسُهُمَا اَيْضاً حِيْنَ احْتِبَاسِ صَوْتِهِمَا لِاَنَّ احْتِبَاسَ الصَّوْتِ بِالْكُلِّيَّةِ لَايَكُوْنُ اِلَّا احْتِبَاسِ النَّفَسِ بِالْكُلِّيَّةِ لِاَنَّ حَقِيْقَةَ الصَّوْتِ هِيَ النَّفَسُ ثُمَّ يَنْفَتِحُ مَخْرَجَاهُمَا وَيَجْرِيْ فِيْهِمَا نَفَسٌ كَثِيْرٌ مَّعَ صَوْتٍ ضَعِيْفٍ لِّيَحْصُلَ الْهَمْسُ-

ترجمہ: صاحب جہد المقل فرماتے ہیں:

کہ حرف کاف اور تاء (جس کے اوپر دو نقطے ہیں) ان دونوں کے اندر صفت شدت اور ہمس پائی جاتی ہے ان دو حروف میں زیادہ شدت ہونے کی وجہ سے آواز بالکل بند ہو جاتی ہے اور ان دو حروف میں جس وقت آواز بند ہو جاتی ہے تو آواز کے بند ہونے کے وقت سانس بھی بند ہو جاتا ہے اور آواز کے بالکل بند ہو جانے کی وجہ سے سانس کا بالکل بند ہونا اس لیے ہے کہ آواز حقیقت میں سانس ہی ہے۔ پھر جب کاف اور تاء کا مخرج کھلتا ہے تو ان دونوں حرفوں میں سانس بہت زیادہ جاری ہوتا ہے اور آواز ضعیف ہوتی ہے تاکہ صفت ہمس حاصل ہو جائے۔"

آیا اس عبارت سے ان صاحب کی ادا کی تائید ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو یہ قول قابل عمل ہے یا نہیں- بینوا توجروا؟

الجواب

صفت ہمس مقابل ہے جہر کے۔ جہر لغت میں آواز قوی و بلند کو کہتے ہیں اور ہمس آواز ضعیف وخفی کو کہتے ہیں اور اصطلاح قراء میں یہ دس حروف ہیں جن کا مجموعہ **فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتَ** ہے جو حروف ہمس اور مہموسہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان حروف کے اداء کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی ضعف کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے اور آواز ضعیف وخفی ہوتی ہے۔ اسی سے جہر کی تعریف اور حروف بھی مقابلۃً معلوم ہو گئے-

كَمَاقَالَ الْعَلَّامَةُ عَلى القاری اَلْهَمْسُ فِیْ اللُّغَةِ الْخَفَاءُ وَسُمِّيَتْ حُرُوْفُهٗ مَهْمُوْسَةً بِجَرَيَانِ النَّفَسِ مَعَهَا لِضُعْفِهَا وَلِضُعْفِ الْاِعْتِمَادِ عَلَيْهَا عِنْدَ خُرُوْجِهَا وَضِدُّهَا الْمَجْهُوْرَةُ (المنح الفکریۃ علی متن الجزریۃ مطبوعہ مصر)

(ترجمہ) جس طرح حضرت ملا علی قاری "المنح الفکریہ شرح القدمۃ الجزریہ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں کہ ہمس لغت میں پستی کو کہتے ہیں اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مہموسہ کہتے ہیں کیونکہ صفت ہمس میں سانس جاری رہتا ہے صفت ہمس کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور صفت ہمس کے ادا کے وقت اس پر اعتماد ضعیف ہوتا ہے اور صفت ہمس کی ضد صفت جہر ہے۔

اور حروف مہموسہ میں سے دو حروف کاف وتاء شدیدہ ہیں اور باقی رخوہ ہیں شدت کے معنی لغت میں قوت وسختی کے ہیں اور اصطلاحاً یہ آٹھ حروف ہیں جن کا مجموعہ اَجِدُكَ قَطَبْتَ ہے اور یہ حروف شدت اور شدیدہ کہلاتے ہیں کیونکہ ان کی اداء کے وقت آواز ان کے مخرج پر ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ بند ہو جاتی ہے اور آواز میں قوت وسختی پیدا ہوتی ہے اور چونکہ شدت مقابل ہے رخوت کے لہٰذا شدت کے معنی لغوی وعرفی سے مقابلۃً رخوت کے معنی بھی معلوم ہو گئے اور علاوہ حروف شدیدہ مذکورہ اور پانچ حروف متوسط لِنْ عُمَرْ کے باقی سولہ حروف رخوہ کہلاتے ہیں پس تمہید مذکور سے معلوم ہوا کہ کاف و تاء مہموسہ بھی ہیں اور شدیدہ بھی ہیں لیکن بناء بر تعریف مذکور ہمس وشدت کے اجتماع میں بظاہر اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ ہمس کی تعریف میں ضعف اعتماد وصوت وجریان نفس مذکور ہے اور شدت کی تعریف میں قوت اعتماد وصوت اور احتباس صوت ماخوذ ہے حالانکہ یہ امور ایک دوسرے کے مخالف وضد ہیں۔

لیکن در حقیقت کچھ اشکال نہیں اس لئے کہ ہمس وجہر شدۃ ورخوت کی تعریف میں جو قوۃ وضعف اعتماد وصوت اور جریان و احتباس نفس وصوت کہا جاتا ہے یہ امور اضافی واعتباری ہیں یعنی ہر ایک صفت میں اس کے مقابل صفت کی نسبت سے قوۃ وضعف وجریان واحتباس پایا جاتا ہے پس کاف اور تاء میں من حیث الہمس جو ضعف اعتماد وصوت اور جریان نفس ہے وہ باعتبار حروف مجہورہ کے ہے اور من حیث الشدت جو قوت اعتماد وصوت اور احتباس صوت ہے وہ حروف رخوہ کی نسبت سے ہے **فارتفع الاشکال**۔

نیز ہر ایک صفت کے حروف میں باہم بھی قوت وضعف وجریان اور احتباس نفس وصوت کا تفاوت پایا جاتا ہے بوجہ دیگر صفات قویہ یا ضعیفہ کی آمیزش کے۔ پس کاف وتاء بہ نسبت صاد کے ضعیف ہیں کیونکہ صاد میں تین صفت قوی اطباق واستعلاء وصفیر موجود ہیں اور بہ نسبت ثاء، حاء، خاء، سین، شین، فاء، ہا قوی ہیں اور بہ نسبت دیگر حروف شدیدہ ضعیف وخفی الصوت ہیں مگر

صفت شدت کی وجہ سے ان میں جریانِ نفس کمتر ہے بہ نسبت دیگر حروف مہموسہ کے جیسا کہ جہد المقل میں ہے: لِاَنَّہٗ فِی الشِّدَّۃِ یُوْجَدُ اِحْتِبَاسُ الصَّوْتِ وَاحْتِبَاسُ الصَّوْتِ یَسْتَلْزِمُ احْتِبَاسَ النَّفَس (ترجمہ) کیونکہ صفت شدت میں آواز کا بند ہونا پایا جاتا ہے اور آواز کے بند ہونے سے سانس کا بند ہونا لازم آتا ہے۔

پس تقریر مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ کاف' تاء میں ہمس حقیقی یعنی ضعف وخفاصوت تو بہر حیثیت پایا جاتا ہے مگر جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا اور چونکہ بہ نسبت دیگر حروف مہموسہ ان میں جریان نفس بہت کم ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کے مہموسہ ہونے میں اختلاف کیا ہے اوران کو مجہورہ کہا ہے کیونکہ ایسے جریانِ نفس قلیل سے تو حروف مجہورہ بھی خالی نہیں چنانچہ ملا علی قاریؒ نے اس خلاف کو المنح الفکریہ شرح جزریہ میں شافیہ ابن حاجب سے نقل کیا ہے نیز دیگر محققین فن تجوید وقراءۃ کے اقوال سے بھی یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کاف' تاء میں جریان نفس بخوبی نہیں ہوتا- یا کم ہوتا ہے دیگر حروف مہموسہ سے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب محدثؒ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں ''لیکن جریان نفس در کاف وتاء خوب معلوم نمی شود گوضعف صوت ہست'' لہٰذا بعض علماء در مہموسہ بودن اینہا خلاف کردہ اند- (تحفہ نذریہ) (ترجمہ) لیکن کاف اور تاء میں سانس کا جاری ہونا اچھی طرح واضح نہیں ہوتا اگرچہ آواز کمزور (ضعیف) ہو اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کے مہموسہ ہونے میں اختلاف کیا ہے۔

حضرت قاری محمد علی خاں صاحب جلال آبادی تحریر فرماتے ہیں ''اما جریانِ نفس در کاف وتا کمتر است ودر بواقی اکمل'' (حجۃ القاری) (ترجمہ) بہرحال کاف اور تاء میں سانس کا جاری ہونا بہت کم ہے اور بقایا حروف مہموسہ میں اکمل۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ قوت اعتماد یا ضعف اعتماد اور جہر الصوت یا خفی الصوت ہونا تو حروف میں ہر حال میں پایا جائے گا خواہ متحرک ہوں یا ساکن کیونکہ یہ امور صفات حروف کی تعریف میں منجملہ ذاتیات کے ہیں لیکن جریان یا احتباس نفس یا جریان یا احتباس صوت یہ امور منجملہ عرضیات کے ہیں کہ حالات سکون میں ان کا ظہور ہوتا ہے اور جب حروف متحرک ہوں تو جریان واحتباس نفس و صوت غایت درجہ خفا میں ہوتا ہے:

کَمَا قَالَ صَاحِبُ الرِّعَایَۃِ اِنَّ جَرْیَ النَّفَسِ فِی الْھَمْسِ وَحَبْسَ النَّفَسِ فِی الْجَھْرِ فِی السَّاکِنِ زَائِدٌ مِنَ الْمُتَحَرِّکِ وَفِی الْوَقْفِ اَزْیَدُ مِنَ السَّاکِنِ- ھٰکَذَا قَالَ الْجَارْبُرْدِیُّ وَ ذَکَرَ الْجَارْبُرْدِیُّ اَنَّ جَرَیَانَ الصَّوْتِ وَعَدَمَ جَرْیِہٖ عِنْدَ اِسْکَانِ الْحَرْفِ اَبْیَنُ مِنْھُمَا عِنْدَ تَحْرِیْکِہٖ –

(ترجمہ) جس طرح صاحب الرعایہ نے فرمایا ہے کہ:

ہمس کے اندر سانس کا جاری رہنا اور جہر کے اندر سانس کا رک جانا ساکن حرف میں بہ نسبت متحرک کے زیادہ ہوتا ہے اور وقف میں ساکن سے بھی زیادہ ہمس میں سانس کا جاری ہونا اور جہر میں سانس کا بند ہونا پایا جاتا ہے۔

ایسے ہی جابردی نے کہا ہے اور جابردی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آواز کا جاری ہونا اور آواز کا جاری نہ ہونا کاف اور تاء کی ساکن حالت میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے بہ نسبت متحرک حالت کے۔

پس کاف' تاء اگر متحرک ہوں گے تو چونکہ حروف کی ادائیگی انفتاح مخرج کے ساتھ ہوتی ہے لہٰذا انفتاح کی وجہ سے فی الجملہ صوت کا جریان ضروری ہوگا جب جریان صوت ہوگا تو اس کے ساتھ جریانِ نفس بھی ضرور ہوگا بموجب قاعدہ مسلمہ **جَرَيَانُ الصَّوْتِ يَسْتَلْزِمُ جَرَيَانَ النَّفَسِ كذافي الجهد المقل**. (ترجمہ) آواز کا جاری رہنا لازم ہے سانس کے جاری رہنے سے جیسا کہ جہد المقل میں آیا ہے۔

مگر یہ جریان نفس اول تو بوجہ تحریک حرف کے دوسرے بوجہ صفت شدت قوی کے غایت درجہ خفا میں ہوتا ہے کہ خود قاری کو بھی اس کا پتہ نہیں لگتا بلکہ معدوم کہنا چاہیے جیسا کہ بقول بعض حروف قلقلہ سے بحالت حرکت بھی صفت قلقلہ منفک نہیں ہوتی اور نون و میم متحرک بھی صفت غنہ سے خالی نہیں مگر بوجہ عدم ظہور و غیر محسوس ہونے کے قلقلہ و غنہ کالعدم ہوتے ہیں اسی طرح کاف' تاء متحرک میں بھی گو جریان نفس ہوتا ہے مگر بوجہ عدم ظہور و غیر محسوس ہونے کے **لَا يُعْبَأُ بِهٖ** ہے یہ تفصیل تو کاف و تاء متحرک کے متعلق تھی اور اگر کاف و تاء ساکن ہوں تو چونکہ حرف ساکن کی ادائیگی استقرار صوت و التصاق مخرج کے ساتھ ہوتی ہے بالخصوص حروف شدیدہ میں کہ ان میں تصادم جسمین بالقوہ ہوتا ہے لہٰذا شدت اتصال جسمین کی وجہ سے جب صوت محتبس ہوگی تو نفس بھی ضرور محتبس ہوگا۔ (کما ذکرہ صاحب الجہد المقل)

پس جب صوت و نفس دونوں بند ہو گئے تو جب تک مخرج کو جنبش نہ ہو تب تک کوئی حرف سنائی نہیں دے سکتا اسی لئے حرف شدیدہ میں سے حروف **قُطْبُ جَدٍّ** میں بوجہ صفت جہر قوی کے بحالت سکون صفت قلقلہ یعنی مخرج میں جنبش قوت کے ساتھ رکھی گئی تا کہ آواز میں قوت جہر پیدا ہو اس قدر کہ قریب کا سامع بھی محسوس کر سکے **لِاَنَّ اَدْنَی الْجَهْرِ اِسْمَاعُ الْغَيْرِ** مگر ہمزہ کو اکثر نے قلقلہ سے خارج کیا ہے **وتوجيه مذكور فى المطولات** اور دو حروف کاف' تاء ساکن میں بوجہ صفت ہمس ضعیف کے جنبش نہایت ضعف و نرمی کے ساتھ رکھی گئی تا کہ آواز میں ضعف و خفاء قائم رہے اس قدر کہ خود قاری اس کو محسوس کر سکے **لِاَنَّ اَدْنَی الْمُخَافَةِ اِسْمَاعُ نَفْسِهٖ** مگر اس جنبش ضعیف سے (کہ صفت ہمس کے

اداء کی غرض سے کی جاتی ہے) جو نفس جاری ہوتا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی صوت جاری نہ ہونا چاہیے کیونکہ ہمس کی تعریف میں جریان نفس ماخوذ ہے نہ کہ جریانِ صوت ہے اور نفس اور صوت میں یہی فرق ہے کہ ہوا خارج از داخل انسان اگر مسموع ہو تو صوت اور اگر غیر مسموع ہو تو نفس ہے:

کما قال صاحب الجهد المقل اِعْلَمْ اَنَّ النَّفَسَ الَّذِیْ هُوَ الْهَوَاءُ الْخَارِجُ مِنْ دَاخِلِ الْاِنْسَانِ اِنْ كَانَ مَسْمُوْعاً فَهُوَ صَوْتٌ وَاِلَّا فَلَا انتهى ص ۲۷ وَقَالَ مُؤَلِّفُ حَقِيْقَةِ التَّجْوِيْدِ فِيْ رِسَالَتِهِ الْمَذْكُوْرَةِ فَالتَّنَفُّسُ يُوْجَدُ فِيْ كُلِّ صَوْتٍ وَّلَا يُوْجَدُ صَوْتٌ فِيْ كُلِّ تَنَفُّسٍ بَلْ بَعْضُهُ مَعَ الْاِرَادَةِ وَاِذَا خَرَجَ الْحَرْفُ مِنْ فَمِ الْاِنْسَانِ بِغَيْرِ اِرَادَتِهٖ فَلَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ الْحَرْفُ وَلَا يُرَادُ مِنْهُ الْمَعْنٰى فَالصَّوْتُ عَلٰى قِسْمَيْنِ جَهْرِيٍّ وَّخَفِيٍّ وَالْجَهْرِيُّ مَا يَسْمَعُهُ الْغَيْرُ وَالْخَفِيُّ مَا يَسْمَعُهُ النَّفْسُ كَمَا قَالَ الْفُقَهَاءُ وَاَدْنَى الْجَهْرِ مَا يَسْمَعُهُ الْغَيْرُ وَاَدْنَى الْمَخَافَةِ مَا يَسْمَعُهُ النَّفْسُ فِي الْقِرَاءَةِ وَالطَّلَاقِ وَالْعِتَاقِ وَالْبَيْعِ وَالْاِسْتِثْنَاءِ وَالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبْحِ وَوُجُوْبِ السَّجْدَةِ بِتِلَاوَةِ اٰيَةِ السَّجْدَةِ وَغَيْرِهَا وَالْمُرَادُ مِنَ الْاَدْنٰى حَدًّا لِّجَهْرِ وَالْخَفِيِّ۔

(ترجمہ) جس طرح صاحب جہد المقل نے فرمایا ہے کہ

جان لو کہ نفس انسان کے منہ میں سے نکلنے والی ہوا ہے کہ اگر وہ سنائی دے تو اس کو آواز کہیں گے ورنہ آواز نہیں کہلائے گی۔ اور حقیقۃ التجوید کے مؤلف اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ سانس ہر آواز میں پایا جاتا ہے لیکن آواز ہر سانس میں نہیں پائی جاتی بعض سانسوں میں آواز پائی جاتی ہے اور وہ بھی ارادہ کے ساتھ اور جب حرف انسان کے منہ سے بغیر ارادہ کے نکلتا ہے تو اس پر حرف کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ ہی معنی مراد لیا جاتا ہے پس آواز کی دو اقسام ہیں: (۱) جہری (۲) خفی

جہری وہ آواز ہے جس کو اپنے علاوہ دوسرا شخص بھی سنے اور خفی وہ آواز ہے جس کو انسان خود سنے دوسرا شخص نہ سنے۔ جس طرح فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ قرآءت میں طلاق نہیں اور غلام آزاد کرنے میں بیع کرنے میں اور استثناء میں اور بسم اللہ کا پڑھنا کسی چیز کو ذبح کرتے وقت اور ان کے علاوہ اور ادنی کہنے سے جہر و خفی کی تعریف مقصود ہے۔

پس خلاصہ تقریر مذکور کا یہ ہوا کہ اول تو کاف' تاء میں مطلقاً خواہ متحرک ہوں خواہ ساکن جریانِ نفس بخوبی نہیں ہوتا اور دیگر حروف مہموسہ سے بہت کم ہوتا ہے اور بالخصوص متحرک میں ساکن سے بھی کم ہوتا ہے جیسا کہ دلائل وشواہد اقوال محققین سے ثابت کیا گیا- دوسری صفت ہمس کے اداء کی غرض سے کاف' تا متحرک انفتاح مخرج کے ساتھ اور ساکن میں جنبش ضعیف و خفی کے ساتھ جو کچھ نفس کا جریان ہوتا بھی ہے اس کے ساتھ صوت کا جاری ہونا ضروری بھی نہیں کیونکہ نفس عام ہے اور صوت خاص اور عام کے تحقق کے ساتھ خاص کا تحقق لازم نہیں۔

نیز صوت کا جاری کرنا درست بھی نہیں نہ عقلاً نہ نقلاً- عقلاً اس وجہ سے کہ اگر صوت جاری کی جائے گی تو کاف' تاء شدیدہ نہ رہیں گے بلکہ رخوہ ہو جائیں گے کیونکہ جریانِ صوت رخوہ میں ہوتا ہے نہ کہ شدیدہ میں- اور یہ بات ادنیٰ تامل سے ظاہر ہوتی ہے کہ جو شدت **باری** اور **جاری** کے با اور جیم میں ہے وہ **بھاری** اور **جھاری** کے با اور جیم میں نہیں ہو سکتی- اسی قیاس پر جو شدت **کانا** اور **تانا** کاف' تاء میں ہے وہ **کھانا** اور **تھانا** کے کاف' تا میں نہیں پائی جاتی تو ایک صفت ہمس جو مختلف فیہ ہے اس کے ادا کرنے کی وجہ سے صفت شدت جو کہ متفق علیہ ہے مفقود ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں۔

اور نقلاً اس وجہ سے کہ امام جزریؒ سے کتاب النشر فی القراءات العشر میں اور ملا علی قاری سے المنح الفکریہ علی متن الجزریہ میں اس کا عدم جواز و غلط ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ کتاب النشر فی القراءات العشر میں ہے:

وَالتَّاءُ يُتَحَفَّظُ بِمَا فِيهَا مِنَ الشِّدَّةِ وَالْهَمْسِ لِئَلَّا تَصِيرَ رِخْوَةً كَمَا يَنْطِقُ بَعْضُ النَّاسِ وَالْكَافُ فَلْيُعْنَ بِمَا فِيهَا مِنَ الشِّدَّةِ وَالْهَمْسِ لِئَلَّا يَذْهَبَ إِلَى الْكَافِ الصَّمَّاءِ الثَّابِتَةِ فِي بَعْضِ لُغَاتِ الْعَجَمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ جَائِزٍ فِي لُغَاتِ الْعَرَبِ وَلْيُحْذَرْ مِنْ إِجْرَاءِ الصَّوْتِ مَعَهَا كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْأَعَاجِمِ -

(ترجمہ) اور حرف تاء میں حتی الامکان شدت و ہمس سے بچنے کی کوشش کی جائے تا کہ تاء حروف رخوہ میں سے نہ ہو جائے جس طرح بعض لوگوں کے بولنے سے ہو جاتا ہے اور حرف کاف میں صفت شدت و ہمس کا خوب اہتمام کرنا چاہیے تا کہ وہ ٹھوس کاف کی مانند نہ ہو جائے جیسا کہ بعض عجمی لغات میں ثابت ہے کیونکہ یہ لغات عرب میں جائز نہیں ایسے ہی کاف میں آواز کے جاری ہونے سے بھی بچنا چاہیے جیسا کہ بعض غیر فصیح لوگ کرتے ہیں۔

اس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ اجراء صوت ادا اعاجم ہے جو کہ ممنوع اور قابل احتراز ہے۔

نیز ملا علی قاری منح الفکریہ علی متن الجزریہ میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ إِنَّ النَّفَسَ الْخَارِجَ الَّذِيْ هُوَ صِفَةُ حَرْفٍ إِنْ تَكَيَّفَ كُلُّهُ بِكَيْفِيَّةِ الصَّوْتِ حَتّٰى

يَحْصُلَ صَوْتٌ قَوِيٌّ كَانَ الْحَرْفُ مَجْهُوْرًا وَّاِنْ بَقِيَ بَعْضُهٗ بِلَا صَوْتٍ يَّجْرِيْ مَعَ الْحَرْفِ كَانَ الْحَرْفُ مَهْمُوْسًا وَّاَيْضًا وَاِنِ انْحَصَرَ الصَّوْتُ فِيْ مَخْرَجِهٖ اِنْحِصَارًا تَامًّا فَلَا يَجْرِيْ جَرَيَانًا سَهْلًا يُّسَمّٰى شَدِيْدًا وَّاَمَّا اِذَا جَرٰى جَرَيَانًا تَامًّا وَّلَا يَنْحَصِرُ اَصْلًا يُّسَمّٰى رِخْوَةً۔

(ترجمہ) پھر خارج ہونے والی سانس حرف کی صفت ہے اگر وہ سارے کا سارا متکیف ہو جائے آواز کی کیفیت کے ساتھ حتی کہ ایک قوی آواز حاصل ہو جائے تو وہ صرف مجہورہ ہو گا اور اگر سانس کا بعض حصہ باقی ہو حرف کے ساتھ بغیر آواز کے جاری ہوئے تو ایسا حرف مہموسہ ہوگا اور اسی طرح اگر آواز اس کے مخرج میں بالکل بند ہو جائے اور تھوڑی سی بھی نہ جاری ہو تو اس کو شدیدہ کہتے ہیں اور اگر آواز مکمل طور پر جاری ہو اور وہ بند نہ ہو تو اس کو رخوہ کہتے ہیں۔

اس عبارت سے بھی ثابت ہو گیا کہ مہموس من حیث ہو مہموس میں نفس بلا صوت یعنی غیر مسموع کا جریان ہوتا ہے اور **فَلَا يَجْرِيْ جَرَيَانًا سَهْلًا** سے شدیدہ میں جریان صوت ضعیف کی بھی نفی ہو گئی پس چونکہ جہد المقل کی عبارت مذکورہ فی السوال کا مفہوم بظاہر معارض ہے کتاب النشر فی القراءات العشر اور منح الفکریہ کی عبارات مذکورہ سے لہٰذا امام جزری اور ملا علی قاری کے مقابلہ میں صاحب جہد المقل کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں جہد المقل کی عبارت میں کاف و تاء متحرک مراد ہے یا ساکن یا مطلقاً متحرک۔ متحرک تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اول تو خود جہد المقل کی عبارت صفحہ نمبر ۶۰ میں حاملہ **اَنَّهُمَا نَاقِصَانِ عِنْدَ تَحْرِيْكِ الْحَرْفِ** اس کے معارض ہے۔ دوسرے یہ کہ حرکت خود انفتاح مخرج سے پیدا ہوتی ہے پھر **ثُمَّ يَنْفُخُ** کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ اور اسی سے مطلق کی بھی نفی ہو گئی۔ کیونکہ متحرک کو بھی شامل ہے۔ پس لامحالہ مراد جہد المقل کی عبارت مذکورہ کاف و تاء ساکن ہے۔ پس اگر جہد المقل کی عبارت کے موافق تلفظ کیا جائے تو کاف و تاء ساکن کے بعد صوت جاری رکھنا چاہیے۔ کیونکہ حرف **ثُمَّ** **تعقیب و تراخی** کے لئے ہے۔ اب اگر یہ صوت کسی حرف کی ہے تو زیادتی فی القرآن لازم آئے گی۔ اور اگر صوت مسموع غیر حرفی ہے تو اس کا عدم جواز اداء اعاجم ہونا نشر اور المنح الفکریہ سے ثابت ہو گیا۔

پس حکم یہ ہے کہ اگر صوت حرفی پیدا ہو تو لحن جلی ہو گا اور اگر غیر حرفی ہو تو لحن خفی ہو گا اور اگر جری صوت کا وہم و شبہ ہو تو یہ ادا مطابق اداء محققین کے ہے اور یہی ہونا چاہیے۔ اور غالباً مراد جہد المقل کی یہی ہے لہٰذا اکثر جگہ ان کے کلام کی تاویل کرنا پڑے گی اور یا یہ کہا جائے کہ ان پر عجمیت غالب تھی اور اس مقام پر اور نیز دیگر مقامات پر جہاں کہیں جریانِ نفس کثیر و صوت ضعیف کہا ہے یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ مراد جہد المقل کی جریانِ نفس کثیر سے کثیر بہ نسبت حروف مجہورہ کے ہے۔ گو دیگر حروف

مہموسہ کے اعتبار سے قلیل ہو اور مراد صوت ضعیف سے صوت خفی غیر مسموع ہے۔

لِاَنَّ اَدْنَی الْمُخَافَۃِ ھُوَاِ سْمَاعُ نَفْسِہٖ تو اس توجیہ پر جہد المقل کی عبارت سے یہ صوت مخصوص یعنی کاف و تاء مخلوط بہاء ہوز بھی ثابت نہ ہوئی پس کاف و تاء کے جریان نفس میں اسقدر مبالغہ کرنا جس سے ہاہوز کی یا کسی اور حرف کی آواز پیدا ہو (جیسا کہ بعض سین مہملہ کی اور بعض ثا مثلثہ کی آواز نکالتے ہیں) اور حروف عربی مخلوط تلفظ حروف عجمی ہو جائیں کَانَا کو کھانا اور اَبْتَرْ کو اَبْتھر پڑھنا نقلت کو نقلته اور ذِکْرُکَ کو ذِکْرُکھ پڑھنا اس طرح کی صفت ہمس ادا کرنا بالکل غلط و بے اصل ہے نہ کسی ماہر و محقق قاری سے سنا۔ نہ محققین کی کتب معتبرہ میں اس کا ذکر ہے۔

البتہ بعض اعاجم مثل اہل خراسان و ترکستان و ایران یا بعض اعراب عرب مثل اہل نجد و یمن وغیرہ اس سے اس قسم کی ادا سنی ہے۔ اور کتب ائمہ فن مثل شیخ جزری و ملا علی قاری سے اس قسم کی اداء کی تغلیط ثابت ہوتی ہے۔ کما ذکر۔ اس قسم کی اداء مخترع و بے اصل سے تو ان بعض علماء کے قول پر عمل کرنا بہتر ہے جو کاف و تاء کو مجہورہ کہتے ہیں۔ نیز دیگر محققین قراء کے اقوال سے بھی اس قسم کی ادا کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تحفہ نذریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''و پیدا باد کہ در مقدمہ صفات حروف چناں فساد بر پا کردہ کہ اگر بطور قواعد مخترعہ او کلام اللہ خواندہ شود ضرور است کہ کلام اللہ محرف گردد چہ می گوید کہ در وقف مہموسہ بعد سکون تاء و کاف آواز دیگر پیدا شود چوں معنی ایں قول از تلامذۃ او پرسیدند گفتند کہ در لفظ خُلِقَتْ خُلِقَتَس باید گفت یعنی بعد سکون تاء آواز سین ساکن باید برآورد گو اجتماع ساکنین شود بدون آں صفت ہمس حاصل نمی شود ہمچنیں در کاف ساکن در وقف بعد سکون کاف یک سین ساکن با آواز خفیف باید گفت و ہمچنیں در حروف قلقلہ و دیگر صفات فساد با اختراع کردہ تعلیم مروم ساختہ۔ سبحان اللہ در عبارات کتب قرآء ت چہ غلط فہمی کردد کدام علم شریف را بجہل مرکب خود فاسد ساختہ انتہی بقدر الحاجۃ''۔ (تحفہ نذریہ)

(ترجمہ) حروف کی صفات کے مقدمہ و تفصیل میں ایسا فساد برپا کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض ان حضرات کے خود ساختہ قواعد کے مطابق کلام اللہ کو پڑھا جائے تو قرآن کریم میں تحریف کرنا یعنی کلام اللہ کے مفہوم کو بدل کے رکھ دینا لازم آئے گا کیونکہ ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ حروف مہموسہ حالت وقف میں تاء اور کاف کے سکون کے بعد کسی اور حرف کی آواز پیدا ہو گی پھر جب لوگوں نے اس طرح کے خیالات رکھنے والے شخص کے تلامذہ سے (جو اسی نظریے کے قائل تھے) اس قول کے معنی دریافت کئے تو انہوں نے بتایا کہ جیسے لفظ خُلِقَتْ میں تاء کے سکون کے بعد سین کی آواز پیدا کرتے ہوئے خُلِقَتَس پڑھنا چاہیے اس سے اگرچہ اجتماع ساکنین تو لازم آئے گا مگر اس کے بغیر صفت ہمس حاصل نہیں ہو سکتی ہے ایسے ہی کاف

ساکن میں حالت وقف میں کاف کے سکون کے بعد ایک سین ساکن خفیف آواز سے پڑھنی چاہیے اور اسی طرح حروف قلقلہ میں بھی اور دیگر کئی صفات میں اپنے پاس سے بہت سے فسادات گھڑ گھڑ کے لوگوں کو تعلیم دیتا رہا ہے۔ سبحان اللہ کتب قرآءت کی عبارات میں کس قدر غلط فہمی سے کام لیا ہے اور اس علم شریف کو اپنے جہل مرکب کے ساتھ کیسا فاسد کر دیا ہے۔

نیز رسالہ مذکورہ میں دوسرے مقام پر ص ۳۲ میں فرماتے ہیں ''کاف را احتیاط کندتا کاف فارسی کہ آں را کاف صماء گویند نگردد خصوصاً وقتے کہ مکرر باشد مانند بِشِرْ کِكُمْ وَ مَاقَبْلَ مَهْمُوْسَهْ آید مانند تَسْتَكْثِرُوْا بسیار احتیاط کند کہ صوت دراں جاری نہ شود چنانچہ لغت بعضے عجمیا نست'' (ترجمہ) کاف میں یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ کہیں ادائیگی میں فارسی کاف نہ بن جائے جس کو کاف صماء کہتے ہیں اور دو جگہوں پر خصوصی احتیاط کرنی چاہیے کہ اس میں آواز جاری نہ ہو جیسا کہ بعض عجمی (غیر عرب) لوگ کرتے ہیں:

(۱) جہاں کاف مکرر آئے جیسے بِشِرْ كِكُمْ۔

(۲) جہاں کاف کسی مہموسہ حرف سے قبل ہو جیسے: تَسْتَكْثِرُوْا

حضرت قاری محمد علی صاحبؒ جلال آبادی حجۃ القاری مطبوعہ محمود المطالع کانپور ص ۳۵ میں فرماتے ہیں ''کاف با کاف فارسی نیامیزد و ہائے ہوز ہم در و پیدا نشو خاصۃ وقتے کہ پیش از حرف مہموسہ در آید نحو تَسْتَكْثِرُوْا ہمچنیں اگر مکرر باشد نحو بِشِرْ كِكُمْ (ترجمہ) کاف کو کاف فارسی سے نہ ملائیں ایسے میں دوھائے ہوز بھی نہ پیدا ہوں خصوصاً اس وقت کہ جب حرف مہموس سے قبل آئے جیسے تَسْتَكْثِرُوْا اور اسی طرح اگر (کاف) مکرر آ جائے جیسے بِشِرْ كِكُمْ۔

وقال العلامۃ الجزری فی المقدمۃ الجزریۃ ؎

وَرَاعِ شِدَّةً بِكَافٍ وَّبِتَا

كَشِرْ كِكُمْ وَتَتَوَفّٰى فِتْنَتَا

(ترجمہ) اور رعایت کر صفت شدت کی کاف اور تاء میں جیسے بِشِرْ كِكُمْ۔ تَتَوَفّٰى اور فِتْنَتَا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ العبد المسکین قاری محمد یامین عفی عنہ رب العلمین معلم التجوید فی مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون اوائل صفر ۱۳۳۸ھ

تقریظ: قاری المقری حضرت مولانا عبدالرحمٰن المکی ثم الالہ بادی عفی عنہ

جواب نہایت صحیح و مدلل اور متقدمین و متاخرین کی کتب واداء کے مطابق ہے۔

— — — — — — —

تقریظ: کمترین خلائق (قاری) عبدالوحید الہ آبادی عفا اللہ عنہ- خادم درجہ قرآءت مدرسہ عالیہ دیوبند ضلع سہارنپور

حضرت مولانا مرشدنا تھانوی افاض اللہ تعالیٰ علی برکاتہم نے احقر کو یہ فتوی دکھلایا- احقر حرف بحرف اس جواب سے متفق ہے- احقر سے اکثر لوگوں نے اس قسم کے سوالات کئے تھے جن کے مختلف طور سے جوابات دیئے گئے- جو بفضلہ تعالیٰ اس جواب میں مع شئے زائد سب مضامین موجود ہیں احقر بوجہ عدم فرصتی و بے سامانی اس حد تک نہیں کر سکا- اس تکمیل سے نہایت مسرت ہے-

— — — — — — —

تقریظ: حکیم الامت حضرت مولانا قاری اشرف علی صاحب تھانوی ؒ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

میں مدت سے ایسی تحقیق کا شائق تھا اس رسالہ کو دیکھ کر جوش مسرت میں یہ شعر بیساختہ قلب میں آیا ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
اخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

جَزَی اللّٰہُ تَعَالیٰ مُؤَلِّفَھَا خَیْرًا لْجَزَاءِ

فوائد مکیہ : ان حروف کے ماسوا سب مجہورہ ہیں-

شرح : مطلب یہ ہے کہ حروف مہموسہ جو کہ دس ہیں ان کے علاوہ باقی انیس حروف مجہورہ ہیں جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور جن کا مجموعہ عَظُمَ وَزْنَ قَارِئٍ ذِیْ غَضٍّ جَدَّ طُلَبٌ ہے بعض نے اس کا مجموعہ یہ لکھا ہے۔ ظل قوو بض اذ غزا جند مطیع اور صفت ہمس صفت جہر کی ضد ہے-

فوائد مکیہ : شدیدہ کے آٹھ حروف ہیں جن کا مجموعہ اَجِدْ قَطٍ بَکَتْ ہے-

شرح : حضرت مصنف ؒ یہاں سے صفت شدت بیان کر رہے ہیں سب سے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ صفت شدت کے آٹھ حروف جن کا مجموعہ اَجِدُ قَطٍ بَکَتْ (ترجمہ) اچھا کام کر اور اسی پر اکتفا کر وہ اچھا کام غالب ہو کر رہے گا۔ میں جمع ہیں-

علامہ شاطبیؒ نے حروف شدیدہ کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

اَجِدْتَّ کَقُطْبٍ لِلشَّدِیْدَۃِ مُثِّلَا

ترجمہ: ''اَجِدْتَّ کَقُطْبٍ (یعنی پاتا ہوں میں مانند مدار کے پایا تا ہوں میں مانند ستارے کے قُطب کے معنی مدار بھی ہے اور ستارہ بھی ہے) آٹھ حروف کا مجموعہ حروف شدیدہ کے لئے متعین کیا گیا ہے- یہ صفت قوی ہے-''

فوائد مکیہ : ان کے سکون کے وقت آواز رک جاتی ہے۔

شرح : اب حضرت مصنفؒ صفت شدیدہ کی تعریف بیان کر رہے ہیں انہوں نے سکون کی قید لگائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صفت شدت حروف میں حالت سکون میں پائی جاتی ہے متحرک ہونے کی حالت میں نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ صفت سکون و متحرک دونوں حالتوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ یہ صفت لازمہ ہے اور صفت لازمہ کے لئے کسی قید کی ضرورت نہیں ہوتی۔

دراصل حضرت مصنفؒ نے جو سکون کی قید لگائی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جب حروف شدیدہ متحرک ہوں تو ان کی آواز جو جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی ہوتی ہے اس وقت صفت شدت کم محسوس ہوتی ہے اور سکون میں آواز بند ہو جاتی ہے اس لیے صفت شدت بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے جیسا کہ اس کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے۔

شدت کے معنی سختی اور قوت کے ہیں جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف شدیدہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی سختی اور قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ آواز کا جاری رہنا بند ہو جاتا ہے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہوتی ہے۔ مثلاً اَحَـــدْ کی دال۔ حروف شدیدہ آٹھ ہیں جیسا کہ ان کا مجموعہ بیان کیا جا چکا ہے۔

فوائد مکیہ : پانچ حروف متوسط ہیں جن کا مجموعہ لِنْ عُمَرُ ہے۔

شرح : یہاں سے صفت توسط کا بیان شروع کیا گیا ہے اور یہ صفت پانچ حروف میں پائی جاتی ہے جن کا مجموعہ لِـنْ عُمَرُ (اے عمر نرمی کر) ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے حروف متوسطہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَابَيْنَ رَخْوٍ وَّالشَّـــدِيْـدَةِ عُـمَـرُ نَـلْ

ترجمہ: ''اور رخوۃ اور شدیدہ کے درمیان عُـمَـرُ نَلْ (اے عمر پا تو) یا ءحرف ندا محذوف ہے۔ پانچ حروف متوسط ہیں''۔

علامہ جزری ان کو اسطرح بیان فرما رہے ہیں

وَبَيْـــنَ رَخْـــوٍ وَّالشَّـــدِيْـــدِ لِـــنْ عُـــمَـــرْ

ترجمہ: ''اور درمیان رخوہ اور شدیدہ کے حروف متوسط لِنْ عُمَرُ ہیں''۔

نوٹ: بعض نے حروف متوسطہ کی تعداد آٹھ بیان کی ہے اور ان میں حروف مدہ کو بھی شامل کیا ہے ان کی بات غلط ہے حروف متوسطہ پانچ ہیں جیسا کہ تحقیق سے ثابت ہے اور اس کی تردید علامہ شاطبیؒ اس طرح فرماتے ہیں:

وَ (وَایٌ) حُـرُوْفُ الْـمَـدِّ وَالـرَّخْـوِ كَـمَّـلاَ

ترجمہ: اور وَایٌ حروف مدہ اور حروف رخوہ کو کامل کرتے ہیں یعنی حروف مدہ حروف متوسطہ میں سے نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے بلکہ یہ رخوہ میں سے ہیں۔"

فوائد مکیہ : ان میں بالکل آواز بند نہیں ہوتی۔

شرح : یہاں صفت توسط کی توضیح کی گئی ہے توسط کا معنی بین بین یعنی درمیان درمیان کے ہے یعنی جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف متوسطہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں نہ تو پوری طرح جاری رہتی ہے اور نہ بند ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ بھی فرما رہے ہیں۔ بلکہ درمیانی حالت ہوتی ہے جیسا کہ اس صفت کے معنی سے واضح ہے یعنی شدت ناقصہ اور رخاوت ناقصہ پائی جائے۔

فوائد مکیہ : باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسطہ کے سب رخوہ ہیں۔

شرح : حروف شدیدہ آٹھ ہیں اور حروف متوسطہ پانچ ہیں ان تیرہ حروف کے علاوہ بقایا سولہ حروف رخوہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے خَسَّ حَظَّ شَصٍّ هَزٍّ وَ صِغْثٍ يَا فَذٌ ۔(ترجمہ: کم نصیبی محنت کی کمی اور پراگندہ حالی سے ہے اے پریشان آدمی)

فوائد مکیہ : یعنی ان کی آواز جاری ہو سکتی ہے۔

شرح : صفت رخوت کی توضیح فرما رہے ہیں۔ رخوت کے معنی نرمی کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً (صٓ ۔ ۳٦) (ترجمہ) وہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی ہے۔

جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف رخوہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسی نرمی سے ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی پائی جائے جیسے النـاس کی سین یہ صفت شدت کی ضد ہے اور یہ صفت ضعیف ہے۔

یہاں تک حضرت مصنفؒ نے صفات لازمہ کی چار اہم صفات بیان کی ہیں اور ان چار صفات کی مزید تشریح و توضیح اس طرح سمجھی جا سکتی ہے۔

خارج ہونے والی ہوا جو حرف کی صفت ہے اگر قوی آواز کے ساتھ پیدا ہو رہی ہے۔ تو یہ صفت جہر ہے اور اگر آواز کے

علاوہ کچھ سانس بھی حرف کے ساتھ جاری رہے تو صفت ہمس ہے پھر اگر حرف کی آواز مخرج میں بالکل بند ہو جائے تو اسے صفت شدت کہتے ہیں- جیسے اَلْحَجْ کی جیم پر وقف کرنے کی صورت میں آواز مخرج میں بالکل بند ہو جاتی ہے اور فوری طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ جیم میں صفت شدت اور صفت جہر پائی جا رہی ہیں-

مگر اس کے برعکس اگر حرف کی آواز پوری طرح جاری رہے اور رکے نہیں تو اس صفت کو صفت رخوت کہتے ہیں مثلاً اَلْقُرَیْشْ کی شین پر وقف کرنے سے آواز اور سانس بند نہیں ہوتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شین میں ہمس اور رخوت کی صفات پائی جا رہی ہیں- ایسے ہی اگر آواز پوری طرح نہ تو جاری ہو اور نہ ہی بند ہو- تو اسے صفت توسط کہتے ہیں- مثلاً ظَلّْ پر وقفاً درمیانی کیفیت ہوتی ہے-

ان چاروں صفات کو آپس میں ملانے سے حروف کی چار اقسام ہوتی ہیں-

(۱) مجہورہ شدیدہ

کل چھ حروف ہیں: (۱) ہمزہ (۲) جیم (۳) دال (۴) قاف (۵) طاء اور (۶) باء

ان حروف میں آواز بلند اور بند ہوگی-

(۲) مجہورہ رخوہ

کل سات حروف ہیں: (۱) الف (۲) واؤ (۳) یاء (۴) ذال (۵) ضاد

(۶) ظاء اور (۷) غین- ان حروف میں آواز بلند اور جاری ہوگی-

(۳) مہموسہ شدیدہ

یہ دو حروف ہیں: (۱) کاف اور (۲) تاء- ان دونوں حرفوں میں آواز پست اور بند ہوگی-

(۴) مہموسہ رخوہ

کل آٹھ حروف ہیں: (۱) ثاء (۲) حاء (۳) خاء (۴) سین (۵) شین (۶) صاد (۷) فاء اور (۸) ھاء ان حروف میں آواز پست اور جاری رہے گی- اور حروف متوسطہ یعنی لِنْ عُمَرْ کے پانچ حروف متوسط مجہورہ ہیں-

فوائد مکیہ : خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ یہ حروف متصف ہیں ساتھ استعلاء کے

شرح : یہاں سے صفت استعلا کا بیان شروع ہوا ہے جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے وہ سات ہیں جن کا مجموعہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ (ترجمہ: دنیا کے تفاخر کے درپے ہو کر وقت ضائع نہ کرو) ہے- علامہ شاطبیؒ نے حروف استعلاء کو اسطرح بیان فرمایا ہے

وَ قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ سَبْعُ عَلْوٍ ----

ترجمہ: ''اور قِظْ خُصَّ ضَغْطٍ سات حروف مستعلیہ ہیں۔''

اور علامہ جزریؒ ان حروف استعلاء کو ایسے بیان فرمارہے ہیں ۔

وَسَبْعُ عُلْوٍ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ حَصَرْ

ترجمہ: ''اور سات حروف ہیں مستعلیہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ میں منحصر یعنی جمع ہیں۔''

فوائد مکیه : یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔

شرح : صفت استعلاء کی توضیح میں حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان حروف مستعلیہ کو ادا کرتے وقت زبان کا اکثر حصہ (اس سے مراد زبان کی جڑ ہے) تالو کی طرف اٹھ جاتا ہے۔یعنی زبان کی جڑ تالو کی طرف صرف بلند ہوتی ہے تالو سے ملتی نہیں ہے بلکہ جدا رہتی ہے۔

استعلاء کے لغوی معنی ہیں بلندی کی طرف اٹھنا۔جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف مستعلیہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف خوب پر ہو جاتے ہیں جیسے قَالَ کا قاف۔علماء تجوید کے نزدیک صفت استعلا قوی صفت ہے۔

فوائد مکیه : اس کے ماسواسب حروف استفال کے ساتھ متصف ہیں۔

شرح : مطلب یہ ہے کہ حروف مستعلیہ جو کہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ کے مجموعہ میں جمع ہیں ان کے علاوہ باقی بائیس حروف حروف مستفلہ ہیں جس کا مجموعہ مَنْ اَخَذَ وَ جَدَ سَعَةً فَزَكَا حُقَّ لَهُ شُرْبُ غَيْثٍ (ترجمہ: جو وسعت مال کی تونگری پائے اور وہ مال پاکیزہ ہو بارش رحمت کا پینا اس کو جائز ہے) ہے۔

فوائد مکیه : ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔

شرح : مستفلہ کی تعریف میں حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان مستفلہ حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھے گی۔

استفال کے لغوی معنی نیچے رہنے کے ہیں جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں مستفلہ کہتے ہیں۔اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف ادائیگی میں باریک رہتے ہیں جیسے حُبْلٌ کا لام۔

یہ صفت ضعیف ہے۔صفت استعلاء اور صفت استفال ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

فوائد مکیہ : صَطَظَضْ یہ حروف متصف ہیں اطباق کے۔

شرح : صفت اطباق چار حروف میں پائی جاتی ہے جن کا مجموعہ صَطَظَضْ ہے۔علامہ شاطبیؒ نے حروف مطبقہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

----------- وَمُطْبَقٌ
هُوَ الضَّادُ وَالظَّا اُعْجِمَا وَاِنْ اُهْمِلاَ

ترجمہ:''اور حروف مطبقہ ضاد اور ظاء ہیں خواہ یہ دونوں بانقطہ ہوں یا بے نقطہ۔''

یعنی ضاد اور ظاء کے نقطے ہوتے ہیں اور اسی طرح طاء اور صاد نقطے کے بغیر ہوتے ہیں لکھنے میں شکل ایک جیسی ہے۔بظاہر نقطے ان میں فرق کرتے ہیں اور آواز ان کی مختلف ہوتی ہے صفات کی وجہ سے۔

اور علامہ جزریؒ نے حروف مطبقہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

وَصَادُ ضَادُ طَاءٌ ظَاءٌ مُّطْبَقَهْ

ترجمہ: ''اور صاد۔ضاد۔طاء۔ظاء۔حروف مطبقہ ہیں۔''

فوائد مکیہ : یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے۔

شرح : اب صفت اطباق کی توضیح فرما رہے ہیں۔اطباق کے معنی ڈھانپنا یا لپٹنے کے ہیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ○ (الانشقاق) (ترجمہ: تمہیں ایک حالت کے بعد دوسری حالت سے بھی گزرنا ہوگا۔) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف مطبقہ کہتے ہیں۔مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا بیچ یعنی درمیانی حصہ تالو کے ساتھ ملصق ہو جاتا ہے یعنی مل جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ چاروں حروف خوب پر ہو جاتے ہیں جیسے خَطَايَا کی طاء۔صفت اطباق قوی صفت ہے۔

فوائد مکیہ : ان چار حرفوں کے سوا باقی حروف انفتاح سے متصف ہیں۔یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں۔

شرح : حضرت مصنفؒ صفت انفتاح کو بیان فرما رہے ہیں۔جو کہ صفت اطباق کی ضد ہے۔مطبقہ چار حروف کے علاوہ باقی تمام حروف منفتحہ ہیں۔ان کو ادا کرتے وقت زبان کا بیچ یعنی درمیانی حصہ تالو سے جدا رہتا ہے۔

انفتاح کے معنی افتراق الگ اور جدا ہونے کے ہیں۔ جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں منفتحہ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے۔ خواہ زبان کی جڑ اوپر کی طرف اٹھ جائے۔ جیسے: غ۔ خ۔ ق میں بلند ہوتی ہے مستعلیہ ہونے کی وجہ سے حضرت مصنفؒ کی عبارت یعنی ''ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں'' اسی کی طرف مشیر ہے۔

جس کی وجہ سے یہ حروف باریک ادا ہوتے ہیں۔ جیسے یَسْمَعُوْنَ کے تمام حروف۔ مطبقہ کے علاوہ باقی پچیس حروف منفتحہ ہیں جن کا مجموعہ مَنْ اَخَذَ وَجَدَ سَعَةٍ فَزَكَا حَقٌّ لَهُ شُرْبُ غَيْثٍ (ترجمہ: جو وسعت مال کی تونگری پائے اور وہ مال پاکیزہ ہو بارش رحمت کا پینا اس کو جائز ہے) ہے۔ یہ صفت ضعیف ہے۔ مگر ضعیف ہونے کے باوجود علامہ جزریؒ نے اس کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَ خَلِّصِ انْفِتَاحَ مَحْذُوْرًا عَسٰى　　خَوْفَ اشْتِبَاهِهٖ بِمَحْظُوْرًا عَصٰى

ترجمہ: اور مَحْذُوْرًا اور عَسٰى کے انفتاح کو خالص (ترقیق کے ساتھ) ادا کرو ان کے مشتبہ ہو جانے کے ڈر سے مَحْظُوْرًا اور عَصٰى کے ساتھ۔

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صفت انفتاح کو اگر مَحْذُوْرًا کی ذال میں اور عَسٰى کی سین میں ادا نہ کیا۔ تو مَحْذُوْرًا کی ذال ظاء سے بدل جائے گی اور یہ مَحْظُوْرًا بن جائے گا۔ اور عَسٰى کی سین صاد سے بدل جائے گی اور یہ عَصٰى بن جائے گا۔ ایک حرف دوسرے حرف سے بدلنے کی وجہ سے یہ لحن جلی ہوگی۔ اس لیے کہ مَحْذُوْرًا بالذال کا معنی ہے۔ خوفناک اور مَحْظُوْرًا بالظاء کا معنی ہے ممنوع۔ اسی طرح عَسٰى بالسین کا معنی ہے قریب اور عَصٰى بالصاد کا معنی ہے اس نے نافرمانی کی۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ صفت انفتاح جن جن حروف میں پائی گئی ہے ان میں خاص اہتمام کے ساتھ ادا کی جائے تاکہ کوئی حرف دوسرے حرف سے بدل کر لحن جلی نہ ہو جائے۔

فوائد مکیہ : یہ صفات جو ذکر کیے گئے ہیں متضادہ ہیں۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں تک صفات لازمہ متضادہ کو بیان کیا ہے جیسا کہ شروع میں ذکر بھی فرمایا ہے۔ یہاں پر چار صفات اور ان کی چار ہی اضداد کو بیان کیا ہے۔

فوائد مکیہ : جہر کی ضد ہمس ہے۔ رخو کی ضد شدت ہے اور استعلاء کی ضد استفال اور اطباق کی ضد انفتاح۔

شرح : یہاں توضیح فرما رہے ہیں کہ صفات لازمہ متضادہ جو بیان کی ہیں ان میں کون سی صفت کسی کی ضد ہے فرمایا کہ جہر کی ضد ہمس ہے رخوت کی ضد شدت ہے اور استعلاء کی ضد استفال ہے اور اطباق کی ضد انفتاح ہے۔

فوائد مکیہ : تو ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا۔

شرح : صفات لازمہ متضادہ ایسی صفات کو کہتے ہیں کہ نہ تو وہ دونوں کسی ایک حرف میں جمع ہوں اور نہ کوئی حرف ان سے خالی ہو۔ حضرت مصنفؒ توضیح فرما رہے ہیں کہ ہر حرف میں چار صفتیں ضروری پائی جائیں گی۔ ایسا نہیں ہے کہ حروف تہجی میں سے کوئی حرف صفات لازمہ متضادہ میں نہ پایا جائے اگر کوئی حرف صفت جہر میں ہے تو ہمس میں نہ ہوگا اور اگر صفت ہمس میں ہے تو صفت جہر میں نہ ہوگا۔ اسی طرح صفت شدت میں جو حرف ہوگا تو وہ رخوت اور توسط میں نہ ہوگا اور اگر صفت رخوت میں جو حرف ہوگا تو شدت اور توسط میں نہ ہوگا ایسے ہی صفت توسط میں اگر کوئی حرف ہے تو وہ صفت رخوت اور صفت شدت دونوں میں نہ ہوگا یہ اصول تمام صفات متضادہ میں کارفرما رہے گا۔

نوٹ: حضرت مصنفؒ نے صفت اذلاق اور صفت اصمات کا تذکرہ نہیں فرمایا اسے یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

صفت اذلاق

اذلاق کے معنی کنارہ اور پھسلنے کے ہیں۔ جن حروف میں یہ صفت اذلاق پائی جاتی ہے انہیں حروف مذلقہ کہتے ہیں مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حروف اپنے مخارج یعنی ہونٹ اور زبان کے کنارہ سے بہت سہولت اور جلدی سے ادا ہوتے ہیں مثلاً **زُلَفًا** کی فاء اور لام۔

یہ چھ حروف ہیں جن کا مجموعہ **فَرَّ مِنْ لُبٍّ** (ترجمہ: اللہ کی جانب رجوع کرنے والا شخص عقلمند ہے) ہے۔

صفت اصمات

اصمات کے معنی منع کرنا اور روکنے کے ہیں۔ جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ انہیں حروف **مصمتہ** کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخارج سے بہت مضبوطی اور گرانی کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ مثلاً **خَيْرٌ** کی خاء۔

حروف مذلقہ کے علاوہ باقی تئیس حروف **مصمتہ** ہیں جن کا مجموعہ **جُزْ غِشَّ سَاخِطٍ صَدَّثِقَةً إِذْ وَعْظُهُ يَحُضُّكَ** (ترجمہ: اس غصہ کرنے والے کے دھوکے سے درگزر کر جو نیک آدمی کو روکے کیونکہ اس کو نصیحت تجھے خیر پر آمادہ کرے گی) ہے۔

حضرت مصنفؒ نے صفت اذلاق اور اصمات کو کیوں بیان نہیں فرمایا؟

صفت اذلاق اور صفت اصمات کو بعض مصنفین نے بیان کیا ہے جیسے علامہ جزریؒ نے المقدمة الجزرية میں بیان کیا ہے۔شافیہ لابن حاجب میں بھی یہ موجود ہیں۔ایسے ہی نہایۃ القول المفید اور طیبہ میں بھی ان کو بیان کیا گیا ہے۔

اور بعض مصنفین نے ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔

جیسے علامہ شاطبیؒ نے اپنے قصیدے شاطبیہ میں بیان نہیں کیا ایسے ہی النشر۔جهد المقل۔التمہید اور الرعاية میں ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔جن مصنفین نے ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔انہوں نے اختصار کی وجہ سے بیان نہیں کیا۔اور فن کی انہی کتب کی تقلید میں حضرت مصنفؒ نے بھی اختصار کی وجہ سے ان دونوں صفات کو بیان نہیں کیا۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صفات لازمہ متضادہ میں پہلی چار صفات۔ہمس۔جہر۔شدت اور رخوت ہیں۔

ہمس کا معنی پستی اور ضعف کے ہیں جہر کا معنی بلندی ہے اور شدت کا معنی قوت اور سختی کے ہیں۔رخوت کا معنی نرمی ہے ان چار صفات میں جو پستی۔بلندی اور سختی۔نرمی بیان کی گئی ہیں۔صفت اذلاق اور اصمات کا بھی یہی مطلب ہے۔یعنی سہولت سے ادا ہونا اور مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہونا ایسا مفہوم ہے جو پہلی چار صفات میں پایا گیا ہے۔

تیسری وجہ جو بعض اساتذہ فن نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مصنفؒ نے ان صفات کو یہاں اس لیے ذکر نہیں فرمایا ہے کہ ان کا تعلق تجوید کی بہ نسبت نحو سے زیادہ ہے۔

بعض مصنفین نے جو صفت اذلاق اور صفت اصمات کو ذکر نہیں کیا اس کی وجہ ان کتب کے مصنفین نے کہا ہے کہ ان دونوں صفات کا تعلق اداء و تجوید کے بجائے وضع اور عربیت سے ہے سو ان کے نزدیک اذلاق کے معنی یہ ہیں کہ عربی لغت و زبان میں ایسا تو ہوسکتا ہے کہ کوئی رباعی یا خماسی (یعنی چار یا پانچ اصلی حروف والا) کلمہ مصمتہ حروف کے شامل ہوئے بغیر مذلقہ ہی سے مرکب ہو جائے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ رباعی یا خماسی کلمہ مصمتہ حروف ہی سے مرکب ہو جائے اور اس میں مذلقہ حرف کوئی بھی شامل نہ ہو بلکہ ایسے کلمات میں ایک حرف مذلقہ کا ہونا ضروری و لابدی امر ہے۔گو بعض کلمات میں ایک سے زائد حروف بھی پائے جاتے ہیں مثلاً جَعْفَر۔قِمَطْر۔سَفَرْجَل۔قُذَعْمِل۔جَحْمَرِش وغیرہ اور اصمات کے معنی یہ ہیں کہ مصمتہ حروف اس بات سے منع کئے گئے ہیں کہ کسی رباعی یا خماسی کلمہ کی بناء انہی حروف کے ساتھ مخصوص ہو جائے اور اس میں اذلاق کا کوئی حرف بھی شامل نہ ہو۔یہ بات ممنوع اور غیر موجود ہے پس گویا یہ حروف عرب کو اس بات سے خاموش و منع اور خالی کرتے ہیں کہ وہ اپنی زبان میں کوئی رباعی یا خماسی کلمہ ایسا پائیں جو صرف مصمتہ حروف سے مرکب ہو گیا ہو اور مذلقہ میں سے ایک حرف بھی اس میں شامل نہ ہوا ہو اور یہ اس لیے ہے کہ بہ نسبت مذلقہ کے یہ حروف قدرے ثقیل و

دشوار ہیں پس رباعی اور خماسی کلمہ میں ایک ثقل تو طوالت کا پایا جاتا ہے پھر اگر وہ کلمہ صرف مصمتہ حروف سے بن جاتا تو اس میں دوسرا ثقل تلفظ کا آ جاتا اس لیے کسی مذلقہ حرف کی شمولیت ضروری ہوتی تا کہ اس کی خفت و سہولت سے مصمتہ کے ثقل و دشواری کا ازالہ ہو جاتے اور عَسْجَد- دُهْدُقَة- زُهْزُقَة- عَسْطوس- عسطس شواذ کے قبیل سے ہیں اس تقریر پر مصمتة بمعنی ممنوع اور مصمتة بمعنی ساکت ہے۔

یاد رہے کہ مروجہ نصاب تجوید جمال القرآن تیسیر التجوید اور المقدمۃ الجزریہ میں ان کا بیان ہوا ہے اسی لیے ان کو ہم نے یہاں بیان کیا ہے۔ نیز ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اختصار کی بناء پر حضرت مصنفؒ نے اگر ان کو یہاں بیان نہیں فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ حضرت مصنفؒ اور دیگر وہ مصنفین جو ان دونوں صفات کا تذکرہ نہیں فرما رہے ہیں وہ ان صفات کے وجود سے انکاری ہیں۔ بلکہ وہ ان کے وجود کو مانتے ہیں۔

فوائد مکیہ : باقی صفات کی ضد نہیں ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ کا فرمان کہ باقی صفات کی ضد نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اب یہاں سے صفات لازمہ غیر متضادہ کا بیان شروع ہو رہا ہے اور صفات لازمہ غیر متضادہ کی ضد نہیں ہوتی۔

صفات لازمہ غیر متضادہ کی تعریف

یہ حروف کی وہ لازمی اور ضروری صفات ہیں جن کا حرف میں پایا جانا لازمی اور ضروری ہو مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل الگ الگ ہوں- ضدیت اور تقابل ہرگز نہ ہو- یہ صفات بعض حروف میں ہوں گی اور بعض میں نہ ہوں گی-

صفات لازمہ متضادہ اور صفات لازمہ غیر متضادہ میں فرق

صفات لازمہ متضادہ اور صفات لازمہ غیر متضادہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صفات لازمہ متضادہ تمام حروف میں پائی جاتی ہیں جب کہ صفات لازمہ غیر متضادہ صرف بعض حروف میں پائی جاتی ہیں-

فوائد مکیہ : قلقلہ کے پانچ حروف ہیں جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ ہے-

شرح : صفات لازمہ غیر متضادہ میں سب سے پہلی صفت قلقلہ ہے- حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ یہ پانچ حروف میں ہوتی ہے جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ (ترجمہ: بخت و عظمت کا مدار و مرکز) ہے۔ علامہ شاطبیؒ صفت قلقلہ کے متعلق

فرماتے ہیں ۔

وَفِيْ قُطْبُ جَدٍّ خَمْسُ قَلْقَلَةٍ عَلاَ

ترجمہ: ''اور قُطْبُ جَدٍّ میں قلقلہ کے پانچ عالیشان حروف ہیں۔

اور علامہ جزریؒ نے حروف قلقلہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

قَلْقَلَةٌ قُطْبُ جَدٍّ ----

ترجمہ: اور حروف قلقلہ قُطْبُ جَدٍّ ہیں۔

فوائد مکیہ : مگر قاف میں قلقلہ واجب اور باقی چار حروف میں جائز ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قلقلہ قاف میں واجب ہے یہاں واجب سے مراد اکمل ہے اور آگے فرمایا کہ باقی چار حروف میں قلقلہ جائز ہے اور اس سے مراد کامل ہے۔

محققین کے نزدیک چونکہ حروف قلقلہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک حروف قلقلہ پانچ ہیں بعض کے نزدیک تین اور بعض کے نزدیک ایک ہے۔ مگر ان تمام محققین کی بیان کردہ اقسام میں حرف قاف لازماً شامل ہے۔ اور حضرت مصنفؒ نے حرف قاف میں قلقلہ واجب اور باقی چار میں جائز فرما کر اسی اختلاف کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ علامہ شاطبیؒ نے بھی قاف کے قلقلہ کے متعلق اس طرح فرمایا ہے ۔

وَاَعْرَفُهُنَّ الْقَافُ كُلٌّ يَعُدُّهَا

ترجمہ: ''اور حروف قلقلہ میں سب سے زیادہ مشہور قاف ہے سب اس کو شمار کرتے ہیں۔''

فوائد مکیہ : قلقلہ کے معنی مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ۔

شرح : اب قلقلہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ قلقلہ کے معنی حرکت دینا اور ہلانا ہے اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں حروف مقلقلہ کہتے ہیں ان حروف کو ادا کرتے وقت حالت سکون میں ان کے مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے مثلاً وَقَبَ کی باء۔ مَسَدٌ کی دال وغیرہ۔ یہ صفت قوی ہے۔

علامہ جزریؒ حروف قلقلہ کی صحیح ادائیگی کی جانب اس طرح توجہ دلا رہے ہیں ۔

وَبَيِّنَنْ مُقَلْقَلًا اِنْ سَكَنَا

وَاِنْ يَّكُنْ فِي الْوَقْفِ كَانَ اَبْيَنَا

ترجمہ: ”اور خوب ظاہر کر حروف قلقلہ کو جب کہ وہ (سکون اصلی کے ساتھ) ساکن ہوں اور اگر (حروف قلقلہ) وقف کی حالت میں ہوں تو (ان میں قلقلہ) زیادہ واضح (اور ظاہر) ہوگا۔

قلقلہ کی صحیح ادائیگی کا طریقہ

قلقلہ کے ادا کرنے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس طرح آواز بلند تھی اس آواز کی بلندی کے ساتھ قلقلہ ادا کیا جائے کہ صاف صاف واضح سنائی دے۔ اس لئے کہ قلقلہ جن حروف میں ہوتا ہے وہ سب مجہورہ شدیدہ ہوتے ہیں۔ صفت قلقلہ ادا کرنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ حروف عموماً سکون کی حالت میں الصاق عضوین یعنی دو جسموں کے ملنے سے ادا ہوتے ہیں اور حروف متحرکہ انفکاک عضوین دو جسموں کی علیحدگی اور جدائی سے ادا ہوتے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ تمام حرفوں میں عام ہے۔ سوائے حروف قلقلہ کے' حروف قلقلہ ساکنہ میں الصاق عضوین کے بعد انفکاک عضوین بھی ضروری ہے۔ یہ انفکاک حروف قلقلہ غیر مشددہ میں فوری طور پر ہونا چاہیے ورنہ حروف قلقلہ مشددہ ہو جائیں گے۔ اور مشددہ میں الصاق کے بعد انفکاک فوری طور پر نہیں ہونا چاہیے ورنہ غیر مشدد ہو جائیں گے۔

قلقلہ کے مراتب چار ہیں:

(۱) ساکن موقوف مشدد جیسے بِالْحَقّْ

(۲) ساکن موقوف مخفف جیسے مُحِيطْ

(۳) وہ ساکن حرف جو کلمہ کے درمیان میں ہو جیسے يَجْمَعُ

(۴) متحرک مطلقاً جیسے طَبَعَ میں طاء اور باء

قلقلہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) الصغیرہ (۲) الکبیرہ (۳) الاکبر

۱) الصغیرہ

ایسا حرف قلقلہ جو ساکن کلمہ کے درمیان میں ہو جیسے يَقْدِرُ

(۲)الکبیرہ

ایسا حرف جو ساکن موقوف مخفف ہو جیسے اَلسُّجُوْدُ

(۳)الاکبر

ایسا حرف جو ساکن موقوف مشدد ہو جیسے اَشَقّ

حروف قلقلہ کے مراتب کی توجیہہ

قلقلہ میں مراتب ثلاثہ کی توجیہہ یہ ہے کہ سکون غیر وقفی میں حرف قلقلہ کے بعد فوراً دوسرے حرف کا تلفظ کرنا ہوتا ہے اس لیے قلقلہ کو پوری طرح ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور وقفی سکون میں تھوڑی دیر ٹھہرنا ہوتا ہے اس لیے اچھی طرح ظاہر کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اس فرق کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وقف میں چونکہ سانس ختم ہو رہا ہوتا ہے اس لیے اگر آخری حرف کے ادا کرنے میں پورے اہتمام سے کام نہ لیا جائے تو کما حقہ ادا نہیں ہوتا بخلاف ساکن غیر وقفی کے کہ اس میں یہ بات نہیں ہوتی اس لیے اس کے ظاہر کرنے کے لیے زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی باقی جو متحرک کا قلقلہ ہوتا ہے۔ وہ حرکت کے ساتھ خود ادا ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا کوئی خاص احساس نہیں ہوتا۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قلقلہ ہوا ہی نہیں۔ اس لیے اس کا مرتبہ سب سے کم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فوائد مکیہ : راء میں صفت تکرار کی ہے۔ مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو احتراز کرنا چاہیے۔

شرح : یہاں سے راء میں پائی جانے والی صفت تکرار کا بیان شروع ہوا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ صفت راء میں پائی جاتی ہے اور اس کو ادا کرنا چاہیے مگر صفت تکرار کو بیان کرنے کے فوراً بعد فرما رہے ہیں کہ اس سے بچنا چاہیے بظاہر یہ تضاد ہے مگر دراصل بات یہ ہے کہ تکرار کا لغوی معنی ہوتا ہے ایک چیز کو بار بار حقیقی طور پر ادا کرنا اور یہاں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ مشابہت تکرار مراد ہے یعنی راء میں حقیقی تکرار احترازی صفت ہے۔ اور اس سے بچنا ضروری ہے جبکہ صفت ادائی مشابہت تکرار ہے۔

حقیقی تکرار سے بچنے کا طریقہ

حضرات قراء اور مجودین عظام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن پڑھنے والے قاری کو چاہیے کہ راء کے ادا کرتے وقت سراء

زبان کو تالو کے ساتھ ایک بار مضبوطی سے اس طرح چمٹائے کہ لرزنے نہ پائے۔ان دونوں کا فرق اساتذہ سے تلقی پر موقوف ہے لکھنے سے یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔یہ صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے صفت تکرار اس طرح بیان فرمائی ہے:

---- وَرَاءٌ تَكَرَّرَتْ

ترجمہ: اور راء صفت تکریر سے متصف کی گئی ہے۔

اور علامہ جزریؒ نے صفت تکرار اس طرح بیان فرمائی ہے:

---- وَبِتَكْرِيرٍ جُعِلْ

ترجمہ: اور صفت تکریر کے ساتھ وہ راء خاص کی گئی ہے۔

اور جب راء مشدد ہو تو اس میں صفت تکریر کو بہت اہتمام اور احتیاط سے ادا کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ تشدید کو ادا کرتے وقت کئی راء ادا ہو جائیں اور یہی حقیقی تکرار ہے جس سے بچنا نہایت ضروری ہے علامہ جزریؒ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں:

وَأَخْفِ تَكْرِيْرًا إِذَا تُشَدَّدُ

اور چھپا صفت تکریر کو جب مشدد ہو وہ یعنی راء کو نرمی سے ادا کرو۔

تکرار حقیقی سے بچنے اور مشابہت تکرار ادا کرنے کا صحیح طریقہ علمائے تجوید نے یہ بیان فرمایا ہے کہ طرف لسان کو اس کے مقابل اوپر کے تالو سے دفعۃً مضبوطی کے ساتھ خوب اچھی طرح ملا دیا جائے اور جب تک راء ادا نہ ہو زبان کو حرکت نہ دیں۔

فوائد مکیہ : شین میں صفت تفشی ہے یعنی منہ میں صوت پھیلتی ہے۔

شرح : شین میں صفت لازمہ غیر متضادہ میں سے ایک صفت تفشی ہے۔اس کو ادا کرتے وقت آواز منہ میں پھیل جاتی ہے۔حضرت مصنفؒ نے جو صفت تفشی کی تعریف تحریر فرمائی ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہے اس پر لکھنے کی مزید کوئی ضرورت نہیں۔مگر بعض لوگ شین کو ادا کرتے وقت صفت تفشی کا خیال نہیں کرتے جس سے شین ناقص ادا ہوتا ہے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔تاکہ شین کامل ادا ہو۔یہ صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے صفت تفشی کو اس طرح بیان کیا ہے:

--- وَشِيْنُهُمْ بِالتَّفَشِّيْ تَعَمَّلَا

ترجمہ: اور شین میں تفشی پر عمل پیرا ہو۔

علامہ جزریؒ نے صفت تفشی کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَلِلتَّفَشِّی الشِّیْنُ-----

ترجمہ: اور صفت تفشی کے لیے شین ہے۔

فوائد مکیہ : اور ضاد میں صفت استطالت ہے۔

شرح : استطالت کے معنی لمبا اور درازی کے ہیں۔ حرف ضاد میں یہ صفت پائی جاتی ہے اسی لئے اسے حرف مستطیلہ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس حرف کو ادا کرتے وقت شروع حافہ سے آخر حافہ تک آواز کو درازی رہتی ہے۔ مثلاً **الضآلین** کا ضاد۔

صفت استطالت کی صحت کا معیار علماء تجوید نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ضاد کو ادا کرتے وقت آواز دال کے مشابہ ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت استطالت صحیح ادا نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ دال میں صفت شدت کی وجہ سے حبس صوت ہے جو مانع استطالت ہے۔ اور اگر ضاد کی آواز ظاء کے مشابہ ہو تو پھر اس وقت صفت استطالت کا ادا ہونا ممکن ہے جبکہ زبان کی نوک ظاء کے مخرج سے بالکل جدا رہے۔ حرف ضاد کو ظاء سے مشابہت تامہ حاصل ہے جیسا کہ صاحب الرعایہ فرماتے ہیں "**وَلَمْ يَخْتَلِفَا فِي السَّمْعِ**" لیکن یہ دلیل صرف مشابہ ہونے کی ہے مکمل ظاء ہونے کی نہیں اور اگر ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کیا جائے تو لحن جلی ہوگی۔ استطالت صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے صفت استطالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

كَمَا الْمُسْتَطِيْلُ الضَّادُ لَيْسَ بِأَغْفَلَا

ترجمہ: جیسا کہ ضاد مستطیل ہے جو بے نقطہ نہیں۔

علامہ جزریؒ نے صفت استطالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

--- ضَادٌ نِ اسْتَطِلْ

ترجمہ: اور ضاد میں صفت استطالت ادا کر۔

حرف مستطیل اور حرف مدہ میں فرق

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حرف مستطیل میں درازی مخرج میں ہوتی ہے اور حرف مدہ میں درازی ان کی ذات میں ہوتی ہے۔

صفت تَفَشّی اور صفت استطالت میں فرق

صفت تفشی کے معنی ہیں ''پھیلنا'' یعنی جب شین کو ادا کیا جاتا ہے تو آواز مخرج میں پھیل جاتی ہے اور استطالت کا معنی لمبا اور دراز ہونا ہے اور ضاد کو ادا کرتے ہوئے شروع حافہ سے آخر حافہ تک آواز کو امتداد رہتا ہے۔

فوائد مکیہ : اور صاد - زای - سین حروف صفیرہ کہلاتے ہیں۔

شرح : صفیر کے معنی سیٹی کے ہیں - جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انہیں حروف صفیرہ یا صفیریہ کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے مثلاً اَحْسَنَ کی سین - یہ صفت تین حروف میں پائی جاتی ہے صاد - زای اور سین - یہ صفت قوی ہے۔

علامہ شاطبیؒ صفت صفیر کا تذکرہ اس طرح فرمارہے ہیں ؎

وَصَـــادٌ وَّسِيْـنٌ مُّهْـمَـلَانِ وَزَايُهَـــا
صَـــفِيْـــرٌ ——————————

ترجمہ: ''اور صاد اور سین مہملتین اور زای حروف صفیر ہیں۔''

علامہ جزریؒ حروف صفیر کا تذکرہ اس طرح فرمارہے ہیں ؎

صَـــفِيْــرُهَــا صَــادٌ وَّزَایٌ سِيْـنٌ

ترجمہ: ''اور صفیر ان حرفوں کے صاد - زای اور سین ہیں۔

سین میں صفت صفیر بہ نسبت صاد کے زیادہ ظاہر ہے اور صاد میں بہ نسبت زای کے ظاہر تر ہے۔

فوائد مکیہ : نون - میم میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز جاتی ہے - اور کسی حرف میں یہ صفت نہیں ہے۔

شرح : اس کا نام صفت غنہ ہے اور یہ صفت لازمہ ہے نون اور میم کی- ان دونوں حرفوں میں ہر حالت میں غنہ کسی نہ کسی صورت میں ضرور پایا جائے گا- خواہ معمولی طور پر ہو- جیسے نون میم مظہرہ اور نون میم متحرکہ میں نون میم متحرکہ اور نون میم مظہرہ میں جو غنہ ذکر کیا گیا ہے اس کو غنہ آنی کہتے ہیں اور یہ صفت لازمہ ہے- نون میم مشدد نون میم مخفاۃ نون ساکن وتنوین مدغم با ادغام ناقص ان میں ایک الف کے برابر غنہ کیا جائے گا- اور جو ایک الف کے برابر غنہ بیان کیا گیا ہے وہ غنہ زمانی ہے- یہ غنہ نون میم مشدد میں بطور صفت کے اور نون میم مخفاۃ میں بطور ذات کے ہوتا ہے کیونکہ اخفا کی صورت میں ان دونوں کا مخرج ہی خیشوم ہوتا ہے اور ادغام بالغنہ کے وقت نون کا مخرج تو مدغم فیہ کے مخرج سے بدل جائے گا اور ایک الف کے برابر جو غنہ ادا کیا جائے گا وہ بطور صفت کے ادا کیا جائے گا- جیسے مَنْ يَّقُوْلُ- مِنْ وَّالٍ وغیرہ- یہ غنہ زمانی صفت عارضہ ہے اور جہاں غنہ زمانی ہوگا وہاں غنہ آنی ضرور ہوگا اور جہاں غنہ آنی ہوگا وہاں ضروری نہیں کہ غنہ زمانی بھی ہو- غنہ کی صفت قوی صفات میں سے ہے-

اس کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

وَغُنَّةُ تَنْوِيْنٍ وَ نُوْنٍ وَ مِيْمٍ اِنْ
سَكَنَّ وَلَا اِظْهَارَ فِي الْاَنْفِ يُجْتَلٰى

ترجمہ: اور تنوین اور نون اور میم اگر ساکن ہوں- اور ان میں اظہار نہ ہوا ہو- تو ان کے غنہ کا مخرج ناک میں دیکھا جاتا ہے-

اور علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

وَغُنَّةٌ مَّخْرَجُهَا الْخَيْشُوْمُ

ترجمہ: اور غنہ اس کا مخرج خیشوم ہے-

نوٹ: حضرت مصنفؒ نے صفات لازمہ غیر متضادہ میں بھی صفت لین اور صفت انحراف کا ذکر نہیں فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طلباء کی آسانی کے لیے یہاں ان صفات کا بھی تذکرہ کر دیا جائے اس لیے کہ طلباء ان صفات کے نام پہلے پڑھ چکے ہیں-

صفت لین:

لین کے معنی نرمی کے ہیں- اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انھیں حروف لینیہ کہتے ہیں تعریف یہ ہے کہ ان حروف

کو ادا کرتے وقت ان میں اتنی نرمی پائی جائے کہ کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو مد کر سکتا ہے اور یہ صفت دو حرفوں میں پائی جاتی ہے۔
واو لین اور یائے لین واو ساکن ماقبل فتح جیسے حَوْلَيْنِ اور یائے ساکن ماقبل فتح كَيْفَ، وَيْلٌ وغیرہ
علامہ جزریؒ نے اس صفت کو اس طرح بیان کیا ہے:

--------------- وَ اللِّيْنُ

وَاوٌ وَّيَـآءٌ سَـكَـنَـا وَ انْـفَـتَـحَـا

قَـبْـلَـهُـمَـا ------------

ترجمہ: اور حروف لین وہ واو اور یاء ہیں جو ساکن ہوں اور مفتوح ہو ماقبل ان کا۔

صفت لین ایک ضعیف صفت ہے۔ اس لیے اس کو بعض مصنفین بیان کرتے ہیں اور بعض نہیں بیان کرتے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے بھی ضعف کی بنا پر بیان نہیں کیا۔

صفت انحراف

انحراف کا معنی پلٹنا اور مائل ہونا کے ہیں، اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے انھیں حروف منحرفہ کہتے ہیں۔ اور یہ دو حروف ہیں "ل" اور "ر" مثلاً اَلْاَرْضِ کا لام اور را۔

تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ دوسرے مخرج کی طرف مائل ہوتا ہے یعنی لام کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ را کے مخرج کی طرف اور راء کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ لام کے مخرج کی طرف مائل ہوتا ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے اس صفت کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَ مُـنْـحَـرِفٌ لَامٌ وَّ رَآءٌ --------

ترجمہ: اور لام و راء حروف منحرفہ ہیں

علامہ جزریؒ نے اس صفت کو اس طرح بیان کیا ہے:

---- وَالْاِنْـحِـرَافُ صُـحِّـحَـا

فِـــي الـــلَّامِ وَ الـــرَّا

ترجمہ: اور صفت انحراف صحیح قرار دی گئی ہے لام اور راء میں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے صفت انحراف کو اسی لیے بیان نہیں کیا کہ لام اور را کا مخرج مصنفؒ کے نزدیک ایک ہے

اور انحراف کا معنی پلٹنا اور مائل ہونا کے ہیں۔ کہ لام کو ادا کرتے وقت زبان را کے مخرج کی طرف اور را کو ادا کرتے وقت زبان لام کے مخرج کی طرف مائل ہوتی ہے۔ جب ان کا مخرج ایک ہوا تو مائل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز چونکہ لام اور را کا مخرج ایک ہے اور صفت انحراف میں پلٹنا اور مائل ہونا ہے اور یہ بات طلباء کے لیے پریشانی کا باعث ہے اس لیے اس کو بیان نہیں کیا۔ صفت انحراف کے وجود کا انکار نہیں کیا۔ صفت کا وجود مسلم ہے جیسا کہ حضرت مصنف نے آگے صفات ممیّزہ کے ضمن میں انہیں بیان کیا ہے۔

فوائد مکیہ : اور ان صفات متضادہ سے چار صفتیں یعنی جہر-شدت-استعلا-اطباق قویہ ہیں باقی ضعیف ہیں اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں تو ہر حروف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی اتنا ہی حرف قوی ہوگا- اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی حرف ضعیف ہوگا-

شرح : صفات لازمہ متضادہ میں سے حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ چار صفات قوی ہیں یعنی جہر-شدت-استعلاء اور اطباق-جبکہ باقی صفات لازمہ متضادہ ضعیف ہیں-اور صفات لازمہ غیر متضادہ سب کی سب قوی ہیں-یاد رہے کہ حضرت مصنف نے صفت اصمات اور صفت اذلاق کو صفات متضادہ میں بیان نہیں فرمایا اور ایسے ہی غیر متضادہ میں سے صفت انحراف اور صفت لین کو بیان نہیں فرمایا جن کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ان چار صفات میں سے صفت اصمات اور انحراف صفات قویہ ہیں اور صفت اذلاق اور لین صفات ضعیفہ ہیں۔

ذیل میں ہم مراتب صفات کو جدول کے ذریعے بیان کر رہے ہیں جس سے عزیز طلباء کو مراتب صفات کے سمجھنے اور یاد کرنے میں آسانی ہوگی-

مراتب صفات

قوی صفات	ضعیف صفات
جہر-شدت-استعلاء-اطباق-اصمات-صفیر-قلقلہ-تکریر-تفشی-استطالت-انحراف اور غنہ	ہمس-رخوت-استفال-انفتاح-اذلاق اور لین
کل بارہ صفات	کل چھ صفات

نوٹ: بعض کے نزدیک صفات کی تین قسمیں ہیں:

صفات قوی۔ وہ گیارہ ہیں۔ جہر۔ شدت۔ استعلاء۔ اطباق۔ صفیر۔ قلقلہ۔ انحراف۔ تکریر۔ تفشی۔ استطالت۔ غنہ

صفات ضعیفہ پانچ ہیں: ہمس۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح۔ لین۔

صفات متوسطہ: اصمات۔ اذلاق۔ توسط

اب آگے حضرت مصنفؒ صفات کی قوت کے اعتبار سے حروف کی تقسیم بیان فرمارہے ہیں۔

فوائد مکیہ:	اقوی	قوی	متوسط	ضعیف	اضعف
	ض ط۔ظ ق	ج۔د ص۔غ ر۔ب	ء۔ا۔ز ت۔خ ذ۔ع۔ک	س۔ش ل۔و ی	ث۔ح ن۔م ف۔ہ
	چار حروف	چھ حروف	آٹھ حروف	پانچ حروف	چھ حروف

شرح: یہاں حضرت مصنفؒ نے صفات کے قوت وضعف کے لحاظ سے حروف کے مراتب بیان کئے ہیں۔

اقوی

وہ حروف جن میں یا تو صفات ضعیفہ بالکل نہ ہوں یا صرف ایک ضعیف صفت ہو۔

قوی

وہ حروف جن میں صفات قویہ زیادہ ہوں اور صفات ضعیفہ کم ہوں مگر یہ صفات ضعیفہ کم از کم دو ہوں۔

متوسط

جن حروف میں صفات قویہ اور صفات ضعیفہ دونوں برابر ہو۔

ضعیف

جن میں صفات ضعیفہ اکثر ہوں اور صفات قویہ کم ہوں اور یہ صفات قویہ کم از کم دو ہوں۔

اضعف

جن میں صفات قویہ یا تو بالکل نہ ہوں یا صرف ایک صفت قویہ ہو۔

حضرت مصنفؒ جو صفات باعتبار قوت وضعف بیان فرما رہے ہیں اس کو حضرت مصنفؒ کے شاگرد قاری ضیاء الدین احمد الہ بادیؒ نے اپنی کتاب خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن میں اشعار کی صورت میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

اَقْوَی الْحُرُوْفِ الطَّاوَضَادٌ مُّعْجَمَہ
وَالظَّاءُ ثُمَّ الْقَافُ وَھِیَ الْخَاتِمَہ
قَوِیُّھَا جِیْمٌ وَّدَالٌ ثُمَّ رَاءٌ
صَادٌ وَّزَاءٌ ثُمَّ غَیْنٌ قُرِّرَا
وَاَوْسَطُ ھَمْزٍ وَّ بَا تَا اَلِفٌ
خَاءٌ وَّ ذَالٌ عَیْنٌ وَّ کَافٌ ثُمَّ قِفْ
وَاَضْعَفُ الْحُرُوْفِ ثَاءٌ حَاءٌ
وَالنُّوْنُ وَالْمِیْمُ وَفَاءٌ ھَاءٌ
ضَعِیْفُھَا سِیْنٌ وَّ شِیْنٌ لَامٌ
وَالْوَاوُ وَالْیَاءُ ھِیَ الْخِتَامُ

ترجمہ:

(۱) حروف میں سب سے زیادہ قوی (۱) طاء اور (۲) ضاد معجمہ اور (۳) ظاء ہے پھر (۴) قاف ہے اس پر خاتمہ ہے۔

(۲) قوی حروف یہ ہیں: (۱) جیم (۲) دال (۳) پھر راء (۴) صاد (۵) زاء (۶) پھر غین یہ ثابت کیا گیا ہے۔

(۳) قوت اور ضعف کے اعتبار سے متوسط حروف یہ ہیں۔

(۱) ہمزہ (۲) باء (۳) تاء (۴) الف (۵) خاء (۶) ذال (۷) عین (۸) کاف۔ اس کے بعد ٹھہر جا۔

(۴) اضعف الحروف یہ ہیں۔

(۱) ثا (۲) حاء (۳) نون (۴) میم (۵) فاء (۶) ھاء۔

(۵) یہ حروف ضعیف ہیں۔

(۱) سین (۲) شین (۳) لام (۴) واؤ (۵) یاء اس پر خاتمہ ہے۔

متن میں بیان کردہ نقشہ "مراتب برائے صفات حروف" حضرت مصنفؒ نے نہایۃ القول المفید سے لیا ہے اور اس میں

کلام کی گنجائش ہے۔میرے شیخ محترم استاذ القراء والمجودین حضرت قاری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ کی تحقیق یہ ہے۔

درجات حروف	نمبر شمار	تعین حروف	صفات قویہ	صفات ضعیف
اقویٰ	۱	ط	(۱)جہر(۲)شدت(۳)استعلاء (۴)اطباق(۵)اصمات(۶)قلقلہ	X
اقویٰ	۲	ض	(۱)جہر(۲)استعلاء(۳)اطباق (۴)اصمات(۵)استطالت	(۱)رخاوت
اقویٰ	۳	ظ	(۱)جہر(۲)استعلاء(۳)اطباق (۴)اصمات	(۱)رخاوت
اقویٰ	۴	ق	(۱)جہر(۲)شدت(۳)استعلاء (۴)اصمات(۵)قلقلہ	(۱)انفتاح
قوی	۱	ج	(۱)جہر(۲)شدت(۳)اصمات (۴)قلقلہ	(۱)استفال(۲)انفتاح
قوی	۲	د	(۱)جہر(۲)شدت(۳)اصمات (۴)قلقلہ	(۱)استفال(۲)انفتاح
قوی	۳	ص	(۱)استعلا(۲)اطباق(۳)اصمات (۴)صفیر	(۱)ہمس(۲)رخاوت
قوی	۴	غ	(۱)جہر(۲)استعلا(۳)اصمات	(۱)رخاوت(۲)انفتاح
قوی	۵	ء	(۱)جہر(۲)استعلا(۳)اصمات	(۱)استفال(۲)انفتاح
متوسط	۱	ب	(۱)جہر(۲)شدت(۳)قلقلہ	(۱)استفال(۲)انفتاح (۳)اذلاق
متوسط	۲	ر	(۱) جہر (۲) انحراف (۳) تکریر (توسط)	(۱)استفال(۲)انفتاح (۳)اذلاق

متوسط	۳	ز	(۱)جہر(۲)اصمات(۳)صفیر (توسط)	(۱)استفال(۲)انفتاح (۳)ازلاق
متوسط	۴	ع	(۱)جہر(۲)اصمات (توسط)	(۱)رخاوت(۲)انفتاح (۳)ازلاق

درجات حروف	نمبر شمار	تعین حروف	صفات قویہ	صفات ضعیف
ضعیف	۱	ا	(۱)جہر(۲)اصمات	(۱)رخاوت(۲)استفال (۳)انفتاح
ضعیف	۲	ت	(۱)شدت(۲)اصمات	(۱)ہمس(۲)استفال (۳)انفتاح
ضعیف	۳	خ	(۱)استعلا(۲)اصمات	(۱)ہمس(۲)رخاوت (۳)انفتاح
ضعیف	۴	ذ	(۱)جہر(۲)اصمات	(۱)رخاوت(۲)استفال (۳)انفتاح
ضعیف	۵	ک	(۱)شدت(۲)اصمات	(۱)ہمس(۲)استفال (۳)انفتاح
ضعیف	۶	س	(۱)اصمات(۲)صفیر	(۱)ہمس(۲)رخاوت (۳)استفال(۴)انفتاح
ضعیف	۷	ش	(۱)اصمات(۲)تفشی	(۱)ہمس(۲)رخاوت (۳)استفال(۴)انفتاح
ضعیف	۸	ل	(۱)جہر(۲)انحراف (توسط)	(۱)استفال(۲)انفتاح (۳)ازلاق
ضعیف	۹	و	(۱)جہر(۲)اصمات	(۱)رخاوت(۲)استفال (۳)انفتاح

ضعیف	۱۰	ی	(۱)جہر(۲)اصمات	(۱)رخاوت(۲)استفال (۳)انفتاح
ضعیف	۱۱	ن	(۱)جہر(۲)غنہ(توسط)	(۱)استفال(۲)انفتاح (۳)اذلاق
ضعیف	۱۲	م	(۱)جہر(۲)غنہ(توسط)	(۱)استفال(۲)انفتاح (۳)اذلاق

درجات حروف	نمبر شمار	تعین حروف	صفات قویہ	صفات ضعیف
اضعف	۱	ث	(۱)اصمات	(۱)ہمس(۲)رخاوت (۳)استفال(۴)انفتاح
اضعف	۲	ح	(۱)اصمات	(۱)ہمس(۲)رخاوت (۳)استفال(۴)انفتاح
اضعف	۳	ہ	(۱)اصمات	(۱)ہمس(۲)رخاوت (۳)استفال(۴)انفتاح
اضعف	۴	ف	X	(۱)ہمس(۲)رخاوت (۳)استفال(۴)انفتاح (۵)اذلاق

فوائد مکیہ :(فائدہ) ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے۔ ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں۔

شرح : یہ بات قاری محمد علی جلال آبادیؒ مؤلف رسالہ حجۃ القاری نے تحریر کی ہے کہ ہمزہ کو تحقیق ادا کیا جائے اور یہ بات کہی کہ اس کی ادائیگی میں پڑھنے والے کی ناف ہلتی ہوئی محسوس ہو۔ خصوصاً اجتماع ہمزتین میں مثلاً ءَاَنْذَرْتَهُمْ ۔ مگر حضرت مولفؒ نے قاری صاحب مذکور کے اس دعوی کا رد فرمایا اور کہا کہ ہمزہ کی ادا میں کسی قدر سختی ہوتی ہے بوجہ صفت شدت

اور جہر کے مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے - کیونکہ ناف اور حروف کی ادائیگی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں - اور یہی بات حضرت مؤلف کے شاگرد عزیز حضرت مولانا قاری المقری عبدالوحید صاحب الہ آبادی نور اللہ مرقدہ نے اپنی تالیف ہدیۃ الوحید میں درج فرمائی اور اسی بات کو ہدیۃ الوحید کے حاشیہ میں ہمارے شیخ محترم القاری المقری اظہار احمد التھانویؒ نے اپنے استاذ محترم استاذ القراء والمجودین حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ سے خود سن کر تحریر فرمایا۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) فاء - ھاء یہ دونوں حروف اضعف الحروف ہیں - نہایت ہی نرمی سے ادا ہونے چاہیے -

شرح : اضعف الحروف وہ حروف ہیں جن میں صفات قویہ یا تو بالکل نہ ہوں یا صرف ایک صفت قویہ ہو۔ فاء اور ھاء بھی اضعف الحروف ہیں جیسا کہ ہم اوپر جدول کے ذریعے واضح کر چکے ہیں ۔ لہٰذا ان کی ادائیگی میں سختی نہ ہو نرمی سے ادا کرنا چاہیے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ضعیف اور نرم ادا کرنے میں اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ فاء مثل واؤ کے اور ھاء مثل ہمزہ مسہلہ کے ہو جائے جیسا کہ بعض طلباء کا تلفظ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے -

فوائد مکیہ : (فائدہ) حرف عین ۔ حاء کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلا تکلف نکالنا چاہیے -

شرح : حضرت مصنفؒ ان تینوں فوائد میں مختلف اغلاط کی نشان دہی فرماتے ہوئے احتیاط بتا رہے ہیں اس فائدہ میں عین اور حاء کی ادائیگی میں لوگوں کی غلط ادا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ آواز کو گلا جیسے گھونٹا ہوا اس طرح نہیں نکالو - بلکہ وسط حلق سے جو ان حروف کا مخرج ہے نہایت لطافت اور بلا تکلف ادا کرو - کیونکہ اگر ان دونوں حروف کو گلا گھونٹ کر ادا کیا جائے گا تو ایک تو مخرج سے صحیح ادا نہ ہوں گے دوسرے صفات لازمہ سے بھی خالی ہوں گے جس کی وجہ سے آواز بھدی ہو جائے گی اور یہ بھدا پن سکون اور تشدید کی حالت میں اور بھی زیادہ نمایاں ہوگا - علامہ جزریؒ اپنے قصیدہ المقدمۃ الجزریہ میں حروف کو صحیح ادا کرنے کے متعلق بہت تاکید فرما رہے ہیں

وَهُوَ اِعْطَاءُ الْحُرُوْفِ حَقَّهَا ۔۔۔ مِنْ صِفَةٍ لَّهَا وَمُسْتَحَقَّهَا

وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِّاَصْلِهِ ۔۔۔ وَاللَّفْظُ فِيْ نَظِيْرِهٖ كَمِثْلِهٖ

مُكَمِّلًا مِّنْ غَيْرِ مَا تَكَلُّفٖ ۔۔۔ بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفٖ

ترجمہ: ''اور وہ تجوید حرفوں کو ان کا حق دینا۔ یعنی جو ان کی صفات لازمہ سے ہے اور ان کے مستحق کا دینا ہے جو صفات عارضہ سے ہے اور لوٹانا ہر حرف کو اس کے اصل مخرج کی طرف اور لفظ اپنی نظیر یعنی مانند میں اپنے سابق حرف کی مثل ہے۔ اس حال میں کہ وہ قاری کامل ادا کرنے والا جمیع صفات کو بغیر کسی تکلف کے عمدگی کے ساتھ نطق میں بلا زیادتی و کمی کے۔

فوائد مکیہ : چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں

شرح : اس فصل میں حضرت مصنفؒ نے انتیس حروف کی صفات لازمہ کو انفرادی طور پر بیان کیا ہے تاکہ طلباء کو یاد کرنے میں آسانی رہے۔

فوائد مکیہ :		
نمبر شمار	اشکال حروف	اسماء صفات لازمہ
۱	الف	مجہور۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح۔ مدہ۔ مفخم یا مرقق

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں الف اور آگے چل کر لام وراء میں مفخم اور مرقق بھی صفات لازمہ میں تحریر فرمائے ہیں حالانکہ یہاں پر صفات لازمہ کے نام بیان ہو رہے ہیں جبکہ مفخم اور مرقق کسی صفت لازمہ کے نام نہیں ہیں۔

دراصل صفت استعلاء اور اطباق میں تفخیم ہے جس کی وجہ سے حروف کو مفخم کیا جاتا ہے ایسے ہی صفت استفال اور انفتاح کی رو سے حروف مرقق پڑھے جاتے ہیں جس کی وجہ سے حروف کو مرقق کیا جاتا ہے۔ تفخیم اور ترقیق کا شمار گو صفات عارضہ میں ہوتا ہے لیکن ان تین حروف الف لام اور راء کے لیے ان میں سے کوئی ایک اصل اور لازم ضرور ہے اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے ''یا'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے پس چونکہ بعض جگہ ان تینوں حروف میں تفخیم عارضی ہے اور ترقیق اصل ہے اور بعض جگہ ترقیق عارضی ہے اور تفخیم اصل ہے جیسا کہ کتب فن میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ راء میں تفخیم اصل ہے جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

عَلَى الْأَصْلِ بِالتَّفْخِيمِ كُنْ مُتَعَمِّلَا

ترجمہ: ''اصل کی بنا پر تو تفخیم پر عمل کرنے والا ہو۔''

اور لام میں ترقیق اصل ہے اور الف تفخیم و ترقیق میں اپنے ماقبل کے تابع ہے لہٰذا یہ اصل صفات لازمہ کی مانند ہے۔

یہاں پر اصل اور لازم کا فرق بھی سمجھ لو الف لام اور راء میں صفات لازمہ کے لحاظ سے صفت استفال وانفتاح انکی لازمی صفات ہیں ان صفات کے اعتبار سے ان حروف میں ترقیق لازم ہے۔ اور تفخیم اصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ راء اپنی زیادہ حالتوں کے لحاظ سے مفخم ہوتی ہے جیسا کہ آگے چل کر تفخیم و ترقیق کے بیان میں واضح ہوگا کہ راء بارہ حالتوں میں پُر ہوتی ہے اور سات حالتوں میں باریک پڑھی جاتی ہے جبکہ سات کلمات ایسے ہیں جن میں مفخم و مرقق پڑھنے کا اختلاف ہے نیز راء کی ادائیگی میں پشت زبان کو دخل ہے اور پشت زبان صفت اطباق کا محل ہے اس اعتبار سے راء میں تفخیم اصل ہوئی۔

اب ایک سوال یہ ہے کہ مفخم و مرقق تو صفات عارضہ ہیں اور حضرت مصنفؒ یہاں صفات لازمہ بیان فرما رہے ہیں تو اس کے درج ذیل جواب ہو سکتے ہیں۔

(۱) پہلا جواب تو اوپر بیان ہوا ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مصنفؒ نے ان کو یعنی تفخیم و ترقیق کو صفات لازمہ میں بیان فرمایا ہے اور یہ للاکثر حکم الکل کے ضمن میں آتا ہے۔

(۳) تیسرا جواب علامہ جزریؒ اپنی تصنیف ''التمہید'' میں یہ دیتے ہیں کہ حروف مستعلیہ یعنی **خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ** کے سات حروف ہیں اور تین حروف یعنی لام۔ راء اور الف گو مستفلہ ہیں مگر بعض حالات میں ان میں تفخیم پیدا ہونے کی وجہ سے یہ شبہ مستعلیہ ہوتے ہیں اور شبہ مستعلیہ استعلاء و استفال کے درمیان ایک ایسی صفت بن گئی جیسے شدت ورخاوت کے درمیان صفت توسط ہے کہ اس کو صفات لازمہ متضادہ میں بیان بھی کیا جاتا ہے مگر وہ ضدیت کے لحاظ سے اپنی شناخت بھی نہیں کراتی ہے۔

(۴) چوتھا جواب علامہ مرعشیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ تفخیم کی حالت میں لام و راء حروف مستعلیہ میں سے ہیں اس میں اگر الف کو بھی شامل مان لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ لام و راء اور الف کی یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو استعلاء و استفال کے مابین ہے جیسا کہ بعض حروف کے مختلف حالتوں میں مختلف مخرج ہوتے ہیں مثلاً واؤ مدہ اور غیر مدہ کے دو مخرج ہیں۔

حضرت مصنفؒ نے یہاں دیگر کتابوں کے برعکس صفات کے نام ذکر نہیں فرمائے بلکہ جو حرف جن صفات سے موصوف ہے وہ ذکر فرمائی ہیں جیسے الف کے متعلق فرمایا کہ یہ مجہور۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح۔ مدہ اور مفخم یا مرقق ہوتا ہے۔ اور اس طرح موصوف کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سے قبل تیسری فصل میں صفات کے اسماء ذکر ہو چکے ہیں اور شرح کے ذیل میں

ان کی مزید وضاحت بھی ہو چکی ہے ضروری تھا کہ یہاں صفات کو موصوف بیان کیا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ حروف کن صفات کا حامل ہے اور ان صفات کی وجہ سے وہ حروف کن القاب سے ملقب ہوتے ہیں۔

نیز حضرت مصنفؒ یہاں صفت مدہ الف میں بیان فرما رہے ہیں حالانکہ صفات کے بیان میں حضرت مصنفؒ نے صفت مدہ کو بیان نہیں فرمایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صفت مد کے متعلق بیان کر دیا جائے حروف کے ادا ہونے میں آواز میں نرمی اور درازی پیدا ہونے کو صفت مد کہا جاتا ہے اس سے متصف تین حروف مدہ ہیں جن کا مجموعہ وَایٌ ہے اور جو نُوْحِیْهَا میں مجتمع ہیں۔ لیکن اس صفت سے متصف ہونے میں اکملیت الف کو حاصل ہے اس لیے کہ واؤ میں انضمام شفتین کو دخل ہے اور یاء میں وسط زبان تالو کی طرف اٹھتی ہے جبکہ الف کو فراء نے مبداءِ صوت کے لحاظ سے حلق میں شامل تو کیا ہے مگر اس کی آواز میں ایک گونہ درازی پائی جاتی ہے جو واؤ اور یاء میں اس قدر نہیں پائی جاتی۔ سیبویہؒ جن کے قول کے مطابق مخارج سولہ ہیں اور فراء جن کا مذہب حضرت مصنفؒ بیان فرما رہے ہیں ان کے نزدیک مخارج چودہ ہیں اس لیے سیبویہؒ یہ صفت بیان کرتے ہیں تا کہ حرف کے وجود سے متعلق وضاحت ہو سکے اور چونکہ خلیل کے قول کے مطابق یہ تمام باتیں مخرج کے ذیل میں آ گئی ہیں اس لیے انہوں نے مدہ کو صفات میں ذکر نہیں فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ فوائد مکیہ کے بعض نسخوں میں واؤ اور یاء کے ساتھ بھی مدہ کی صفت تحریر ہے مگر معتبر نسخوں جیسے تعلقات مالکیہ مؤلفہ حضرت استاذ الاساتذہ قاری المقری الشیخ عبدالمالک نور اللہ مرقدہ کے متن فوائد مکیہ اور توضیحات مرضیہ مؤلفہ حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحبؒ کے متن فوائد مکیہ میں واؤ اور یاء کے ساتھ صفت مدہ تحریر نہیں ہے۔

فوائد مکیہ :

نمبر شمار	اشکال حروف	اسماء صفات لازمہ
۲	ب	مجہور۔شدید۔مستفل۔منفتح۔مقلقل۔
۳	ت	مہموس۔شدید۔مستفل۔منفتح۔
۴	ث	مہموس۔رخو۔مستفل۔منفتح
۵	ج	مجہور۔شدید۔مستفل۔منفتح۔مقلقل۔
۶	ح	مہموس۔رخو۔مستفل۔منفتح
۷	خ	مہموس۔رخو۔مستعل۔منفتح۔مفخم۔

۸	د	مجہور۔شدید۔مستفل۔منفتح۔مقلقل۔
۹	ذ	مہموس۔رخو۔مستفل۔منفتح۔
۱۰	ر	مجہور۔متوسط۔مستفل۔منفتح۔تکرار۔مفخم یا مرقق۔
۱۱	ز	مجہور۔رخو۔مستفل۔منفتح۔صفیر۔
۱۲	س	مہموس۔رخو۔مستفل۔منفتح۔صفیر۔
۱۳	ش	مہموس۔رخو۔مستفل۔منفتح۔تفشی۔
۱۴	ص	مہموس۔رخو۔مستعل۔مطبق۔صفیر۔مفخم۔
۱۵	ض	مجہور۔رخو۔مستعل۔مطبق۔مستطیل۔مفخم۔
۱۶	ط	مجہور۔شدید۔مستعل۔مطبق۔مقلقل۔مفخم۔
۱۷	ظ	مجہور۔رخو۔مستعل۔مطبق۔مفخم۔
۱۸	ع	مجہور۔متوسط۔مستفل۔منفتح۔
۱۹	غ	مجہور۔رخو۔مستعل۔منفتح۔مفخم۔
۲۰	ف	مہموس۔رخو۔مستفل۔منفتح۔
۲۱	ق	مجہور۔شدید۔مستعل۔منفتح۔مقلقل۔مفخم۔
۲۲	ک	مہموس۔شدید۔مستفل۔منفتح۔
۲۳	ل	مجہور۔متوسط۔مستفل۔منفتح۔مرقق یا مفخم۔
۲۴	م	مجہور۔متوسط۔مستفل۔منفتح۔غنہ۔
۲۵	ن	مجہور۔متوسط۔مستفل۔منفتح۔غنہ۔
۲۶	و	مجہور۔رخو۔مستفل۔منفتح۔
۲۷	ہ	مہموس۔رخو۔مستفل۔منفتح۔
۲۸	ء	مجہور۔شدید۔مستفل۔منفتح۔
۲۹	ی	مجہور۔رخو۔مستفل۔منفتح۔

شــرح : حضرت مصنفؒ اس جدول میں حروف کی صفات لازمہ بیان فرمار ہے ہیں۔ یادر ہے کہ درج ذیل حروف یعنی خاء۔صاد۔ضاد۔طاء۔ظاء۔غین اور قاف میں جو حضرت مصنفؒ نے صفت مفخم بیان فرمائی ہے اس سے ان کی تفخیم لازمہ مراد ہے جو کہ حروف مستعلیہ **خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ** میں ہر حال موجود ہوتی ہے جبکہ لام اور راء کی صفت مفخم یا مرقق کا بیان ہم اوپر الف کے ذیل میں کر آئے ہیں۔فوائد مکیہ کے بعض نسخوں میں واؤ اور یاء کے ساتھ مدہ کی صفت بھی لکھی گئی ہے لیکن ہمارے پیش نظر معتبر نسخوں کی رو سے اس صفت کا بیان حضرت مصنفؒ نے ان حروف میں نہیں فرمایا ہے۔اور اس کی توجیہ ہم الف کے ذیل میں تحریر کر کے آئے ہیں۔

یادر ہے کہ حضرت مصنفؒ یہاں جو مفخم کا لفظ لا رہے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ صفت استعلاء اور صفت اطباق کے حامل حروف کو ان صفات کے ساتھ ادا کرنے سے جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے وہ ان حروف کو مفخم ادا کرنا ہے۔

یہاں اب حضرت شیخ استاذ الاساتذہ ابراہیم سعد مصری الشافعیؒ استاذ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ جو کہ حضرت شیخ القراء حسن بدیر الجریسی الکبیر کے شاگرد اور شیخ العرب والعجم استاذ القراء والمجودین حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے استاذ ہیں ان کے اشعار نقل کیے جاتے ہیں جو ہر حرف کی صفات کے متعلق ہیں۔

تعداد	اشعار اور صفات حروف	حرف	نمبر شمار
۵	لِلْهَمْزِ جَهْرٌ شِدَّةٌ ثُمَّ اسْتَفِلْ وَافْتَحْ وَاصْمِتْ قُلْ لَهُ خَمْسٌ نُقِلْ جہر۔شدت۔استفال۔انفتاح۔اصمات	ء	۱
۶	لِلْبَآءِ جَهْرٌ شِدَّةٌ مُسْتَفِلَهْ كَذَا افْتَحَنْ وَاَذْلِقَنْ مُقَلْقَلَهْ جہر۔شدت۔استفال۔انفتاح۔اذلاق۔قلقلہ	باء	۲
۵	سِتٌّ لَهُ وَالتَّالَهُ خَمْسٌ نُقِلْ فَاهْمِسْ وَشُدَّ افْتَحْ لَهُ كَذَا اسْتَفِلْ ہمس۔شدت۔انفتاح۔استفال۔اصمات	تاء	۳

۴	ثاء	وَاصْمِتْ كَذَا الثَّاءَ اهْمِسْ رَخَاءً وَافْتَحَا وَاسْتَفِلْ اصْمِتْ خَمْسَةٌ قَدْ صُحِّحَا ہمس۔رخوت۔انفتاح۔استفال۔اصمات	۵
۵	جیم	وَالْجِيمَ فَاجْهَرْ شُدَّ وَاسْتَفِلْ بِهَا كَذَا افْتَحِ اصْمِتْ قَلْقِلَا سِتٌّ لَهَا جہر۔شدت۔استفال۔انفتاح۔اصمات۔قلقلہ	۶
۶	حاء	ثُمَّ اهْمِسِ الْحَاءَ رَخِّ وَاسْتَفِلْ كَذَا وَافْتَحْ وَاصْمِتْ خَمْسَةً قَدَّا خَذَا اصمات۔رخوت۔ہمس۔انفتاح۔استفال	۵
۷	خاء	وَالْخَا اهْمِسَنْ مَعْ رِخْوَةٍ وَاسْتِعْلَا فَتْحٍ وَإِصْمَاتٍ بِخَمْسٍ تُجْلٰى ہمس۔رخوت۔استعلاء۔انفتاح۔اصمات	۵
۸	دال	ثُمَّ اجْهَرِ الدَّالَ شَدِيدًا مُسْتَفِلْ وَافْتَحْ وَاصْمِتْ قَلْقِلًا سِتٌّ جُعِلْ جہر۔شدت۔استفال۔انفتاح۔اصمات۔قلقلہ	۶
۹	ذال	لِلذَّالِ جَهْرٌ ثُمَّ رِخْوٌ وَاسْتِفَا لَهٗ فَتْحٌ وَّاِصْمَاتٌ فَخَمْسٌ يُكْتَفٰى جہر۔رخوت۔استفال۔انفتاح۔اصمات	۵
۱۰	راء	لِلرَّاءِ قُلْ سَبْعٌ فَاجْهَرْ وَسِّطَنْ كَذَا اسْتَفِلْهُ ثُمَّ فَافْتَحْ اذْلِقَنْ	۷

		كَذَا انْحِرَافٌ ثُمَّ تَكْرِيْرٌ جُعِلْ فَذَا تَمَامُ سَبْعَةٍ لَّهَا نُقِلْ جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح۔اذلاق۔انحراف۔تکریر	
۱۱	زاء	وَخُذْ صِفَاتِ الزَّايِ يَامَنْ يَعْقِلُ جَهْرٌ وَّ رِخْوٌ ثُمَّ فَتْحٌ مُّسْتَفِلٌ وَاَصْمِتَنْ وَتَمَّ بِالصَّفِيْرِ سِتٌّ لَّهَا اَتَتْ بِلَا نَكِيْرِ جہر۔رخوت۔انفتاح۔استفال۔اصمات۔صفیر	۶
۱۲	سین	وَاهْمِسْ لِسِيْنٍ ثُمَّ رَخِّ وَاسْتَفِلْ وَافْتَحْ وَاَصْمِتْ وَاصْفِرَنْ سِتٌّ نُقِلْ رخوت۔استفال۔انفتاح۔اصمات۔صفیر۔ہمس	۶
۱۳	شین	وَبَعْدَ هَمْسِ الشِّيْنِ رَخِّ وَاسْتَفِلْ وَافْتَحْ وَاَصْمِتْ وَالتَّفَشِّيْ قَدْ جُعِلْ ہمس۔رخوت۔اطباق۔استعلاء۔صفیر۔اصمات	۶
۱۴	صاد	فَهٰذِهٖ سِتٌّ وَقُلْ لِلصَّادِ هَمْسٌ وَرِخْوٌ اَطْبِقَنْ يَابَادِيْ مُسْتَعْلِيًا زِدِالصَّفِيْرَ مُصْمَتَا سِتٌّ لَهَا فَاحْفَظْ لِقَوْلِيْ يَافَتٰى ہمس۔رخوت۔اطباق۔استعلاء۔صفیر۔اصمات	۶

۱۵	ضاد	لِلضَّادِ سِتَّةٌ بِلَا شِقَاقِ جَهْرٌ وَرِخْوٌ ثُمَّ بِالْإِطْبَاقِ مُسْتَعْلِيًا وَمُصْمِتًا مُسْتَطِلًا جہر۔رخوت۔اطباق۔استعلاء۔اصمات۔استطالت	۶
۱۶	طاء	فَاقْبَلْ وَقُلْ لِلطَّاءِ سِتًّا تَجْمُلَا جَهْرًا وَشِدَّةً كَذَا لِاسْتِعْلَا وَأَطْبِقَنْ وَأَصْمِتَنْ مُقَلْقَلَا جہر۔شدت۔استعلاء۔اطباق۔اصمات۔قلقلہ	۶
۱۷	ظاء	وَالظَّا اجْهَرَنْ بِالرِّخْوِ وَالْإِطْبَاقِ مُسْتَعْلِيًا وَمُصْمِتًا يَا رَاقِي جہر۔رخوت۔اطباق۔استعلاء۔اصمات	۵
۱۸	عین	بِالْخَمْسِ خُذْ وَالْعَيْنَ فَافْتَحْ وَاجْهَرَا كَذَا اسْتَفِلْهُ وَسِّطْ وَاصْمِتْ تَظْفَرَا جہر۔رخوت۔انفتاح۔استعلاء۔اصمات	۵
۱۹	غین	فَهٰذِهٖ خَمْسٌ وَقُلْ لِلْغَيْنِ خَمْسٌ أَتَتْ أَيْضًا بِغَيْرِ مَيْنِ فَاجْهَرْ وَرَخِّ وَافْتَحَنْ مُسْتَعْلِيَا وَأَصْمِتَنْ وَكُنْ لِقَوْلِي صَاغِيَا جہر۔رخوت۔انفتاح۔استعلاء۔اصمات	۵

۲۰	فاء	ثُمَّ اهْمِسِ الْفَاءَ رَخَاءً مُذْلَقَا كَذَا اسْتَفِلْهَا وَ افْتَحَنْ خَمْسًا ثِقَا رخوت۔اذلاق۔استفال۔ہمس۔انفتاح	۵
۲۱	قاف	لِلْقَافِ جَهْرٌ شِدَّةٌ وَالصَّمْتُ وَاسْتَعْلِ وَافْتَحْ قَلْقِلاً ذِىْ سِتٌّ جہر۔شدت۔اصمات۔استفال۔انفتاح۔قلقلہ	۶
۲۲	کاف	وَاهْمِسْ بِشِدَّةٍ لِكَافٍ وَاصْمِتَنْ وَاسْتَفِلْ اِفْتَحْ خَمْسَةٌ لَّهَا ثُبِتَنْ ہمس۔شدت۔اصمات۔استفال۔انفتاح	۵
۲۳	لام	وَاحْفَظْ لِسِتٍّ قَدْ اَتَتْ لِلَّامِ فَاجْهَرْ وَوَسِّطْ وَاسْتَفِلْ يَاسَامِىْ وَافْتَحْ وَاَذْلِقَنْ بِالْاِنْحِرَافِ جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح۔اذلاق۔انحراف	۶
۲۴	م	وَالْمِيْمَ وَالنُّوْنَ بِلَاخِلَافٍ فَاجْهَرْ هُمَا وَ سِطْهُمَا اَسْفِلْهُمَا جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح۔اذلاق	۵
۲۵	نون	وَافْتَحْهُمَا اَذْلِقْ فَخَمْسٌ لَهُمَا جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح۔اذلاق	۵

۲۶	ھاء	لِلْهَا صَمْتٌ ثُمَّ رَخْوٌ هَمْسُ وَاسْتَفِلِ افْتَحْهَا فَتِلْكَ خَمْسُ جہر۔رخوت۔ہمس۔استفال۔انفتاح	۵
۲۷	واوٌ	لِلْوَاوِ سِتَّةٌ كَمَا لِلْيَاءِ فَاجْهَرْ وَرَخِّ وَاسْتَفِلْ يَارَائِي جہر۔رخوت۔استفال۔انفتاح۔اصمات۔لین	۶
۲۸	یاء (۲شعر)	كَذَا فَتَحْنَ وَاَصْمِتَنْ بِاللِّيْنِ وَاحْفَظْ لِنَظْمِي تُدْعَ بِالْفَطِيْنِ اَبْيَاتُهُ وَدُرِّكِيٌّ فَاحْسُبِ مَقَالُ اِبْرَاهِيْمَ سَعْدِ الْمُذْنِبِ جہر۔رخوت۔استفال۔انفتاح۔اصمات۔لین	۶
۲۹	الف	الف کی صفات ناظم نے بیان نہیں کی وہ ہم لکھ رہے ہیں۔ جہر۔اصمات۔رخوت۔استفال۔انفتاح	۵

فوائد مکیہ : پانچویں فصل صفات ممیّزہ کے بیان میں

شرح : ممیّزہ کے معنی جدا کرنے کے ہیں صفات ممیّزہ سے مراد ایسی صفات جو حروف کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مخرج سے دو حروف نکلتے ہیں جیسے عین اور حاء کا مخرج' یا تین حروف نکلتے ہوں جیسے طاء۔ دال اور تاء کا مخرج اب ان حروف کا مخرج تو ایک ہے مگر ان کی آواز ایک جیسی نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی آوازیں صفات کی وجہ سے مختلف ہیں جو صفات جس حرف میں پائی جائیں گی ان کی وجہ سے حروف کی آواز بھی

اسی طرح کی ہوگی- جیسے عین میں جہر یعنی بلندی ہے اور حاء میں ہمس یعنی پستی ہے اسی طرح طاء میں استعلاء واطباق مفخم کی صفات ہیں اور تاء میں استفال اور انفتاح ہے- معلوم ہوا کہ صفات ممیزہ سے ایک ہی مخرج سے ادا ہونے والے حروف میں تمیز ہوتی ہے-

فوائد مکیہ : حروف اگر صفات لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں-

شرح : حضرت مصنفؒ حروف کی آواز کے مختلف ہونے کا اولین نقطہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر حروف میں صفات لازمہ مشترک پائی جائیں اور ان کا مخرج ایک نہ ہو بلکہ مختلف ہوں تو اس مخرج کے جدا ہونے سے ان حروف کی آوازیں بھی ایک دوسرے سے جدا ہوں گی-

فوائد مکیہ : اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ سے ممتاز ہوتے ہیں-

شرح : حضرت مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ حروف اگر مخرج میں متحد ہوں یعنی بعض دو یا تین حروف ایک مخرج سے نکلتے ہیں تو ان کو صفات لازمہ منفردہ ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں- منفردہ کا لغوی معنی واحد یا ایک ہے-

فوائد مکیہ : جن حرفوں میں تمایز بالمخرج ہے- ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ حروف متحدہ فی المخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے-

شرح : ایسے حروف جن کے مخرج ہی الگ الگ ہیں ان میں تو کوئی اشکال یا دشواری نہیں ہے کیونکہ وہ مخرج سے ہی جدا ہیں اور اصل بات یہی ہے کہ ان کو بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے- ہاں جن حروف کا مخرج ایک ہے ان کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ پتہ چل سکے کہ متحد فی المخرج حروف کن کن صفات کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں-

فوائد مکیہ : الف- ہمزہ- ھاء میں الف ممتاز ہے مدیت میں اور ہمزہ ممتاز ہے ھاء سے جہر اور شدت میں باقی صفات میں دونوں متحد ہیں-

شرح : حضرت مؤلفؒ کے نزدیک چونکہ الف- ہمزہ اور ھاء کا مخرج ایک ہے لہٰذا اب ان کی آوازیں بھی ایک

جیسی ہونی چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے یہاں اب بیان فرماتے ہیں کہ کس وجہ سے ان حروف کی آوازیں مختلف ہیں- الف کو جدا کر دیا ہے ہمزہ اور ھاء سے صفت مدہ نے یعنی الف میں صفت مدہ ہے جبکہ ہمزہ اور ھاء میں صفت مدہ نہیں ہے- اسی طرح ہمزہ کو جدا کر دیا ہے ھاء سے صفت جہر اور شدت نے چونکہ ہمزہ میں صفت جہر اور شدت ہیں جبکہ ھاء میں صفت ہمس اور رخوت ہیں اور باقی صفات استفال- انفتاح اور اصمات میں ہمزہ اور ھاء دونوں مشترک ہیں-

خلیل کے مذہب کی رو سے الف جوف دہن سے ادا ہوتا ہے اور ہمزہ و ھاء اقصی حلق سے ادا ہوتے ہیں۔ پس خلیل کے مذہب کی رو سے الف کو اس فہرست میں سے نکال کر صرف ہمزہ اور ھاء کی صفات ممیزہ شمار کر لیں۔

فوائد مکیہ : عین اور حاء- حاء میں ہمس اور رخاوت ہے- عین میں جہر و توسط باقی میں اتحاد-

شرح : اب عین اور حاء کو بیان فرما رہے ہیں جن کا مخرج وسط حلق مشترک ہے اور آوازیں مختلف ہیں اس لئے کہ حاء میں صفت ہمس اور رخاوت پائی جاتی ہیں جبکہ عین میں صفت جہر اور توسط پائی جاتی ہیں باقی صفات استفال۔ انفتاح اور اصمات میں مشترک ہیں-

فوائد مکیہ : (غ- خ) غین میں جہر ہے اور باقی میں اتحاد-

شرح : غین اور خاء کی صفات ممیزہ کو بیان فرما رہے ہیں ان دونوں حروف کا مخرج ادنیٰ حلق ہے اور ان کی آواز میں تمیز اس سے ہوتی ہے کہ غین میں صفت جہر پائی جاتی ہے جبکہ خاء میں صفت ہمس پائی جاتی ہے باقی صفات یعنی رخوت- استعلاء- انفتاح اور اصمات میں دونوں حروف مشترک ہیں- ان حروف کو ایک صفت لازمہ نے ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے جو مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ صفات لازمہ منفردہ سے حروف ممتاز ہوتے ہیں۔

فوائد مکیہ : (ج- ش- ی) جیم میں شدت ہے- شین میں ہمس اور تفشی باقی استفال اور انفتاح میں تینوں مشترک ہیں اور جہر میں جیم یاء اور رخاوت میں شین یاء مشترک ہیں-

شرح : متحد المخرج حروف کے سلسلے میں اب جیم شین اور یاء کا بیان فرما رہے ہیں کہ کن کن صفات کی وجہ سے ان کی آوازیں جدا جدا ہیں- جیم میں چونکہ شدت ہے- حضرت مصنفؒ نے صرف صفت شدت بیان فرمائی حالانکہ صفت شدت

کے علاوہ قلقلہ بھی صفت ممیّز ہے۔ جبکہ شین اور یاء میں صفت رخوت مشترک ہے۔ شین میں صفت ہمس اور تفشی ہے جبکہ جیم اور یاء میں صفت جہر ہے اسکے علاوہ دو صفات استفال اور انفتاح میں تینوں حروف مشترک ہیں اور صفت جہر میں دو حروف جیم اور یاء مشترک ہیں اور صفت رخاوت میں دو حروف شین اور یاء مشترک ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک یا سے مراد لین۔ مدہ اور متحرک تینوں قسمیں ہیں اگر یاء مدہ ہوگی تو مدیت کی وجہ سے جیم اور شین سے ممتاز ہوگی اور اگر یاء لین ہوگی تو صفت لین کی وجہ سے جیم اور شین سے ممتاز ہوگی۔

صفات ممیّزہ کے بیان میں حضرت مصنفؒ کا مخصوص انداز

ان صفات ممیّزہ کے بیان میں اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت مصنفؒ جہاں کسی حرف میں دو یا زیادہ صفات ممیّزہ ہیں تو اس میں سے صرف ایک ہی کے بیان پر اکتفا فرما رہے ہیں۔ بعض حضرات اس موقع پر معترض ہوتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت مصنفؒ سے سہو ہوا ہے اور وہ صفات ممیّزہ کو مکمل طور پر بیان نہیں کر پائے ہیں اور یہی الزام وہ پھر آپ کے شاگرد رشید استاذ القراء والمجودین حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشہور حواشی ''تعلیقات مالکیہ'' پر بھی عائد کرتے ہیں۔

راقم محسوس کرتا ہے کہ اس کے بہت سے جوابات بنتے ہیں۔

(۱) حضرت مصنفؒ نے یہاں ایک صفت ممیّز کو بیان کر کے باقی طلباء پر چھوڑ دی ہیں تا کہ وہ بھی اپنے ذہن کو بروئے کار لاتے ہوئے دیگر صفات کو بذات خود نکالیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے علامہ جزریؒ نے ضاد وظاء کے باب میں ظاء والے کلمات کو مختصراً بیان کیا ہے اور اکثر طلباء کی فہم پر چھوڑ دیئے ہیں مگر کلمہ ظَلَّ کے مشتقات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور لطیف پیرائے میں گویا یہ ترغیب طلباء کو دلانا مقصود ہے کہ جس طرح ہم نے اس لفظ کے تمام مشتقات تلاش کئے تم بھی باقی الفاظ کے مشتقات کو تلاش کرو تا کہ علم میں وسعت و بصیرت پیدا ہو۔

(۲) کسی بھی حرف کی صرف ایک صفت ممیّز ہی اس کو دیگر حروف سے ممتاز اور جدا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ فصل کے شروع میں فرما بھی رہے ہیں کہ:

''اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ سے ممتاز ہوتے ہیں'' پس ایک صفت ممیّز کے بیان کرنے سے بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

(۳) ہر محقق اور صاحب فن کی اصطلاحات فن کو بیان کرنے کا اپنا انداز ہوتا ہے اور حضرت مصنفؒ فن تجوید و قرآءت میں ایک منفرد اور مخصوص شخصیت کے مالک ہیں لہٰذا وہ اصطلاحات فن کو بیان کرنے میں اپنا مخصوص انداز فکر رکھتے

ہیں جس پر کسی قسم کی کوئی قدغن یا اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے۔

فوائد مکیہ : (ط-د-ت) شدت میں اشتراک اور طاء- دال جہر میں مشترک ہیں اور تاء- دال استفال میں اور انفتاح میں مشترک ہیں اور طاء میں اطباق استعلاء ہیں اور تاء میں ہمس ہے۔

شرح : متحد المخرج حروف میں اب طاء دال اور تاء کو بیان کیا ہے صفت شدت ان حروف میں پائی جاتی ہے جبکہ طاء اور دال میں صفت جہر اور قلقلہ پائی جاتی ہیں مگر حضرت مصنفؒ نے صرف صفت جہر بیان فرمائی ہے اور تاء میں صفت ہمس پائی جاتی ہے اور تاء دال میں صفت استفال اور انفتاح ہیں- جبکہ طاء میں استعلاء اور اطباق کی صفات ممیزہ پائی جاتی ہیں اور ان صفات ممیزہ کی وجہ سے ان تینوں حروف کی آوازیں مختلف ہیں-

فوائد مکیہ : (ظ-ذ-ث) کا رخاوت میں اشتراک ہے اور ظاء- ذال جہر میں اور ذال- ثاء استفال اور انفتاح میں مشترک ہیں اور ظاء میں ممیّزہ صفت استعلا اور اطباق ہے اور ذال- ثاء میں صفت ممیزہ جہر اور ہمس ہے-

شرح : یہاں ظاء- ذال اور ثاء میں صفات ممیزہ بیان کی جا رہی ہیں- اول فرمایا کہ ظاء- ذال اور ثاء تینوں میں صفت رخاوت پائی جاتی ہے اور ظاء اور ذال دونوں حروف میں صفت جہر پائی جاتی ہے تو ضروری ہے کہ ثاء میں صفت ہمس پائی جائے- اور اسی طرح ذال اور ثاء میں صفت استفال اور انفتاح دونوں پائی جاتی ہیں تو ظاء میں صفت استعلا اور اطباق پائی جاتی ہیں اور ذال میں صفت جہر اور ثاء میں صفت ہمس پائی جاتی ہے ان صفات مذکورہ سے تینوں حروف میں تمیز ہوتی ہے-

فوائد مکیہ : (ص-ز-س) رخاوت صفیر میں مشترک اور (ص-س) ہمس میں (ز-س) استفال اور انفتاح میں مشترک ہیں اور (ص) میں صفت ممیزہ استعلاء- اطباق اور (ز-س) میں جہر ہمس ہے-

شرح : نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا سے یہ تینوں حروف نکلتے ہیں اور مخرج ایک ہونے کی وجہ سے صفات ممیزہ کے ذریعے اپنی پہچان اور تمیز کر پاتے ہیں- حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ صاد- زاء اور سین صفت

رخاوت اور صفت صفیر میں مشترک ہیں جبکہ صاد اور سین میں صفت ہمس مشترک ہے- جبکہ زاء میں صفت جہر پائی جاتی ہے- اور زاء اور سین میں صفت استفال اور انفتاح پائی جاتی ہے جبکہ صاد میں صفت استعلاء اور اطباق پائی جاتی ہیں اسی طرح صاد میں تو جہر کی صفت ہے اور سین میں صفت ہمس ممیزہ ہیں-

فوائد مکیہ : (ل-ن-ر) جہر-توسط-استفال-انفتاح میں مشترک ہیں اور (ل-ر) انحراف میں مشترک ہیں-

شرح : لام-نون اور راء کا بیان ہے اور چونکہ قراء کے نزدیک ان تینوں حروف کا مخرج ایک ہے اس لئے ان کو اکٹھے بیان کیا جا رہا ہے- فرماتے ہیں کہ لام نون اور راء میں صفت جہر- صفت توسط- صفت استفال اور صفت انفتاح چاروں صفات ان تینوں حروف میں مشترک ہیں- اور لام اور راء میں چونکہ صفت انحراف پائی جاتی ہے جو کہ نون میں نہیں پائی جاتی تو اس طرح لام اور راء کی صفت انحراف نے نون کو ان دونوں حروف سے جدا کر دیا ہے-

فوائد مکیہ : اور ان میں تمایز مخرج سے ہے- اسی واسطے سیبویہ اور خلیل نے ان کا مخرج الگ الگ ترتیب وار رکھا ہے اور قراء نے قرب کا لحاظ کر کے ایک مخرج کیا ہے اور دوسرا یہ کہ نون میں غنہ ہے اور راء میں تکرار-

شرح : حضرت مصنفؒ مخارج کے بارے میں قراء کا اختلاف ذکر فرما رہے ہیں- کہ خلیل اور سیبویہ کے نزدیک تو لام نون اور راء کا مخرج الگ الگ ہے- ان کے نزدیک یہ حروف مخرج ہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے ہیں لہٰذا ان کے مذہب کے مطابق تو صفات ممیزہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی- لیکن قراء نے قرب کا لحاظ کرتے ہوئے ان تینوں حروف لام-نون اور راء کا مخرج ایک بیان کیا ہے پس جب مخرج ایک بیان کیا گیا تو ضروری ہوا کہ صفات ممیزہ کے ذریعے ان حروف کو باہم ممتاز کیا جائے- جیسا کہ نون میں صفت غنہ ہے جبکہ لام اور راء میں غنہ نہیں ہے صفت غنہ صفت ممیز ہوئی جس سے نون ان دونوں حروف لام اور راء سے جدا ہو گیا- اسی طرح راء میں صفت تکرار ہے جبکہ لام اور نون میں صفت تکرار نہیں گویا راء کو صفت تکرار نے لام اور نون سے جدا کر دیا ہے-

فوائد مکیہ : (و-ب-م) جہر-استفال-انفتاح میں مشترک اور واؤ کے ادا کرتے وقت شفتین میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے گویا اس میں تمایز بالمخرج ہے-

شرح : حضرت مصنفؒ نے مخارج والی فصل میں واؤ- باء اور میم کا مخرج مطلقاً دونوں ہونٹ بیان فرمائے ہیں- متحد المخرج ہونے کی وجہ سے ان تینوں حروف میں صفت جہر- صفت استفال- اور صفت انفتاح تو مشترک ہیں- آگے پھر خود ہی تشریح فرماتے ہیں کہ واؤ کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹ آپس میں نامکمل ملتے ہیں یعنی دونوں ہونٹوں کے نا تمام ملنے سے واؤ ادا ہوتی ہے لہٰذا واؤ تو اپنے مخرج سے ہی باء اور میم سے جدا ہو گیا اور کوئی اشکال رہا ہی نہیں- بعض مصنفین کے نزدیک با اور میم مخرج سے ہی جدا ہو جاتے ہیں باء ہونٹوں کی تری سے اور میم ہونٹوں کی خشکی سے ادا ہوتی ہے۔

فوائد مکیہ : اور (ب) میں شدت اور قلقلہ اور (م) میں توسط اور غنہ ممیزہ ہیں-

شرح : ان تینوں حروف میں سے واؤ کو تو حضرت مصنفؒ نے پہلے ہی مخرج سے جدا کر دیا ہے اب باقی دونوں حروف کے متعلق فرماتے ہیں کہ باء میں صفت شدت اور صفت قلقلہ پائی جاتی ہے جبکہ میم کو صفت توسط اور صفت غنہ نے باء اور واؤ سے ممتاز کر دیا ہے- ان صفات مذکورہ سے باء اور میم ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے ہیں۔

خلاصہ کلام کے طور پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب متحد المخرج حروف کی صفات ممیزہ کو بیان کر دیا جائے تا کہ طلباء کو سمجھنے میں آسانی رہے

(۱) الف۔ ہمزہ۔ ھاء

الف: جہر۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح۔ مدہ

ء: جہر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح

ھ: ہمس۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح

الف ہمزہ اور ھاء سے صفت مدہ سے ممیز ہوتا ہے۔

ہمزہ ھاء سے صفت جہر و شدت سے ممیز ہوتا ہے۔

ھاء ہمزہ سے صفت ہمس اور رخوت سے ممیز ہوتا ہے۔

(۲) عین حاء

ع: جہر۔ توسط۔ استفال۔ انفتاح

ح: ہمس۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح

عین کی صفت جہر وتوسط نے اسے حاء سے جدا کر دیا۔

حاء کی صفت ہمس ورخاوت نے اسے عین سے ممیز کر دیا۔

(۳) غین۔خاء

غ: جہر۔رخاوت۔استعلاء۔انفتاح

خ: ہمس۔رخاوت۔استعلاء۔انفتاح

غین خاء سے صفت جہر سے ممیز ہوتی ہے۔

خاء غین سے صفت ہمس سے جدا ہوتا ہے۔

(۴) جیم۔شین۔یاء

ج: جہر۔شدت۔استفال۔انفتاح۔قلقلہ

ش: ہمس۔رخاوت۔استفال۔انفتاح۔تفشی

ی: جہر۔رخاوت۔استفال۔انفتاح

جیم صفت شدت اور قلقلہ سے شین اور یاء سے ممیز ہوتا ہے

شین کی صفت ہمس اور تفشی اسے جیم اور یاء سے جدا کرتی ہیں۔

(۵) طاء۔دال۔تاء

ط: جہر۔شدت۔استعلاء۔اطباق۔قلقلہ

د: جہر۔شدت۔استفال۔انفتاح۔قلقلہ

ت: ہمس۔شدت۔استفال۔انفتاح

طاء صفت استعلاء اور اطباق سے دال اور تاء سے ممیز ہوتی ہے۔

تاء صفت ہمس سے طاء اور دال سے ممیز ہوتی ہے۔

(۶) ظاء۔ذال۔ثاء

ظ: جہر۔رخاوت۔استعلاء۔اطباق

ذ: جہر۔رخاوت۔استفال۔انفتاح

ث: ہمس۔رخاوت۔استفال۔انفتاح

ظاء صفت استعلاء اور اطباق کے ذریعے ذال اور ثاء سے ممیز ہوتی ہے۔

ثاء صفت ہمس سے ظاء اور ذال سے ممیز ہوتی ہے۔

(۷) صاد۔زاء۔سین

ص: ہمس۔رخاوت۔استعلاء۔اطباق۔صفیر

ز: جہر۔رخاوت۔استفال۔انفتاح۔صفیر

س: ہمس۔رخاوت۔استفال۔انفتاح۔صفیر

صاد صفت استعلاء اور اطباق سے زاء اور سین سے ممیز ہوتا ہے۔

زاء صفت جہر سے سین اور صاد سے ممیز ہوتا ہے۔

(۸) لام۔نون۔راء

ل: جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح

ن: جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح۔غنہ

ر: جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح۔تکریر

نون صفت غنہ سے لام اور راء سے ممیز ہوتا ہے۔

راء صفت تکریر سے لام اور نون سے ممیز ہوتی ہے۔

(۹) واؤ۔باء۔میم

و: جہر۔رخاوت۔استفال۔انفتاح

ب: جہر۔شدت۔استفال۔انفتاح۔قلقلہ

م: جہر۔توسط۔استفال۔انفتاح۔غنہ

واؤ انفتاح شفتین کے ذریعے ممیز ہے گویا اس میں تمایز بالمخرج ہے۔

اور باء میم سے صفت شدت اور قلقلہ کے ذریعے ممیز ہوتا ہے۔اور میم باء سے صفت توسط اور غنہ کے ذریعے ممیز ہوتی ہے۔

فوائد مکیہ : اور (ض-ظ) میں جہر-رخاوت-استعلاء اطباق ہے اور (ض) میں استطالت ہے اور ممیز مخرج ہے مگر اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے ضاد اور ظاء کو بیان فرمایا ہے حالانکہ اصل بات تو یہ ہے کہ ان دونوں حروف کے مخرج ہی جدا جدا ہیں جیسا کہ خود فرما بھی رہے ہیں جب مخرج الگ الگ ہیں تو بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر فرماتے ہیں کہ اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا ضروری ٹھہرا جیسا کہ صفات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صفت جہر-صفت رخاوت-صفت استعلاء اور صفت اطباق دونوں میں مشترک ہیں اور ان مشترکہ صفات کی وجہ سے ان میں فرق کرنا بڑا مشکل ہے- صفت ممیز جو ضاد میں پائی جاتی ہے وہ صفت استطالت ہے۔

آگے حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اشتراک صفات ذاتیہ چونکہ دونوں حروف میں ہیں اور ان میں فرق کرنا اور ایک دوسرے سے دونوں حروف کو باہم ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر کے فرق کو ماہر ہی خوب سمجھتا ہے- اس تحریر سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ضاد اور ظاء وغیرہ کی بحث خالص علمی بحث ہے مگر بدقسمتی سے اس میں ماہرین فن کی بجائے عوام الناس اور وہ لوگ زیادہ الجھتے ہیں جن کے اپنے شین قاف درست نہیں یعنی مخارج وصفات تک کا علم نہیں رکھتے- حرف ضاد کی صحیح ادائیگی کے متعلق ہم مخارج کے بیان میں بحث کر آئے ہیں- اس موضوع پر ماہرین فن نے بہت علمی اور پر مغز کتب اور رسائل تحریر کیے ہیں۔

اب ہم یہاں حضرت مصنفؒ کا اپنا حاشیہ جو انہوں نے حرف ضاد سے متعلق تحریر فرمایا ہے نقل کرتے ہیں-

حرف ضاد سے متعلق حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ مضمون

حرف ضاد ضعیف کو ابن الحاجبؒ نے جو کہ امام شاطبیؒ کے شاگرد ہیں شافیہ میں حروف **مستھجنه** سے لکھا ہے- اور امام رضیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قَالَ السَّیْرَافِیُّ اِنَّهَا فِیْ لُغَةِ قَوْمٍ لَّیْسَ فِیْ لُغَتِهِمْ ضَادٌ فَاِذَا احْتَاجُوْا اِلَی التَّکَلُّمِ بِهَا فِی الْعَرَبِیَّةِ اعْتَاصَتْ عَلَیْهِمْ فَرُبَمَا اَخْرَجُوْهَا ظَاءً لِاِخْرَاجِهِمْ اِیَّاهَا مِنْ طَرْفِ اللِّسَانِ وَاَطْرَافِ الثَّنَایَا وَرُبَمَا تَکَلَّفُوْا فِیْ اِخْرَاجِهَا مِنْ

مَخْرَجِ الضَّادِ فَلَمْ یَتَاَتَّ لَھُمْ فَخَرَجَتْ بَیْنَ الضَّادِ وَالظَّاءِ-"

ترجمہ: "سیرافی" نے کہا کہ یہ بات اس قوم کی زبان میں ہے جن کی زبان میں ضاد نہیں جب انہیں عربی زبان میں ضاد کے تلفظ کی ضرورت پڑی تو ان کو اس کا تلفظ دشوار معلوم ہوا اس لئے وہ اس کو ظاء پڑھتے ہیں اس لئے کہ زبان کے کنارے اور اگلے دانتوں کے کنارے سے نکالتے ہیں اور کبھی اس کو مخرج ضاد سے نکالنے کا تکلف کرتے ہیں مگر ان سے بن نہیں پڑتا اس لئے ضاد اور ظاء کے درمیان نکلتا ہے-"

شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض اور غیر مقلدین (یعنی اہل حدیث حضرات) کی تردید ہوگئی جو کہ قائل ہیں کہ ضاد و ظاء میں اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظاء کے مسموع ہوتا ہے بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے- لہٰذا اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں اس واسطے کہ جیم و دال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں مگر تخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباین ہے اصلاً تشابہ نہیں- (اہلحدیث حضرات کے مسلک کی یہاں وضاحت کر دوں کہ وہ بھی حرف ضاد میں وہی مذہب رکھتے ہیں جو کہ حضرت مصنف اور جمہور کا ہے اس سلسلہ میں ہم ایک رسالہ مزید توضیح کے لیے لگا رہے ہیں جو کہ اس وقت کے اجل علماء اہلحدیث و دیگر اکابرین علماء و قراء کے حرف ضاد کے متعلق ارشادات پر مشتمل ہے۔ جو حضرت مصنف کے حاشیہ کے فوراً بعد شامل کتاب ہے۔ محمد ادریس العاصم عفی عنہ)

اور ضاد ظاء میں تخالف مخرج موجود ہے مگر چونکہ مخرج ضاد کا اکثر حافہ لسان مع کل اضراس اور مخرج ظاء کا طرف لسان مع طرف ثنایا علیا ہے اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء اور اطباق ہے اس وجہ سے ان میں تقارب ہو گیا ہے- پھر صفت رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہو گیا یہ وجہ ہے تشابہ کی بخلاف جیم و دال کے کہ ان میں یہ وجوہ نہیں- اب تشابہ ضاد ظاء میں ثابت ہو گیا مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب حرف ظاء مسموع ہو اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے اسی کو ابن حاجب اور رضیؒ نے مستہجن (مشکل الاداء) لکھا ہے- کیونکہ باعث تشابہ صفت رخوت ہے اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظاء کے ضعیف ہو گئی ہے اس واسطے کہ ضاد میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظاء کے قوی ہے اور لامحالہ جتنی صفت اطباق قوی ہوگی اتنی ہی صفت رخاوت میں ضعف ہوگا کیونکہ الصاق محکم منافی رخاوت ہے-

دوسری وجہ ضعف رخاوت یہ ہے کہ ضاد کا مخرج مجری صوت ہوا سے ایک کنارے واقعہ ہوا ہے بخلاف مخرج ظاء کے کہ وہ محاذات (مقابل) میں واقع ہے اسی وجہ سے ظاء میں رخاوت قوی ہے اور جب رخاوت قوی ہوئی تو لامحالہ اطباق ضعیف ہوگا- ماحصل یہ کہ جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کے ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے بہت مشابہ ہوگی (آج کل سے مراد حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ کے زمانہ قیام

سعودیہ کے زمانے کا تذکرہ ہے حضرت مصنف ۱۳۰۰ھ میں سعودی عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور اس وقت سے اب تک ایک سو تیئس سال کا طویل عرصہ بنتا ہے اس وقت جب کہ حضرت مصنف کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا تلفظ اعتدال کے درجہ میں تھا آج کل اختلاط عجم سے بڑا تغیر تلفظ وادائیگی میں ہو چکا ہے جیسا کہ عام مشاہدے میں بھی آتا ہے۔ محمد ادریس العاصم عفی عنہ)

اور ظاء کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا مگر کم درجے میں اس واسطے کہ ضاد میں اطباق و تفخیم بہ نسبت ظاء کے زیادہ ہے کیونکہ رخاوت ظاء کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے اور رخاوت واطباق میں تقابل ہے ایک قوی ہوگی تو دوسری ضعیف ہوگی۔ اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہو جائے گی تو اشبہ بظاء ہو جائے گا اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضی نے مستہجن (مشکل الاداء) لکھا ہے اور اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رخاوت کے تو اشبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا اور کسی قدر ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔

بعض کتب تفسیر وتجوید میں جو ضاد وظاء کو متشابہ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ ظاء مسموع ہو اب تعارض بھی نہیں رہا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض قراء عجم اہل عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں جواب یہ ہے کہ دال مفخم کوئی حرف ہی نہیں اس واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفال انفتاح اور مخرج طرف لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے اور اہل عرب ضاد کو اپنے مخرج مع استعلاء اطباق سے عموماً ادا کرتے ہیں۔ اور ایک حرف دوسرے مخرج مباین سے ادا ہی نہیں ہوتا اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے اصل میں وہ ضاد ہے مگر ضعف رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی وہ اکثر عرب سے شاید ادا نہ ہوتی ہو۔ غایت مافی الباب یہ لحن خفی ہوگا اور ظاء خالص پڑھنا اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پر کر کے پڑھنا یہ لحن جلی ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے باقی صورتوں میں ابدال حرف بحرف آخر لازم آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اب ہم یہاں رسالہ "تحقیق حرف ضاد مع فتاویٰ علماء کرام مؤلفہ حضرت مولانا الحافظ ابومحمد عبدالستار صاحب دہلویؒ نقل کرتے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

مسئلہ دواد وضاد دلائل کی روشنی میں

اکثر مفسرین اور علماء فقہ وصرف ونحو اور تجوید کے ماہرین قراء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ض مشتبہ الصوت ظ کا ہے۔

ان دونوں میں فرق کرنا مشکل ہے "دال" کے مشابہ کسی نے بھی نہیں لکھا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں صحیح مذہب علماء کا یہ ہے کہ ضاد اور ظاء میں تشابہ ہے اس لیے کہ یہ دونوں قریب المخرجین ہیں۔

ضاد اول حافہ زبان و اضراس سے نکلتا ہے۔ ظاء زبان کی نوک و اطراف ثنایا سے برآمد ہوتی ہے۔ دونوں حروف اقسام مجہورہ ورخوہ ومطبقہ سے ہیں۔

تفسیر عزیزی میں ہے "بدانکہ فرق درمیاں مخرج ضاد وظاء بسیار مشکل ست" یعنی ض اور ظ میں فرق کرنا نہایت مشکل ہے۔

خزانۃ الروایات میں ہے لِأَنَّ الْعَوَامَّ لَايَقْدِرُوْنَ اَنْ يَّفْصِلُوْا بَيْنَ الضَّادِ وَ الظَّاءِ یعنی عام لوگ ض ظ کی آواز میں فرق نہیں کر سکتے۔ (اقتصاد ص ۵)

کبیری شرح منیہ میں ہے هٰذَا فَصْلٌ وَّهُوَ اِبْدَالُ اَحَدِ هٰذِهِ الْحَرْفَيْنِ اَعْنِی الضَّادَ وَ الظَّاءَ یعنی یہ فصل ہے آپس میں بدل ہو جانے ان دو حرفوں کے ض اور ظ میں۔ (اقتصاد ص ۲)

البیان الجزیل فی الترتیل ص ۵۲ میں ہے کہ ایک بلائے عام اس زمانہ میں یہ ہو گئی کہ ض کو بصورت دال کے پڑھتے ہیں اس کو مشتبہ الصوت دال کا کر دیا ہے۔ حالانکہ دال پُر نہیں اور وہ پُر ہے۔ سو یہ بات جملہ کتب قرآءت و تفسیر وفقہ کے خلاف ہے۔

دواد کوئی حرف نہیں بالکل بے اصل اور غلط ہے

تعجب ہے اس زمانہ کے لوگوں پر کہ ضاد کو دواد (مثل دال) مہملہ کے پڑھتے ہیں حالانکہ اس میں کسی طرح کی مناسبت و مشابہت نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ پڑھے لکھے اہل علم کہلانے والے بھی اس میں مبتلا ہیں۔ فتویٰ علماء دہلی جس پر مولانا قطب الدین خان صاحبؒ حنفی کی مہر ثبت ہے اس میں مولوی کریم اللہ صاحبؒ حنفی نے لکھا ہے قِرَاءَةُ الضَّادِ مِثْلَ الدَّالِ غَلَطٌ غَيْرُ مُعْتَدٍّ بِهٖ فَالْعَاقِلُ يَفْهَمُ وَ الْغَافِلُ يُعَانِدُ وَ الْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ وَ الْبَاطِلُ حَقِيْقٌ اَنْ يُّبْطَلَ یعنی ضاد کو مثل دواد کے پڑھنا بالکل غلط اور غیر معتبر ہے۔ پس عقل مند تو سمجھ جاتا ہے اور غافل و جاہل اپنی ضد پر اڑتا ہے اور دواد ہی پڑھتا ہے لائق یہی ہے حق پر چلنا اور باطل کو مٹانا۔

اس پر مفتی صدر الدین صاحبؒ حنفی لکھتے ہیں "وساکنان این دیار در دال وضاد فرق نمی کنند جاہل اند و بے تمیز" یعنی اس ملک میں رہنے والے جو دال اور ضاد میں فرق نہیں کرتے ضاد کو دواد پڑھتے ہیں جاہل اور بے تمیز ہیں فقط۔

العبد المسکین محمد صدر الدین مرقوم ۵ ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ۔ (اقتصاد ۱۵)

آج عرب میں غیر عربی الفاظ رائج و مستعمل ہیں جیسے ''گ'' فارسی زبان کا حرف ہے آج عرب میں بکثرت مستعمل ہے اَقُوْلُ لَکَ کو اَگُوْلُ لَکَ کہتے ہیں قُمْ کو گُمْ کہتے ہیں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ جب ایک غلط چیز عام طور پر مروج و مستعمل ہو جاتی ہے تو لوگ اسی کو صحیح سمجھتے ہیں اسی طرح ض کو دواد کہہ دینا کیا بعید ہے پس ان کی تقلید سے ہندوستان وغیرہ میں بھی ض کو دواد پڑھنے لگے حالانکہ اصل میں دواد کوئی حرف ہی نہیں۔

علیٰ ہذا القیاس اس زمانہ کے افغان اور غزنی کے نواح کے لوگ ضاد کو غداد پڑھتے ہیں وَلَا الضَّآلِّیْنَ کو وَلَغْدَ وَالِّیْنَ کہتے ہیں۔ ترکی کے لوگ عموماً ک کی جگہ چ پڑھتے ہیں چنانچہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کو اِیَّاچَ نَعْبُدُ وَاِیَّاچَ نَسْتَعِیْنُ پڑھتے ہیں۔

الغرض دواد پڑھنے کے متعلق جس قدر بھی دلائل دیئے جاتے ہیں سب تار عنکبوت سے زیادہ اہل تحقیق کے نزدیک وقعت نہیں رکھتے۔

ض کو دواد پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

فتویٰ مکہ مکرمہ میں شیخ العلماء احمد دحلان نے لکھا ہے وَلَوْ اَبْدَلَ الضَّادَ لَمْ تَصِحَّ قِرَآءَةٌ قَطْعًا فَعُلِمَ مِنْ هٰذَا اَنَّهٗ لَمْ يَقَعْ خِلَافٌ فِيْ اِبْدَالِهَادَ اِلَّا كَمَا وَقَعَ فِي الظَّاءِ وَ النُّطْقُ بِهَادَ اِلَّا لَمْ يَقُلْ اَحَدٌ بِصِحَّتِهٖ یعنی اگر ض کو کسی دیگر حرف کے ساتھ بدلا تو قرآءت ہرگز درست نہ ہوگی۔ ضاد کو دال پڑھنے سے نماز فاسد ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اور ایسی قرآءت کے صحیح ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں۔ (اقتصاد ص ۱۳)

چنانچہ علامہ جزریؒ تمہید فی علم التجوید میں لکھتے ہیں اِعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْحَرْفَ يَعْنِي الضَّادَ لَيْسَ فِي الْحُرُوْفِ حَرْفٌ يَعْسِرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلَهٗ یعنی حروف میں حرف ضاد کی طرح کوئی اور حرف دشوار نہیں ہے۔ علامہ ابو محمد مکی کتاب الرعایہ میں لکھتے ہیں: اَلضَّادُ حَرْفٌ يُشْبِهُ لَفْظُهٗ فِي السَّمْعِ بِلَفْظِ الظَّاءِ یعنی ضاد ایک ایسا حرف ہے جو سننے میں ظا کے مشابہ ہے۔

علامہ موصلی حنبلی شرح شاطبیہ موسوم بہ کنز المعانی شرح حرز الامانی میں لکھتے ہیں اِنَّ الضَّادَ وَ الظَّاءَ مُتَشَابِهَةٌ فِي السَّمْعِ وَ الضَّادُ لَا تَفْتَرِقُ عَنِ الظَّاءِ اِلَّا بِاخْتِلَافِ الْمَخْرَجِ وَ زِيَادَةِ الْاِسْتِطَالَةِ فِيْ

الضَّادِ وَ لَوْلَا هُمَا لَكَانَتْ اِحْدٰهُمَا عَيْنَ الْاُخْرٰى یعنی ض اور ظ میں دو بات کا فرق ہے ایک تو اختلاف مخرج' دوم استطالت۔ اگر یہ فرق نہ ہوتا تو دونوں حرف ایک ہو جاتے۔ استطالت یہ کہ ض کو کھینچ کر پڑھا جاتا ہے ظ کو نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ض کو مثل دال مہملہ کے پڑھنا بے اصل و بے ثبوت اور مہمل ہے۔ کتب فقہ وتفسیر وتصریف وتجوید و سلوک میں جن کا اسباب میں اعتبار ہے اس کا وجود و پتہ ونشان تک نہیں۔ پس جب کہ کتب معتبرہ و مستندہ میں حرف دواد کا ذکر و نقل نہیں تو معلوم ہوا کہ معدوم ہے اور اس کے پڑھنے سے نماز میں خلل آتا ہے جیسے صالحات کو طالحات پڑھنا غلط اور موجب فساد ہے ایسے ہی ضالین کو دوالین پڑھنا بے اصل اور لغو ہے۔ (كذا فی رد المحتار و عالمگیری)

اسی مضمون پر دیگر علماء مندرجہ ذیل کی مواہیر بھی ثبت ہیں ملاحظہ ہوں:

مہر	مہر	مہر	مہر	مہر
سید شریف حسین	۱۲۸۱ھ سید محمد نذیر حسین	محمد عبد الحمید	سید احمد حسن	تلطف حسین

حضرات علماء کرام وقراء عظام کے فتاوے

اس وقت ہمارے زیر نظر ایک رسالہ موسومہ ہدایۃ الضال فی قراءۃ الضاد بالدال موجود ہے۔ جو ۱۳۴۶ھ کا مطبوعہ ہے جس میں مسئلہ ض پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ اس کے مندرجہ ذیل علمائے کرام کے تفصیلی فتاوے اور ان کی نقول بھی درج ہیں۔ بخوف طوالت علمائے کرام کے اسمائے گرامی ہدیہ ناظرین ہیں:

(۱) ابوالحسنات مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی حنفیؒ (۲) مولانا مولوی محدث فخر الدین احمد صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد۔ ہند (۳) مولانا مولوی استاذ حافظ قاری عبداللہ صاحبؒ مدرس درجہ قرآءت مدرسہ امدادیہ مرادآباد (۴) مولانا مختار احمد صاحب شیر کوٹیؒ (۵) مولانا مولوی استاذ حافظ عبدالحق صاحب عثمانیؒ مدنی شاگرد خاص مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ مدرس مدرسہ اسلامیہ واقعہ مسجد نبوی مدینہ طیبہ (۶) مولانا مولوی رحیم اللہ صاحبؒ (۷) مولانا محمد انور صاحب عفا اللہ عنہ (۸) مولانا محمد حسین صاحبؒ سند یافتہ مدرسہ فرقانیہ لکھنو (۹) مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ مدرس مدرسہ شاہی (۱۰) مولانا عجب نورؒ مدرس مدرسہ شاہی (۱۱) مولانا محمد صدیق صاحب نواب پوریؒ (۱۲) مولانا ابن الحفیظ مرزا احمد اللہ بیگؒ (۱۳) مولانا کبیر الدین احمد غفرلہ

ان تمام علماء وقراء کرام نے اس رسالہ میں حرف ض کو مشابہ بالظاء قرار دیا ہے اور دال کے مشابہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے بلکہ یہاں تک فتویٰ دیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو'' فی الواقع تشابہ صوت ضاد وظاء تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ اور فن تجوید کے علاوہ کتب تفسیر جیسے تفسیر ابن کثیر اور کتب تصریف اور بعض کتب تاریخ وتذکرہ جیسے ابن خلکان' ابن اعرابی امام لغت کے تذکرہ میں اور بعض کتب ادب جیسے مقامات حریری اور عامہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے اور اس کے خلاف کوئی نقل پیش کرنا ناممکن ہے لازم ہے کہ اس مسئلہ کو بغیر کسی جھگڑے کے تسلیم کرلیا جائے۔ حنفیہ کی کتب مذہب میں بھی بلاخلاف یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔''

خاتمہ رسالہ میں یہ الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں'' کہ ثابت کردیا گیا ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہونا امر حق ہے اور اس کا خلاف یعنی مشابہ بالدال پڑھنا باطل اور ضلال ہے انتہی۔''

مولانا سید احمد صاحب ندوی حنفی کا فتویٰ

میری تحقیق تو یہ ہے کہ جس طرح صاد کو طاء کی جگہ پڑھنا جبکہ دونوں حرفوں کی ادائیگی میں فرق کرنا ممکن اور آسان ہے مفسد نماز ہے اسی طرح ضالین کو دالین پڑھنا غیر معتبر ہے اصول تجوید اور علماء ومشائخ کی رائے کے مطابق مرجح طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضاد کو دال کے مخرج میں نہ پڑھا جائے کیونکہ ضاد اور دال میں اصول تجوید کے لحاظ سے سات امور کا فرق ہے مخرج اور صفت استطالت کے اختلاف کے باوجود ضاد کی مشابہت ظاء کے ساتھ ثابت ہے۔

بہر حال قاری قرآن مجید کو قرآن مجید پڑھتے وقت تمام حروف قرآنیہ کو صحیح مخارج سے ادائیگی کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ الراجی عفو ربہ الباری السید احمد الندوی

مورخہ ۱۹ جون ۵۷ء

ضاد کے متعلق حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین وقاریان قرآن مجید وواقفان علم تجوید اس مسئلہ میں کہ زید حرف ضاد کو دواد مانند دال مہملہ کے پڑھتا ہے اور اس کو دواد بولتا ہے اور ضاد مشابہ بالظاء کے پڑھنے کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ضاد مشابہ بالظاء پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عمرو حرف ضاد کو جس جگہ بھی قرآن میں آتا ہے مشابہ بالظاء معجمہ پڑھتا ہے اور ضاد مشابہ بالدال پڑھنے کا انکاری ہے اور کہتا ہے کہ حرف دواد بے اصل اور بے ثبوت ہے اور محض مہمل ہے اور اس کا وجود کسی جگہ کتب فقہ۔ تفسیر اور تجوید وکتب صرف میں نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ دواد کا کوئی وجود نہیں اور

اس کے پڑھنے سے نماز میں خلل آتا ہے پس سوال یہ ہے کہ ان دونوں اشخاص میں سے کس کا قول وفعل صحیح ہے اور کس کا غلط۔ بینوا توجروا

الجواب: ان دونوں اشخاص میں سے عمرو کا قول وفعل صحیح ہے اور زید کا قول وفعل غیر صحیح ہے عمرو کا یہ قول کہ اگر کوئی شخص ضاد مشابہ بالظاء پڑھے تو نماز اس کی موافق مذہب مفتی بہ صحیح ہے۔

اس دعوے کی دلیل لکھی جاتی ہے تاکہ عمرو کے اس قول کی صحت معلوم ہو سکے۔ النشر فی القراءات العشر مؤلفہ علامہ جزریؒ میں مرقوم ہے "وَلَيْسَ فِيْ الْحُرُوْفِ مَا يَعْسِرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلَهُ فَإِنَّ اَلْسِنَةَ النَّاسِ فِيْهِ مُخْتَلِفَةٌ وَّ قَلَّ مَايُحْسِنُهُ انتهى" یعنی جیسا حرف ضاد کا ادا کرنا زبان پر دشوار ہے ویسا کسی حرف کا ادا کرنا دشوار نہیں اسی وجہ سے لوگوں کی زبانیں اس کے ادا کرنے میں مختلف ہیں اور کم لوگ ہیں جو اس کو اچھی طرح سے ادا کر سکتے ہیں۔

علامہ جزریؒ التمہید فی علم التجوید میں لکھتے ہیں:

"اِعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْحَرْفَ يَعْنِي الضَّادَ لَيْسَ فِي الْحُرُوْفِ حَرْفٌ يَّعْسِرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلَهُ انتهى" یعنی حروف میں حرف ضاد کی طرح کوئی اور حرف دشوار نہیں ہے۔

علامہ ابو محمد مکی کتاب الرعایہ میں لکھتے ہیں

"لَا بُدَّ لِلْقَارِئِ مِنَ الْحِفْظِ بِلَفْظِ الضَّادِ حَيْثُ وَقَعَتْ فَهُوَ اَمْرٌ يَّقْصُرُ فِيْهِ اَكْثَرُ مَنْ رَّاَيْتُ مِنَ الْقُرَّاءِ وَ الْاَئِمَّةِ لِصُعُوْبَتِهٖ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُدَرَّبْ بِهٖ انتهى" یعنی ضاد کو پڑھنے میں قاری کو لحاظ ومحافظت کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ایسا امر ہے کہ میں نے اس میں بہت سے قراء وائمہ کو قصور کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ضاد ادائیگی میں دشوار ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اس کی ادائیگی پر عبور نہیں۔

اب یہاں تک تو ان دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ ضاد اصعب الحروف ہے اب آگے ہم ضاد کو مشابہ بالظاء ہونے کے دلائل بیان کرتے ہیں۔

علامہ ابو محمد مکیؒ اپنی کتاب الرعایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"اَلضَّادُ حَرْفٌ يُّشْبِهُ لَفْظُهٗ فِي السَّمْعِ بِلَفْظِ الظَّاءِ انتهى" یعنی ضاد ایک ایسا حرف ہے جو سننے میں ظاء کے مشابہ ہے۔

علامہ شعلہ موصلی حنبلیؒ اپنی شرح شاطبیہ موسوم بہ کنز المعانی شرح حرز الامانی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اِنَّ الضَّادَ وَ الظَّاءَ مُتَشَابِهَةٌ فِي السَّمعِ وَ الضَّادُ لَا تَفتَرِقُ عَنِ الظَّاءِ اِلَّا بِاخْتِلَافِ الْمَخْرَجِ وَ زِيَادَةِ الْاِسْتِطَالَةِ فِي الضَّادِ وَ لَوْلَاهُمَا لَكَانَتْ اِحْدٰهُمَا عَيْنَ الْاُخْرٰى انتهى"

یعنی ضاد اور ظاء سننے میں باہم متشابہ ہیں اور ضاد اور ظاء میں دو لحاظ سے فرق ہوتا ہے ایک ان دونوں کے جداگانہ مخرج اور دوسرے ضاد میں صفت استطالت کا پایا جانا جو ظاء میں نہیں ہے پس اگر یہ دونوں فرق نہ ہوتے تو یہ دونوں حرف ایک ہو جاتے۔

علامہ جزری" التمہید فی علوم التجوید میں لکھتے ہیں:

"وَ النَّاسُ يَتَفَاوَتُوْنَ فِي النُّطْقِ بِالضَّادِ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّجْعَلُهٗ ظَاءً اِلَّا نَّ الضَّادَ لَيُشَارِكُ لِلظَّاءِ فِيْ صِفَاتِهَا كُلِّهَا وَ يَزِيْدُ عَلَى الظَّاءِ بِالْاِسْتِطَالَةِ فَلَوْلَا الْاِسْتِطَالَةُ وَ اخْتِلَافُ الْمَخْرَجَيْنِ لَكَانَتْ ظَاءً و هم اكثر الشاميين و بعض اهل الشرق انتهى"

یعنی عوام الناس ضاد کے ادا کرنے میں مختلف ہیں بعض لوگ تو ضاد کو ظاء بولتے ہیں اور یہ اکثر شام والے ہیں اور بعض اہل شرق وغیرہ اور ان لوگوں کے ضاد کو ظاء پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ حرف ضاد حرف ظاء کی تمام صفات میں مشارک ہے اور حرف ضاد میں صفت استطالت کی صفت زائد ہے جو حرف ظاء میں نہیں ہے سو اگر ضاد میں صفت استطالت نہ ہوتی اور اس کا مخرج ظاء سے جدا نہ ہوتا تو ضاد ظاء ہو جاتا۔

ایسے ہی علامہ جزری" المقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں ؎

وَ الضَّادَ بِاسْتِطَالَةٍ وَّ مَخْرَجِ
مُيِّزْ مِنَ الظَّآءِ ----

یعنی ضاد کو صفت استطالت اور مخرج کے ذریعے ظاء سے جدا و ممیز کیا جاتا ہے۔

پس ضاد اور ظاء میں بجز استطالت اور مخرج کا مختلف ہونا اور بقایا تمام صفات میں مشترک ہونا ایک ایسی بات ہے کہ اس پر تمام علمائے فن تجوید کا اتفاق ہے اور اوپر ہم جو فن کی کتب کے حوالے لائے ہیں ان سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے مگر اپنے مخرج اور صفت استطالت کے ذریعے جدا حرف ہے۔

اب ہم علامہ فخر الدین رازی" کی تفسیر کبیر سے نقل کرتے ہیں:

”اَلْمَسْئَلَةُ الْعِشْرَةُ الْمُخْتَارُ عِنْدَنَا اَنَّ اشْتِبَاهُ الضَّادِ بِالظَّاءِ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوةَ وَ يَدُلُّ عَلَيْهِ اَنَّ الْمُشَابَهَةَ حَاصِلَةٌ فِيْهِمَا جِدًّا – وَ بَيَانُ الْمُشَابَهَةِ مِنْ وُّجُوْهِ الْاَوَّلِ اَنَّهُمَا مِنَ الْحُرُوْفِ الْمَجْهُوْرَةِ وَ الثَّانِيْ اَنَّهُمَا مِنَ الْحُرُوْفِ الرَّخْوَةِ وَ الثَّالِثُ اَنَّهُمَا مِنَ الْحُرُوْفِ الْمُطْبَقَةِ وَ الرَّابِعُ اَنَّ الظَّاءَ وَ اِنْ كَانَ مَخْرَجُه مِنْ طَرْفِ اللِّسَانِ وَ اَطْرَافِ الثَّنَايَا الْعُلْيَا وَ مَخْرَجُ الضَّادِ مِنْ اَوَّلِ حَافَةِ اللِّسَانِ وَمَا يَلِيْهَا مِنَ الْاَضْرَاسِ اِلَّا اَنَّهُ حَصَلَ فِي الضَّادِ انْبِسَاطٌ لِاَجْلِ رَخَاوَتِهَا وَ لِهٰذَا السَّبَبِ يَقْرُبُ مَخْرَجُهُ الظَّاءَ وَ الْخَامِسُ اَنَّ النُّطْقَ بِحَرْفِ الضَّادِ مَخْصُوْصٌ بِالْعَرَبِ فَثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ الْمُشَابَهَةَ بَيْنَ الضَّادِ وَ الظَّاءِ شَدِيْدَةٌ وَّ اَنَّ التَّمَيُّزَ عَسِيْرٌ انتہی“

یعنی دسواں مسئلہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ ضاد کا مشابہ بالظاء ہونا نماز کو باطل نہیں کرتا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ مشابہت ہے اور ان دونوں حروف میں تمیز کرنا بہت دشوار ہے۔ ان دونوں حروف میں مشابہت کا بیان کئی وجوہ سے ہے اول تو یہ ہے کہ دونوں حروف مجہورہ ہیں اور دوسرے یہ کہ دونوں حروف رخوہ ہیں اور تیسرے یہ کہ دونوں حروف مطبقہ ہیں اور چوتھے یہ کہ ظاء کا مخرج زبان کا کنارہ اور ثنایا علیا ہے اور ضاد کا مخرج حافہ زبان مع اضراس کی جڑ ہے مگر ضاد میں صفت رخوت کی وجہ سے انبساط اور کشادگی حاصل ہے اور ضاد کا مخرج ظاء کے مخرج کے قریب ہے پانچویں یہ کہ حرف ضاد عربوں کے ساتھ مخصوص ہے ہمارے اس بیان سے ثابت ہوا کہ ضاد ظاء کے مشابہ ہے اور دونوں میں تمیز کرنا دشوار ہے۔

ان تمام عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے اور ان میں فرق کرنا بڑے ماہر اور مجود کا کام ہے اس لیے ضاد مشابہ بالظاء پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہی مضمون فقہ حنفی کی بہت سی کتب میں مرقوم ہے الحاصل یہ کہ عمرو کا قول (کہ اگر کوئی شخص مشابہ بالظاء پڑھے تو اس کی نماز مذہب مفتیٰ بہ کے صحیح ہے) بالکل درست ہے اور اس کا فعل یعنی ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنا صحیح و درست ہے اور یہیں سے ثابت ہو گیا کہ زید کا یہ قول (کہ اگر کوئی شخص ضاد مشابہ بالظاء پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی) بالکل غلط ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ زید کا ضاد کو مشابہ بالدال پڑھنا بالکل بے اصل اور بلا ثبوت ہے اور عمرو کا ضاد کو مشابہ بالدال پڑھنے سے منع کرنا اور یہ کہنا کہ حرف دواد بے اصل اور بلا ثبوت ہے، بہت صحیح ہے فی الواقع حرف ضاد کا مشابہ بالدال ہونا تجوید کی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی فقہ یا تفسیر کی کسی کتاب سے ثابت

ہے پس ضاد کو مشابہ بالدال پڑھنا بلاشبہ بے دلیل و بلاثبوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین ؒ

استاذ القراء والمجودین حضرت قاری عبدالمالک صاحب علیہ الرحمہ کا رسالہ

ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد

(۱) اہل فن حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ کسی دو حرفوں میں تشابہ کا سبب اشتراک مخرج سے ہوا کرتا ہے۔ یا اشتراک صفات سے پس جو حرف کسی حرف سے ذاتاً و صفتاً جتنا متحد ہوگا اتنا ہی اس سے قریب اور متشابہ ہوگا پس اس قاعدہ مسلمہ کے بموجب ضاد کا تقابل حروف مشتبۃ الصوت یعنی ظاء۔ ذ۔ زا اور دال مہملہ سے کر کے دیکھنا چاہیے۔ پس ان چاروں حرفوں میں سے جس حرف کے ساتھ حرف ضاد اکثر صفات میں متحد اور شریک ہوگا وہی صحیح معنوں میں ضاد کا مشبہ بہ مانا جائے گا۔

نقشہ ذیل ملاحظہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ صاف طور پر سمجھ میں آ سکتا ہے۔

حروف	مخارج	صفات
ض	زبان کا بغلی کنارہ اوپر کی داڑھوں کی جڑ	جہر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ اطباق۔ استطالت
ظ	زبان کی نوک ثنایاء علیا کا کنارہ	جہر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ اطباق۔
ذ	زبان کی نوک ثنایاء علیا کا کنارہ	جہر۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح
ز	زبان کی نوک ثنایاء سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے	جہر۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح۔ صفیرہ
د	زبان کی نوک ثنایا علیا کی جڑ	جہر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقلہ

اس نقشہ سے معلوم ہو گیا کہ ضاد باعتبار مخرج اور استطالت کے ان چار حرفوں سے مختلف ہے اور باقی صفات میں دال مہملہ سے صرف صفت جہر میں متحد ہے اور شدت۔ استفال۔ انفتاح۔ قلقلہ میں مختلف ہے۔ اور ذ۔ زا کے ساتھ جہر۔ رخوت میں مشترک ہے۔ باقی استفال۔ انفتاح میں مختلف ہے۔ لیکن ظاء کے ساتھ جہر۔ رخوت۔ استعلاء۔ اطباق میں مشترک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ضاد کو دال مہملہ کے ساتھ صرف صفت جہر میں قلیل درجہ کی مشابہت ہے اس وجہ سے ضاد کو دال سے بڑی آسانی سے جدا کر کے ادا کیا جا سکتا ہے اس طرح زاء سے بھی معمولی مشابہت ہے اور صفت صفیر کی وجہ سے زاء ضاد سے ممتاز بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح ذال کے ساتھ تو صفت جہر اور رخوت میں متحد ہے لیکن صفت

استعلاء اور اطباق سے ضاد کو ذال سے جدا کر کے ادا کیا جا سکتا ہے۔

ضاد اکثر صفات میں ظاء کے ساتھ متحد ہے اس وجہ سے مجودین کے نزدیک ان دونوں حرفوں میں امتیاز کرنا مشکل ہے اور حضرات علماء فقہاء نے اس کو فصل بالمشقۃ سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) عام طور پر ایک غلطی عوام میں پائی باتی ہے کہ ظاء کو بھی غلط ادا کرتے ہیں۔ بعض زائے مفخمہ یا زائے مخلوط بالواؤ کے تلفظ سے تو نتیجہ یہ نکلا کہ جب مشبہ بہ غلط ہوا تو مشبہ میں صحت مشابہت کا کوئی صحیح معیار نہ رہا۔

(۳) عوام کے لیے ضاد کا ظاء سے ممتاز ادا کرنا اگر محل تکلیف میں ہوتا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں یہ سوال پیدا ہوتا۔ جبکہ غیر عرب یعنی بعض عجمی لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اور ان کی زبان میں یہ حرف نہ تھا۔ اور حقیقت ہے کہ اس وقت یہ سوال پیدا نہیں ہوا۔

(۴) بعض لوگ آج کل کے عربوں کے تلفظ مشابہ بالدال مہملہ کو حجت میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اختلاط عجم کے اثرات سے عوام بلکہ بعض خواص عرب بھی جو کثرت سے مخلوط النسب ہیں متعدد حرفوں کو مثل ث اور ق کے بھی غلط بولنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ پس اس صورت میں بقاعدہ غلط العوام فصیح ان کا غلط تلفظ حجت کے قابل ہے یا نہیں۔

(۵) جس طرح ضاد کا صحیح تلفظ کافی مہارت اور پوری مشق پر موقوف ہے اسی طرح ضاد صحیح کا احساس اور ادراک بھی کافی سماعت پر منحصر ہے۔

علماء قرآءت وفقہائے امت کے اس مسئلہ کے بارے میں درج ذیل اقوال ہیں:

کتاب النشر مطبوعہ دمشق ج ۱ ص ۲۱۹

"وَالضَّادُ انْفَرَدَ بِالْاِسْتِطَالَةِ وَلَيْسَ فِي الْحُرُوْفِ مَايَعْسِرُ عَلَى اللِّسَانِ مِثْلُهٗ فَاِنَّ اَلْسِنَةَ النَّاسِ فِيْهِ مُخْتَلِفَةٌ وَّقَلَّ مَنْ يُّحْسِنُهٗ فَمِنْهُمْ مَّنْ يُّخْرِجُهٗ ظَاءً اَوَّ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْزِجُهٗ بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّجْعَلُهٗ لَامًا مُّفَخَّمَةً وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّشِمُّهُ الزَّايَ وَكُلُّ ذٰلِكَ لَايَجُوْزُ انتهى۔"

ترجمہ: "اور حرف ضاد تنہا اور اکیلا ہے صفت استطالت میں اور زبان پر کوئی حرف مثل اس کے دشوار نہیں ہے پس لوگوں کی زبانیں اس کی ادائیگی میں مختلف ہیں اور ایسے لوگ کم ہیں جو اس کو اچھی طرح ادا کرتے ہوں۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو ضاد کی جگہ ظاء نکالتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ممزوج بدال مہملہ نکالتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس کو لام مفخمہ بنا دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس میں زا کا خلط کر دیتے ہیں یہ سب ناجائز ہیں۔"

علامہ محمد مکی اپنی کتاب رعایہ باب الضاد ص ۴۵ تا ۴۶ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی میں فرماتے ہیں:

"اَلضَّادُ تَخْرُجُ مِنْ مَّخْرَجِ الرَّابِعِ مِنْ مَّخَارِجِ الْفَمِ تَخْرُجُ مِنْ اَوَّلِ حَافَةِ اللِّسَانِ وَمَا يَلِيْهِ مِنَ الْاَضْرَاسِ وَهُوَ حَرْفٌ قَوِيٌّ لِاَنَّهَا مَجْهُوْرٌ مُّطْبَقٌ مِّنْ حُرُوْفِ الْاِسْتِعْلَاءِ وَفِيْهِ اِسْتِطَالَةٌ وَّلَهٗ صِفَاتٌ قَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا وَالضَّادُ يُشْبِهُ لَفْظُهَا بِلَفْظِ الظَّاءِ لِاَنَّهَا مِنْ حُرُوْفِ الْاِطْبَاقِ وَمِنْ حُرُوْفِ الْمُسْتَعْلِيَةِ وَمِنَ الْحُرُوْفِ الْمَجْهُوْرَةِ وَلَوْلَا اخْتِلَافُ الْمَخْرَجَيْنِ وَمَا فِي الضَّادِ مِنَ الْاِسْتِطَالَةِ لَكَانَ لَفْظُهُمَا وَاحِدًا وَّلَمْ يَخْتَلِفَا فِي السَّمْعِ فَيَجِبُ عَلَى الْقَارِئِ اَنْ يَّلْفِظَ بِالضَّادِ وَاِذَا كَانَ بَعْدَ هَا اَلِفٌ بِالتَّفْخِيْمِ الْبَيِّنِ كَمَا يُلْفَظُ بِهَا اِذَا كَانَ يَحْكِي الْحُرُوْفَ فَيَقُوْلُ صَادٌ ضَادٌ وَلَا بُدَّلَهٗ مِنَ التَّحَفُّظِ بِلَفْظِ الضَّادِ حَيْثُ وَقَعَتْ فَهُوَ اَمْرٌ يُّقَصِّرُ فِيْهِ اَكْثَرُ مَنْ رَّاَيْتُ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْاَئِمَّةِ لِصُعُوْبَتِهٖ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَدْرِبِهٖ فَلَا بُدَّ لِلْقَارِئِ الْمُجَوِّدِ اَنْ يَّلْفِظَ بِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ الْمُفَخَّمَةِ مُسْتَعْلِيَةً مُّطْبَقَةً مُّسْتَطِيْلَةً فَيَظْهَرُ صَوْتُ خُرُوْجِ الرِّيْحِ عِنْدَ ضَغْطِ حَافَةِ اللِّسَانِ لِمَا يَلِيْهِ مِنَ الْاَضْرَاسِ عِنْدَ اللَّفْظِ بِهَا وَمَتٰى فَرَّطَ فِيْ ذٰلِكَ اَتٰى بِلَفْظِ الظَّاءِ وَبِلَفْظِ الذَّالِ فَيَكُوْنُ مُبَدِّلًا وَّمُغَيِّرَةً فَالضَّادُ اَصْعَبُ الْحُرُوْفِ تَكَلُّفًا فِي الْمَخْرَجِ وَاَشَدُّهَا صُعُوْبَةً عَلَى اللَّافِظِ فَمَتٰى لَمْ يَتَكَلَّفِ الْقَارِئُ اِخْرَاجَهَا عَلٰى حَقِّهَا اَتٰى بِغَيْرِ لَفْظِهَا وَاَخَلَّ بِقِرَاءَتِهٖ وَمَنْ تَكَلَّفَ ذٰلِكَ وَتَمَادٰى عَلَيْهِ صَارَلَهُ التَّجْوِيْدُ بِلَفْظِهَا عَادَةً وَّطَبْعًا وَّسَجِيَّةً انتهى-"

ترجمہ: "منہ کے مخارج میں چوتھے مخرج یعنی شروع کنارہ زبان اور داڑھوں کی جڑ سے ضاد نکلتا ہے- اور وہ قوی حرف ہے کیونکہ وہ مستعلیہ- مجہورہ- مطبقہ ہے اور اس میں صفت استطالت ہے اور اس کی کچھ صفات پہلے بیان ہو چکی ہیں اور ضاد کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہے- اس لئے کہ ظاء مطبقہ مستعلیہ مجہورہ میں سے ہے اگر ضاد اور ظاء میں اختلاف مخرج نہ ہوتا اور ض میں صفت استطالت نہ ہوتی تو دونوں کا ایک تلفظ ہوتا اور سماعت میں مختلف نہ ہوتے پس قاری پر ضروری ہے کہ جب ضاد کے بعد الف آ جائے تو ضاد کا تلفظ صاف تفخیم کے ساتھ کرے- جیسا کہ مفرد حروف کو ادا کرتا ہے- پس کہے صاد ضاد اور قاری کے لئے ضروری ہے کہ جہاں ضاد آ جائے تو اس کی ادائیگی میں احتیاط سے کام لے- پس یہ ایک ایسا مرحلہ ہے

کہ میں نے اکثر قراء اور ائمہ کو اس میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کی اس دشواری کی وجہ سے خصوصاً اس شخص کے لئے جو اس کی مہارت بھی نہیں رکھتا۔ پس قاری مجود کے لئے یہ ضروری ہے کہ ضاد معجمہ کو تفخیم اور استعلاء اور اطباق اور استطالت کے ساتھ ادا کرے ایسی ادائیگی کے وقت جب کنارۂ زبان داڑھوں سے لگے گا تو ایک آواز لطیف ظاہر ہوگی اور جب اس میں تفریط کرے گا تو ضاد کا تلفظ ظاء یا ذال سے بدل جائے گا پس ضاد مخرج کی اہمیت کی وجہ سے مشکل ترین حرفوں میں سے ہے۔ اور ادا کرنے والے کیلئے باعتبار دشواری کے سخت ترین ہے۔ پس اگر قاری اس کی ادائیگی میں کما حقہ اہتمام نہ کرے گا تو اس کے خلاف تلفظ کرے گا اور اپنی قرآءۃ میں خلل انداز ہوگا اور جو شخص اس کو اہتمام کے ساتھ ادا کرے گا اور کچھ عرصہ تک اس کی مواظبت رکھے گا۔ تو اس کے لئے ضاد کی تجوید آسان اور جبلی ہو جائے گی۔ انتہی"

اور نہایۃ قول المفید فی علم التجوید مطبوعہ مصر صفحہ ۷۱ تا ۷۲ میں ہے:

"قَالَ ابْنُ الْجَزَرِيِّ فِي التَّمْهِيْدِ اِعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْحَرْفَ لَيْسَ فِي الْحُرُوْفِ حَرْفٌ يَّعْسُرُ عَلَى اللِّسَانِ غَيْرُهٗ فَاِنَّ اَلْسِنَةَ النَّاسِ فِيْهِ مُخْتَلِفَةٌ وَّقَلَّ مَنْ يُّحْسِنُهٗ فَمِنْهُمْ مَّنْ يُّخْرِجُهٗ ظَاءً مُّعْجَمَةً لِّاَنَّهٗ يُشَارِكُ الظَّاءَ فِيْ صِفَاتِهَا كُلِّهَا اِلَّا الْاِسْتِطَالَةَ فَلَوْلَا الْاِسْتِطَالَةُ وَاخْتِلَافُ الْمَخْرَجَيْنِ لَكَانَتْ ظَاءً وَهُمْ اَكْثَرُ الشَّامِيِّيْنَ وَ بَعْضُ اَهْلِ الْمَشْرِقِ وَهٰذَا لَا يَجُوْزُ فِيْ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لِمُخَالَفَتِهِ الْمَعْنَى الَّذِيْ اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذَا قَرَاَ فِي الضَّالِّيْنَ الظَّالِّيْنَ بِالظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ لَكَانَ مَعْنَاهُ الدَّائِمِيْنَ وَهٰذَا خِلَافُ مُرَادِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ مُبْطِلٌ لِّلصَّلٰوةِ لِاَنَّ الضَّلَالَ بِالضَّادِ وَهُوَ ضِدُّ الْهُدٰى كَقَوْلِهٖ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ وَلَا الضَّالِّيْنَ وَنَحْوِهٖ وَالظَّلَالُ بِالظَّاءِ هُوَ الصَّيْرُوْرَةُ كَقَوْلِهٖ ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّشِبْهُهٗ فَمِثَالُ الَّذِيْ يَجْعَلُ الضَّادَ ظَاءً فِيْ هٰذَا شِبْهُهٗ الَّذِيْ يُبَدِّلُ السِّيْنَ صَادًا فِيْ نَحْوِ قَوْلِهٖ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى اَوْ يُبَدِّلُ الصَّادَ سِيْنًا فِيْ نَحْوِ قَوْلِهٖ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَالْاَوَّلُ مِنَ السِّرِّ وَالثَّانِيْ مِنَ الْاِصْرَارِ وَقَدْ حَكٰى ابْنُ جِنِّيْ فِيْ كِتَابِ التَّنْبِيْهِ وَغَيْرِهٖ اَنَّ مِنَ الْعَرَبِ مَنْ يَّجْعَلُ الضَّادَ ظَاءً مُّطْلَقًا فِيْ جَمِيْعِ كَلَامِهِمْ وَهٰذَا غَرِيْبٌ وَّفِيْهِ تَوَسُّعٌ لِّلْعَامَّةِ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُوْصِلُهَا اِلٰى مَخْرَجِهَا بَلْ يُخْرِجُهَا دُوْنَهٗ مَمْزُوْجَةً بِالطَّاءِ الْمُهْمَلَةِ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ وَهُمْ

اَكْثَرُ الْمِصْرِيِّيْنَ وَبَعْضُ اَهْلِ الْمَغْرِبِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّجْعَلُهَا دَالًا مُّفَخَّمَةً وَّمِنْهُمْ مَّنْ يُّخْرِجُهَا لَامًا مُّفَخَّمَةً وَّهُمُ الزَّيَالِعُ وَمَنْ ضَاهَاهُمْ لِاَنَّ اللَّامَ مُشَارِكَةٌ لَّهَا فِي الْمَخْرَجِ لَافِي الصِّفَاتِ فَهِيَ بِعَكْسِ الظَّاءِ لِاَنَّ الظَّاءَ تَشَارِكُ الضَّادَ فِي الصِّفَاتِ لَافِي الْمَخْرَجِ انتهى۔"

ترجمہ: ''علامہ جزری'' نے التمہید میں کہا ہے کہ جاننا چاہیے کہ کوئی حرف حروف میں زبان پر مشکل اور دشوار نہیں سوائے ضاد کے پس لوگوں کی زبانیں اس میں مختلف ہیں- اور کم ایسے لوگ ہیں جو اس کو عمدہ اور اچھا ادا کرتے ہیں- پس بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں جو بجائے ضاد کے ظاء نکالتے ہیں اس لئے کہ ضاد جمیع صفات میں ظاء کا شریک ہے سوائے استطالت کے اگر استطالت نہ ہوتی اور دونوں کے مخرج میں اختلاف نہ ہوتا تو ضاد ظا ہوتا- اور وہ لوگ ملک شام کے باشندے اور بعض اہل مشرق ہیں اور یہ اللہ کے کلام میں جائز نہیں ہے- بسبب مخالفت اس معنی کے جن کا ارادہ اللہ نے کیا ہے اگر ہم ضالین کی جگہ ظالین یعنی ظا معجمہ پڑھیں تو اس کے معنی دائمین یعنی ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور وہ نماز کو باطل کرنے والا ہے- اس لئے کہ ضلال (گمراہی) ہدایت کی ضد ہے مثل قول اللہ تعالیٰ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ- وَلَا الضَّآلِّيْنَ وغیرہ کے اور ظلال ظاء کے ساتھ- اس کے معنی صیر ورہ یعنی ہو جانا کے ہیں- مثل اللہ تعالیٰ کے قول ظَلَّ وَ جْهُهٗ مُسْوَدًّا- اور اس کے مشابہ پس جو شخص کہ اس جگہ اور اس کے مثل میں ضاد کو ظاہر کر دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے- جو سین کو صاد سے بدل دیتا ہے- وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى میں یا صاد کو سین سے بدلتا ہے وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوْا وغیرہ کے موقع میں پس پہلا سِرٌّ سے اور دوسرا اِصْرَارٌ سے ہے اور ابن جنی نے اپنی کتاب التنبیہ میں بیان کیا ہے کہ بعض عرب لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی تمام بات چیت میں ضاد کی جگہ ظاء بولتے ہیں اور ایک نادر اور عجیب بات ہے اور تغیر ضاد بالظاء میں عوام کے لئے وسعت اور گنجائش ہے اور بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں جو ضاد کو اس کے پورے مخرج تک نہیں پہنچاتے بلکہ کچھ کمی کے ساتھ طائے مہملہ کے خلط کے ساتھ نکالتے ہیں جو اس کے خلاف نکالنے پر قدرت نہیں رکھتے وہ اکثر مصری ہیں اور بعض اہل مغرب اور بعض لوگ ضاد کو دال مفخمہ کر دیتے ہیں- اور بعض لوگ لام مفخمہ ادا کرتے ہیں- اور وہ زیالعہ ہیں یعنی وہ لوگ جو حبشہ کی طرف رہنے والے ہیں (کذافی القاموس) اور وہ جو ان کے مثل ہیں- اس لئے کہ لام ضاد کا شریک ہے مخرج میں- (علی قول غیر الفراء) صفات میں شریک نہیں بخلاف ظاء کے کہ ظاء ضاد کے صفات میں شریک ہے مخرج میں شریک نہیں مذکورہ بالا عبارتوں سے ائمہ تجوید و قراء کا مسلک ظاہر اور انتہائی واضح ہونے کے بعد چند باتیں معلوم ہوئیں اور ضاد کا ظاء سے بوجہ

اشتراک اکثر صفات ذاتیہ بمقابلہ ذال زاء منقوطہ اور دال مہملہ کے زیادہ مشابہ ہونا- دوم ضاد کا اداء مشکل اور دشوار ہونا سوم بعض جگہ بجائے ضاد کے ظاء پڑھنے سے معنی میں تغیر ہو جانا- چہارم عوام کے لئے بوجہ دشواری تلفظ ضاد کی جگہ ظا پڑھنے کی وسعت اور گنجائش پنجم ضاد کے صحیح تلفظ کا آسان طریقہ ششم قاری ماہر کے لئے بجائے ضاد کے بقیہ حروف مشتبہ الصوت کا عدم جواز-

اب اس کے بعد فقہاء وعلمائے امت نے جو کچھ اس مسئلہ میں فیصلہ کیا ہے:

"فتح القدير للعلامة الكمال ابن الهمام الحنفي المتوفى ٨٦١ ھ شرح هداية مطبوعه مصر (ج ١ ص ١٨١) وَاَمَّا الْحُرُوْفُ فَاِذَا وَضَعَ حَرْفًا مَّكَانَ غَيْرِهٖ فَاِمَّا خَطَاءً وَاِمَّا عَجْزًا فَالْاُصُوْلُ اِنْ لَّمْ يُغَيِّرِ الْمَعْنٰى وَمِثْلُهٗ فِي الْقُرْآنِ نَحْوُاِنَّ الْمُسْلِمُوْنَ لَاتَفْسُدُوَاِنْ لَّمْ يُغَيِّرْوَ لَيْسَ مِثْلُهٗ فِي الْقُرْآنِ نَحْوُقَيَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ وَالتَّيَّابِيْنَ وَالْحَيُّ الْقَيَّامُ عِنْدَهُمَا لَّاتَفْسُدُ وَعِنْدَاَبِيْ يُوْسُفَ تَفْسُدُاِنْ لَّمْ يَكُنْ مِّثْلُهٗ فِي الْقُرْآنِ فَلَوْ قَرَاءَ الشَّعِيْرِ بِشِيْنٍ مُّعْجَمَةٍ فَسَدَتْ اِتِّفَاقًا فَالْعِبْرَةُ فِيْ عَدَمِ الْفَسَادِ عَدَمُ تَغَيُّرِ الْمَعْنٰى اَيْ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ وَعِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ وُجُوْدُ الْمِثْلِ فِي الْقُرْآنِ فَلَا يُعْتَبَرُ عَلٰى هٰذَا مَا ذَكَرَ اَبُوْ مَنْصُوْرِنِ الْعِرَاقِيُّ مِنْ عُسْرِ الْفَصْلِ بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ وَعَدَمِهٖ فِيْ عَدَمِ الْفَسَادِ وَلَا ثُبُوْتِهٖ وَلَا قُرْبِ الْمَخْرَجِ وَعَدَمِهٖ كَمَاقَالَ ابْنُ مُقَاتِلٍ اَيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلِنِ الرَّازِيُّ وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِ الْاِمَامِ مُحَمَّدِبْنِ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيِّ (انتهى)"

ترجمہ: "اور بہر حال حروف اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو دو حال سے خالی نہیں- یا ایسا کرنا غلطی اور سہواً ہو یا مجبوری مثل عدم قدرت بر تلفظ صحیح وغیرہ پس اس میں اصل یہ ہے کہ اگر معنی نہ بدلے ہوں اور اس کا مثل قرآن مجید میں موجود ہے جیسے اِنَّ الْمُسْلِمُوْنَ تو سب کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی نہیں بدلے لیکن اس کا مثل قرآن میں موجود نہیں ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہوگی پس اگر اَصْحَابَ السَّعِيْرِ کی جگہ اَصْحَابَ الشَّعِيْرِ شین معجمہ کیساتھ پڑھا تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی- کیونکہ معنی بھی بدل گئے اور اس کا مثل قرآن میں بھی نہیں ہے پس طرفین یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک عدم فساد نماز میں عدم تغیر معنی کا اعتبار کیا گیا ہے خواہ اس کا مثل قرآن میں ہو یا نہ ہو- اور امام یوسفؒ کے نزدیک عدم تغیر معنی کے ساتھ وجود

مثل فی القرآن کا بھی عدم فساد نماز میں اعتبار کیا گیا ہے۔ پس اس قاعدہ کلیہ کی بنا پر جو کچھ ذکر کیا ہے ابو منصور عراقی نے یعنی عسر الفصل بین الحرفین اور اس کے عدم سے نماز کے فساد و عدم فساد کے متعلق اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اس کے ثبوت کا نہ اس کے قریب مخرج اور بعد مخرج کا جیسا کہ (ج ا ص ۱۳) ابن مقاتل نے جو کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کے اصحاب سے ہیں۔"

"فتاویٰ قاضی خان معروف به خانیه بر هامش فتاویٰ هندیه معروف به عالمگیری مطبوعه مصر (ج ۱ ص ۱۳) وَاِنْ ذَكَرَ حَرْفًا مَّكَانَ حَرْفٍ وَّغَيَّرَ الْمَعْنَى فَاِنْ اَمْكَنَ الْفَصْلُ بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ كَالطَّاءِ مَعَ الصَّادِ فَقَرَاءَ الطَّالِحَاتِ مَكَانَ الصَّالِحَاتِ تَفْسُدُ عِنْدَ الْكُلِّ وَاِنْ لَّمْ يُمْكِنِ الْفَصْلُ بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ اِلَّا بِمَشَقَّةٍ كَالظَّاءِ مَعَ الضَّادِ وَالصَّادِ مَعَ السِّيْنِ وَالطَّاءِ مَعَ التَّاءِ اِخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ فِيْهِ قَالَ اَكْثَرُهُمْ لَا تَفْسُدُ صَلٰوتُهُ (انتهى)"

ترجمہ: "اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا جس سے معنی بدل گئے پس اگر ان دو حرفوں میں فرق اور امتیاز بغیر مشقت کے آسانی سے ممکن ہو جیسے طاء اور صاد کا فرق مثلاً اَلصَّالِحَاتِ کی جگہ اَلطَّالِحَاتِ پڑھا جائے تو نماز سب کے نزدیک فاسد ہوگی۔ کیونکہ ان میں امتیاز آسان ہے اور اگر دو حرفوں میں فصل کرنا بغیر مشقت کے ممکن نہ ہو جیسے ظاء۔ ضاد کا فرق اور صاد سین کا اور طاء اور تاء کا فرق تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اکثر نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔"

اور فتاویٰ خانیہ (ج ا ص ۱۳۲) میں ہے

"اَوِ الذَّالِّيْنَ بِالذَّالِ اَوِ الظَّاقِيْلَ لَا تَفْسُدُ لِعُمُوْمِ الْبَلْوٰى فَاِنَّ الْعَوَامَ لَا يَعْرِفُوْنَ مَخَارِجَ الْحُرُوْفِ وَكَثِيْرٌ مِّنَ الْمَشَائِخِ كَالْاِمَامِ الصَّفَّارِ وَمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ اَفْتَوْا بِهِ انتهى۔ "اَلذَّالِّيْنَ" ذال یا ظا کے ساتھ پڑھا گیا تو کہا گیا کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ بسبب ابتلائے عام کے کیونکہ عوام مخارج حروف کو نہیں جانتے اور اکثر مشائخ نے مثلاً امام صفار اور محمد بن مسلمہ نے اسی پر فتویٰ دیا۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ المعروف بہ خلاصہ للامام المجتہد فی المسائل طاہر بن احمد البخاری الحنفی المتوفی ۵۲۲ھ میں ہے۔

وَلَوْ قَرَاَ الضَّالِّيْنَ بِالظَّاءِ اَوِ الذَّالِ اَوِ الزَّاءِ لَا تَفْسُدُ انتهى

اور اگر اَلضَّالِّيْنَ ظاء یا ذال یا زاء سے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

اور عوام مخارج حروف وغیرہ سے واقف نہیں ہوتے لیکن چونکہ ضاد اور ظاء میں امتیاز کرنا مشقت کے درجہ میں ہے۔ اس لئے نئے عموم بلوے کے لحاظ سے بجائے ضاد کے ظاء پڑھنے سے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی یہی مذہب اور مسلک معتدل اور پسندیدہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

ضاد کا دال مہملہ سے فصل اور امتیاز چونکہ آسان ہے اور مشقت کے درجہ میں نہیں ہے۔ اس لئے ضاد کی جگہ دال مہملہ مرققہ یا مفخمہ پڑھنے سے چونکہ فتاویٰ خانیہ میں۔

وَلَوْ قَرَءَ الدَّالِيْنَ بِالدَّالِ تَفْسُدُ صَلٰوتُهٗ جزئیہ صراحتاً موجود ہے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی۔

اب اس کے آخر میں استفتاء قراء حرمین بھی جو اعلام العباد مطبوعہ اصح المطابع آسی پریس لکھنوء ۱۹۳۴ء ملاحظہ ہو وھو ھذا۔

اِسْتِفْتَاءٌ مِّنْ عُلَمَاءِ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا قَوْلُ الْعُلَمَاءِ وَالْقُرَّاءِ فِيْ اَدَاءِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ الْقُرْاٰنِيَّةِ هَلْ هِيَ شَبِيْهَةٌ فِي الصَّوْتِ وَالسَّمْعِ بِاَحَدٍ مِّنَ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ وَالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ اَمْ لَا؟ فَاِنَّ النَّاسَ فِيْ دِيَارِنَا تَفَرَّقُوْا فِيْ قِرَاءَتِهَا عَلٰى ثَلَاثَةِ فِرَقٍ اَحَدُهَا يَنْطِقُ بِهَا بِصَوْتٍ يَّكُوْنُ كَصَوْتِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ فِي السَّمْعِ فَيَقُوْلُوْنَ غَيْرِ الْمَغْدُوْبِ اَوْ نَحْوِهٖ مَكَانَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ وَثَانِيْهَا يَقْرَئُهَا بِحَيْثُ يُسْمَعُ الْغَيْنَ وَالدَّالَ كِلَاهُمَا فِيْ اَدَائِهَا فَيَقُوْلُوْنَ وَلَغْدَ الِّيْنَ اَوْ شِبْهَهٗ مَكَانَ وَلَا الضَّالِّيْنَ۔

وَثَالِثُهَا يَتَلَفَّظُ بِهَا بِصَوْتٍ يَّكُوْنُ شَبِيْهًا بِصَوْتِ الظَّاءِ الْمُعْجَمَةِ الصَّحِيْحَةِ فِي السَّمْعِ فَقِرَاءَةُ اَيِّ فِرْقَةٍ مِّنَ الْفِرَقِ الثَّلٰثَةِ الْمَذْكُوْرَةِ مُوَافِقَةٌ لِّلْحَقِّ وَالصَّوَابِ بَيِّنُوْا حَقَّ اَدَاءِ الضَّادِ الْفَصِيْحَةِ بِالتَّفْصِيْلِ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الْخِلَافَ بِبَيَانِكُمْ۔

الجواب من شيخ القراء بالمدينة المنورة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهٗ- اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا قَالَ صَدَقَ وَاِذَا قِيْلَ لَهٗ صَدَّقَ وَاخْتِلَافُ اَهْلِ الْفَضْلِ بِغَيْرِ دَلِيْلٍ قَطْعِيٍّ مِّنْ كُتُبِ الْمُحَقِّقِيْنَ زَيْغٌ وَّ بَاطِلٌ وَالْجِدَالُ بِغَيْرِ حَقٍّ عَاقِبَتُهُ الْحَسْرَةُ وَالنَّدَامَةُ فَاَقُوْلُ وَاَنَاالْفَقِيْرُ اِلٰى رَحْمَةِ رَبِّهِ الْقَدِيْرِ حَسَنُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمُدَرِّسُ بِالْحَرَمِ النَّبَوِيِّ اِنَّ نِهَايَةَ الْقَوْلِ فِيْ الضَّادِ هُوَاَنَّهَا اَقْرَبُ اِلَى الظَّاءِ فَقَطْ كَمَا فِيْ الرِّعَايَةِ وَجُهْدِالْمُقِلِّ وَغَيْرِ هِمَا فَقِرَاءَةُ الْفِرْقَةِ الثَّالِثَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِى الْاِسْتِفْتَاءِ صَحِيْحَةٌ وَّ اَمَّا كَوْنُ الضَّادِ شَبِيْهَةً بِالدَّالِ اَوِالْغَيْنِ فَمَاسَمِعْنَا بِهٖ قَطُّ وَلَا وُجِدَ فِيْ كِتَابٍ فَمَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ يَّعْتَقِدُ ذَالِكَ فَصَلٰوتُهُمَا بَاطِلَةٌ وَّاللّٰهُ عَلٰى مَانَقُوْلُ وَكِيْلٌ كَتَبَهٗ بِيَدِهٖ وَقَرَأَ بِلِسَانِهٖ حَسَنُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمُدَرِّسُ بِالْحَرَمِ النَّبَوِيِّ بِالْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ-

رَاجِيْ عَفْوَرَبِّهِ الْقَادِرِ حَسَنُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الشَّاعِرُ

الجواب من علماء مكة المكرمة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَّمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ فَنَقُوْلُ اِنَّ الَّذِى اسْتَقَرَّ عَلَيْهِ رَاْيُ جَمِيْعِ اَهْلِ الْاَدَاءِ فِيْ كُتُبِهِمْ اَنَّ الضَّادَ وَالظَّاءَ اِتَّفَقَتَا فِى الْاِسْتِعْلَاءِ وَالْاِطْبَاقِ وَالتَّفْخِيْمِ وَالْجَهْرِ وَالرَّخَاوَةِ وَاخْتَلَفَتَا فِى الْمَخْرَجِ وَانْفَرَدَتِ الضَّادُ بِالْاِسْتِطَالَةِ فَاِذَا اُعْطِيَتِ الضَّادُ حَقَّهَا مِنْ مَّخْرَجِهَا وَصِفَاتِهَا

فَقَدْ اُتِیْتَ بِالصَّوَابِ الَّذِیْ لَا مَحِیْدَ عَنْهُ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْقِرَاءَةِ الْمُتْقِنِیْنَ وَحِیْنَئِذٍ یَّکُوْنُ بِهَا اَثَرُ شِبْهِ الظَّاءِ فِی التَّلَفُّظِ کَمَا فِیْ نِهَایَةِ الْقَوْلِ الْمُفِیْدِ وَغَیْرِهَا وَاَمَّا کَوْنُ الضَّادِ قَرِیْبَةً مِّنَ الدَّالِ اَوِ الْغَیْنِ فِی التَّلَفُّظِ فَبَعِیْدٌ عَنِ الْحَقِّ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ-

کَتَبَهُ اَحْمَدُ حَامِدُ عَبْدُالرَّزَّاقِ اَحَدُالْقُرَّاءِ

بمدرسة الفلاح بمكة المكرمة

۲۵ ذی القعدة ۱۳۵۱ ھج

مدیر مدرسة الفلاح	احدالقراء مدرسة الفلاح
المرکشی محمد طیب	حامد احمد
مدرس بمدرسة الفلاح	مدرس بمدرسة الفلاح

علماءحرمین شریفین سے استفتاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف ضاد کی ادا کے بارے میں علماء اور قراء کا کیا ارشاد ہے کیا یہ صوت وسمع میں ظاء معجمہ، دال مہملہ اور غین معجمہ میں سے کسی ایک کے مشابہ ہے یا نہیں- کیونکہ ہمارے ملک کے لوگ اس کی قرآءت کے بارے میں تین گروہوں میں منقسم ہیں- ان میں سے ایک اس کو اس طرح ادا کرتا ہے کہ اس کی آواز سننے میں دال مہملہ کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے- پس یہ لوگ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ وغیرہ کو غَيْرِ الْمَغْدُوْبِ پڑھتے ہیں اور دوسرا اس طرح پڑھتا ہے کہ اس کے تلفظ میں غین اور دال دونوں سنے جاتے ہیں- پس یہ لوگ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بجائے وَلَا اغْدَآلِّيْنَ پڑھتے ہیں اور تیسرا گروہ اس کا تلفظ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی آواز سننے میں ظاء معجمہ صحیح کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے- پس ان ہر سہ فرقوں میں کون سے فرقے کی قرآءت درست ہے برائے مہربانی ضاد فصیح کی صحیح ادا کو بالتفصیل واضح فرمایئے- شاید کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کی وضاحت کی بدولت اس نزاع کو ختم فرمائیں-

مدینہ منورہ کے شیخ القراء کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو یکتا اور واحد ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات گرامی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں- حمد و صلوٰۃ کے بعد! مومن کی شان یہ ہے کہ جب بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے- اور جب اس کے سامنے سچ آتا ہے تو وہ اس کی تصدیق کرتا ہے اور اہل فضل کا اختلاف جس کو محققین کی کتابوں سے قطعی دلیل کی تائید حاصل نہ ہو- سراسر غلطی اور خلاف حق ہے اور ناحق جھگڑا کا انجام ندامت اور خسارہ آخرت ہے- پس میں کہتا ہوں اور میں اپنے قدرت والے پروردگار کی رحمت کا محتاج حسن بن ابراہیم ہوں جو حرم نبوی ﷺ میں مدرس ہوں کہ ضاد کے بارے میں قول فیصل صرف یہ ہے کہ وہ ظاء سے بہت زیادہ قریب ہے جیسا کہ رعایہ اور جہد المقل وغیرہما میں ہے- پس تیسرا گروہ جس کا استفتاء میں ذکر ہے اس کی قرآءت صحیح ہے- رہا ضاد کا غین یا دال کے ساتھ مشابہ ہونا سو ہم نے نہ تو کبھی سنا ہے اور نہ کسی کتاب میں موجود ہے پس جس شخص نے کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جو ضاد کو غین یا دال کے مشابہ سمجھتا ہو تو اس کی نماز باطل ہے اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے- اس فتویٰ کو حسن بن ابراہیم الشاعر نے جو مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مدرس ہے نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اپنی زبان سے پڑھا ہے-

علماء مکہ مکرمہ کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت اللہ کی جانب سے ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کی راہ نہ دکھاتے تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے- پس ہم کہتے ہیں کہ وہ بات جو تمام اہل نظر وفکر کی کتابوں میں تحقیق سے درج ہے یہ ہے کہ ضاد وظاء استعلاء اطباق' تفخیم اور جہر رخوۃ میں مشترک اور مخرج میں مختلف ہیں اور ضاد صفت استطالت میں منفرد ہے پس جب ضاد کو اس کے صحیح حق کے مطابق ادا کیا جائے گا یعنی اس کو اس کے مخرج سے صفات کی رعایت کے ساتھ ادا کیا جائے گا- تو یہ اس کی ایسی درست اور صحیح ادا ہوگی جس سے علماء قرآءت کے نزدیک مفر نہیں اور اس وقت ضاد کے تلفظ میں ظاء کی مشابہت کا اثر ہوگا- جیسا کہ'' **نهاية القول المفيد** ''وغیرہ میں ہے- رہا ضاد کا دال یا غین سے قریب ہونا' سو یہ حق کے سراسر خلاف ہے- واللہ اعلم

اس فتویٰ کو احمد حامد عبدالرزاق نے جو مکہ مکرمہ مدرسۃ الفلاح کے قراء میں سے ایک ہے بتاریخ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۵۱

ہجری کولکھا۔

— — — — — — — —

ظاءوالے کلمات

ظاءوالے کلمات قرآن میں جس قدر آئے ہیں یہاں ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔

نمبر شمار	کلمات	تعداد	معنی
۱	الظَّعْنُ	۱	کوچ کرنا
۲	ظِلٌّ	۲۴	سایہ
۳	الظُّهْرُ	۲	دوپہر یعنی نصف النہار
۴	عظم	۱۰۳ یا ۱۱۳	بڑائی وعظمت
۵	الحِفْظُ	۴۲ یا ۴۴	یاد کرنا
۶	اَیقَظَ	۱	جاگنا
۷	اَنْظِرْ	۲۲ یا ۲۰	مہلت دینا
۸	عَظْمٌ	۱۴یا۱۵	ہڈی
۹	ظَهْر	۱۴یا۱۹	پشت
۱۰	اللَّفْظُ	۱	بولنا
۱۱	ظَاهِرٌ	۳۷	ظہور سے ظاہر ہونا قرآن کریم میں جہاں اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں وہاں معنی بھی تبدیل ہوا ہے کہیں غالب وکامیاب ہونا کے معنی میں ہے کہیں مدد کرنا کہیں پڑھنا۔
۱۲	لَظٰی	۲	جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے
۱۳	شُوَاظ	۱	وہ شعلہ جس میں دھواں نہ ہو
۱۴	كَظْمٌ	۶	غصہ کوضبط کرنا

۱۵	ظُلْمًا	۲۸۲	کسی شے کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور زیادتی کرنا
۱۶	اغلظ	۱۳	موٹا اور بھاری ہونا
۱۷	ظَلَامٌ	۱۰۰	اندھیری
۱۸	ظُفُرٍ	۱	ناخن
۱۹	اِنْتَظَرَ	۱۴	کسی چیز پر نگاہ رکھنا
۲۰	ظَمَاءٌ	۳	پیاس
۲۱	اَظْفَرَ	۱	فوز و کامیابی
۲۲	ظَنًّا	۲۸	مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔(۱) یقین (۲) گمان (۳) تہمت (۴) وہم و شک وغیرہ
۲۳	وَعْظٌ	۲۵	نصیحت کرنا۔ ڈرانا
۲۴	ظَلَّ	۹	صار و دام
۲۵	ظَلَّتْ		ظَلَّتْ سے يَظْلَلْنَ تک ظَلَّ ہی کے مشتقات بیان ہو رہے ہیں۔
۲۶	ظَلْتُمْ		
۲۷	ظَلُّوْ		
۲۸	ظَلَّتْ		
۲۹	نَظَلَّ		
۳۰	يَظْلَلْنَ		
۳۱	مَحْظُوْرًا	۲	حظ سے بمعنی ممنوع
۳۲	الْمُحْتَظِرِ	۱	الْمُحْتَظِرِ اسم فاعل ہے مَحْظُوْرًا کے معنی میں ہے۔
۳۳	فَظًّا	۱	سخت مزاج
۳۴	النَّظَرُ	۸۶ یا ۸۷	دیکھنا یا انتظار کرنا

۳۵	وَالْغَیْظ	۱۱	غضب وغصہ
۳۶	والحظ	۷	نصیب
۳۷	ظِلّ	۲۴	سایہ
۳۸	ضَنِیْنٍ	۱	اس کلمہ میں قراء کا اختلاف ہے بعض نے ظاء سے پڑھا ہے اس وقت یہ ظنہ بمعنی تہمت سے یعنی نبیؐ غیب کی خبریں دینے میں متہم نہیں بلکہ جو بھی کچھ آپؐ فرماتے ہیں وہ وحی سے ہوتا ہے اور بعض نے ضاد سے پڑھا ہے تو اس وقت بمعنی بخیل فعیل بمعنی فاعل یعنی آپؐ وحی کو لوگوں تک پہنچانے میں قطعاً بخل سے کام نہیں لیتے۔

☆☆☆

فوائد مکیہ : باب دوم

پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں

باب دوم کا تعارف

باب دوم میں آٹھ فصلیں ہیں جن میں پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں۔ دوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان میں۔ تیسری فصل میم ساکن کے بیان میں چوتھی فصل حروف غنہ کے بیان میں۔ پانچویں فصل ہائے ضمیر کے بیان میں۔ چھٹی فصل ادغام کے بیان میں۔ ساتویں فصل ہمزہ کے بیان میں اور آٹھویں فصل حرکات کی ادا کے بیان میں ہے۔

شرح : یہاں سے صفات عارضہ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

صفات عارضہ کی تعریف

صفات عارضہ ایسی صفات کو کہتے ہیں جو حروف میں کبھی پائی جائیں اور کبھی نہ پائی جائیں اور یہ صفات ادا نہ ہوں تو حرف وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت باقی نہ رہے۔

صفات عارضہ کے مشہور نام

صفات عارضہ کے چار مشہور نام ہیں۔

(۱) محسنہ (۲) محلیہ (۳) مزینہ (۴) عارضیہ

صفات لازمہ اور صفات عارضہ میں فرق

صفات لازمہ اور صفات عارضہ میں بنیادی طور پر چار فرق ہیں۔

(۱) صفات لازمہ میں غلطی کو لحن جلی اور صفات عارضہ میں غلطی کو لحن خفی کہتے ہیں۔

(۲) صفات لازمہ کسی سبب پر موقوف نہیں ہوتیں جب کہ صفات عارضہ کسی سبب پر موقوف ہوتی ہیں۔

(۳) صفات لازمہ تمام حروف میں پائی جاتی ہیں جبکہ صفات عارضہ صرف بعض حرفوں میں پائی جاتی ہیں۔

(۴) صفات لازمہ حروف میں ہر وقت اور ہر حال میں پائی جاتی ہیں مگر صفاتِ عارضہ حروف میں کبھی پائی جاتی ہیں اور

کبھی نہیں پائی جاتی۔

صفات عارضہ کی اقسام

مجودین کے نزدیک صفات عارضہ کی بارہ اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) تفخیم (۲) ترقیق (۳) ادغام (۴) اقلاب (۵) اظہار (۶) اخفاء
(۷) غنہ زمانی (۸) صلہ (۹) تسہیل (۱۰) ابدال (۱۱) حذف (۱۲) مدفرعی

فوائد مکیہ : حروف مستعلیہ ہمیشہ ہر حال میں پر پڑھے جائیں گے۔

شرح : حضرت مصنفؒ حروف مستعلیہ کے متعلق فرمارہے ہیں کہ یہ ہر حال میں پُر پڑھے جائیں گے اس لئے کہ ان میں صفت استعلا پائی جاتی ہے اور یہ صفت لازمہ ہے جو کہ ہر حال میں پائی جائے گی چاہے حروف پر کوئی بھی حرکت زبر۔ زیر۔پیش وغیرہ ہو۔ خواہ حرف شروع میں آئیں' درمیان میں آئیں یا آخر میں آئیں۔

آپ جانتے ہیں کہ حروف مستعلیہ سے **خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ** کے مجموعے والے حروف مراد ہیں کہ جن کی ادائیگی کے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف بلند ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے یہ حروف پُر پڑھے جاتے ہیں۔

اس کی طرف علامہ جزریؒ نے اشارہ فرمایا ہے:

وَ حَــــرْفَ الْاِسْتِـــعْـــلَآءِ فَـــخِّــمْ

ترجمہ:''اور حرف استعلاء کو پُر پڑھ۔''

فوائد مکیہ : اور حروف مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں مگر الف اور اللہ کا لام اور راء کہیں باریک اور کہیں پر ہوتے ہیں۔

شرح : حروف مستعلیہ کی ضد حروف مستفلہ ہیں جو باریک پڑھے جاتے ہیں حروف مستفلہ وہ حروف ہیں جن کی ادائیگی میں زبان کی جڑ اوپر والے تالو کی جانب نہیں اٹھتی اور اسی وجہ سے یہ حروف باریک ہوتے ہیں۔مگر حروف مستفلہ میں سے الف اور اللہ کا لام اور راء یہ کبھی پر پڑھے جاتے ہیں اور کبھی باریک جیسا کہ آگے ان کے پُر اور باریک ہونے کے بارے میں قواعد بیان ہوں گے۔اسی وجہ سے ان تین حروف کے لیے''شبہ مستعلیہ'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

الف کی تفخیم وترقیق

فوائد مکیہ : الف سے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف پُر ہوگا اور اس سے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا۔

شرح : یہاں سے اب ان تین حروف مستفلہ میں سب سے پہلے یعنی الف کا بیان شروع ہو رہا ہے جو بعض حالتوں میں پُر ہوگا اور بعض میں باریک ہوگا پس فرماتے ہیں کہ جب الف سے پہلے اگر پُر حرف ہوگا جیسے **قَالُوْا** کہ الف سے پہلے قاف ہے جو کہ مستعلیہ حروف میں سے ہے تو اس پُر حرف کی وجہ سے الف بھی پُر ہوگا۔ ایسے ہی دیگر مستعلیہ حروف کے الف سے پہلے آنے کی صورت میں الف پُر پڑھا جائے گا جیسے **يَخَافُوْنَ**۔ **لَصَادِقٌ**۔ **ضَآلًّا**۔ **طَالُوْتُ**۔ **قَامُوْا**۔ **غَآئِبِيْنَ**۔ **يُظَاهِرُوْنَ** وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر الف سے پہلے حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا جیسے **نَارٌ** میں الف سے پہلے نون حروف مستفلہ میں سے ہے اس لئے الف بھی باریک ہوگا ایسے ہی دیگر حروف مستفلہ میں بھی ایسے ہی ہوگا جیسے **حَامِيَةٌ**۔ **وَمَا**۔ **دَاوٗدَ**۔ **اِذَا**۔ **اَلنَّاسِ** وغیرہ وغیرہ۔

تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ الف ذاتاً وصفاتاً ماقبل کے تابع ہوتا ہے یعنی اگر الف کے ماقبل فتحہ ہے تو الف کی ذات برقرار رہے گی پھر اگر ماقبل حرف پُر ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا اور اگر ماقبل حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا۔

جیسا کہ صاحب لآلی البیان فرماتے ہیں:

---- وَتَتْبَعُ الْاَلِفُ
مَا قَبْلَهَا وَالْعَكْسُ فِي الْغُنِّ اُلِفْ

ترجمہ: الف اپنے ماقبل کا تابع ہوتا ہے اور غنہ اس کے عکس یعنی مابعد کا تابع ہوتا ہے۔

الف کی ترقیق کے متعلق علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

فَرَقِّقَنْ مُّسْتَفِلًا مِّنْ اَحْرُفٍ
وَحَاذِرَنْ تَفْخِيْمَ لَفْظِ الْاَلِفِ

ترجمہ: پس ضرور باریک پڑھ تو مستفلہ کو حرفوں میں سے اور ضرور بچ تو تفخیم سے الف کے تلفظ میں۔

نوٹ: یعنی باریک حرفوں کے بعد الف ہو تو اس کو تفخیم سے بچانا چاہیے۔ یہاں الف مدہ کی ترقیق و تفخیم کا قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بقیہ حروف مدہ واؤ اور یاء کیا وہ بھی الف کی طرح مفخم یا مرقق ہوں گے یا نہیں ہوں گے استاذ القراء حضرت قاری عبدالخالق صاحبؒ نے تیسیر التجوید میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

"واؤ جبکہ اس سے پہلے کوئی حرف مفخم آ جائے جیسے مَسْطُوْرٌ اور مَرْصُوْصٌ وغیرہ یہ واؤ بھی موٹا پڑھا جائے گا لیکن یہ قیاس ہے اس کی صراحت تجوید کی کسی معتبر کتاب میں نہیں"۔

اس پر ہمارے شیخ استاذ القراء والمجودین قاری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس طرح فرمایا ہے:

لیکن علامہ مرعشی کی رائے یہ ہے کہ واؤ اور یاء دونوں باریک ہی ہیں فرماتے ہیں:

اَلْاَلِفُ الْمَدِّيَّةُ تَابِعَةٌ لِّمَا قَبْلَهَا فَاِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْحَرْفِ الْمُفَخَّمِ تُفَخَّمُ وَ اِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْحَرْفِ الْمُرَقَّقِ تُرَقَّقُ لِاَنَّ الْاَلِفَ لَيْسَ فِيْهِ عَمَلُ عُضْوٍ اَصْلًا حَتّٰى يُوْصَفَ بِالتَّفْخِيْمِ اَوِ التَّرْقِيْقِ قَالَ الْمَرْعَشِيُّ فِيْ رِسَالَتِهٖ وَلَمَّا كَانَ فِي الْيَاءِ وَالْوَاوِ الْمَدِّيَّيْنِ عَمَلُ عُضْوٍ فِي الْجُمْلَةِ كَمَا سَبَقَ لَمْ يَكُوْنَا تَابِعَيْنِ لِمَا قَبْلَهَا بَلْ مُرَقَّقَانِ فِيْ كُلِّ حَالٍ كَذَا يُفْهَمُ مِنْ اِطْلَاقَاتِهِمْ. (نہایۃ القول المفید ص۸۹)

(ترجمہ) الف مدہ اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے اگر حرف مفخم کے بعد واقع ہو تو مفخم پڑھا جائے گا اور اگر حرف مرقق کے بعد ہو تو مرقق ہوگا کیونکہ الف کی ادا میں کسی عضو کا بالکل کوئی دخل نہیں ہوتا کہ اس کو فی نفسہ تفخیم یا ترقیق سے متصف کیا جائے علامہ مرعشی نے فرمایا ہے کہ چونکہ مدہ کے حروف واؤ اور یاء میں فی الجملہ عضو کا عمل باقی رہتا ہے اس لیے وہ اپنے ماقبل کے تابع نہ ہوں گے بلکہ بہر حال باریک پڑھے جائیں گے چنانچہ علماء تجوید کے اطلاقات سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے واضح ہو کہ مذکورہ عبارت کے حاشیہ میں واؤ مدہ کو جو مفخم کہا گیا ہے اور اس پر دلیل بیان کی گئی ہے وہ وزنی نہیں دوسری بات یہ کہ ضمہ خواہ کسی بھی حرف پر ہو باریک پڑھا جاتا ہے جیسا کہ فوائد مکیہ میں ہے ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے جب ضمہ باریک ہے تو اس کے بعد واؤ مدہ بدرجہ اولیٰ باریک ہونی چاہیے۔ اس مقام پر تعلیقات مالکیہ حاشیہ فوائد مکیہ کا مطالعہ بھی مناسب ہے۔

لفظ اللہ کے لام کی تفخیم و ترقیق

فوائد مکیہ: اور اللہ کے لام سے پہلے اگر زبر یا پیش ہو تو پُر ہوگا مثل وَ اللّٰهِ — اَللّٰهُ۔

رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

شرح : حروف مستفلہ میں سے وہ حروف جو بعض حالات میں پر پڑھے جاتے ہیں ان میں لفظ اللہ کے لام کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں۔ کہ لفظ اَللّٰه کا لام اس وقت پر ہوگا جب اس سے پہلے زبر یا پیش ہوگی۔ جیسے وَاللّٰه کہ اس لفظ میں اَللّٰه سے پہلے حرف واؤ پر زبر ہے اس لئے لفظ اَللّٰه پُر ہوگا اسی طرح رَفَعَهُ اللّٰهُ میں لفظ اَللّٰه سے پہلے پیش ہے اس لئے لفظ اَللّٰه پُر ہوگا اسی طرح مزید مثالیں کہ جن میں لفظ اَللّٰه سے قبل زبر یا پیش ہونے کی وجہ سے لفظ اَللّٰه کا لام پُر ہوگا یہ ہیں اِنَّ اللّٰهَ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ سَمِعَ اللّٰه۔ اٰيٰتُ اللّٰهِ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ وغیرہ۔

علامہ جزریؒ لفظ اَللّٰه کے لام کے پُر ہونے کے متعلق اسطرح فرماتے ہیں۔

وَفَخِّمِ اللَّامَ مِنَ اسْمِ اللّٰهِ
عَنْ فَتْحٍ اَوْ ضَمٍّ كَعَبْدُ اللّٰهِ

ترجمہ: ''اور پر پڑھ لام کو اللہ کے نام میں بعد فتحہ یا ضمہ کے جیسے عَبْدُ اللّٰهِ۔

لفظ اللہ میں تفخیم کی توجیہ

لفظ اللہ میں تفخیم کی توجیہ یہ ہے کہ اس اسم شریف کی تعظیم ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نام معبود برحق ہی کے ساتھ خاص ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اَللَّاتَ (بت کا نام) پر اگر تاء کو ھاء سے بدل کر وقف کیا جیسا کہ کسائیؒ کے یہاں ہوتا ہے تو اسم الجلالہ کی تفخیم ہی سے دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ لفظ اَللّٰه اسم الجلالہ اور اَللَّاهُ لَهَا يَلْهُوْ سے صیغہ اسم فاعل میں فرق ہو جائے۔

ہمارے خیال میں اس کی حقیقی وجہ کچھ بھی ہو۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ زمانہ قبل از اسلام میں بھی لفظ اَللّٰه کا تلفظ اسی طرح تھا یعنی فتحہ' ضمہ کے بعد مفخم اور کسرہ کے بعد مرقق اسلام کے آنے کے بعد یہ تلفظ علی حالہ قائم رہا۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ دانیؒ نے جامع البیان میں بسند بیان کیا ہے کہ فتحہ' ضمہ کے بعد اسم الجلالہ میں تفخیم کو صدیوں سے ہر آنے والا اپنے دور ماضی کے سلف سے نقل کرتا چلا آ رہا ہے۔ (الجواہر النقیہ ص ۱۰۵)

فوائد مکیہ : اگر اس سے پہلے زیر ہو تو باریک ہوگا مثل لِلّٰهِ۔

شرح : لفظ اللہ کے لام کے باریک ہونے کے متعلق قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر لفظ اللہ سے پہلے زیر ہوگی تو لفظ اللہ کا لام باریک ہوگا جیسے لِلّٰہ میں لفظ اللہ کے لام پر کسرہ ہے جس کی وجہ سے لام باریک ہوا۔ اسی طرح بِاللّٰہِ۔ اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ قَوْمًا نِ اللّٰہُ۔ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ وغیرہ اس کی مزید امثلہ ہیں۔

جس طرح لفظ اللہ کا لام پُر ہوگا اس صورت میں کہ اس سے پہلے زبر یا پیش آ جائے اسی طرح لفظ اَللّٰھُمَّ کا لام بھی زبر اور پیش کے آ جانے سے پُر ادا کیا جائے گا جیسے سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ۔ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ۔ قَالُوا اللّٰھُمَّ وغیرہ اور لفظ اللہ سے پہلے جس طرح زیر آ جائے تو وہ باریک پڑھا جاتا ہے اسی طرح اَللّٰھُمَّ بھی باریک پڑھا جائے گا۔ جیسے قُلِ اللّٰھُمَّ۔

اَللّٰھُمَّ اصل میں یَا اَللّٰہُ تھا جیسا کہ بعض کا قول ہے شروع سے یاء حرف ندا حذف کر کے آخر میں میم لگا تو اَللّٰھُمَّ بن گیا۔

نوٹ: بعض لوگ مَاوٰلٰھُمْ کو اَللّٰھُمَّ کی مانند پُر پڑھتے ہیں یہ بالکل غلط اور فاش غلطی ہے مَاوٰلٰھُمْ کو صرف اور صرف باریک پڑھنا چاہیے اس لیے کہ یہ وَلّٰی یُوَلِّیْ سے ہے اور ھُمْ ضمیر ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے لام کی تفخیم و ترقیق کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

وَكُلٌّ لَدَى اسْمِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ كَسْرَةٍ
يُرَقِّقُهَا حَتّٰى يَرُوقَ مُرَتَّلَا

ترجمہ: ”اور تمام قراء اسم الجلالہ کسرہ کے بعد ترقیق اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ وضاحت کے ساتھ پڑھے جانے کی وجہ سے خوشنما معلوم ہو۔“

یعنی اسم الجلالہ جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو تمام قرآءتوں میں اس کو باریک پڑھا جاتا ہے تاکہ کسرہ کی ترقیق کے بعد لام کی تفخیم ناگوار معلوم نہ ہو۔ مُرَتَّلْ ترتیل سے ہے جس کے معنی وضاحت اور صفائی کے ہیں معلوم ہوا کہ بہ نسبت تفخیم کے ترقیق میں آواز کی زیادہ وضاحت ہوتی ہے۔ جیسے اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ۔ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ۔ مَايَفْتَحِ اللّٰهُ۔ قُلِ اللّٰهُمَّ۔

لفظ اللہ کو باریک پڑھنے کی توجیہ

لفظ اَللّٰہ سے پہلے کسرہ ہو تو پھر اپنے اصل کے موافق لام باریک پڑھا جائے گا۔ کیونکہ محققین کے نزدیک لام میں

ترقیق اصل ہے۔

كَمَا فَخَّمُوْهُ بَعْدَ فَتْحٍ وَضَمَّةٍ

فَتَمَّ نِظَامُ الشَّمْلِ وَصْلًا وَفَيْصَلَا

ترجمہ: ''جیسا کہ ان تمام قراء نے اس لام کو پُر پڑھا ہے فتحہ اور ضمہ کے بعد۔ پس اس طرح تمام افراد کو شامل ہونے والا یہ قاعدہ وصل اور وقف دونوں کے اعتبار سے مکمل ہو گیا۔

یعنی تمام قرا فتحہ اور ضمہ کے بعد لام اسم الجلالہ کو پُر کرتے ہیں۔ مثلاً شَهِدَ اللّٰهُ۔ قَالَ اللّٰهُ۔ تَاللّٰهِ۔ وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ۔ عَلَيْهُ اللّٰهَ۔ ءَ اللّٰهُ۔ وغیرہ۔

جیسا کہ امام ابن بری اپنی کتاب الدرر اللوامع فی اصل مقرا الامام النافع میں فرماتے ہیں:

وَفُخِّمَتْ فِي اللّٰهِ وَاللّٰهُمَّ

لِلْكُلِّ بَعْدَ فَتْحَةٍ أَوْ ضَمَّةٍ

ترجمہ: اور پُر پڑھا گیا لفظ اللہ کو اور لفظ اللّٰهُمَّ کو تمام قراء کے لیے فتحہ اور ضمہ کے بعد۔

راء کو پُر اور باریک پڑھنے کا بیان

فوائد مکیہ : راء متحرک ہوگی یا ساکن اگر متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل رَعْدٌ۔ رُزِقُوْا۔ رِزْقًا۔

شرح : حضرت مؤلف رحمہ اللہ یہاں سے راء کا بیان شروع فرما رہے ہیں کہ راء ساکن ہوگی یا متحرک ہوگی اگر راء متحرک ہوگی تو اپنی حرکت کے مطابق پر یا باریک پڑھی جائے گی اور اگر راء ساکن ہوگی تو ماقبل کی حرکت کے تابع ہوگی۔

راء کے پر ہونے کی بارہ حالتیں ہیں اور باریک ہونے کی سات حالتیں ہیں۔ یہاں حضرت مؤلفؒ راء کے پر ہونے کی دو حالتیں بیان فرما رہے ہیں کہ اگر راء پر فتحہ یا ضمہ ہو تو راء پر ہوگی۔ آگے مثال دے کر وضاحت فرمائی (۱) رَعْدٌ (۲) رُزِقُوْا کہ پہلی مثال میں راء پر فتحہ ہے اور دوسری مثال میں راء پر ضمہ ہے لہٰذا یہ دونوں راء پر ہوں گی۔

یہاں پر راء کی بارہ پر ہونے والی حالتوں میں سے دو کو بیان فرمایا۔

(۱) راء پر فتحہ (۲) راء پر ضمہ

پھر آگے فرماتے ہیں کہ راء کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی- جب راء پر کسرہ ہوگا تو راء باریک ہوگی- جیسے رِزْقًا میں راء مکسور ہے لہٰذا ترقیق سے ادا کی جائے گی-

یہاں پر راء کی سات باریک پڑھی جانے والی حالتوں میں سے ایک حالت کو بیان فرما دیا ہے- اس کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَرَقِّقِ الرَّآءَ اِذَا مَا كُسِرَتْ

ترجمہ: ''اور باریک پڑھ راء کو جب کہ وہ راء کسرہ دی گئی ہو-''

اور علامہ شاطبیؒ نے اس کو ایسے بیان کیا ہے ؎

وَتَرْقِيقُهَا مَكْسُوْرَةً ---------

ترجمہ: ''راء کی ترقیق ہے اس حال میں کہ وہ مکسور ہو-''

فوائد مکیہ : اور اگر راء ساکن ہے تو اس کا ماقبل متحرک ہوگا یا ساکن اگر ماقبل متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل يُرْزَقُوْنَ- بَرْقٌ- شِرْعَةً-

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں راء ساکن ماقبل متحرک کو بیان کیا ہے جبکہ راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل متحرک کو آگے بیان فرمائیں گے- اور اس میں راء کے پر ہونے کی مزید دو حالتیں بیان کی ہیں کہ اگر راء ساکن ہے اور اس سے ماقبل حرف پر فتحہ یا ضمہ ہے تو راء کو پُر پڑھیں گے جیسے يُرْزَقُوْنَ میں راء ساکن سے پہلے یاء پر ضمہ ہے اور اسی طرح بَرْقٌ میں راء ساکن سے پہلے باء پر فتحہ ہے لہٰذا یہ دونوں راء پر ہوں گی- یہاں تک حضرت مصنفؒ نے راء کی کل چار حالتیں پر ہونے کی بیان کی ہیں-

آگے فرماتے ہیں کہ کسرہ کی حالت میں راء باریک ہوگی یعنی اگر راء ساکن سے پہلے حرف پر کسرہ ہوگا تو راء باریک ہوگی جیسے شِرْعَةً میں راء ساکنہ سے قبل شین مکسورہ ہے جس کی وجہ سے راء باریک ہوئی-

یہاں تک راء کی سات باریک ہونے والی حالتوں میں سے دوسری کو بیان کیا ہے-

علامہ جزریؒ نے ترقیق راء کی اس حالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

كَذَاكَ بَعْدَ الْكَسْرِ حَيْثُ سَكَنَتْ

ترجمہ: ''اسی طرح باریک پڑھ کسرہ کے بعد جب وہ راء ساکن ہو۔''

اور علامہ شاطبیؒ اسے اس طرح بیان فرماتے ہیں ۔

وَلَا بُدَّ مِنْ تَرْقِيْقِهَا بَعْدَ كَسْرَةٍ

إِذَا سَكَنَتْ يَا صَاحِ لِلسَّبْعَةِ الْمَلَا

ترجمہ: ''اور راء کو باریک پڑھنا جب وہ ساکن کے بعد کسرہ ہو۔ اے میرے دوست ساتوں محترم قاریوں کے لئے واجب ہے۔''

اس راء کو باریک پڑھنے کی تین شرائط ہیں۔

(۱) کسرہ اصلی (۲) مابعد حرف مستعلیہ نہ ہو (۳) کسرہ اسی کلمہ میں ہو

علامہ جزریؒ نے ان شرائط کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

إِنْ لَّمْ تَكُنْ مِّنْ قَبْلِ حَرْفِ اسْتِعْلَا

أَوْ كَانَتِ الْكَسْرَةُ لَيْسَتْ أَصْلَا

ترجمہ: ''اگر نہ ہو وہ راء استعلا سے پہلے یا نہ ہو اس راء سے پہلے ایسا کسرہ جو اصلی نہیں ہے یعنی اصلی ہو۔''

فوائد مکیہ : جب راء ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو مثل رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔

شرح : اس مقام پر حضرت مصنفؒ نے راء کے پر ہونے کی حالت بیان کی ہے کہ راء ساکن سے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو تو راء پر ہوگی جیسے مثال سے واضح ہے رَبِّ ارْجِعُوْنِ راء ساکن ماقبل باء مکسور ہے لیکن چونکہ دوسرے کلمہ میں ہے اس لئے یہ راء بھی پُر ہوگی۔ یہاں تک راء کی کل بارہ پُر ہونے والی حالتوں میں سے پانچ کو بیان کر دیا ہے۔

اس راء کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَمَا بَعْدَ كَسْرٍ -------- مُفَصَّلٍ

فَفَخِّمْ فَهٰذَا حُكْمُهُ مُتَبَذِّلَا

ترجمہ: ''یعنی جو راء کسرہ منفصلہ کے بعد ہو اس راء کو مفخم پڑھ پس یہ ہے راء کا حکم عام۔''

فوائد مکیہ : یا کسرہ عارضی ہو مثل اَمِ ارْتَابُوْا — اِنِ ارْتَبْتُمْ —

شرح : یہ بھی حضرت مصنفؒ نے راء کے پُر ہونے کی حالت بیان کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ راء ساکن ماقبل کسرہ اصلی ہو تو راء باریک ہوگی اور اگر کسرہ عارضی ہوگا تو راء پر ہوگی یہاں تک راء کی بارہ پُر ہونے والی حالتوں میں سے چھ کا بیان ہو گیا ہے۔ اس راء کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَـا بَـعْـدَ كَسْرٍ عَـارِضٍ - - - -

فَـفَـخِّـمْ فَهٰذَا حُـكْـمُـهُ مُتَبَـذِّلاَ

ترجمہ: ”اور جو راء کسرہ عارضی کے بعد ہو تو اس راء کو مفخم پڑھ پس یہ ہے راء کا حکم عام۔“

راء ساکن ماقبل کسرہ عارضی یا منفصل میں راء کی تفخیم کی توجیہ

راء کی ترقیق کے لیے کسرہ کے ساتھ متصل اور اصلی ہونے کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے تاکہ سبب میں قوت آ جائے کیونکہ جو کسرہ عارضی ہے یا کسرہ منفصل ہے تو عارضی اور منفصل ترقیق کا سبب نہیں بن سکتے۔

فوائد مکیہ : یا راء ساکن کے بعد حرف استعلاء اسی کلمہ میں ہو۔ جس کلمہ میں راء ہے تو یہ راء باریک نہ ہوگی بلکہ پُر ہوگی مثل قِرْطَاسٍ — فِرْقَةٍ اور فِرْقٍ میں خلف ہے۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ نے راء کی ایک اور پُر ہونے کی حالت بیان فرمائی ہے کہ اگر راء ساکن ماقبل کسرہ اور مابعد حرف مستعلیہ اسی کلمہ میں ہو تو راء کو پر پڑھیں گے باریک نہیں پڑھیں گے۔ جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے قِـرْطَـاسٍ — فِرْقَةٍ کہ دونوں مثالوں میں راء ساکن ماقبل کسرہ ہے مگر مابعد ایک مثال میں طاء اور دوسری میں قاف ہے یہ دونوں حروف مستعلیہ میں سے ہیں اور حروف مستعلیہ کی مجاورت کی وجہ سے یہ راء پُر ہوگی یہاں تک راء کے پر ہونے کی سات حالتیں بیان ہو گئی ہیں۔ علامہ شاطبیؒ نے راء کی اس پر حالت کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَمَـا حَـرْفُ الْاِسْتِعْلَاءِ بَـعْـدُ فَـرَاءُهٗ

لِـكُـلِّهِـمُ التَّـفْـخِـيْـمُ فِيْهَـا تَـذَلَّلاَ

ترجمہ: "اور وہ کلمہ کہ اس میں راء کے بعد حرف استعلاء ہو تو اس کلمہ کی راء میں تمام قراء کے لئے تفخیم عام ہوئی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ لفظ فِرْقٍ میں خلف ہے یعنی راء کا پُر پڑھنا تو قاعدے کے مطابق ہوا مگر قاف کے مکسور ہونے کی وجہ سے باریک بھی پڑھا جا سکتا ہے علامہ جزریؒ نے فِرْقٍ کے اندر ان دونوں اجازتوں کو اس طرح ذکر فرمایا ہے ۔

وَالْخُلْفُ فِيْ فِرْقٍ لِكَسْرٍ يُّوْجَدُ

ترجمہ: "اور خلف یعنی اختلاف فِرْقٍ کی راء میں کسرہ قاف کی وجہ سے پایا گیا ہے۔"

علامہ شاطبیؒ نے اس اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

--------------- وَخُلْفُهُمْ

بِفِرْقٍ جَرٰی بَيْنَ الْمَشَائِخِ سَلْسَلَا

ترجمہ: "اور لفظ فِرْقٍ شعراء میں مشائخ کے درمیان خلف مسلسل ہوا ہے۔"

نوٹ: قرآن کریم میں دو کلمے ہیں ایک سورۃ التوبہ میں مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ اور دوسرا سورۃ الشعراء میں كُلُّ فِرْقٍ۔ تفخیم و ترقیق کے قواعد میں اکثر طلباء ان میں خلط کر دیتے ہیں۔ اساتذہ کو چاہیے کہ طلباء کو یہ بات سمجھائیں کہ سورۃ التوبہ میں جو فِرْقَةٍ ہے جس میں قاف مفتوح ہے اور آگے تاء مدورہ ہے اس میں راصرف پُر پڑھی جائے گی اور سورۃ الشعراء میں جو كُلُّ فِرْقٍ ہے جس میں قاف مکسور ہے وہ مختلف فیہ ہے واللہ اعلم۔

> **فوائد مکیہ:** اگر راء موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام کے ماقبل سوائے یا کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا ماقبل دیکھا جائے گا۔ اگر مفتوح یا مضموم ہے تو راء پُر ہوگی مثل قَدْرْ ۔ اُمُوْرْ ۔ اور اگر مکسور ہے تو راء باریک ہوگی مثل حِجْرْ کے۔

شرح: حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ راء موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام کا مطلب یہ ہے کہ ایسی راء جس پر وقف بالاسکان کیا جائے یعنی متحرک راء کو وقف کرنے کیلئے ساکن کیا جائے یا وقف بالاشمام یعنی راء پر جب پیش ہو تو اس کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کیا جائے یعنی راء پر وقف بالاسکان یا بالاشمام ہوگا اور اس سے ماقبل یاء ساکن کے علاوہ کوئی اور ساکن ہو (اگر یاء ساکن ہوگی تو اس کا قاعدہ آگے بیان ہوگا) تو اس سے ماقبل کے حرف کی حرکت کو دیکھیں گے اگر ماقبل حرف پر فتحہ یا ضمہ ہے تو راء پُر ہوگی جیسے قَدْرْ پر وقف کریں تو راء ساکن سے ماقبل دال ساکن ہے اور دال سے

ماقبل قاف ہے اور قاف پر فتحہ ہے لہٰذا یہ راء پر ہوگی اسی طرح اُمُوْرْ بھی کہ راء سے قبل واؤ ساکن ہے اور واؤ سے قبل میم پر ضمہ ہے لہٰذا حالت وقف میں یہ راء بھی پر ہوگی۔

یہاں پر راء کی بارہ پُر حالتوں میں سے نو کا بیان مکمل ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ راء ساکن ماقبل یاء ساکن کے علاوہ ہو اور اس سے پہلے زیر ہو تو راء باریک ہوگی جیسے حِجْرْ اس میں وقف کرنے پر راء ساکن ہوگی اور چونکہ ماقبل حرف جیم ساکن ہے اور جیم کا ماقبل حاء مکسور ہے لہٰذا راء باریک ہوگی یہاں تک راء کے باریک ہونے کی سات حالتوں میں سے تین کا بیان فرمادیا ہے۔

راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مفتوح کی مزید امثلہ:

وَالْعَصْرْ – وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرْ – وَالْفَجْرْ – عَشْرْ – وَالْوَتْرْ – يَسْرْ – كَالْقَصْرْ – لَيْلَةُ الْقَدْرْ – شَهْرْ – لِاَوَّلِ الْحَشْرْ –

راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مضموم کی مزید امثلہ:

جِمٰلَتٌ صُفْرْ – خُسْرْ – بِكُمُ الْيُسْرْ – بِكُمُ الْعُسْرْ – لِعِبَادِهِ الْكُفْرْ – فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرْ – غَفُوْرْ – شَكُوْرْ – اَلنُّوْرْ – اَلصُّدُوْرْ – وَلَا الْحَرُوْرْ – اَلْقُبُوْرْ – مَنْ فِي الْقُبُوْرْ – اَلْاُمُوْرْ –

راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مکسور کی مزید امثلہ:

حِجْرْ – ذِى الذِّكْرْ – اَلسِّحْرْ – وَلَا بِكْرْ –

فوائد مکیہ : اگر ساکن یاء ہو تو باریک ہوگی جیسے خَيْرْ – ضَيْرْ – خَبِيْرْ – قَدِيْرْ –

شرح : حضرت مصنفؒ ترقیق راء کی سات حالتوں میں سے چوتھی حالت کا بیان فرماتے ہیں کہ راء ساکن ماقبل یاء ساکن ہوگی تو اس میں یاء کے ماقبل حرف کی حرکت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ راء ساکن سے ماقبل یاء ساکن آجائے گی تو راء کو باریک پڑھیں گے۔ جیسا کہ بعد میں مثالیں بھی ذکر فرمارہے ہیں جیسے خَيْرْ – ضَيْرْ – خَبِيْرْ – قَدِيْرْ وغیرہ۔ یاد رہے کہ یہ راء حالت وقف میں باریک ہوگی اور وصلاً اپنی اپنی حرکت کے مطابق پُر یا باریک پڑھی جائے گی۔

راءساکن ماقبل یاءساکن کے باریک ہونے کی توجیہ

اس کی توجیہ یہ ہے کہ راءساکن ماقبل کسرہ ہوتو راء باریک ہوتی ہے اور یہاں یاء ہے اور یاء قائم مقام دو کسروں کے ہوتی ہے۔اگرایک کسرہ ہوتوراءباریک پڑھی جاتی ہے۔جب دو کسرے ہوں تو بطریق اولیٰ راءباریک پڑھی جائے گی۔

فوائد مکیہ : راءمرامہ یعنی موقوف بالروم اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ اس راء کا حکم بیان فرمارہے ہیں جس پر وقف بالروم کیا جائے ایسی راءاپنی حرکت کے مطابق پُر یا باریک پڑھی جائے گی اس لئے کہ وقف بالروم حکم میں وصل کے مانند ہوتا ہے۔جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا ہے۔

--------- وَرَوْمُهُمْ

كَمَا وَصْلِهِمْ ---------

ترجمہ:''اورروم کا حال مثل وصل کے ہے۔''

چونکہ وقف بالروم میں حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جاتا ہے نیز یہ حرکات میں سے دوحرکتوں زیراور پیش پر کیا جاتا ہے اور جب وقف بالروم پیش پر ہوگا تو پیش کا تہائی حصہ پڑھا جائیگا توراءپُر ہوگی۔یہاں تک راء کی پُر ہونے والی دس حالتوں کا بیان ہو چکا ہے۔

اوراگر وقف بالروم کسرہ پر ہوگا تو کسرہ کا تہائی حصہ پڑھا جائے گا لہٰذا راء باریک ہوگی۔یہاں تک راء کے باریک ہونے کی پانچ حالتوں کا بیان ہو چکا ہے۔

نوٹ: یادرہے کہ رامرامہ حکم میں رامتحرکہ کے ہےاوررا موقوفہ بالاشمام حکم میں ساکن کے ہے۔

فوائد مکیہ : اورراءممالہ باریک ہی پڑھی جائے گی مثل مَجْرِىهَا۔

شرح : امالہ کے معنی ہیں مائل کرنا۔یعنی زبر کو زیر کی طرف اورالف کو یاء کی طرف مائل کرنا جب الف یاء کی طرف مائل ہوگا توراءباریک ہوگی۔روایت حفصؒ میں صرف اسی ایک کلمہ مَجْرِىهَا میں امالہ ہے۔اور یہ امالہ کبریٰ ہے۔یہاں تک راء کے باریک ہونے کی چھ حالتیں بیان ہوگئی ہیں۔

لفظ مَجْرِیهَا میں راء مکسور کی توجیہ

لفظ مَجْرِیهَا اصل میں مَجْرٰیهَا تھا۔ راء پر جو فتحہ ہے اسے کسرہ کی طرف مائل کیا اور الف کو یاء کی طرف مائل کیا۔ فتحہ کا کسرہ کی طرف اور الف کا یاء کی طرف مائل ہونا ترقیق کا سبب بنا۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) راء مشدد حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے جیسی حرکت ہوگی اسی کے موافق پڑھی جائے گی پہلی دوسری کے تابع ہوگی۔

شرح : راء مشدد چونکہ حکم میں ایک راء کے ہے حالانکہ پڑھنے میں یہ دو راء معلوم ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس کے پُر یا باریک پڑھنے کا قاعدہ بھی اس کی حرکت کے مطابق ہوگا اگر راء پر فتحہ یا ضمہ ہے تو راء پر ہوگی اَلرَّحْمٰنُ۔ مُسْتَمِرٌّ وغیرہ ماقبل کی حرکت کو نہ دیکھا جائے گا اسی طرح اگر راء مشدد پر کسرہ ہوگا تو ایسی راء باریک ہوگی۔ جیسے دُرِّیٌّ میں دو راء پڑھی جا رہی ہیں کہ ایک ساکن اور دوسری راء متحرک مکسور اور پہلی ساکن راء سے پہلے ضمہ ہے تو اس راء کو پُر نہیں بلکہ باریک پڑھیں گے دوسری را مکسور ہونے کی وجہ سے۔ ایسا نہ ہو کہ پہلی را کو پُر پڑھ کر دوسری را کو باریک پڑھا جائے یہ غلط ہے۔

یہاں تک راء کے پُر ہونے کی بارہ حالتیں اور باریک ہونے کی سات حالتیں مکمل ہوگئیں ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے راء کی تفخیم و ترقیق والی اقسام اوپر بیان فرمائی ہیں اب ہم طلباء کی سہولت کے لیے ان کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔

مندرجہ ذیل بارہ حالتوں میں راء پُر ہوگی:

(۱) را پر زبر ہو جیسے فَرَضَ۔ رَفَثَ۔ مَرَحًا

(۲) را پر پیش ہو جیسے هَاجَرُوْا۔ وَاذْكُرُوْا

(۳) را مشدد پر زبر ہو جیسے مِنْ رَّبِّكَ۔ حَرَّمَ اللّٰهُ۔ صَرَّفْنَا۔

(۴) را مشدد پر پیش ہو جیسے يَضُرُّهُمْ۔ مِنْ رُّوْحِنَا۔

(۵) را ساکن ماقبل زبر ہو جیسے مَرْضِيَّةً۔ نَرْفَعُ۔

(۶) را ساکن ماقبل پیش ہو جیسے عُرْضَةً۔ تُرْجَعُ۔

(۷) را ساکن ماقبل کسرہ عارضی ہو جیسے اِرْكَبْ مَّعَنَا۔ اِرْتَضٰى۔ اِرْتَبْتُمْ۔ اِرْكَبُوْا۔

(۸) راساکن ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ- اَمِ ارْتَابُوْا-

(۹) راساکن ماقبل کسرہ اور مابعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف اسی کلمہ میں ہو جیسے قِرْطَاسٍ- اِرْصَادًا- لَبِالْمِرْصَادِ- فِرْقَةٍ

(۱۰) راساکن ماقبل ساکن ماقبل زبر ہو جیسے اَلْاَبْصَارْ- عَذَابَ النَّارْ

(۱۱) راساکن ماقبل ساکن ماقبل پیش ہو جیسے اَلْغُرُوْرْ- غَفُوْرْ-

(۱۲) رامرامہ مضمومہ جس پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے جیسے قَدِيْرٌ- خَبِيْرٌ- اَشَرٌّ

مندرجہ ذیل سات حالتوں میں را باریک ہوگی

(۱) را کے نیچے کسرہ ہو جیسے اَرِنِيْ- نَصِرِهِمْ- رِسُلٰتِ اللّٰهِ-

(۲) رامشدد کے نیچے کسرہ ہو جیسے نُفَرِّقُ- بِالشَّرِّ-

(۳) راساکن ماقبل کسرہ اصلی ہو جیسے شِرْكَ- وَيَصِيْرُ-

(۴) راساکن ماقبل ساکن ماقبل کسرہ ہو جیسے بِكْرْ- اَلذِّكْرْ-

(۵) راساکن ماقبل یاءساکن ہو جیسے يَسِيْرْ- بَصِيْرْ- قَدِيْرْ-

(۶) راءممالہ یعنی وہ راءجس پر امالہ کیا جائے جیسے مَجْرٖىهَا

(۷) راءمرامہ مکسورہ جس پر وقف بالروم کیا جائے جیسے كَالْفَخَّارِ- اَلْقَهَّارِ-

مندرجہ ذیل سات کلمات میں راء کی ادائیگی بلحاظ تفخیم وترقیق مختلف فیہ ہوگی

(۱) بِمِصْرَ- (یونس) مِصْرَ- (یوسف) مُلْكُ مِصْرَ (الزخرف)

(۲) فَاَسْرِ- (الدخان) فَاَسْرِ- (حجر) فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ (ہود)

(۳) اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ- (طٰہٰ) اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ (الشعراء)

(۴) عَذَابِيْ وَنُذُرْ- (القمر)

(۵) اِذَا يَسْرْ- (الفجر)

(۶) اَلْجَوَارْ (التکویر)

(۷) اَلْقِطْرْ۔ (السبا)

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے مختلف فیہ ایک کلمہ بیان کیا کُلٌّ فِرْقٍ اس میں وقفاً وصلاً اختلاف ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا کلمات میں خلف وقف میں ہے وصل میں نہیں۔ طلباء کی سہولت کے لیے ہم نے یہاں مختلف فیہ کلمات بیان کر دیے ہیں۔ باقی کلمات کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ ان میں صرف وقفاً اختلاف ہے اور پھر بعض کہتے ہیں کہ تفخیم اولیٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ترقیق اولیٰ ہے اس طول بحث سے بچنے کے لیے حضرت مصنف علیہ الرحمہ باقی کلمات یہاں بیان نہیں فرمائے۔

ان کلمات میں اختلاف کی توجیہ

اس کی توجیہ یہ ہے کہ فَاَسْرِ ۔ اَنْ اَسْرِ ۔ وَ الَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ۔ وَ نُذُرِ اور اَلْجَوَارِ میں راء پر وقف اگر بالاسکان کیا جائے تو راء میں تفخیم اور ترقیق دونوں جائز ہیں۔ یہ چھیوں کلمے اصل میں یاء کے ساتھ ہیں۔ پہلے دو کلمے اصل میں اَسْرِیْ تھے آخر سے یائے مدہ حالت بنائی کی وجہ سے حذف ہوگئی یَسْرِ بھی اصل میں یَسْرِیْ ہے۔ رعایت فواصل کی وجہ سے یاء حذف ہوئی اسی طرح نُذُرِیْ میں یاء اضافت رعایت فواصل کے لیے حذف ہوئی راء پر سکون عارض ہونے اور ماقبل مفتوح یا مضموم ہونے کی وجہ سے تفخیم ہے اور کلمہ کی اصل پر دلالت کرنے کے لیے اور اس وجہ سے کہ آخر سے یاء کا حذف عارضی ہے اور عارضی حذف کو معتبر نہ سمجھتے ہوئے بلکہ اس یاء کو مثل باقی قرار دے کر راء کو باریک بھی پڑھا گیا ہے اور اَلْجَوَارِیْ کی یاء متطرفہ بھی بقاعدہ قَاضٍ حذف ہوئی ہے۔ علامہ جزریؒ ترقیق کو ترجیح دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ الْحُكْمُ فِي الَّيْلِ اِذَا يَسْرِ فِي الْوَقْفِ بِالسُّكُوْنِ عَلٰى قِرَآءَةِ مَنْ حَذَفَ الْيَآءَ فَحِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ الْوَقْفُ عَلَيْهِ بِالتَّرْقِيْقِ اَوْلٰى ۔ (النشر ص ۱۱۱ ج ۲)

اور شیخ علی بن محمد ضباع شرح شاطبیہ میں فرماتے ہیں:

لٰكِنْ يُّسْتَحْسَنُ التَّرْقِيْقُ فِيْ اِذَا يَسْرِ وَ نُذُرِ عَلٰى قِرَآءَةِ حَذْفِ الْيَآءِ فِيْهِمَا لِلدَّلَالَةِ عَلَى الْيَآءِ اَوْ لِلْفَرْقِ بَيْنَ كَسْرَةِ الْاِعْرَابِ وَ كَسْرَةِ الْبِنَآءِ ۔ (ارشاد المرید للضباع ص ۸۷ اعلیٰ حاشیہ الابراز)

صاحب غیث النفع اِذَا یَسْرِ میں اثبات وحذف یاء کی دو قراءتوں کا اختلاف بتلا کر مختصر تفریع فرماتے

ہیں۔ کہ اثبات یاء والوں کے یہاں راء باریک اور حذف والوں کے یہاں پُر ہوگی لیکن کلام میں اختصار ہے۔ پیش نظر اختلاف قراءات بتانا ہے راء کی تفصیل میں وہ اثباتاً یا نفیاً جانا ہی نہیں چاہتے والمفصل حجۃ علی المجمل ۔ قاری ابومحمد محی الاسلام صاحب پانی پتی'' فرماتے ہیں فَاَسْرِ اور اَنْ اَسْرِ کو جوائمہ ہمزہ قطعی مفتوحہ سے پڑھتے ہیں۔ ان کے لیے وقفاً بعض میں تفخیم کہتے ہیں اور بعض بلحاظ اصل ترقیق چنانچہ یَسْــــرِ میں مذکور ہوا محقق (علامہ جزری'') کہتے ہیں ''ترقیق اولیٰ ہے'' دانی'' کی رائے میں تفخیم اولیٰ ہے۔ اور یہی مذہب منصور ہے۔ (سبعہ قراءات ص ۲۴۴) مذکورہ عبارات سے ترقیق راء کا ضعیف ہونا مفہوم نہیں ہوتا ہے۔ ان کلمات کی اصل کی طرف رجوع کرتے ہوئے اگر راء کی ترقیق کا جواز نکالا جائے تو کیا حرج ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) حروف مفخمہ میں تفخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے کہ وہ حرف مشدد سنائی دے یا کسرہ مشابہ فتحہ کے' فتحہ مشابہ ضمہ کے' یا مفخم حروف کے بعد الف ہے تو وہ واؤ کی طرح ہو جائے۔

شرح : حروف مفخمہ کی ادا میں احتیاط کرنی چاہیے جیسا کہ حضرت مصنف'' نے فرمایا اس کی وضاحت ماہر اساتذہ کی تلقی سے حاصل ہوتی ہے۔ تفخیم کے معنی ہیں حرفوں کی آواز کا پُر ہونا خواہ یہ پُر ہونا صفت لازمی ہو جیسے خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ کے حروف میں ہوتی ہے اور چاہے یہ صفت عارضی ہو جیسے لام۔ الف اور راء کی بعض حالتوں میں ہوتی ہے جن کا بیان ہم ابھی اوپر کر آئے۔ پس ان دس حروف کو مفخم تو ادا کیا جائے گا مگر تفخیم میں اس قدر زیادتی نہ ہونے پائے کہ وہ حرف مخفف ہو اور مشدد سنائی دے یا کسرہ والا حرف مفخم کرنے میں فتحہ والے کی مانند ہو جائے یا فتحہ والا ضمہ کے مشابہ ہو جائے۔ ایسے ہی حروف مفخمہ مفتوحہ یا مکسورہ میں تفخیم کو اس قدر مبالغہ سے ادا کرنا کہ انضمام شفتین ہو نہایت سخت غلطی ہے۔

کسرہ مشابہ فتحہ کے اور فتحہ مشابہ کسرہ کے حضرت مصنف'' نے یہ بات یہاں بھی فرمائی ہے اور آگے چل کر حرکات کی ادا کے بیان میں بھی یہ بات فرمائی ہے۔ لیکن یہ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حروف مفخمہ مکسورہ میں تفخیم میں اس قدر زیادتی نہ ہو کہ کسرہ مشابہ فتحہ کے ہو جائے۔ اس بات کا قرینہ یہ بھی ہے یہاں پر حروف مفخمہ کے ہی مراتب بیان ہو رہے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک ہی عبارت کو دو جگہ بیان کرنا تحصیل حاصل کے مترادف ہے۔

نیز اس باب میں یہ عبارت خاص حروف مفخمہ کے ساتھ ہی خاص ہے جبکہ آگے حرکات کی ادا کے بیان میں یہ عبارت عام ہے یعنی تمام حروف مفخمہ اور حروف مرققہ کو شامل ہے۔

الف اپنے ماقبل حرف کے تابع ہوتا ہے اگر الف سے پہلے حروف مرققہ میں سے کوئی حرف ہے تو باریک ہوگا اور اگر مفخم

حروف کے بعد آئے گا تو موٹا پڑھا جائے گا مگر یہاں بھی ضروری ہے کہ الف الف ہی رہے حروف مفخم کی وجہ سے ادائیگی خراب نہ ہونے پائے کہ سننے والے کو واؤ کی مانند محسوس ہو۔

فوائد مکیہ : تفخیم میں مراتب ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں کلمات مفخمہ میں مراتب بیان کیے ہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ متن کے اندر موجود ہے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے بعض مصنفین نے حروف مفخمہ کے مراتب بیان کئے ہیں جنکی ترتیب یہ ہے۔

سب سے زیادہ تفخیم لفظ اللہ کے لام میں ہوتی ہے اس کے بعد طاء اس کے بعد صاد اور ضاد ان کے بعد ظاء میں اس کے بعد قاف میں اس کے بعد غین اور خاء میں اور ان کے بعد راء میں ہوتی ہے۔

فوائد مکیہ : حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو تو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مثل طَالَ اس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو مثل اِنْطَلِقُوْا اس کے بعد مضموم مثل مُحِیْطٌ اس کے بعد مکسور مثل ظِلٍّ۔ قِرْطَاسٍ اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے مثل یَقْطَعُوْنَ۔ یُرْزَقُوْنَ۔ مِرْصَادًا۔

اب معلوم ہوا کہ حرف مفخم کے فتحہ کو مانند ضمہ کے اور اس کے مابعد کے الف کو مانند واؤ کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے ایسا ہی حرف مرقق کے فتحہ کو اسقدر مرقق کرنا کہ مانند امالہ صغریٰ کے ہو جائے یہ خلاف قاعدہ ہے یہ افراط و تفریط کلام عرب میں نہیں اہل عجم کا طریقہ ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حروف مفخمہ میں جو تفخیم کے مراتب کے ہیں وہ حرکات کی وجہ سے ہیں جو فتحہ میں چونکہ انفتاح فم ہے، جس کی وجہ سے حرف مفتوح کی صورت میں ایک خاص قسم کی وسعت ہوتی ہے۔ اور اگر حرف مفخم مفتوح کے بعد اگر الف ہو تو تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ جیسے مثال سے واضح ہے طَـــالَ اسی طرح اگر حرف مفخم مفتوح کے بعد الف نہ ہو تو اس کی تفخیم قدر کم ہوگی جیسے اِنْطَلِقُوْا اور ضمہ چونکہ انضمام شفتین سے ادا ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں یہ وسعت فتحہ کی نسبت کچھ کم ہوتی ہے اور اسی لیے اس کی تفخیم بھی بہ نسبت مفتوح کے کم ہوتی ہے جیسے مثال سے واضح ہے مُحِیْطٌ اور کسرہ میں چونکہ انخفاض ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آواز دبی ہوئی نکلتی ہے اس لیے مکسور کی تفخیم بھی سب سے کم ہوتی ہے جیسے ظِلٍّ۔ قِرْطَاسٍ وغیرہ

حروف مفخمہ مفتوحہ مابعد الف کی امثلہ:

اس طرح ساکن مفخم سے پہلے اگر فتحہ ہو تو اس میں تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوگی جیسے یَقْطَعُوْنَ اور ساکن مفخم سے پہلے اگر ضمہ ہو تو اس کی قدرے کم ہوگی جیسے یُرْزَقُوْنَ اور اسی طرح ساکن مفخم سے پہلے اگر کسرہ ہو۔ بہ نسبت ساکن مفخم ماقبل فتحہ یا ضمہ کے کم درجہ کی تفخیم ہوگی۔ جیسے مِرْصَادًا

حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

طاء	طَالَ — قِرْطَاسٍ —	غ	غَآئِبِیْنَ — بِغَافِلٍ —
ص	اَبْصَارِ — اَصَابِعَهُمْ —	خ	خَآئِفِیْنَ — خَآصَّةً —
ض	اَلضَّآلُّوْنَ — یُضَآرَّ —	ق	قَآئِمًا — قَالَ —
ظاء	ظَالِمٌ — تَظٰهَرَا —		

حروف مفخم مفتوح کی امثلہ:

طاء	مُطَّلِعُوْنَ — فَطَفِقَ	غ	غَیْرَ — غَلِیْظًا
ص	اَلصَّلٰوةَ — صَلْصَالٍ	خ	خَلَقَ — اَلْمُنْخَنِقَةُ
ض	ضَرَبَ اللّٰهُ — اَلضَّرَّآءِ	ق	فَلَقٍ — وَنُقَلِّبُ
ظاء	اَلْمُنْظَرِیْنَ — ظَلَمُوْنَا		

حروف مفخم مضموم کی امثلہ:

طاء	یَطُوْفُ — لَا مَقْطُوْعَةٍ	غ	اَلْغُرْفَةَ — غُرُوْرًا
ص	صَوَّرَكُمْ — اِنَّا لَنَنْصُرُ	خ	خُذُوْهُ — خُلُقٍ
ض	مَنْضُوْدٍ — بَعْضُهُمْ	ق	قُتِلَ — لَقُضِیَ
ظاء	اَلظُّلَّةِ — ظُلْمًا		

حروف مفخم مکسور کی امثلہ:

طاء	وَ الْقَنَاطِيْرِ – خَطِيْٓئٰتِهِمْ	غ	لِيَغِيْظَ وَ غِيْضَ الْمَآءُ
ص	عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ – بَصِيْرٌ	خ	نَخِيْلٍ – يُدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ
ض	لَقُضِيَ – عِضِيْنَ	ق	قِيْلَ – اَعْنَاقِهِمْ
ظاء	ظِلٍّ – وَ الْكٰظِمِيْنَ		

حروف مفخم ساکن ماقبل مفتوح، مضموم اور مکسور کی امثلہ:

طاء	مَطْلَعِ – يُطْعِمُ – اِطْعَامُ
ص	اَصْحٰبَ – الْمُصْلِحِيْنَ – اِصْلَاحًا
ض	فَلْيَضْحَكُوْا – وَ خُضْتُمْ – وَ رِضْوَانٌ
ظاء	يَظْلِمُوْنَ – وَ اغْلُظْ – وَعِظْهُمْ
غ	وَ اغْضُضْ – تُغْنِ – رَبِّ اغْفِرْلِيْ
خ	وَ يَخْلُدْ – يُخْرِجُ – اِخْرَاجُهُمْ
ق	يَقْطَعُوْنَ – الْمُقْتَسِمِيْنَ – اِقْرَاْ

حضرت مصنفؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مفخم حرف کے بعد الف کو اس طرح نہ پڑھے کہ وہ واؤ کی طرح ہو جائے اس کو علامہ جزریؒ کے صاحبزادے نے اپنی المقدمۃ الجزریہ کی شرح الحواشی المفہمہ میں بیان کیا ہے۔ ایسے ہی بے شمار اغلاط ہیں کہ طلباء کا جب سنا جاتا ہے تو معلوم ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسا حضرت مصنفؒ نے فرمایا یہ اہل عجم کا طریقہ ہے۔ تجوید کے مطابق پڑھنا بڑی محنت اور مشق سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کو اپنے اوپر اعتماد نہیں کر لینا چاہیے۔ اصل تعلیم مشائخ اور ماہرین سے سن کر تلقی استاذ سے علم حاصل کرنا ہے۔ صحیح پڑھنے کی صرف اور صرف ایک ہی قسم ہے مگر غلط پڑھنے کی بے شمار اقسام ہیں جو کہ اسقدر زیادہ ہے کہ جن کا تعین کرنا بھی ممکن نہیں۔ ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا قاری المقری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ تجوید میں خوبصورت پڑھنا یہ ہے کہ حروف اپنے مخارج سے صفات لازمہ و عارضہ

کے ساتھ بے تکلف اور بغیر کسی دشواری کے ادا ہوں- اور اگر کوئی شخص محنت اور تکلف کر کے اہتمام سے توصحیح پڑھ لیتا ہے مگر مشاق نہ ہونے کی وجہ سے بے خیالی میں اغلاط کرے تو وہ ابھی کامل نہیں ہوا- اور یہ کمال ادا کا درجہ حدر پڑھنے میں خاص طور پر معلوم ہوتا ہے-

اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ علامہ جزریؒ کے اس شعر کو طلباء اور اساتذہ ہمہ وقت ذہن میں رکھیں:

مُـکَـمِّـلًا مِّـنْ غَیْـرِ مَـا تَـکَـلُّفِ
بِـالـلُّـطْفِ فِـي النُّـطْقِ بِـلَا تَـعَسُّفِ

ترجمہ: اس حال میں کہ وہ قاری کامل ادا کرنے والا ہو جمیع صفات کو بغیر کسی تکلف کے عمدگی کے ساتھ نطق میں بلا زیادتی و کمی کے-

فوائد مکیہ :

دوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

شرح : نون ساکن جس پر کوئی حرکت نہ ہو جیسے مِـنْ – عَـنْ اور نون تنوین نون ساکنہ زائدہ جو کلمہ کے آخر میں لاحق ہوتا ہے اور اس کی علامت دوزبر دوزیر یا دوپیش ہیں- جیسے اَبَدًا – یَوْمٍ – عَابِدٌ وغیرہ

نون ساکن اور نون تنوین میں فرق:

نون ساکن اور نون تنوین میں بنیادی طور پر چار فرق ہیں-

(۱) نون ساکن لکھا جاتا ہے جیسے عَنْ – مِنْ وغیرہ اس سے دو کلمات مستثنٰی ہیں لَنَسْفَعًا اور وَلَیَکُوْنًا-
جبکہ نون تنوین لکھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ اس کی جگہ دو زبر- دو زیر اور دو پیش میں سے کوئی علامت لکھی جاتی ہے جیسے اَبَدًا – خَبِیْرٌ – مَآءً – بِمَآءٍ – وغیرہ- اس سے وَکَاَیِّنْ کلمہ مستثنٰی ہے اس میں نون تنوین لکھا ہوا ہے-

(۲) نون ساکن وقفاً و وصلاً پڑھا جاتا ہے- مثلاً اَوَلَمْ تُؤْمِنْ – وَمَنْ – سَاُنْزِلُ وغیرہ مگر نون تنوین صرف وصلاً پڑھا جاتا ہے مثلاً اَحَدٌ – کُلٌّ پڑھیں گے-

(۳) نون ساکن اسم فعل اور حرف تینوں پر آتا ہے مثلاً اَنْفُسِهِمْ – یَنْصُرُوْنَ – مِنْ وغیرہ- مگر نون تنوین

صرف اسم ہی میں آتی ہے جیسے عَذَابٌ -

(۴) نون ساکن کلمہ کے درمیان اور آخر میں آتا ہے مثلاً يَنْظُرُ اِلَيْکَ - يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ وغیرہ مگر نون تنوین ہمیشہ کلمہ کے آخر میں آتی ہے نَارٌ - بِبَاسِطٍ وغیرہ-

باوجود اس کے کہ نون ساکن اور نون تنوین میں یہ چار فرق ہیں مگر یہ فرق ہونے کے باوجود ان دونوں کے قواعد ایک ہی ہیں اس لیے کہ ان دونوں کی آوازیں ایک جیسی ہیں۔ نون ساکن وتنوین کے حضرت مصنفؒ نے چار قواعد بیان کئے ہیں بعض حضرات کے نزدیک تین قواعد ہیں اور بعض کے نزدیک پانچ ہیں تفصیل آگے آتی ہے۔

تنوین کی اقسام

تنوین کی نحویوں کے نزدیک آٹھ قسمیں ہیں۔ جن میں سے قرآن مجید میں چار پائی جاتی ہیں اور اسماء کے ساتھ خاص ہیں۔

(۱) تنوین تمکن جیسے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ، غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ، هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اور اسے تنوین تمکن اس لیے کہتے ہیں کہ اسم پر اعرابی حرکات کے امکان پر دال ہوتی ہے کیونکہ وہ اسم منصرف ہوتا ہے۔

(۲) تنوین مقابلہ جیسے مُسْلِمَاتٍ، مُؤْمِنَاتٍ کہ یہ تنوین مُسْلِمِيْنَ، مُؤْمِنِيْنَ کے نون کے مقابلہ میں آئی ہے۔

(۳) تنوین عوض جیسے مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ کہ غَوَاشٍ کی تنوین یاء محذوفہ کے عوض میں ہے اور جیسے اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ کی تنوین جملہ محذوفہ کے عوض میں ہے اصل میں ہے اَنْتُمْ حِيْنَ اِذْ بَلَغَتِ الرُّوْحُ الْحُلْقُوْمْ

(۴) تنوین تناسب جیسے سَلَاسِلًا وَّ اَغْلَالًا، سَلَاسِلَا غیر منصرف تھا اَغْلَالًا کی مناسبت سے تنوین دی گئی۔

چار قسمیں جو قرآن میں نہیں ہیں حسب ذیل ہیں:

(۱) تنوین تنکیر جیسے مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ وَ احمد اخر

(۲) تنوین صرف، یہ وہ تنوین ہوتی ہے جو ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف کرتے ہوئے لاتے ہیں جیسے ع

او الفـــامـكة مـن ورق الـحـمـی

(۳) تنوین ترنم، یہ تنوین قافیہ میں آتی ہے جیسے:

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَ الْعِتَابَا
وَقُوْلِی اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَا

(۴) تنوین غالی۔ جو قافیہ میں داخل ہوتی ہے اور معرف باللام پر آتی ہے جیسے:

وقائم الاعماق خاوی المخترق

اس کو غالی قلت وقوع کی وجہ سے کہتے ہیں۔

فوائد مکیہ : نون ساکن اور تنوین کے چار حال ہیں (۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء

شرح : حضرت مصنفؒ نے نون ساکن اور تنوین کے چار قواعد بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ بعض حضرات جیسے علامہ جعبریؒ نے تین قواعد بتائے ہیں یعنی اظہار۔ ادغام اور اخفاء انہوں نے اقلاب کو اخفاء میں ہی شامل فرمایا ہے۔ اور بعض نے اخفاء کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں (۱) اخفاء مع القلب (۲) اخفاء بغیر قلب اور بعض حضرات نے پانچ قواعد بتائے ہیں۔

(۱) اظہار (۲) ادغام مع الغنہ (۳) ادغام بلا غنہ (۴) اقلاب (۵) اخفاء

مگر چار والا مذہب علامہ جزری علیہ الرحمہ اور جمہور نے اختیار فرمایا ہے اور اسی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے بھی اسے بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

وَحُکْمُ تَنْوِیْنٍ وَّ نُوْنٍ یُّلْفٰی
اِظْهَارٌ اِدْغَامٌ وَّ قَلْبٌ اِخْفَا

ترجمہ: اور حکم نون ساکن اور نون تنوین کا پایا جاتا ہے اظہار۔ ادغام۔ اقلاب۔ اور اخفاء میں۔

علامہ جمزوریؒ نے یہ قواعد اس طرح بیان کیے ہیں:

لِلنُّوْنِ اِنْ تَسْکُنْ وَ لِلتَّنْوِیْنِ
اَرْبَعُ اَحْکَامٍ فَخُذْ تَبْیِیْنِیْ

ترجمہ: نون کے لیے اگر وہ ساکن ہو اور نون تنوین کے لیے چار احکام ہیں پس تو میرے بیان کو حاصل کر لے۔

فوائد مکیہ : حرف حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آئے تو اظہار ہوگا مثل یَنْعِقُ۔ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں اظہار کا قاعدہ بیان فرمایا ہے۔

اظہار کے معنی

اظہار کے لغوی معنی ظاہر کر کے پڑھنا ہے۔

اظہار کی تعریف

نون کو اس کے مخرج اصلی سے مع جمیع صفات کے بغیر غنہ کے ادا کرنا۔

اظہار کا قاعدہ

اگر نون ساکن یا نون تنوین کے بعد حروف حلقی میں سے کوئی حرف آ جائے تو وہاں اظہار ہوگا حروف حلقی یہ ہیں۔

ہمزہ۔ ھاء۔ عین۔ حاء۔ غین۔ خاء۔

علامہ شاطبیؒ اظہار کے قاعدے کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں:

وَعِنْدَ حُرُوْفِ الْحَلْقِ لِلْكُلِّ اُظْهِرَا

اَلَا هَاجَ حُكْمٌ عَمَّ خَالِيْهِ غُفَّلَا

ترجمہ: ''اور نون ساکن وتنوین حروف حلق کے نزدیک تمام قراء کے لئے ظاہر کر کے پڑھے گئے ہیں اور حروف حلق یہ ہیں (سنو موت ایک ایسا حکم عام ہے کہ ہیجان میں ڈالا ہے اس نے اپنی زد میں آنے والوں کو حالانکہ وہ غافل ہیں۔)ء۔ ھ۔ ح۔ ع۔ خ۔ غ''

اور علامہ جزریؒ نے اظہار کے قاعدے کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَعِنْدَ حَرْفِ الْحَلْقِ اَظْهِرْ ـــــ

ترجمہ: ''پس تو نزدیک حرف حلقی کے اظہار کر۔''

اور علامہ جمزوریؒ اظہار کے قاعدہ کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

فَالْاَوَّلُ الْاِظْهَارُ قَبْلَ الْاَحْرُفِ
لِلْحَلْقِ سِتٌّ رُتِّبَتْ فَلْتُعْرَفِ
هَمْزٌ فَهَاءٌ ثُمَّ عَيْنٌ حَاءٌ
مُهْمَلَتَانِ ثُمَّ غَيْنٌ خَاءٌ

ترجمہ: ''پہلا حکم اظہار ہے حروف حلقیہ سے پہلے وہ حروف چھ ہیں جن کو ترتیب وار بیان کیا جاتا ہے چاہیے کہ انہیں جان لیا جائے۔ ہمزہ۔ ھاء۔ عین حاء بغیر نقطہ پھر غین خاء۔''

اظہار کرنے کی توجیہ

نون ساکن وتنوین میں اظہار کرنے کی توجیہ یہ ہے کہ نون کے مخرج اور حروف حلقی کے مخرج میں بعد پایا جاتا ہے بہ نسبت دوسرے حرفوں کے مخرج کے اس لئے اظہار کرنے سے خفت حاصل ہوتی ہے۔

حروف حلقی کے جن حروف کا مخرج نون کے مخرج سے جتنا دور ہوگا اتنا ہی اعلیٰ قسم کا اظہار ہوگا۔ اور اس سے کم میں اوسط درجہ کا اظہار ہوگا اور اس سے کم ادنیٰ درجہ کا اظہار ہوگا۔ نون کے مخرج اور ہمزہ وھاء کے مخرج میں چونکہ بہت زیادہ بعد ہے لہٰذا ان میں اظہار اعلیٰ قسم کا ہوگا اور عین وحاء میں ہمزہ اور ھاء کی نسبت کم بعد ہے اس لئے اوسط درجہ کا اظہار ہوگا جبکہ غین اور خاء میں ان سے بھی کم درجہ کا بعد ہے لہٰذا ادنیٰ درجہ کا اظہار ہوگا۔

نون کے قواعد میں اظہار اصل ہے اس لئے کہ یہ وقفاً وصلاً کیا جاتا ہے جیسے مِنْ عَيْنٍ کہ اگر مِنْ پر وقف کر دیا جائے تب بھی اظہار ہوگا اور وصلاً بھی اظہار ہے۔ بخلاف اخفاء۔ اقلاب یا ادغام کے کہ وہ صرف وصلاً ہوتے ہیں وقفاً نہیں کیونکہ یہ حروف کے محتاج ہوتے ہیں۔

اظہار کی مثالیں

حروف اظہار	نون ساکن اظہار کی ایک کلمہ کی مثال	دو کلمے کی مثالیں	مفتوح منون کی مثالیں	مکسور منون کی مثالیں	مضموم منون کی مثالیں
ء	یَنْئَوْنَ	مَنْ اٰمَنَ	بَغْتَةً اَوْجَهْرَةً	قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ	عَذَابٌ اَلِیْمٌ
ه	مِنْهَا	مِنْ هَارٍ	مَنْسَكًا هُمْ	قَرْنٍ هُمْ	اَفَسِحْرٌ هٰذَا

ع	اَنۡعَمَ اللّٰہُ	مِنۡ عَلَقٍ	بَکَرَۃٌ عَذَابٌ	قَوۡمٍ عَسٰی	شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ
ح	وَانۡحَرۡ	اِنۡ حَکَمۡتُمۡ	قَرۡضًا حَسَنًا	اَوَّابٍ حَفِیۡظٍ	عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ
غ	فَسَیُنۡغِضُوۡنَ	مِنۡ غَیۡرِ کُمۡ	قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ	قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتۡ	اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ
خ	وَالۡمُنۡخَنِقَۃُ	مِنۡ خِلَافٍ	نَارًا خَالِدًا	کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ	عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ

فوائد مکیہ : جب نون ساکن اور تنوین کے بعد یَرۡمَلُوۡن کے حروف سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ نون ساکن اور تنوین کے دوسرے قاعدہ ادغام کا بیان فرمارہے ہیں۔ ادغام کو اظہار کے بعد اس لیے بیان کیا ہے کہ ادغام اظہار کی ضد ہے۔

ادغام کے معنی

ادغام کے لغوی معنی ادخال یعنی داخل کرنے کے ہیں۔

ادغام کی تعریف

پہلے حرف کو دوسرے حرف میں داخل کر کے اس طرح پڑھنا کہ دونوں ایک ساتھ مشدد ادا ہوں پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔ جیسے قُلۡ رَّبِّ۔

ادغام کا قاعدہ

اگر نون ساکن و تنوین کے بعد حروف یَرۡمَلُوۡنَ میں سے کوئی حرف آ جائے تو وہاں ادغام ہوگا۔

فوائد مکیہ : مگر لام اور راء میں ادغام بلا غنہ ہوگا۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ ادغام کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔ ادغام کی دو اقسام ہیں:

(۱) ادغام بلا غنہ (۲) ادغام بالغنہ

(۱) ادغام بلاغنہ

نون ساکن وتنوین کے بعد اگر لام اور راء میں سے کوئی حرف آ جائے تو ادغام بلاغنہ ہوگا یعنی مدغم کی کوئی صفت باقی نہیں رہے گی اسے ادغام تام بھی کہتے ہیں جیسے مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ مِنْ لَّدُنْهُ وغیرہ۔

نوٹ: فراء کے نزدیک نون کا راء اور لام میں ادغام متجانسین تام اور خلیل اور سیبویہؒ کے نزدیک ادغام متقاربین تام ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے لام اور راء کا ادغام اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَكُلُّهُمُ التَّنْوِيْنَ وَالنُّوْنَ اَدْغَمُوْا

بِلَاغُنَّةٍ فِي اللَّامِ وَالرَّا لِيَجْمَلَا

ترجمہ: "تمام قراء نے تنوین اور نون ساکنہ کا ادغام بلاغنہ کیا ہے لام اور راء میں تاکہ ادغام خوبصورت معلوم ہو۔"

اور علامہ جزریؒ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

---------- وَ اَدْغِمْ

فِي اللَّامِ وَالرَّا لَا بِغُنَّةٍ لَّزِمْ

ترجمہ: "اور ادغام کر لام اور راء میں جو کہ غنہ کے ساتھ ضروری نہیں ہے۔"

علامہ جمزوریؒ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَالثَّانِ اِدْغَامٌ بِسِتَّةٍ اَتَتْ

فِيْ يَرْمَلُوْنَ عِنْدَهُمْ قَدْ ثَبَتَتْ

ترجمہ: "اور دوسرا حکم ادغام ہے چھ حرفوں میں جو لفظ يَرْمَلُوْنَ میں آ گئے ہیں اور تمام قاریوں کے یہاں ثابت ہیں۔"

اور لام وراء کے ادغام بلاغنہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَالثَّانِ اِدْغَامٌ بِغَيْرِ غُنَّهْ

فِي اللَّامِ وَالرَّا ثُمَّ كَرِّرَنَّهْ

ترجمہ: "اور دوسری قسم بغیر غنہ ہے جو لام اور راء میں ہوتا ہے اور راء میں صفت تکریر بھی ادا کرو۔"

نوٹ: ادغام تام اور ادغام ناقص کی تعریفات اور تمام امثلہ باب الادغام میں تفصیل سے بیان ہوں گی۔

نون ساکن وتنوین کی لام وراء میں ادغام بلاغنہ کی مثالیں:

مِنْ رَّبِّهِمْ - مِنْ لَّدُنْكَ - اَبَدًا رَّضِيَ اللّٰهُ - مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ - عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ - رَجُلٌ رَّشِيْدٌ - عِبْرَةً لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

(۲) ادغام بالغنہ:

ادغام کی دوسری قسم ادغام بالغنہ ہے۔ اس کی تعریف اس طرح ہے:

''ایسا ادغام کہ جہاں ادغام بھی ہو اور اس میں غنہ بھی ہو۔''

نون ساکن وتنوین کے بعد اگر حرف يَنْمُوْ میں سے کوئی حرف آ جائے تو ادغام بالغنہ ہوگا یعنی مدغم کی صفت غنہ باقی رہے گی جیسے مَنْ يَّقُوْلُ - مِنْ وَّالٍ وغیرہ۔'' اس کو ادغام ناقص کہتے ہیں، نون کا یاء اور واؤ میں ادغام ناقص ہو گا جبکہ نون کا نون میں ادغام تام ہوتا ہے جیسے مَنْ نَّشَآءُ اور نون کا میم میں مختلف فیہ ہے بعض اسے تام اور بعض ناقص کہتے ہیں۔

علامہ شاطبیؒ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَكُلٌّ بِيَنْمُوْا اَدْغَمُوْا مَعْ غُنَّةٍ

ترجمہ: اور تمام قراء نے يَنْمُوْ کے حروف میں ادغام کیا ہے غنہ کے ساتھ۔

علامہ جزریؒ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَ اَدْغِمَنْ بِغُنَّةٍ فِيْ يُوْمِنْ

ترجمہ: اور ضرور نون کا ادغام کر غنہ کے ساتھ يُوْمِنْ کے چار حروف میں۔

علامہ جمزوری نے ادغام بالغنہ کو ایسے بیان کیا ہے ؎

لٰكِنَّهَا قِسْمَانِ قِسْمٌ يُّدْغَمَا

فِيْهِ بِغُنَّةٍ بِيَنْمُوْ عُلِمَا

ترجمہ: لیکن ان چھ حروف کی دو اقسام ہیں ایک قسم وہ ہے جس میں یہ دونوں نون ساکن وتنوین غنہ کے ساتھ مدغم ہوتے ہیں جو **ینمو** کے مجموعہ کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔

فوائد مکیہ : اور ادغام بالغنہ بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے مگر نون ساکن میں شرط ہے کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہے یعنی مرسوم نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں۔

حضرت مصنفؒ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر نون مقطوع یعنی مرسوم ہو یعنی نون لکھا ہوا ہو تو ادغام مع الغنہ ہوگا اور اگر ادغام کی وجہ سے نون نہیں لکھا ہوا ہے تو ادغام بلا غنہ یعنی ادغام تام ہوگا جیسے کلمہ اَنْ لَّآ اس میں غنہ جائز ہے کیونکہ نون مرسوم ہے۔ اور اگر اَلَّآ لکھا ہوا ہے تو غنہ جائز نہیں اس لئے کہ نون مرسوم نہیں ہے۔ غنہ نون کی ذاتی صفت ہے اور اگر نون کا وجود ہوگا تو صفت غنہ بھی ہوگی اور اگر نون ہی موجود نہ ہو تو صفت کہاں سے ہوگی۔

علامہ جزریؒ نے نون ساکن وتنوین کا ادغام لام وراء میں طیبۃ النشر میں اس طرح بیان کیا ہے:

وَادْغِمْ بِلَا غُنَّةٍ فِي لَامٍ وَّ رَا

وَهِيَ لِغَيْرِ صُحْبَةٍ اَيْضًا تُرٰى

ترجمہ: اور نون ساکن اور تنوین کا لام ورا میں ادغام بلا غنہ کرو کل قراء کے لیے۔ مگر نافع۔ ابوجعفر۔ مکی۔ ابوعمرو بصری۔ یعقوب حضرمی۔ شامی اور حفص کے لیے لام ورا میں ادغام غنہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔

مقطوع یعنی مرسوم کی جو شرط ہے وہ طیبۃ النشر میں نہیں ہے بلکہ النشر فی القراءات العشر میں بیان کی ہے۔

اَطْلَقَ مَنْ ذَهَبَ إِلَى الْغُنَّةِ فِي اللَّامِ وَعَمَّمَ كُلَّ مَوْضِعٍ وَ يَنْبَغِيْ تَقْيِيْدُهٗ بِمَا إِذَا كَانَ مُنْفَصِلًا رَسْمًا نَحْوَ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا، أَنْ لَّا يَقُوْلُوْا) وَمَا كَانَ مِثْلُهٗ مِمَّا ثَبَتَتِ النُّوْنُ فِيْهِ أَمَّا إِذَا كَانَ مُنْفَصِلًا رَسْمًا نَحْوُ (فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ، فِيْ هُوْدَ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ فِي الْكَهْفِ وَ نَحْوُهٗ مِمَّا حُذِفَتْ مِنْهُ النُّوْنُ فَإِنَّهٗ لَا غُنَّةَ فِيْهِ لِمُخَالَفَةِ الرَّسْمِ فِيْ ذٰلِكَ وَ هٰذَا اِخْتِيَارُ الْحَافِظِ أَبِيْ عَمْرٍو الدَّانِيْ وَغَيْرُهٗ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ قَالَ فِيْ جَامِعِ الْبَيَانِ وَ اخْتَارَ فِيْ مَذْهَبِ مَنْ يُبْقِي الْغُنَّةَ مَعَ الْإِدْغَامِ عِنْدَ اللَّامِ أَلَّا يُبْقِيَهَا إِذَا عُدِمَ رَسْمُ النُّوْنِ فِي الْخَطِّ لِأَنَّ ذٰلِكَ

يُؤَدِّيْ إِلَى مُخَالَفَتِهِ لِلَفْظِهِ بِنُوْنٍ لَيْسَتْ فِي الْكِتَابِ قَالَ وَ ذٰلِكَ فِيْ قَوْلِهِ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فِيْ هُوْدَ وَ فِيْ قَوْلِهِ أَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا فِي الْكَهْفِ وَ أَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهُ فِي الْقِيَامَةِ قَالَ وَ كَذٰلِكَ أَلَّا تَعُوْلُوْا- أَلَّا يَسْجُدُوْا- أَلَّا تَطْغَوْا وَمَا أَشْبَهَهُ مِمَّا لَمْ تُرْسَمْ فِيْهِ النُّوْنُ وَ ذٰلِكَ عَلٰى لُغَةِ مَنْ تَرَكَ الْغُنَّةَ وَلَمْ يَبْقَ لِلنُّوْنِ أَثَرًا قَالَ وَ جُمْلَةُ الْمَرْسُوْمِ ذٰلِكَ بِالنُّوْنِ فِيْمَا حَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ الْكَاتِبُ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ الْأَنْبَارِيْ عَنْ أَئِمَّتِهِ عَشْرَةَ مَوَاضِعَ أَوَّلُهَا فِي الْأَعْرَافِ أَنْ لَا أَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ- وَ أَنْ لَّا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ وَفِي التَّوْبَةِ أَلَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ وَفِيْ هُوْدَ وَأَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ- وَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا اللّٰهَ فِيْ قِصَّةِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ- وَفِي الْحَجِّ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَفِيْ يٰسٓ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ وَفِي الدُّخَانِ وَ أَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ وَفِي الْمُمْتَحِنَةِ عَلٰى أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَ فِيْ نٓ وَالْقَلَمِ عَلٰى أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ قَالَ وَ اخْتَلَفَتِ الْمَصَاحِفُ فِيْ قَوْلِهِ فِي الْأَنْبِيَاءِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ قَالَ وَ قَرَأْتُ الْبَابَ كُلَّهُ الْمَرْسُوْمُ مِنْهُ بِالنُّوْنِ وَ الْمَرْسُوْمُ بِغَيْرِ نُوْنٍ بِبَيَانِ الْغُنَّةِ وَ إِلَى الْأَوَّلِ أَذْهَبُ (قُلْتُ) وَ كَذَا قَرَأْتُ أَنَا عَلٰى بَعْضِ شُيُوْخِيْ بِالْغُنَّةِ وَلَا آخُذُ بِهِ غَالِبًا وَيُمْكِنُ أَنْ يُّجَابَ عَنْ إِطْلَاقِهِمْ بِأَنَّهُمْ إِنَّمَا أَطْلَقُوْا إِدْغَامَ النُّوْنِ بِغُنَّةٍ وَّلَا نُوْنَ فِي الْمُتَّصِلِ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ- (النشر فی القراءات العشر ج۲ صفحہ ۲۸۔۲۹)

(ترجمہ) لام میں ادغام مع الغنہ کرنے والے حضرات اپنے اس مذہب کو مطلق اور ہر مقام میں عام رکھا ہے۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو اس صورت کے ساتھ مقید و مخصوص اور مشروط کیا جائے جس میں نون رسماً منفصل و مقطوع اور مرسوم ہو جیسے فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا- أَنْ لَّا يَقُوْلُوْا اور ان کے مثل وہ کلمات جن میں نون رسماً ثابت ہو۔ رہے وہ مواقع کلمات جن میں نون رسماً متصل و موصول اور غیر مرسوم ہو جیسے فَإِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ (ہود) اور أَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ (الکہف) اور ان کے مانند دیگر کلمات جن میں نون رسماً محذوف ہو سوان میں بالاتفاق غنہ نہیں (بلکہ باجماع نون کا ادغام لام میں تام ہی ہے) اس لیے کہ غنہ میں رسم کی مخالفت لازم آتی ہے۔

حافظ ابوعمرو دانی وغیرہ محققین کا پسندیدہ مذہب یہی ہے۔ چنانچہ علامہ دانی ''جامع البیان'' میں فرماتے ہیں جو حضرات لام میں نون کے ادغام کے ساتھ غنہ باقی رکھتے ہیں۔ ان کے مذہب کی رو سے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس صورت میں غنہ کو باقی نہ رکھیں جب کتابت میں نون کی رسم و شکل ثابت نہ ہو۔ کیونکہ غیر مرسوم ہونے کی صورت میں غنہ کرنے سے رسم عثمانی کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ اس لیے کہ قاری ایک ایسے نون کا تلفظ کرے گا جو کتابت میں موجود نہیں ہے۔ غیر مرسوم نون کی مثالیں یہ ہیں:

(۱) فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ (ہود) (۲) أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا (الکھف) (۳) أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ (القيمة) (۴) اسی طرح أَلَّا تَعُولُوا (۵) أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ (۶) أَلَّا تَطْغَوْا

ان کے مشابہ ان دوسرے کلمات کا حکم بھی یہی ہے جن میں نون رسماً لکھا ہوا نہیں پس ان میں ادغام مع الغنہ نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں رسماً نون کا حذف ان حضرات کے لغت کی بنا پر ہے جو غنہ ترک کرتے ہیں اور نون کا ذرا بھی اثر باقی نہیں رکھتے۔

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں محمد علی الکاتب نے ابوبکر بن الانباری کے ذریعہ ائمہ رسم سے نقل کر کے ہمیں جو بیان کیا ہے اس کی رو سے أَلَّا کے وہ مواقع جو نون کے ساتھ مرسوم ہیں دس جگہ ہیں۔ ذیل میں ہم ان کو بیان کرتے ہیں: (۱-۲) أَنْ لَّا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ - أَنْ لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ دونوں (الاعراف) (۳) أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ (التوبہ) (۴-۵) وَ أَنْ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ - اور أَنْ لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ (ہودؑ) دوسرا والا جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بیان ہوا ہے۔ (۶) أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا (الحج) (۷) أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَٰنَ (يٰسٓ) (۸) وَ أَنْ لَّا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ (الدخان) (۹) عَلَىٰٓ أَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا (الممتحنہ) (۱۰) أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ (نٓ وَالْقَلَمْ) جبکہ سورۃ الانبیاء میں جو أَنْ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنْتَ آ رہا ہے اس میں مصاحف کا اختلاف ہے۔ کہ بعض میں موصول اور بعض میں مقطوع ہے اور آج کل عمل قطع پر ہے۔ علامہ دانیؒ فرماتے ہیں اور میں نے اس باب میں سے نون کے ساتھ لکھے ہوئے اور بغیر نون کے لکھے ہوئے کلمات یعنی پورے باب کو ادغام مع الغنہ کے ساتھ پڑھا تو ضرور ہے لیکن میرا اصل مذہب ادغام بلا غنہ ہی ہے۔

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اسی طرح میں نے بھی اپنے بعض اساتذہ سے غنہ کے ساتھ ان مواقع کو پڑھا ہے لیکن اکثر و بیشتر اسے اخذ نہیں کرتا ہوں۔ باقی ان اہل اداء نے جو علی الاطلاق اور بغیر کسی قید و خصوصیت کے ہر جگہ غنہ بتا

دیا ہے۔اس کا جواب یہ دینا ممکن ہے کہ انھوں نے ادغام مع الغنہ والا اطلاق وعمومی قول نون کے متعلق اختیار کیا ہے۔اور ظاہر ہے کہ متصل کلمات میں نون موجود نہیں۔

ایک علمی اشکال اور اس کا جواب:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرمار ہے ہیں''نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو۔''

یہ شرط صرف نون ساکن میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ لگا رہے ہیں کیونکہ نون تنوین تو ہمیشہ غیر مرسوم ہوتا ہے اور یہ شرط اس لیے لگائی ہے کہ ادغام بالغنہ میں نون کی صفت غنہ باقی رہے گی جو ذات نون پر دلالت کرے گی لہٰذا نون کا رسماً موجود ہونا ضروری تھا تا کہ مطابقت رہے لیکن اس توجیہ پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تنوین کا ادغام مع الغنہ بھی ثابت ہے مگر وہاں بھی ذات نون رسماً موجود نہیں ہے تو نون تنوین کا ادغام مع الغنہ کیوں ہے؟

اس اعتراض کا جواب علامہ جزری النشر جلد۲ ص ۱۵۹ پر اس طرح دیتے ہیں کہ ان مذکورہ بالا دس مواقع میں رسماً نون کے بغیر ایک لام ہی سے لکھا گیا ہے اور اس طرح لکھنے کا مقصد اہل رسم کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ ادغام سے موصول کلمے کی تحقیق و پختگی ہو جائے اور جو حضرات ان کلمات میں نون ساکنہ کا لام اور راء میں ادغام مع الغنہ روایت کرتے ہیں وہ بھی ان مذکورہ دس مواقع پر صرف ادغام بلاغنہ ہی کو مختار و پسندیدہ قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے تا کہ اتباع رسم پر مکمل طور پر عمل ہو جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جمہور کے نزدیک ادغام بلاغنہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک ادغام مع الغنہ ہے۔اور دونوں قراءات صحیح اور معمول بہا ہیں۔جیسے:

مِنْ لَّدُنَّا– مَنْ رَّاقٍ– مِنْ لَّبَنٍ– مِنْ رَّسُوْلٍ– مِنْ رَّحِيْقٍ– عَنْ رَّبِّهِمْ–

نوٹ: حضرت مصنفؒ نے یہاں لام اور راء میں دو مذہب بیان کئے ہیں کہ ان دونوں حروف میں ادغام بلاغنہ بھی جائز ہے اور ادغام بالغنہ بھی تو یاد رہے کہ روایت حفص کے دو طریق ہیں:

(۱) بطریق شاطبیؒ (۲) بطریق جزریؒ

بطریق شاطبیؒ میں لام اور راء میں صرف ادغام بلاغنہ ہی ہے۔جبکہ بطریق جزری میں لام وراء میں ادغام بلاغنہ اور ادغام بالغنہ دونوں مذہب ہیں جیسا کہ ہم اوپر مفصل بحث کر کے بھی آئے ہیں۔

یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بطریق شاطبیؒ لام وراء میں صرف ادغام بلاغنہ ہے اگر بطریق شاطبیؒ ادغام

بالغنہ لام وراء میں کیا گیا تو یہ خلط فی الطرق ہوگا جو صحیح نہیں۔ ہاں بطریق جزری ؒ ادغام بالغنہ اور بلاغنہ دونوں پڑھنے صحیح ہیں۔

فوائد مکیہ : باقی حروف میں بالغنہ ہوگا مثل مَنْ یَّقُوْلُ - مِنْ وَّالٍ - هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ - مِنْ رَّبِّهِمْ -

حضرت مصنف ؒ نون ساکن وتنوین کے ادغام کا بیان مکمل فرمانے کے بعد مطلقاً امثلہ بیان فرمارہے ہیں جس میں ادغام بالغنہ اور ادغام بلاغنہ دونوں شامل ہیں ذیل میں ہم نون ساکن وتنوین کا حروف یَرْمَلُوْن کے ادغام کی امثلہ جدول کی صورت میں پیش کررہے ہیں۔

نون ساکن وتنوین کا ادغام (حروف یرملون)

نمبر شمار	حرف	نون ساکن کا ادغام	دو زبر کی تنوین کا ادغام	دو زیر کی تنوین کا ادغام	دو پیش کی تنوین کا ادغام
١	ی	فَمَنْ يَّكْفُرْ	لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ	بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖ	اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ
٢	و	مِنْ وَّالٍ	ظُلْمًا وَّ زُوْرًا	وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ	اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا
٣	م	مِنْ مَّآءٍ	خَيْرًا مِّنْهُمْ	نَذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ	سِحْرٌ مُّبِيْنٌ
٤	ن	مَنْ نَّشَآءُ	سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ	اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ	طَلْعٌ نَّضِيْدٌ
٥	ل	مِنْ لَّدُنْهُ	هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ	بِسِقْتٍ لَّهَا	حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ
٦	ر	مِنْ رَّبِّهِمْ	اَخْذَةً رَّابِيَةً	ثَمَرَةٍ رِّزْقًا	تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ

ادغام کی توجیہ

ادغام کی توجیہ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین اور حروف یَرْمَلُوْن میں قرب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ادغام کیا جاتا ہے لام - راء اور نون میں زیادہ قرب ہونے کی وجہ سے ادغام تام ہوتا ہے جبکہ واؤ اور یاء میں اتنا قرب نہیں ہے اس لئے ان

میں ادغام ناقص ہوتا ہے۔

فوائد مکیہ : چار لفظ یعنی دُنْیَا – قِنْوَانٌ – بُنْیَانٌ – صِنْوَانٌ – ان میں ادغام نہ ہوگا – اظہار ہو گا۔

شرح : نون ساکن وتنوین کے ادغام کے لیے یہ شرط بیان کی گئی تھی کہ نون پہلے کلمہ کے آخر میں اور مدغم فیہ حرف دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو لیکن اگر یہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام نہ ہوگا بلکہ اظہار ہوگا اس قسم کے چار کلمات حضرت مصنف ؒ نے بیان فرمائے یعنی

(۱) دُنْیَا (۲) قِنْوَانٌ (۳) بُنْیَانٌ (۴) صِنْوَانٌ

بُنْیَانٌ کے ذیل میں بُنْیَانُهُمْ کا کلمہ بھی آ جائے گا۔ یاد رہے کہ قرآن میں بس یہی کلمات آئیں ہیں۔

اس اظہار کو اظہار مطلق کہتے ہیں اور اسے اظہار مطلق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مطلق کا مقابل مقید ہوتا ہے نون ساکن وتنوین کا اظہار جو حروف حلقی میں ہوتا ہے اس کا نام اظہار حلقی کے علاوہ حقیقی بھی ہے۔ تو یہ اظہار مطلق اظہار حقیقی کا مقابل ہے۔ نیز اظہار شفوی میم کی ایک خاص حالت کا نام ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے وہ باعتبار محل کے ہے یعنی اظہار کا محل شفتان ہے۔

علامہ شاطبیؒ اسے اس طرح بیان فرما رہے ہیں ؎

وَعِنْدَهُمَا لِلْكُلِّ اَظْهِرْ بِكِلْمَةٍ
مَخَافَةَ اَشْبَاهِ الْمُضَاعَفِ اَثْقَلَا

ترجمہ: ''اور جب نون ساکنہ واؤ یا یاء کے ساتھ ایک کلمہ ہو تو تمام قراء کے لئے اس نون ساکنہ کو ظاہر کر کے پڑھ کیونکہ خوف ہے ادغام کی صورت میں مضاعف مشدد کے مشابہ الفاظ میں سے ہو جانے کا۔''

مضاعف:

وہ کلمہ ہے جس میں دو حروف ایک جنس کے ہوں اگر عین اور لام کلمہ ایک جنس کے ہوں تو مضاعف ثلاثی کہلائے گا جیسے مَدَّ وَ سَبَّ اگر ف ولام اول اور عین ولام ثانی ایک جنس کے ہوں تو مضاعف رباعی کہلائے گا جیسے زَلْزَلَةٌ۔

علامہ جزریؒ نے اسے یوں بیان فرمایا ہے ؎

اِلَّا بِکِلْمَۃٍ کَدُنْیَا عَنْوَنُوْا

ترجمہ: "مگر ایک کلمہ میں ادغام نہیں ہوگا جیسے دُنْیَا عَنْوَنُوْا۔

نوٹ: عَنْوَنُوْا سے قِنْوَانٌ۔ صِنْوَانٌ اور بُنْیَانٌ مراد ہیں۔

اور علامہ جزریؒ نے اسے اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

اِلَّا اِذَا کَانَا بِکِلْمَۃٍ فَلَا

تُدْغِمْ کَدُنْیَا ثُمَّ صِنْوَانٍ تَلَا

ترجمہ: "لیکن جس وقت وہ نون ساکن اور یَنْمُوْ کا حرف ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام مت کرو جیسے دُنْیَا اور صِنْوَانٌ بھی اسی کے ذیل میں ہیں۔"

فوائد مکیہ : اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد باء آئے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر اخفاء مع الغنہ کریں گے مثل مِنْ بَعْدِ۔ صُمٌّ بُکْمٌ۔

شرح : یہاں سے نون ساکن اور تنوین کی تیسری حالت اقلاب کا قاعدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

اقلاب کے معنی

اقلاب کے لغوی معنی بدلنے کے ہیں۔ دراصل قَلْبٌ کے معنی بدلنا ہے اور قَلْبٌ دل کو بھی کہتے ہیں دل کو قَلْبٌ کہنے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں ہر لمحہ دھڑکنے سے تبدیلی آتی رہتی ہے یعنی وہ ہر وقت اپنی کیفیت بدلتا رہتا ہے۔

اقلاب کی تعریف

نون ساکن اور تنوین کو میم ساکن سے بدل کر غنہ کے ساتھ ادا کرنا اسے قلب یا اقلاب کہتے ہیں۔

اقلاب کا قاعدہ

نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر باء آجائے خواہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمات میں تو وہاں نون کو میم سے بدل کر اخفاء کریں گے جیسے حضرت مصنفؒ نے مثالیں دی ہیں مِنْ بَعْدِ۔ صُمٌّ بُکْمٌ وغیرہ۔

علامہ شاطبیؒ اقلاب کے متعلق فرماتے ہیں ؎

وَقَلْبُهُمَا مِیْمًا لَدَی الْبَا ------

ترجمہ:"اور نون ساکنہ وتنوین بدلا جاتا ہے میم سے نزدیک باء کے۔"

اور علامہ جزریؒ اقلاب کو المقدمۃ الجزریۃ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں

وَالْقَلْبُ عِنْدَ الْبَا بِغُنَّةٍ كَذَا

ترجمہ:"اور اقلاب نزدیک باء کے غنہ کے ساتھ۔"

اور طیبۃ النشر میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وَاقْلِبْهُمَا مَعْ غُنَّةٍ مِيمًا بِبَا

ترجمہ: "اور باء سے پہلے ان دونوں نون ساکن وتنوین کو میم سے مع الغنہ بدل دو۔"

اور علامہ جمزوریؒ نے اس طرح بیان کیا ہے

وَالثَّالِثُ الْإِقْلَابُ عِنْدَ الْبَاءِ

مِيمًا بِغُنَّةٍ مَّعَ الْإِخْفَاءِ

ترجمہ:"اور تیسرا حکم نون ساکن اور تنوین کے بعد باء ہونے کے وقت اقلاب ہے جو بدلتا ہے نون ساکن اور تنوین کو میم سے غنہ کے ساتھ ساتھ ہی میم میں اخفاء بھی ہوگا۔"

نوٹ: یہاں اقلاب کے ساتھ غنہ کی قید اس لیے لگائی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بدلنے کے بعد اظہار ہوگا حالانکہ اظہار نہیں بلکہ اخفاء ہوگا۔

میم منقلبہ عن النون اور اصلی میم کے اخفاء کے طریقہ ادائیگی میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ میم منقلبہ عن النون میں اخفاء واجب ہے اور میم اصلی میں اخفاء جائز ہے۔ یعنی اس میں اظہار بھی جائز ہے میم منقلبہ عن النون میں کسی کے لئے بھی اظہار جائز نہیں ہے۔

اقلاب کی مثالیں

نون ساکن وتنوین میں اقلاب

نون ساکن کے بعد اقلاب ایک کلمہ میں	نون ساکن کے بعد اقلاب دوسرے کلمہ میں
اَنۢبِئُوْنِيْ – اَنۢبَتَتْ	مِنۢ بَعْدِ – مِنۢ بَيْنِ

دو زبر کی تنوین کے بعد اقلاب	دو زیر کی تنوین کے بعد اقلاب	دو پیش کی تنوین کے بعد اقلاب
قَوْمًا م بُوْرًا	حَدِیْثٍ م بَعْدَہٗ	صُمٌّ م بُکْمٌ

اقلاب کی توجیہ

اقلاب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نون میں غنہ کا تلفظ اطباق شفتین کے ساتھ ثقل سے خالی نہیں ہے اور ادغام بھی نہیں ہو سکتا کہ نون اور باء کے مخرج کی نوعیت مختلف ہے دونوں میں کوئی تناسب نہیں لہٰذا درمیانی حالت اخفاء کو اختیار کیا گیا اور اخفاء کے لئے نون کو میم سے بدلا اس لئے کہ نون میم میں غنہ مشترک ہے اور باء اور میم کا مخرج ایک ہے اس لئے نون کو میم سے بدل کر اخفاء سے پڑھا گیا ہے۔

میم منقلبہ عن النون میں صرف اخفاء ہی اخفاء ہوگا جب کہ میم ساکنہ میں عند الباء اخفاء و اظہار دونوں جائز ہیں اس کی وضاحت ہم پیچھے کر کے آ چکے ہیں۔

فوائد مکیه : باقی پندرہ حرفوں میں اخفاء مع الغنہ ہوگا مثل تُنْفِقُوْنَ — اَنْدَادًا وغیرہ کے۔

شرح : یہاں سے نون ساکن و تنوین کے چوتھے قاعدے اخفاء کا بیان شروع کیا ہے۔

اخفاء کے معنی

اخفاء کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔

اخفاء کی تعریف

اظہار اور ادغام کے درمیان پڑھنے کو اخفاء کہتے ہیں۔

اخفاء کا قاعدہ

نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف حلقی، حروف یَرْمَلُوْن اور باء کے علاوہ کوئی حرف آ جائے تو وہاں اخفاء ہوگا۔

حروف اخفاء پندرہ ہیں جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) ت — (۲) ث — (۳) ج — (۴) د — (۵) ذ — (۶) ز — (۷) س — (۸) ش —

(۹) ص – (۱۰) ض – (۱۱) ط – (۱۲) ظ – (۱۳) ف – (۱۴) ق – (۱۵) ك –

علامہ شاطبیؒ نے اخفاء کا قاعدہ اسطرح بیان فرمایا ہے

– – – – – – – – – – وَاَخْـفِيَـا

عَـلٰـى غُنَّةٍ عِـنْـدَ الْبَـوَاقِـيْ لِيَـكْـمُـلَا

ترجمہ: ''اور اخفاء کرو غنہ کے ساتھ باقی حرفوں کے نزدیک تا کہ بیان مکمل ہو جائے۔''

علامہ جزریؒ نے اخفاء کا قاعدہ اسطرح بیان فرمایا ہے۔

– – – – – – – – – – كَـذَا

اِخْـفَـا لَـدَا بَـاقِـي الْـحُـرُوْفِ اُخِـذَا

ترجمہ: ''اسی طرح اخفاء کیا ہے نزدیک باقی حروف کے غنہ کے ساتھ۔''

اور علامہ جمزوریؒ نے اخفاء کے قاعدہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَالـرَّابِـعُ الْاِخْـفَـآءُ عِـنْـدَ الْـفَـاضِـلِ

مِـنَ الْـحُـرُوْفِ وَاجِـبٌ لِّـلْـفَـاضِـلِ

فِـيْ خَـمْـسَةٍ مِّـنْ بَـعْـدِ عَشْـرٍ رَّمْـزُهَـا

فِـيْ كِـلْـمِ هٰـذَا الْبَـيْـتِ قَـدْ ضَـمَّـنْـتُهَـا

صِفْ ذَا ثَـنَـا كَـمْ جَـادَ شَـخْـصٌ قَدْسَمَا

ص ذ ث ک ج ش ق

دُمْ طَيِّـبًـا زِدْ فِـيْ تُـقًـى ضَـعْ ظَـالِـمَـا

د ط ز ف ت ض ظ

ترجمہ: ''اور چوتھا حکم نون ساکنہ و تنوین کا اخفاء ہے بقیہ پندرہ حروف کے قریب فضیلت والے قاری کے لئے ضروری ہے۔

یہ اخفاء ہوتا ہے پندرہ حروف میں ان حروف کا اشارہ میں نے آئندہ آنے والے شعر کے ابتدائی کلمات میں جمع کر دیا ہے۔

اخفاء کے پندرہ حروف اس شعر میں بیان کردہ کلمات کے ابتدائی حروف ہیں ص – ذ – ث – ک – ج – ش – ق –

س-د-ط-ز-ف-ت-ض اور ظ-

بیان کر ایک ثناوالے آدمی کو کہ اس شخص نے کتنی سخاوت کی جو بلندیوں کو پہنچا-تو ہمیشہ عمدہ اخلاق ہو-تقوی میں زیادہ ہو ظالم کو پست کر-

اخفاء کا طریقہ

نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج اصلی سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر بغیر تشدید کے اس طرح ادا کیا جائے کہ نہ تو اظہار ہو اور نہ ادغام بلکہ درمیانی حالت ہو-اسے اخفاء حقیقی کہتے ہیں-

اخفاء کی مثالیں

نون ساکن وتنوین کے بعد حروف اخفاء

حروف	ایک کلمہ میں	دوکلمہ میں	مفتوح منون	مکسور منون	مضموم منون
ت	اَنْتَ	اَنْ يَكُوْنَ	فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ	جَنّٰتٍ تَجْرِىْ	مَبْنِيَّةٌ تَجْرِىْ
ث	اُنْثٰى	اَنْ تُبَتِّنَكَ	جَمِيْعًا ثُمَّ	ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ	شِهَابٌ ثَاقِبٌ
ج	نُنْجِيْكُمْ	مِنْ جُوْعٍ	سَرَاحًا جَمِيْلًا	وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا	فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ
د	عِنْدَ رَبِّكَ	عَنْ دِيْنِهٖ	كَاْسًا دِهَاقًا	مُسْتَقِيْمٍ دِيْنًا	ضُرٌّ دَعَانَا
ذ	مُنْذِرٌ	مِنْ ذُنُوْبِكُمْ	حُسْبَانًا ذٰلِكَ	بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ	عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ
ز	اَنْزَلْتَ	كَمَنْ زُيِّنَ	غُلٰمًا زَكِيًّا	يَوْمَئِذٍ زُرْقًا	حَمِيْدٌ زَعَمَ
س	اِنْسَانٍ	عَنْ سَبِيْلِهٖ	بَشَرًا سَوِيًّا	عَلِيْمٍ سُبْحٰنَهٗ	وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ
ش	اَنْشَاْجَنّٰتٍ	اِنْ شَآءَ	زِلْزَالًا شَدِيْدًا	صَبَّارٍ شَكُوْرٍ	اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ

ص	مَنْصُوْرًا	وَمَنْ صَلَحَ	نَفَقَةً صَغِيْرَةً	مَآءٍ صَدِيْدٍ	عَمَلٌ صَالِحٌ
ض	مَنْضُوْدٍ	مِنْ ضَرِيْعٍ	مَعِيْشَةً ضَنْكًا	لِكُلٍّ ضِعْفٌ	مُسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ
ط	اِنْطَلِقُوْا	مِنْ طِيْنٍ	حَلٰلًا طَيِّبًا	كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ	بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ
ظ	يَنْظُرُوْنَ	مَنْ ظَلَمَ	ظِلًّا ظَلِيْلًا	لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا	سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ
ف	يَنْفَدُوْمَا	وَمَنْ فِيْ	شَهِيْدًا فَقُلْنَا	مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ	مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ق	يَنْقُضُوْنَ	مِنْ قَرْيَتِكَ	اٰيَةً قَالَ	دُبُرٍ قَالَ	سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ
ک	اَنْكَاثًا	اَفَمَنْ كَانَ	رِزْقًا كَرِيْمًا	وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ	كُذِبٌ كَفَّارٌ

اخفاء کی توجیہ

اخفاء اس لئے کیا جاتا ہے کہ نون ساکن اور تنوین اور حروف اخفاء میں نہ تو اتنا بُعد ہے کہ اظہار کیا جائے اور نہ اتنا قرب ہے کہ ادغام کیا جائے بلکہ درمیانی حالت ہے اس لئے اظہار اور ادغام کی درمیانی کیفیت کو اختیار کیا گیا جسے اخفاء کا نام دیا گیا۔

اخفاء کی اقسام

(۱) اخفاء مفخم (۲) اخفاء مرقق

(۱) اخفاء مفخم

اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد کوئی مفخم حرف آ جائے تو اخفاء مفخم ہوگا جیسے شَيْءٌ قَدِيْرٌ۔ مَنْقُوْصٍ وغیرہ۔

(۲) اخفاء مرقق

اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد کوئی مرقق حرف آ جائے تو اخفاء بھی مرقق ہوگا جیسے مِنْكُمْ۔ بَخْسٍ دَرَاهِمَ وغیرہ۔

صاحب لآلی البیان فرماتے ہیں:

----وَ تَتبَعُ الْاَلِفُ
مَا قَبْلَهَا وَ الْعَكْسُ فِى الْغُنِّ اُلِفُ

ترجمہ: الف اپنی تفخیم وترقیق میں ماقبل کا تابع ہوتا ہے اور غنہ الف کے عکس یعنی مابعد کا تفخیم وترقیق میں تابع ہوتا ہے۔

صاحب السلسبیل الشافی فرماتے ہیں:

وَفَخِّمِ الْغُنَّةَ اِنْ تَلَاهَا
حُرُوْفِ الْاِسْتِعْلَآءِ لَاسِوَاهَا

ترجمہ: اور پُر پڑھ تو غنہ کو اگر وہ غنہ ملے حروف استعلاء سے اور ان کے علاوہ میں غنہ کو پُر نہ پڑھو۔

نوٹ: طلباء اکثر اخفاء مفخم اور اخفاء مرقق کے ادا کرنے میں غلطی کرتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ماہر استاذ سے مشق کی جائے تا کہ یہ غلطی دور ہو جائے اور دونوں کا فرق واضح ہو۔

نون مخفاۃ کی صحیح ادائیگی سے متعلق ایک نہایت اہم اور علمی مضمون جو حضرت مصنفؒ کا ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کے ''امداد الفتاویٰ'' میں شامل ہے۔ یہاں اب نقل کیا جاتا ہے۔

رسالہ التدقیق الجلی فی تحقیق الخفی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هُوَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْجَلِيْلِ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ هُمْ اُولُوا الْبِرِّ وَالصَّبْرِ الْجَمِيْلِ.

امابعد نون مخفی کی ادا میں کتابوں سے جہاں تک پتہ چلتا ہے تقریباً نصف صدی سے ابتک قراء اسطرح سے ادا کرتے اور لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ نون کا مخرج بالکل ادا نہ ہو صرف غنہ مابعد کے حرف سے ممزوج ہو کر نکلے جیسے اردو میں پنکھا جنگ و سنگ اور یہ ادا اتنی شائع اور عام ہوئی کہ عرب وعجم ماہر وغیر ماہر سب اس میں مبتلا ہو گئے حالانکہ اس ادائیگی میں اور ادغام ناقص کی اداء میں مثل مَنْ يَّقُوْلُ مِنْ وَّالٍ کے کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ مجھے اس اداء اخفاء میں تحصیل تجوید کے ایام ہی سے برابر اشکال رہا۔ لیکن اللہ کریم کا صد لاکھ شکر کہ امام العصر وحید الدہر رئیس القراء استاذ الاساتذہ الحضرت شیخی وسیدی مولانا الحاج

الحافظ المقری عبدالرحمن المکی الالٰہ آبادی مدظلہم العالی کو نہ معلوم کیسے توجہ ہوئی کہ یکا یک ایک مضمون ارقام فرمایا کہ جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ اداء اخفاء مروجہ (جو اس طرح ہوتی کہ زبان کو ذرہ بھر دخل نہیں ہوتا۔صرف صوت خیشومی مابعد کے حرف سے مل کر ادا ہوتی ہے) صحیح نہیں۔ بلکہ اس طرح ہونی چاہیے کہ نوک زبان نون ہی کے مخرج میں نہایت ضعف کے ساتھ لگے۔ یعنی اتصال جس میں نہایت ہی ضعیف ہو۔ چنانچہ اس کا اثبات مع دلائل وعلل فرما کر اس مضمون عالی کو اپنے اس ناچیز خادم کے پاس بھی ارسال فرمایا۔ وہ مضمون عالی بتمامہ نہایت ہی معمولی توضیح وتشریح اور مختصر تغیر لفظی کے ساتھ اور وہ بھی ملتقطاً حسب ذیل ہے۔

لَایُقَالُ لَابُدَّ مِنْ عَمَلِ اللِّسَانِ فِی النُّوْنِ وَالشَّفَتَیْنِ فِی الْمِیْمِ مُطْلَقًا حَتّٰی فِیْ حَالَةِ الْاِخْفَاءِ وَالْاِدْغَامِ بِغُنَّةٍ وَّ کَذَا لِلْخَیْشُوْمِ عَمَلٌ حَتّٰی فِیْ حَالَةِ التَّحْرِیْکِ وَالْاِظْهَارِ فَلِمَ هٰذَا التَّخْصِیْصُ لِاَنَّهُمْ نَظَرُوْا لِلْاَغْلَبِ فَحَکَمُوْا لَهٗ بِاَنَّهُ الْمَخْرَجُ فَلَمَّا کَانَ الْاَغْلَبُ فِیْ حَالَةِ اِخْفَائِهِمَا اَوْ اِدْغَامِهِمَا بِغُنَّةٍ عَمَلُ الْخَیْشُوْمِ جَعَلُوْا مَخْرَجَهُمَا حِیْنَئِذٍ وَّاِنْ عَمَلُ اللِّسَانِ وَالشَّفَتَانِ اَیْضًا وَلَمَّا کَانَ الْاَغْلَبُ فِیْ حَالَةِ التَّحْرِیْکِ وَالْاِظْهَارِ عَمَلُ اللِّسَانِ وَالشَّفَتَانِ جَعَلُوْاهُمَا الْمَخْرَجَ وَاِنْ عَمَلُ الْخَیْشُوْمِ حِیْنَئِذٍ اَیْضًا کَمَا اَفَادَهُ الْبَعْضُ عَنِ الْعَلَّامَةِ الشَّبْرَا مَلِّسِیْ

نوٹ: اس عبارت میں ایک شبہ کا جواب ہے۔

ترجمہ: (شبہ یہ ہے کہ) یہ بات نہ کہی جائے کہ نون کے مخرج میں زبان کا عمل اور میم کے مخرج میں شفتین کا عمل مطلقاً ضروری ہے حتی کہ اخفاء اور ادغام کی حالت میں غنہ کے ساتھ خیشوم کو بھی دخل ہے بلکہ نون اور میم متحرک اور مظہر ہونے کی صورت میں بھی خیشوم کا دخل ہے تو پھر یہ تخصیص کیوں ہے کہ نون اور میم کے مخرج میں مطلقاً زبان کا عمل ہے خیشوم کا نہیں حالانکہ خیشوم کا بھی دخل ہے۔

قراء حضرات اس شبہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں اغلب کا اعتبار کیا گیا ہے اور اغلب کے اعتبار سے یہ حکم لگایا ہے کہ نون اور میم کا مخرج لسان اور شفتین ہیں جبکہ نون اور میم کے ادغام واخفاء کی حالت میں غنہ کی وجہ سے خیشوم کا عمل زیادہ ہے اس وجہ سے قراء نے نون ومیم مدغم ومخفی کا مخرج خیشوم قرار دیا حالانکہ زبان اور شفتین کا بھی دخل ہے لیکن خیشوم کے مقابلہ میں قلیل لہٰذا اغلب کا اعتبار کرتے ہوئے خیشوم کو مخرج قرار دیا گیا اور نون ومیم متحرک اور مظہر ہونے کی صورت میں زبان اور شفتین کے

زیادہ عمل کی وجہ سے قراء نے ان مواقع پر زبان اور شفتین کو مخرج قرار دیا اور یہ بھی اغلب کا اعتبار کرتے ہوئے قرار دیا گیا اس لیے یہ شبہ وارد نہیں ہوتا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ بعض حضرات نے علامہ شبراملسی سے اسے حاصل کیا ہے۔

اوران کے ارشد تلامذہ علامہ احمد دمیاطی اپنی کتاب اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعۃ عشر میں لکھتے ہیں: يَجِبُ عَلَى الْقَارِئِ اَنْ يَّحْتَرِزَ مِنَ الْمَدِّ عِنْدَ اِخْفَاءِ النُّوْنِ فِيْ نَحْوِاِنْ كُنْتُمْ وَعِنْدَ الْاِتْيَانِ بِالْغُنَّةِ فِى النُّوْنِ وَالْمِيْمِ فِيْ نَحْوِاِنَّ الَّذِيْنَ وَاِمَّا فِدَآءً وَهُوَ خَطَاءٌ قَبِيْحٌ وَتَحْرِيْفٌ وَلْيَحْتَرِزْ اَيْضًا مِنْ اِلْصَاقِ اللِّسَانِ فَوْقَ الثَّنَايَا الْعُلْيَا عِنْدَ اِخْفَاءِ النُّوْنِ فَهُوَ خَطَأٌ وَطَرِيْقُ الْخَلَاصِ مِنْهُ اَنْ تَتَجَافَى اللِّسَانُ قَلِيْلًا مِنْ ذَالِكَ الخ مَعَ الْاِخْتِصَارِ۔

(ترجمہ) قاری کے لیے ضروری ہے کہ نون مخفاۃ کی ادائیگی کے دوران مد سے احتراز کرے جیسے اِنْ كُنْتُمْ۔ اور نون ومیم میں غنہ کی ادائیگی کے دوران ایسا کرنا فاش غلطی ہے اور یہ قرآن میں تحریف کے مانند ہے جیسے اِنَّ الَّذِيْنَ اور اِمَّا فِدَآءً وغیرہ۔ ایسے ہی نون مخفاۃ کی ادائیگی میں زبان کو ثنایا علیا کے اوپر ملصق کرنے سے بھی بچانا چاہیے کیونکہ یہ بھی غلط ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تھوڑا سا ثنایا علیا سے جدا رکھے۔

اور نہایۃ القول المفید میں ہے قَالَ الْمَرْعَشِيُّ يَجِبُ عَلٰى اَنْ يَّحْتَرِزَ فِيْ حَالَةِ اِخْفَاءِ النُّوْنِ مِنْ اَنْ يُّشْبِعَ الضَّمَّةُ وَالْفَتْحَةُ وَالْكَسْرَةُ وَلْيَحْتَرِزِ الْقِيَامَ مِنَ الْمَدِّ عِنْدَ الْاِتْيَانِ بِالْغُنَّةِ فِى النُّوْنِ وَالْمِيْمِ فِيْ نَحْوِاِنَّ وَاِمَّا فَاِنَّ ذٰلِكَ خَطَاءٌ صَرِيْحٌ وَّزِيَادَةٌ فِيْ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلْيَحْتَرِزْ اَيْضاً مِنْ اِلْصَاقِ اللِّسَانِ فَوْقَ الثَّنَايَا الْعُلْيَا عِنْدَ اِخْفَاءِ النُّوْنِ فَهُوَ خَطَأٌ اَيْضاً وَطَرِيْقُ الْخَلَاصِ مِنْهُ اَنْ تَتَجَا فَى اللِّسَانُ قَلِيْلًا مِنْ ذٰلِكَ اِنْتَهٰى مَعَ الْاِخْتِصَارِ۔

(ترجمہ) علامہ مرعشیؒ نے فرمایا ہے کہ نون مخفاۃ کی ادائیگی کے دوران ضمہ۔ فتحہ اور کسرہ کو لمبا کرنے سے بچنا بہت ضروری ہے اور ایسے ہی نون ومیم میں غنہ کرتے ہوئے مد سے بھی احتراز کرنا چاہیے جیسے اِنَّ اور اِمَّا۔ پس ایسا کرنا صریحا غلط ہے اور کلام اللہ میں زیادتی الفاظ کے مانند ہے اور اس سے بچنا چاہیے نون میں اخفاء کرتے وقت زبان کو ثنایا علیا کے اوپر ملصق کرنا یہ بھی غلط ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تھوڑا سا ثنایا علیا سے جدا رکھے۔

اور امام جزری النشر فی القراءات العشر میں لکھتے ہیں اَلْمَخْرَجُ السَّابِعُ عَشَرَ وَهُوَ الْغُنَّةُ وَهِيَ تَكُوْنُ

فِی النُّوْنِ وَالْمِیْمِ السَّاکِنَیْنِ حَالَۃَ الْاِخْفَآءِ اَوْمَا فِیْ حُکْمِہٖ مِنَ الْاِدْغَامِ بِالْغُنَّۃِ فَاِنَّ مَخْرَجَ ھٰذَیْنِ الْحَرْفَیْنِ یَتَحَوَّلُ فِیْ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ عَنْ مَّخْرَجِھَا الْاَصْلِیِّ عَلَی الْقَوْلِ الصَّحِیْحِ کَمَا یَتَحَوَّلُ مَخْرَجُ حُرُوْفِ الْمَدِّ مِنْ مَّخْرَجِھَا اِلَی الْجَوْفِ عَلَی الصَّوَابِ۔

(ترجمہ) سترواں مخرج غنہ کا خیشوم ہے جو نون اور میم میں بحالت سکون اور بحالت اخفاء یا اس کے مانند نون ومیم مدغم بالغنہ میں صحیح قول کی رو سے ہوتا ہے۔ان حالتوں میں ان دونوں حرفوں کا مخرج اپنے اصلی مخرج سے یعنی لسان وشفتان سے خیشوم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس طرح حروف مدہ کا مخرج اپنے مخرج سے جوف دہن کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

پھر آگے احکام النون الساکنہ والتنوین کی تنبیہات میں لکھتے ہیں۔ اَلْاَوَّلُ مَخْرَجُ النُّوْنِ وَ التَّنْوِیْنِ مَعَ حُرُوْفِ الْاِخْفَآءِ الْخَمْسَۃَ عَشَرَ مِنَ الْخَیْشُوْمِ فَقَطْ وَلَا حَظَّ لَّھُمَا مَعَھُنَّ فِی الْفَمِّ لِاَنَّہٗ لَاعَمَلَ لِلِّسَانِ فِیْھِمَا کَعَمَلِہٖ فِیْھِمَا مَعَ مَایُظْھَرَانِ اَوْیُدْ غِمَانِ بِغُنَّۃٍ۔

(ترجمہ) نون وتنوین جب پندرہ حروف اخفاء سے قبل آئے تو ان کا مخرج خیشوم ہے ان دونوں حروف کا منہ میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ اس وقت زبان کو کوئی دخل نہیں جیسا کہ زبان کو ان دونوں حروف میں اس موقع پر ہوتا ہے جب یہ دونوں ان حروف کے ساتھ ہوں جن میں اظہار کیا جاتا ہے یا جن میں غنہ کے ساتھ ادغام کیا جاتا ہے۔

اور ملاعلی قاریؒ المنح الفکریہ میں لکھتے ہیں وَاِنَّ النُّوْنَ الْمُخْفَاۃَ مُرَکَّبَۃٌ مِّنْ مَّخْرَجِ الذَّاتِ وَمِنْ تَحَقُّقِ الصِّفَۃِ۔

(ترجمہ) اور نون مخفاۃ کا مخرج اپنے ذاتی مخرج اور صفت غنہ کی بدولت مرکب ہے۔

اور امام مکیؒ کتاب الرعایہ میں لکھتے ہیں اَلْاِخْفَاءِ ھُوَاَنْ تَخْفَی الْحُرُوْفُ فِیْ نَفْسِہٖ لَافِیْ غَیْرِہٖ وَالْاِدْغَامُ اِنَّمَاھُوَاَنْ تُدْغَمَ الْحُرُوْفُ فِیْ غَیْرِہٖ لَافِیْ نَفْسِہٖ فَتَقُوْلُ خَفِیَتُ النُّوْنَ عِنْدَالسِّیْنِ وَاَخْفَیْتُ النُّوْنَ عِنْدَ السِّیْنِ وَلَاتَقُوْلُ خَفِیْتُ فِی السِّیْنِ وَلَا اَخْفَیْتُھَا فِی السِّیْنِ وَتَقُوْلُ اَدْغَمْتَ النُّوْنَ فِی الْوَاوِ وَلَا تَقُوْلُ اَدْغَمْتُھَا عِنْدَا لْوَاوِ۔

(ترجمہ) اخفاء سے مراد یہ ہے کہ حروف کو اس کی ذات میں چھپایا جائے نہ کہ اس کے علاوہ دوسرے حرف میں اور

ادغام سے مراد ہے حروف کو اس کے علاوہ دوسرے حرف میں داخل کرنا نہ کہ اس کی ذات میں پس جب یہ کہا جاتا ہے کہ نون کا سین میں اخفاء کرو تو اس میں سین نے نون کو چھپالیا اور اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ نون کو چھپایا ہے سین میں یعنی میں نے نون کو سین میں نہیں چھپایا ہے اور کہتے ہو کہ ادغام کیا نون کا واؤ میں نہ کہ یہ کہتے ہو کہ ادغام کیا میں نے واؤ کا نون میں۔

علامہ شبراملسی۔علامہ احمد دمیاطی۔علامہ مرعشی۔امام جزری۔ملا علی قاری۔امام محمد مکی ان سب ائمہ کے اقوال سے ثابت ہو گیا کہ نون مخفی میں اصلی مخرج کو دخل ہے۔لیکن ضعیف اعتماد کے ساتھ جس کو کہ ہر ایک نے مختلف عنوان سے تعبیر کیا ہے۔مثلاً شبراملسی نے مقلوب سے علامہ دمیاطی اور علامہ مرعشی نے تَتَجَافٰی قَلِیْلٌ سے اور علامہ جزری نے كَعَمَلِهٖ کی قید سے اور پہلے قول میں یَتَحَوَّلُ کے لفظ سے اور علامہ محمد مکی نے فی نفسہ لَا فِیْ غَیْرِہٖ سے اور ملا علی قاری نے مُرَكَّبَةٌ مِنْ مَّخْرَجِ الذَّاتِ سے۔

اب جب کہ کلام ائمہ کے سیاق وسباق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ صوت خیشومی بدون اعتماد محقق بایں قدر کہ پیدا نہیں ہو سکتی اور پہلے یہ لوگ یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ نون مخفی اپنے اصلی مخرج سے خیشوم کی طرف متحول ہو جاتا ہے۔اور ذات نون باطل ہو جاتی ہے اور الصاق لسان سے بھی احتراز کا حکم ہے تو لا محالہ اس سے تولید حرف مد لازم آئے گی۔

کیونکہ جب نہ تو ذات نون باقی اور نہ زبان کا کسی مقام پر الصاق تو صوت خیشومی محض جوف سے ادا ہوئی اور یہی تولید مدہ ہے۔جو کہ محذور اور ممنوع ہے۔اور زیادتی فی کلام اللہ ہے تو پھر اس سے خلاص کا طریقہ اور چھٹکارا کہ نون خفی بھی ادا ہو جائے اور تولید حرف مدہ بھی نہ ہو۔اور الصاق لسان بھی نہ ہو یہی ہے کہ اعتماد اپنے مخرج اصلی پر ضعیف ہو جس کو کہ ہر ایک نے مختلف عنوان سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اب تعارض بین الاقوال بھی نہ رہا۔اور اختلاف حقیقی کی صورت بھی رفع ہو گئی۔صرف نزاع لفظی کی صورت ہو گئی اب جب کہ یہ امر ثابت ہو گیا کہ نون مخفی میں مخرج اصلی کو دخل ہے۔اور اس پر اعتماد ضعیف ہوتا ہے تو نون خفی کے ادا کرتے وقت مابعد کے حرف کو مخرج پر اعتماد کرنا مثل سنگ دجنگ وغیرہ کے بالکل باطل ہو گیا۔اور اس کی کوئی اصل نہیں۔حالانکہ ہم لوگ عموماً خصوصاً اس میں مبتلا ہیں۔

(دوم) یہ کہ اگر اعتماد مابعد کی کچھ اصل ہوتی تو تَحَوَّلَ اِلَى الْخَيْشُوْمِ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔بلکہ تَحَوَّلَ اِلٰى مَخْرَجِ مَّابَعْدَ الْحَرْفِ لکھتے۔علاوہ بریں نون مخفی کے عند الجمہور پندرہ حرف ہیں اور امام ابو جعفر کے نزدیک سترہ ہیں تو تعجب ہے کہ اہل فن چھوٹے چھوٹے تجوید کے دقائق تو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں مگر اتنے مخارج والے حرف کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہیں اشارتاً بھی اعتماد مابعد الحروف کو ذکر نہ کرتے۔

(سوم) یہ کہ چونکہ نون مخفی کی اداء میں تولید حرف مدہ کا گمان ہوتا ہے۔لہٰذا اگر لسان کو یعنی مخرج اصلی کو کچھ دخل نہ ہوتو

حرف مدہ پیدا ہونا چاہیے- جیسے کہ ماسبق کی عبارات سے واضح ہوتا ہے- حالانکہ اعتماد مخرج مابعد سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا- پس گمان تولید مدہ سے معلوم ہوا- کہ اعتماد مابعد الحروف پر صحیح نہیں ہے-

سوال: اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ تولید حرف مدہ تو مبالغہ فی الغنہ کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ لکھتے ہیں وَيُبَالِغُ فِي الْغُنَّةِ-

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حرف مدہ سے غنہ کی تقویت نہیں ہوتی- بلکہ اور مانع عن الغنہ ہوتا ہے- جیسا کہ اکثر غیر مشاق سے اَتَــحَـــاۤجُّوْنِّــيْ وغیرہ میں غنہ ادا نہیں ہوتا- اگر مدہ غنہ کا مؤید ہوتا تو یہ دقت نہ ہوتی- تو عبارت مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اَنْ يُّبَالِغَ فِي الْغُنَّةِ اَيْ فِيْ اِخْرَاجِ حَرْفِ الْغُنَّةِ مِنَ الْخَيْشُوْمِ-

(چہارم) یہ کہ جہد المقل میں ہے فَلْيَحْذَرِ الْقَارِئُ عَنْ اِطْبَاقِ اَقْصَى اللِّسَانِ اِلَى الْحَنَكِ عِنْدَ التَّلَفُّظِ بِالْغُنَّةِ قَبْلَ الْقَافِ وَ الْكَافِ-

(ترجمہ) قاری کو بچنا چاہیے غنہ کی ادائیگی کے دوران کے وہ اقصیٰ لسان کو اوپر والے تالو سے ملائے قاف اور کاف سے پہلے-

اس تحذیر سے صاف واضح ہو گیا کہ غنہ یعنی نون مخفی قبل القاف والکاف کے ادا کرتے وقت اقصیٰ لسان کا حنک اعلیٰ سے اطباق نہ ہونا چاہیے- جیسا کہ اردو میں پنکھا اور سنگ وغیرہ میں ہم لوگ کرتے ہیں-

(پنجم) یہ کہ امام ابوجعفر کے یہاں خاء اور غین میں بھی اخفاء ہوتا ہے- اور یہاں اعتماد مخرج مابعد کی کوئی صورت نہیں- سوائے اس کے کہ ادنیٰ حلق سے صوت خیشومی مفخم نہایت دقت سے ادا ہو- بلکہ اس میں غین وخاء کی کچھ بو اور شائبہ بھی مسموع ہو- اسی کی کیا خصوصیت ہے- بلکہ اکثر حروف میں نون مخفی کے ادا کرتے وقت آئندہ والے حرف کا شائبہ ہوتا ہے- خصوصاً حروف مستعلیہ میں غنہ مفخم ادا ہوتا ہے- اور یہ ممنوع و منہی عنہ ہے- (اخفاء کی تفخیم وترقیق کا مسئلہ ایسا ہے جس میں بعض مصری اساتذہ اپنے ان طلباء کو جن سے اخفاء صحیح ادا نہیں ہوتا تھا ان کو متنبہ کرتے تھے تاکہ وہ اخفاء کو حرف مفخم کے بعد مفخم اور حرف مرقق کے بعد مرقق ادا کریں۔ دراصل ان اساتذہ کا مقصود یہ تھا کہ نون حرف مرقق ہے اور اس کے فوراً بعد حرف مفخم کو ادا کرنا گویا ایک ثقل کا باعث ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لیے انہوں نے اخفاء مفخم و مرقق کی اصطلاحات بیان کی ہیں تاکہ غنہ کی صحیح ادائیگی پر طلباء کما حقہ قادر ہو سکیں۔ سعودی عرب اور مصر وغیرہ میں جن جامعات میں تجوید وقرآءت پڑھائی جاتی ہے ان میں برصغیر پاک و ہند سے ایسے بہت سے طلباء بھی جاتے ہیں جو تجوید بالکل بھی پڑھے ہوئے نہیں ہوتے اور ان کی ادا کو درست کروانے کے لیے وہاں کے مشائخ ان طلباء کی تصحیح کرواتے تھے اور ایسے لوگوں کو اخفاء کی صحیح ادائیگی کے لیے اخفاء مفخم و مرقق کے متعلق خصوصی ہدایات دیتے تھے مگر وہ طلباء جو برصغیر پاک و ہند سے فن تجوید پڑھ کر جاتے تھے ان سے اس چیز کا

مطالبہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ ان کی ادا صحیح ہوتی تھی لہٰذا ان طلباء سے اس شدومد کے ساتھ اخفاء مفخم و مرقق کا یہ شیوخ مطالبہ نہیں کرتے تھے حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا دور فن کے عروج کا دور تھا اب انحطاط فن ہے لہٰذا طلباء کو بہت سی باتوں کا التزام کروانا پڑتا ہے جن میں مراتب اخفاء بھی شامل ہیں اسی ضمن میں مصری شیوخ اخفاء مرقق و مفخم کی اداء کا اہتمام کرواتے ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے استاذ فضیلۃ الشیخ القاری المقری سید عبدالفتاح العجمی المرصفی نوراللہ مرقدہ نے اسے اپنی تالیف متین ''ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری'' (طبع اولی) کے صفحہ ۱۸۲ پر بالتفصیل ذکر فرمایا ہے اور انہی کی اتباع میں راقم بھی اپنی کتب میں یہ مسئلہ ذکر کرتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد ادریس العاصم عفی عنہ)

جیسا کہ نہایۃ القول المفید میں حروف فرعیہ کے بیان میں ہے **قَالَ الْحَلَبِیُّ وَزَادَالْقَاضِیُ اَللَّامَ وَالنُّوْنَ الْمُخْفَاۃَ وَهُوَوَهْمٌ اِذْلَیْسَ فِیْهِمَا شَآئِبَةُ حَرْفٍ آخَرَ وَلَمْ یَقَعَا بَیْنَ مَخْرَجَیْنِ۔**

(ترجمہ) حلبیؒ نے فرمایا اور قاضیؒ نے اس میں اضافہ کیا کہ لام اور نون مخفاۃ کو اور وہ ان کا وہم ہے کیونکہ ان دونوں حروف میں کسی دوسرے حرف کا شائبہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ دو مخرجوں کے مابین واقع ہوئے ہیں۔

اور ملا علی قاری شرح شاطبی میں لکھتے ہیں **وَاِنَّ النُّوْنَ الْمُخْفَاۃَ لَیْسَ فِیْهَا شَآئِبَةُ حَرْفٍ اٰخَرَ وَلَمْ یَقَعَا بَیْنَ مَخْرَجَیْنِ وَ کَوْنُهُمَا ذَاتَ مَخْرَجَیْنِ لَایَلْزَمُ بَیْنَهُمَا۔**

(ترجمہ) اور نون مخفاۃ میں کسی دوسرے حرف کا شائبہ نہیں اور نہ یہ دو مخرجوں کے درمیان واقع ہوا ہے اور اس کی ذات کو دو مخرجوں میں ہونا لازم نہیں۔

حلبی اور ملا علی قاری نے تصریح کر دی کہ نون خفی میں شائبہ دوسرے حرف کا نہیں ہوتا اور نہ دو مخرج سے ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ مخرج تو خیشوم قرار دیا گیا ہے۔ اور مخرج اصلی بوجہ اعتماد ضعیف اور تجافی قلیل کے کالعدم سمجھا گیا تو اب دوسرا مخرج کہاں جو نون خفی کو حرف فرعی کہا جائے اور اگر اعتماد مابعد کے حرف پر صحیح ہوتا تو **لَمْ یَقَعْ بَیْنَ مَخْرَجَیْنِ** نہ لکھتے۔ بلکہ وقع بین مخرجین لکھتے۔ اور نون کو حرف فرعیہ میں داخل کرتے کیونکہ نون خفی کے لئے ایک مخرج تو خیشوم تھا ہی دوسرا حرف مابعد کا مخرج ہو جاتا۔ پس حرف فرعی کی تعریف **مَاتَرَدد بَیْنَ الْمَخْرَجَیْنِ** صادق ہو جاتی۔

سوال: چونکہ یہ ثابت ہو گیا کہ نون خفی کا مخرج خیشوم ہے اور زبان کو بھی دخل ہے تو حرف فرعی کی تعریف **مَاتَرَدد بَیْنَ الْمَخْرَجَیْنِ** تو صادق آ گئی تو پھر حلبی اور ملا علی قاری نے **لَمْ یَقَعْ بَیْنَ مَخْرَجَیْنِ** کیوں لکھا؟

جواب: جواب یہ ہے کہ یہاں صفت محذوف ہے یعنی **لَمْ یَقَعْ بَیْنَ مَخْرَجَیْنِ مُتَغَایِرَیْنِ حَرْفَا هُمَا** اور حرف

مابعد کے اعتماد یعنی مثل سنگ کی ادائیگی پر صادق آئے گا وَقَعَ بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ مُتَغَائِرَيْنِ حَرْفًا هُمَا اور وُقُوْعُ بَيْنَ مَخْرَجَيْنِ مُتَغَائِرَيْنِ حَرْفًا هُمَا کو لازم ہے تَرَدُّدْ بَيْنَ الْمَخْرَجَيْنِ جیسا کہ الف ممالہ صاد مشمہ ہمزہ مسہلہ ہوتا ہے حالانکہ یہ معلوم ہو چکا کہ نون مخفی میں دوسرے حرف کا شائبہ بھی نہیں ہوتا- پس اسی واسطے حلبی نے اس کی فرعیت سے انکار کر دیا- لیکن چونکہ ملاعلی قاری نے حرف فرعی کی تعریف ہی دوسری لکھی ہے- یعنی مَا عَدَلَ عَنْ مَّخْرَجِهِ الْاَصَلِيِّ اَوِ الصِّفَةِ الذَّاتِيَةِ لہٰذا اس تعریف کے بموجب نون مخفی ولام مفخم بھی فرعی ہی رہے گا-

(ششم) یہ کہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی درۃ الفرید میں اخفاء کی تعریف وغیرہ کے بعد لکھتے ہیں کہ وَلَا يَخْفٰى مَافِيْهِ مِنَ اللُّطْفِ وَالدِّقَّةِ - اگر یہی اعتماد مابعد الحرف معتبر ہوتا یعنی مثل پنکھا وغیرہ کی ادا کے تو دقت کیا تھی- دقت اس میں ہے کہ اظہار والا بھی اعتماد نہ ہو اور ادغام والا بھی اعتماد نہ ہو- علاوہ بریں شیخ کو اخفاء ہی کے لئے یہ کہنے کی کیا خصوصیت تھی جب کہ ادغام ناقص اور اخفاء میں کوئی فرق نہیں تھا-

(ہفتم) یہ کہ جمیع اہل فن سلفا و خلفا یہ لکھتے ہیں کہ مخفی میں تشدید نہیں ہوتی اور مدغم میں تشدید ہوتی ہے- یہ فرق سب لکھتے ہیں- اور تشدید کی یہ تعریف کرتے ہیں: هُوَ شِدَّةُ اِتِّصَالِ الْحَرْفَيْنِ مَعَ اِمْتِزَاجِهِمَا فِي السَّمْعِ بِحَيْثُ يَرْتَفِعُ اللِّسَانُ اِرْتِفَاعًا وَّاحِدًا - (ترجمہ) یعنی دو حرفوں کے متصل ہونے میں ایسی مضبوطی ہو کہ سننے میں ان دونوں کا امتزاج محسوس ہو اور دونوں کی ادائیگی میں زبان ایک ہی دفعہ مرتفع ہو-

اب ہم لوگ جو مابعد کے حرف پر زور دے کر اخفاء ادا کرتے ہیں اس میں تشدید پیدا ہو جاتی ہے اور تعریف مذکور صادق آ جاتی ہے- مگر تشدید ناقص جیسا کہ اَحَطْتُّ اور بَسَطْتَّ کے ادغام میں تشدید ناقص ہوتی ہے-

(ہشتم) یہ کہ مرعشی وغیرہ لکھتے ہیں کہ جو حروف اخفائے نون سے بعید المخرج ہیں ان میں نون اقرب الی الاظہار ہوگا- اور اقرب الی اظہار جب ہی ادا ہوگا' جب نون کو اپنے اصلی مخرج سے تعلق ہو اور اعتماد زیادہ ہو حالانکہ اخفاء کی مروجہ ادا میں حرف فاء وقاف وکاف میں مخرج اصلی کو کچھ ذرہ بھر بھی دخل نہیں ہوتا- لہٰذا ان تمام ادلہ اور نقول سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اعتماد مابعد الحرف اور اداء مروجہ باطل اور بے اصل ہے- اور اس کے رواج کی وجہ محض ماہرین تجوید کی بے توجہی اور قلت ہے- دوسرے یہ کہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ اصعب میں اسہل جذب ہو جاتا ہے- کیونکہ طبیعت کا اہتمام اصعب کی طرف ہوتا ہے جس سے اسہل میں خرابی آ جاتی ہے- تو چونکہ نون ساکن قبل حروف اخفاء ثَقِيْلٌ عَلَى اللِّسَانِ ہے- اس واسطے نون ساکن مابعد کے حرف میں جو سہل الخروج ہے جذب ہو جاتا ہے- لہٰذا یہ اعتماد مابعد الحرف مروج ہو گیا-

سوال: اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اخفاء کی تعریف ہے حَالَةٌ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ عَارٍ مِّنَ التَّشْدِيْدِ اور بَيْنِيَّتِهٗ جب ہی ہوگی جب مابعد سے بھی لگاؤ ہو۔

جواب: یہ ہے کہ عَارٍ مِّنَ التَّشْدِيْدِ بمنزلہ فصل کے ہے۔ اور اس لگاؤ یعنی اعتماد سے مثل ادغام ناقص کے ہوجائے گا۔ جس میں کہ تشدید بھی ناقص ہوتی ہے۔ حالانکہ اخفاء میں کسی قسم کی تشدید بھی نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ نون مخفی و نون مدغم وغیرہ قسم ہیں نون مطلق کی۔ اور مقسم کی قسموں میں تبائین ہوتا ہے۔ اور اس اعتماد سے مخفی و مدغم بادغام ناقص میں مثل مَنْ يَّقُوْلُ کے کچھ تھوڑا ہی سا فرق ہوتا ہے۔ جس سے ادغام کی تعریف صادق آجاتی ہے۔

حالت بین الاظہار والادغام کے معنی یہ لکھتے ہیں لَا اِظْهَارٌ فِيْهِ وَ لَا اِدْغَامٌ۔ اظہار کے معنی ہیں اپنے مخرج اصلی اور صفات اصلیہ کے ساتھ ادا کرنا۔ اور ادغام کے معنی ہیں خَلْطُ حَرْفٍ بِحَرْفٍ بِحَيْثُ يَرْتَفِعُ اللِّسَانُ ارْتِفَاعًا وَّاحِدًا مَّعَ شِدَّةِ الْاِتِّصَالِ فِيْهِمَا۔ اور خلط کی تین صورتیں ہیں (۱) خلط ساتھ قلب ذات مع جمیع صفات کے ہوتا ہے جیسے قُلْ رَّبِّ میں ہے (۲) قلب ذات مع بقاء صفت غنہ کے جیسے مَنْ يَّقُوْلُ۔ مِنْ وَّالٍ میں ہے۔ (۳) خلط مع شدۃ الاتصال ساتھ انعدام بعض صفت کے جیسے اَحَطْتُّ میں ہوتا ہے۔

اب تعریف مذکورہ کا مطلب سمجھ لیجئے۔ اخفاء میں ذات نون کامل طور پر اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتی اس لئے اظہار نہ ہوا۔ اور چونکہ کچھ مخرج کو بھی دخل ہے۔ اور صفت غنہ بھی باقی ہے۔ لہذا کچھ اظہار بھی ہوا۔ اور ادغام میں ستر ذات یا صفت کا ہوتا ہے۔ اور یہ ستر اخفاء میں بھی ہے۔ مگر ادغام خلط اور شدۃ الاتصال کے ساتھ ہوتا ہے اور اخفاء میں یہ بات نہ ہونی چاہیے۔ لہٰذا اب اخفاء کی تعریف بین الاظہار والادغام بھی صادق آگئی۔ اور لَا اِظْهَارٌ وَّلَا اِدْغَامٌ بھی صادق آ گیا۔

اسی واسطے تو محققین نے ادغام اور اخفاء کی یوں تفریق بیان کی ہے۔ اَلْاِخْفَاءُ اِخْفَاءُ حَرْفٍ فِيْ نَفْسِهٖ عِنْدَ غَيْرِهٖ لَا فِيْ غَيْرِهٖ فِيْ نَفْسِهٖ کے معنی اَيْ فِيْ مَخْرَجِهٖ اور عِنْدَ غَيْرِهٖ کے معنے اَيْ عِنْدَ حُرُوْفِ الْاِخْفَاءِ لَا غَيْرَ۔ لَا فِيْ غَيْرِهٖ کے معنی اَيْ لَا فِيْ مَخْرَجِ غَيْرِهٖ۔ اور ادغام میں لکھتے ہیں هُوَ اِخْفَاءُ حَرْفٍ فِيْ غَيْرِهٖ اَيْ فِيْ مَخْرَجِ غَيْرِهٖ۔ اس تفریق کے بعد معلوم ہوگیا کہ اعتماد مابعد سے لازم آئے گا اِخْفَاءُ الْحَرْفِ فِيْ غَيْرِهٖ وَهٰذَا خِلَافُ مَا صَرَّحُوْا بِهٖ۔

ادغام اور اخفاء میں بنیادی فرق اور حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی عبارت میں فِی غَیْرِہٖ اور عِنْدَ غَیْرِہٖ کی وضاحت

یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ ادغام اور اخفاء کے مابین فرق بیان فرما رہے ہیں اور ان کی تحریر کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ نون کے بعد پندرہ حروف آئیں تو وہاں اخفاء ہوگی اب نون کے لیے وہ حروف جن میں اخفاء ہو رہا ہے وہ نون کے لیے غَیْرِ ہیں مراد یہ ہے کہ جب نون کا ان پندرہ حروف میں اخفاء ہوگا تو نون ان حرفوں کے قریب ادا ہوگا ان حروف میں داخل نہیں ہو جائے گا جیسے کہ اخفاء کی اداء یہ بیان کی جاتی ہے کہ نون کو اس کے مخرج اصلی اور کنارہ زبان سے الگ رکھ کر اور اس کی صفت غنہ کو خیشوم سے ادا کرنا اخفاء کہلاتا ہے یہ مفہوم ہے "عِنْدَ غَیْرِہٖ" کا کہ نون کو ان حروف کے قریب ادا کیا جائے گا ان میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

اس کے برعکس ادغام ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ جس میں مدغم کو مدغم فیہ میں داخل کیا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تعریف سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور فِیْ غَیْرِہٖ کا یہی مفہوم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد ادریس العاصم عفی عنہ)

سوال: دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام سخاویؒ و امام دانیؒ نے یاء اور واؤ میں ادغام ناقص کو لکھا ہے کہ حقیقت ادغام نہیں بلکہ وہ اخفاء ہے۔

جواب: یہ ہے کہ ان حضرات نے مطلقاً ادغام کی کہیں نفی نہیں کی بلکہ تمام کی نفی کی ہے۔ کیونکہ تیسیر میں لکھتے ہیں وَالْبَاقُوْنَ یُدْغِمُوْنَ فِیْهِمَا اَیْ فِی الْوَاوِ وَالْیَاءِ لٰکِنَّ الْقَلْبَ الصَّحِیْحَ مُمْتَنِعٌ فِیْهِمَا۔

(ترجمہ) اور باقی حضرات دونوں نونوں کا غنہ باقی رکھ کر واؤ اور یاء میں ادغام کرتے ہیں اس لیے نون واؤ اور یاء سے پوری طرح نہیں بدلتا۔ اس آخری جملہ سے معلوم ہوگیا کہ نفی قلب کامل کی ہے۔

باقی ادغام ناقص کو اخفاء لکھنا اس کا یہ منشاء ہے کہ اخفاء کی تعریف ہے حَالَةٌ بَیْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ اس تعریف سے اخفاء اور ادغام میں جو کہ باہم منقسم ہیں چونکہ قدر مشترک ثابت ہوتی ہے لہٰذا ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیا گیا۔ ورنہ حقیقتاً دونوں جدا جدا مستقل ہیں۔ اور متبائن۔

کیونکہ اتنی عبارت بَیْنَ الْاِظْهَارِ وَالْاِدْغَامِ تو بمنزلہ جنس کے ہے اور اس سے آگے کی عبارت عَارٍ مِّنَ التَّشْدِیْدِ بطور قید کے جس کی علامہ دانیؒ و علامہ سخاویؒ نے بھی تصریح کی ہے یہ بمنزلہ فصل کے ہے۔ اس قید سے اخفاء ادغام سے نکل جاتا ہے۔ بلکہ اخفاء اور ادغام کی تعریف جو اوپر بیان کی گئی ہے اس سے تو اخفاء کو ادغام سے چاہے ناقص ہی کیوں نہ

ہو- کچھ مناسبت ہی نہیں ہے- صرف لغوی معنی میں اشتراک ہے- یعنی محض مطلقاً استتار- اسی واسطے امام جزری اور ملا علی قاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہ اطلاق علامہ دانی و علامہ سخاوی کا ادغام ناقص کو اخفاء لکھنا صحیح نہیں ہے-

یا یہ کہا جائے کہ ان حضرات کی اصطلاح ہی جدا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں- اَلْاِخْفَاءُ مَا بَقِيَتْ مَعَ الْغُنَّةِ- اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے حرف کا جہاں کچھ اثر باقی رہے وہ اخفاء ہے- مگر پھر تفصیل بھی ان ہی کے اقوال سے ثابت ہوتی ہے کہ اخفاء کی اقسام میں کہیں بِلَا قَلْبٍ وَ خَلْطٍ وَ بِلَا تَشْدِيْدٍ جیسا کہ حروف اخفاء میں ہوتا ہے- اور کہیں مَعَ الْقَلْبِ وَ الْخَلْطِ وَ التَّشْدِيْدِ مَعَ الْغُنَّةِ جیسا کہ مَنْ يَّقُوْلُ اور مِنْ وَّالٍ میں ہوتا ہے- اور کہیں خَلْطٍ بِلَا قَلْبٍ مَعَ التَّشْدِيْدِ جیسا کہ اَحَطْتُّ میں ہوتا ہے- اب ان ہی کی تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ادغام ناقص اور اخفاء دونوں غیر ہیں- اور وہ اطلاق محض اصطلاحی ہے-

ساری تحریر کا حاصل یہ کہ نون مخفاۃ نون مظہر کے مخرج سے ساتھ قرع ضعیف کے ادا کیا جائے اور مابعد کے حرف کا اس میں شائبہ بھی نہ ہونا اس کے مخرج پر اعتماد ہو- وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- فقط-

تصدیق از استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب المکی الالٰہ آبادی "

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْحَقُّ وَ الْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ- عبدالرحمن بن محمد بشیر خان الالٰہ بادیؒ-

فوائد مکیہ : تیسری فصل میم ساکن کے بیان

میم ساکن کے تین حال ہیں: (۱) ادغام (۲) اخفاء (۳) اظہار

شرح : حضرت مصنفؒ نون ساکن و نون تنوین کے مسائل کے بعد اب اس فصل میں میم ساکن کے قواعد بیان فرما رہے ہیں-

میم ساکن کے تین قواعد ہیں

(۱) ادغام (۲) اخفاء (۳) اظہار

میم ساکن کی ان تین حالتوں کا علامہ جزوریؒ اس طرح ذکر فرماتے ہیں ۔

اَحْكَامُهَا ثَلَاثَةٌ لِّمَنْ ضَبَطْ

اِخْفَاءٌ اِدْغَامٌ وَّاِظْهَارٌ فَقَطْ

ترجمہ: "میم ساکن کے تین احکام ہیں اس شخص کے لئے جو مضبوطی کے ساتھ یاد کرے- اخفاء- ادغام- اظہار فقط-

فوائد مکیہ : میم ساکن کے بعد دوسری میم آئے تو ادغام ہوگا مثل اَمْ مَّنْ-

شرح : میم ساکن کے پہلے حال ادغام کا بیان حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ میم ساکن کے بعد اگر دوسری میم آ جائے تو ادغام ہوگا جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے مثال دے کر واضح فرمایا اَمْ مَّنْ — اس ادغام کا نام ادغام صغیر مثلین ہے-

علامہ جزریؒ نے اس کو ایسے بیان فرمایا ہے

وَاَوَّلَیْ مِثْلٍ ---------- اِنْ سَکَنْ

اَدْغِمْ ----------------

ترجمہ: "اور اگر مثلین کے پہلا حرف ساکن ہو تو اس کا دوسرے حرف میں ادغام کر-

علامہ جمزوریؒ نے ادغام کے قاعدہ کو ایسے بیان فرمایا ہے-

وَالثَّانِ اِدْغَامٌ بِمِثْلِهَا اَتٰی

وَسَمِّ اِدْغَامًا صَغِیْرًا یَافَتٰی

ترجمہ: "دوسرا حکم ادغام ہے جو میم کے مثل میم میں آتا ہے اور اس کا نام ادغام صغیر رکھوائے جوان-"

ادغام کی وجہ سے میم مشدد ہو جائے گی اور مشدد ہونے کے بعد اس ادغام میں غنہ زمانی بطور صفت کے ہوتا ہے-

ادغام کی مثالیں

عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ — وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ — مِنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ — اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ — غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ — یَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ — فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ — اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ — وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ — عَلَیْكُمْ مَّقَامِیْ — اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ — وغیرہ

فوائد مکیہ : اور اگر میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفاء ہوگا اور اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم منقلب نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو مثل وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ-

شرح: حضرت مصنفؒ نے میم کے اخفاء کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ میم ساکن کے بعد اگر باء آ جائے تو وہاں اخفاء ہوگا۔اس اخفاء کو اخفاء شفوی کہتے ہیں پھر فرمایا کہ اظہار بھی جائز ہے یعنی میم اصلی کے بعد باء آ جائے تو وہاں اخفاء کے ساتھ اظہار بھی جائز ہے یہ بطریق جزریؒ ہے۔

جبکہ بطریق شاطبیؒ صرف اخفاء ہی اخفاء ہے۔

نوٹ: یہاں بھی بطریق شاطبیؒ پڑھتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ صرف اخفاء ہی کیا جائے اظہار نہ کیا جائے کیونکہ اظہار بطریق شاطبیؒ ثابت نہیں ایسا کرنے سے خلط فی الطرق لازم آئے گا جو صحیح نہیں۔البتہ اگر بطریق جزریؒ پڑھ رہا ہے تو اخفاء اور اظہار دونوں جائز ہیں۔

اخفاء شفوی کو اخفاء شفوی کہنے کی وجہ:

اخفاء شفوی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ یہ شفتان یعنی ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے اس لیے اسے اخفاء شفوی کہتے ہیں یعنی وہ اخفاء جس میں میم کا تعلق ہونٹوں سے رہتا ہے اور جو باء شفوی سے پہلے ہوتا ہے۔

یہاں بطریق جزریؒ جو دو مذہب ہیں یعنی اخفاء اور اظہار اس کی توضیح علامہ جزریؒ نے "النشر فی القراءات العشر" میں اس طرح فرمائی ہے:

عِنْدَ الْبَآءِ عَلٰی مَا اخْتَارَهُ الْحَافِظُ أَبُوْ عَمْرٍو الدَّانِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ وَ ذٰلِکَ مَذْهَبُ أَبِيْ بَکْرِ بْنِ مُجَاهِدٍ وَّغَيْرِهٖ وَهُوَ الَّذِيْ عَلَيْهِ اَهْلُ الْاَدَآءِ بِمِصْرَ وَ الشَّامِ وَالْاَنْدَلُسِ وَ سَآئِرِ الْبِلَادِ الْغَرْبِيَّةِ وَ ذٰلِکَ نَحْوُ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ وَ رَبُّهُمْ بِهِمْ – يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ – فَتَظْهَرُ الْغُنَّةُ فِيْهَا إِذْ ذَاکَ اِظْهَارُهَا بَعْدَ الْقَلْبِ فِيْ نَحْوِ مِنْ بَعْدِ – اَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَآئِهِمْ وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ کَأَبِي الْحَسَنِ اَحْمَدَ بْنِ الْمُنَادِيِّ وَغَيْرُهٗ اِلٰی اِظْهَارِهَا عِنْدَهَا اِظْهَارًا تَآمًّا وَّهُوَ اِخْتِيَارُ مَکِّيِّ الْقَيْسِيِّ وَغَيْرُهٗ وَهُوَ الَّذِيْ عَلَيْهِ أَهْلُ الْاَدَآءِ بِالْعِرَاقِ وَ سَآئِرُ الْبِلَادِ الشَّرْقِيَّةِ وَحَکٰی اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ التَّآئِبُ إِجْمَاعَ الْقُرَّآءِ عَلَيْهِ (قُلْتُ) وَالْوَجْهَانِ صَحِيْحَانِ مَأْخُوْذٌ بِهِمَا إِلَّا أَنَّ الْاِخْفَآءَ أَوْلٰی لِلْإِجْمَاعِ عَلٰی إِخْفَائِهَا عِنْدَ الْقَلْبِ وَ عَلٰی إِخْفَائِهَا فِيْ مَذْهَبِ أَبِيْ عَمْرٍو وَ حَالَةَ الْاِدْغَامِ فِيْ نَحْوِ اَعْلَمُ بِالشَّاکِرِيْنَ.

(النشر فی القراءات العشر ج ا ص ۲۲۲)

ترجمہ: اخفاء شفوی یعنی میم ساکن کے بعد باء ہو تو میم کو اس کے مخرج سے ایک الفی غنہ سمیت نہایت نرمی و لطافت اور آہستگی سے ادا کریں گے' گویا میم کا کچھ حصہ چھپ گیا۔ اور غائب ہو گیا۔ اس اخفاء کو ابو عمرو دانی ؒ اور دیگر محققین نے اختیار کیا ہے۔ ابوبکر ابن مجاہدؒ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز مصر و شام و اندلس اور تمام بلاد مغرب کے مشائخ اہل اداء بھی اسی پر ہیں۔ اور اس کی مثالیں یہ ہیں یَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ۔ رَبَّهُمْ بِهِمْ۔ یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ۔ پس اس اخفاء والی میم ساکن میں اخفاء کے وقت ایک الف کے برابر غنہ ہوگا اسی طرح مِنْ م بَعْدِ اور اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ جیسی مثالوں میں بھی نون ساکن یا نون تنوین کو میم سے بدل لینے کے بعد اس میم میں اخفاء شفوی مع الغنہ ہوگا۔ اور ایک جماعت مثلاً ابوالحسن احمد بن منادیؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ باء سے پہلے میم ساکن میں اظہار کامل بلا غنہ ہوگا۔ یہی علامہ مکی قیسیؒ وغیرہ کا مذہب مختار ہے۔ نیز عراق اور تمام بلاد مشرق کے اہل ادا بھی اسی پر ہیں اور احمد بن یعقوب تائبؒ نے اس مذہب پر قراء کا اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں: کہ ویسے تو دونوں وجوہ درست اور ماخوذ و معمول بہ ہیں۔ لیکن اخفاء اولی و مختار ہے کیونکہ جب میم ساکن اقلاب والی ہو اور نون ساکن کے بدلہ میں آئی ہو اور اسی طرح جب ابو عمرو کی قرآءت میں بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ جیسی مثالوں میں ادغام یعنی میم متحرک کو ساکن کر دیں تو ان دونوں حالتوں میں اس کے اخفاء پر سب اہل ادا اور ائمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔

پس طَرْدًا لِّلْبَابِ تمام میموں اور جملہ موقعوں کا یہی حکم ہونا چاہیے۔

اور اگر میم منقلب عن النون ہو تو اس میں اخفا واجب ہے کسی کے نزدیک بھی یہاں اظہار جائز نہیں۔ نون ساکن و تنوین کے اقلاب میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیں۔

نوٹ: جو کہا گیا ہے میم منقلب عن النون میں اخفاء واجب کسی کے نزدیک بھی اظہار جائز نہیں اظہار جائز نہ ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ نون کو رفع ثقالت کے لیے میم سے بدلا گیا ہے اور اس اقلاب کے بعد اگر میم میں پھر اظہار کیا جائے تو کما حقہ ثقالت دور نہ ہوگی اور اقلاب کا بنیادی فائدہ حاصل نہ ہوگا لہٰذا میم منقلبہ میں صرف اخفاء ہوگا اظہار نہیں ہوگا۔

میم ساکن کے اخفاء کو ادا کرنے کا طریقہ

اس اخفاء کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ میم کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی والے حصے کو بہت نرمی سے ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے پھر دونوں ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی ہونٹوں کے تری والے حصے کو سختی سے ملا کر باء کو ادا کیا جائے۔

علامہ جزریؒ نے میم ساکن کے اخفاء کو اس طرح بیان فرمایا ہے

------- وَاَخْــفِيَــنْ

اَلْــمِيْــمَ اِنْ تَسْــكُــنْ بِغُــنَّةٍ لَّــدَا

بَــآءٍ عَلَــى الْــمُــخْتَــارِ مِنْ اَهْلِ الْاَدَا

ترجمہ:"اور ضرور اخفاء کر میم میں غنہ کے ساتھ اگر ساکن ہو وہ میم نزدیک باء کے اہل ادا کے مختار قول پر۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مختار قول ہے اور دوسرا غیر مختار قول۔ مختار قول اخفاء ہے اور غیر مختار قول اظہار ہے۔

اور علامہ جزریؒ نے میم ساکن کے اخفاء کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَــالْاَوَّلُ الْاِخْــفَــآءُ عِــنْــدَ الْبَــآءِ

وَسَــمِّــهِ الشَّــفْــوِيَّ لِلْــقُــرَّآءِ

ترجمہ:"پس پہلا اخفاء ہے باء کے ساتھ اور اس کا نام قاریوں کے لئے اخفاء شفوی ہے۔"

اخفاء شفوی کی مثالیں

بَعْضُكُمْ بَعْضًا – حَكَمْتُمْ بَيْنَ – وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى – فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ – عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ – فَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ – مِنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا – رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ – وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ – اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ – وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ – يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ – اَنْتُمْ بَشَرٌ – يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وغیرہ۔

فوائد مکیہ : باقی حروف میں اظہار ہوگا مثل عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ – كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ کے۔

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں میم کے اظہار کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر میم ساکن کے بعد باء اور میم کے علاوہ کوئی اور حرف آ جائے تو اظہار ہوگا۔ اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔ اظہار شفوی کو علامہ جزریؒ نے اسطرح بیان فرمایا ہے۔

وَاَظْهِــرَنْــهَــا عِــنْــدَ بَــاقِــي الْاَحْــرُفِ

ترجمہ:"اور خوب ظاہر کر کے پڑھ اس میم ساکنہ کو نزدیک باقی حرفوں کے۔"

علامہ جزریؒ اظہار شفوی کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَالثَّالِثُ الْإِظْهَارُ فِي الْبَقِيَّهْ
مِنْ اَحْرُفٍ وَّسَمِّهَا شَفْوِيَّهْ

ترجمہ: ''تیسرا حکم اظہار ہے جو بقایا حرفوں میں ہوتا ہے اور اس کا نام اظہار شفوی رکھو۔''

اظہار شفوی میم ساکن کے بعد چھبیس حروف میں ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

''ت-ث-ج-ح-خ-د-ذ-ر-ز-س-ش-ص-ض-ط-ظ-ع-غ-ف-ق-ک-ل-ن-و-ھ-ء-ی''

اظہار شفوی کرنے کی وجہ اور اس کی وجہ تسمیہ:

اس اظہار کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف مخرج کے لحاظ سے میم سے دور ہیں اس لیے میم اپنے حال پر رہے گا اور اسے اظہار شفوی کہتے ہیں اور اظہار شفوی اسے اس لیے نام دیا گیا ہے کہ میم شفتین یعنی ہونٹوں سے ادا ہوتا ہے۔

اظہار شفوی کی مثالیں

حرف	مثال	حرف	مثال
ت	لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ	ط	مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ
ث	يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ	ظ	وَاَنْتُمْ ظَالِمُوْنَ
ج	لَكُمْ جَنّٰتٍ	ع	وَلَا تَقُمْ عَلٰى
ح	اِذْهَدْ هُمْ حَتّٰى	غ	فَاِنَّهُمْ غَيْرُ
خ	تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا	ف	فَهُمْ فِيْ
د	لَكُمْ دِيْنُكُمْ	ق	كُنْتُمْ قَوْمًا
ذ	تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ	ک	بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
ر	فِيْهِمْ رَسُوْلًا	ل	فَهُمْ لَا

ز	قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ	ن	مِنْكُمْ نُعَذِّبُ
س	فَوْقَكُمْ سَبْعِيْنَ	و	عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةٌ
ش	عَلَيْكُمْ شَيْئاً	ھ	اَمْ هُوَ
ص	اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً	ء	لَهُمْ اَوَّلًا
ض	عَلَيْهِمْ ضَرْباً	ی	وَلَمْ يَكُنْ

فوائد مکیہ : (فائدہ) بوف کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفاء ہوگا- واؤ اور فاء آئے تو اظہار اس طرح کیا جائے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آ جائے یہ اظہار بالکل بے اصل ہے بلکہ میم کا سکون بالکل تام ہونا چاہیے کہ حرکت کی ہوا بھی نہ لگے-

شرح : حضرت مصنفؒ بوف کا قاعدہ جو مشہور مگر بے اصل ہے کے متعلق فرما رہے ہیں۔ میم ساکن کے بعد اگر باء آ جائے تو اخفاء شفوی ہوگا اور واؤ اور فاء آ جائیں تو اظہار ہوگا بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر میم ساکن کے بعد واؤ اور فاء آ جائیں تو پھر بھی اخفاء ہوگا- اور بعض کہتے ہیں کہ اگر میم ساکن کے بعد واؤ اور فاء آ جائیں تو اظہار ہوگا مگر اس طرح کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آئے- ان حضرات نے یہ قاعدہ باء پر قیاس کرتے ہوئے بنایا ہے کہ باء چونکہ شفوی ہے اور واؤ اور فاء بھی حروف شفویہ ہیں لہٰذا ان میں بھی اخفاء کرنا چاہیے- مگر حضرت مصنفؒ ان لوگوں کے اس دعویٰ کا رد فرما رہے ہیں کہ اس طرح اخفاء کرنا بالکل بے اصل ہے اس کا تجوید و قرآءت سے کوئی تعلق نہیں ہے- کیونکہ تجوید و قرآءت میں قیاس کو کوئی دخل نہیں جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا۔

وَمَا لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَآءَةِ مَدْخَلٌ
فَدُوْنَكَ مَا فِيْهِ الرِّضَا مُتَكَفِّلَا

ترجمہ: ''اور نہیں ہے قیاس کے لئے فن قرآءت میں کوئی جگہ پس تو لے وہی چیز کہ اس میں پسندیدہ چیز یعنی نقل متواتر ہو اس حال میں کہ تو اس کا ذمہ دار بننے والا ہو-''

علامہ جزریؒ نے تو واؤ اور فاء میں خصوصاً اس قسم کے احتمالات سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

وَاحْذَرْ لَدَا وَاوٍ وَّفَا اَنْ تَخْتَفِيْ

ترجمہ: ''اوراحتیاط کر نزدیک واؤ اور فاء کے اس میم کے مخفی ہونے سے۔''

اور علامہ جزوریؒ نے بھی بوف کے قاعدے کی نفی میں فرمایا ہے

وَاحْذَرْ لَدَا وَاوٍ وَّفَا اَنْ تَخْتَفِيْ

لِقُرْبِهَا وَالْاِتِّحَادِ فَاعْرِفِ

ترجمہ: ''اور بچو واؤ اور فاء کے نزدیک اخفاء سے اس فاء کے قریب المخرج اور واؤ کے متحد المخرج ہونے کی وجہ سے خوب سمجھ لو۔''

میرے استاذ محترم حضرت قاری المقری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ اس کی وجہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:
واؤ اور فاء شفوی ہونے کی وجہ سے دونوں حروف میم کے مقارب ہیں' اس تقارب کی وجہ سے عموماً تساہل اور غفلت میں میم پوری طرح اطباق شفتین سے ادا نہیں ہوتا واؤ ہو تو انضمام کی طرف اور فاء ہو تو اس کے مخرج کی طرف ہونٹوں کو سبقت ہوتی ہے چنانچہ حــدرًا تلاوت کرتے ہوئے بہت سے طلبہ کو ہم نے بھی اس غلطی میں مبتلا پایا ہے' گویا اس طرح میم اپنے مخرج سے نہیں بلکہ مابعد والی واؤ یا فاء سے مخلوط ہو کر نکلتی ہے گویا میم مابعد میں مستور ہوتی ہے' اس غلطی کے ساتھ خواہ میم میں غنہ ہو یا نہ ہو' بہر حال یہ اظہار ہرگز نہیں۔ اسی لیے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں کو جاہل فرمایا ہے۔

(الجواہر النقیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۱۴۹)

ایسے ہی کلمات علامہ احمد الجزری الحواشی المفہمہ فی شرح المقدمہ الجزریہ میں فرماتے ہیں:
میم ساکنہ کے بعد واؤ یا فاء آئیں تو اخفاء سے بچو' کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ واؤ میم کا ہم مخرج اور فاء قریب المخرج ہے تو باء کی طرح ان میں بھی اخفاء کیا جائے جیسا کہ جاہل قراء کرتے ہیں حالانکہ یہ لحن ہے مثلاً یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ' عَلَيْهِمْ وَلَا' هُمْ فِيْهَا وغیرہ۔

فوائد مکیہ : چوتھی فصل حروف غنہ کے بیان میں

نون میم مشدد ہوں تو غنہ ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ نون میم مشدد ہونے کی صورت میں اس میں غنہ ہوگا اسلئے کہ غنہ نون اور میم

کی ذاتی صفت ہے۔جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے فرمایا۔

وَغُـــنَّةُ تَـنْـوِيْــنٍ وَّنُـــوْنٍ وَّمِيْـــمٍ اِنْ
سَـكَـنَّ وَلَا اِظْهَـارَ فِـي الْاَنْفِ يُجْتَلٰى

ترجمہ: ''اور تنوین اور نون اور میم اگر ساکن ہوں اور ان میں اظہار نہ ہو تو ان کے غنہ کا مخرج ناک میں رکھا جاتا ہے۔''

علامہ شاطبیؒ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ غنہ کا مخرج خیشوم ہے۔نون میم مشدد سے مراد تشدید ہے چاہے یہ تشدید ادغام کی وجہ سے ہو یا تشدید وضعی ہو۔تشدید ادغامی چاہے ایک کلمہ میں ہو یا دو کلموں میں جیسے اَلـنَّـاسِ - اَلـنَّـارِ - اِنَّـا - اَلـتَّمّــرُ - مِـنْ نَّاصِرِيْنَ - كَمْ مِّنْ - وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ - اور اسی طرح بغیر ادغام کے تشدید وضعی ہو جیسے اِنَّ - لَمَّا - كُنَّا - ثُمَّ - عَمَّ - وغیرہ ان تمام میں غنہ ہوگا۔

غنہ کے لغوی معنی ہیں بھنبناہٹ (جس طرح کہ شہد کی مکھی کرتی ہے)

غنہ کی اقسام

غنہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) غنہ زمانی (۲) غنہ آنی

(۱) غنہ زمانی

غنہ زمانی وہ ہوتا ہے جو قصد کر کے ایک الف کے برابر خیشوم سے ادا کیا جائے میم مشدد اور نون میم مخفات میں غنہ زمانی ہوتا ہے۔

(۲) غنہ آنی

غنہ آنی وہ غنہ ہوتا ہے کہ جب نون میم کو ادا کیا جائے تو بغیر قصد کے خود بخود وہ صفت غنہ خیشوم سے ادا ہوتی ہے نون میم مظہرہ اور متحرکہ میں غنہ آنی ہوتا ہے۔

غنہ زمانی کی اقسام

غنہ زمانی کی دو اقسام ہیں۔

(۱) غنہ بطور ذات (۲) غنہ بطور صفت

(۱) غنہ بطور ذات

غنہ بطور ذات سے مراد یہ ہے کہ نون و میم مخفاۃ میں جو غنہ ہوگا وہ بطور ذات کے ہوتا ہے ان حروف کا اعتماد قوی خیشوم پر ہوتا ہے اور اعتماد ضعیف اپنے مخرج اصلی پر ہوتا ہے۔ مزید میم اخفائے شفوی اور اخفائے حقیقی کا جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ بات سمجھ آ سکتی ہے۔

(۲) غنہ بطور صفات

نون میم مشدد اور مدغم بادغام ناقص میں جو غنہ ہوتا ہے وہ غنہ بطور صفات کے ہوتا ہے کیونکہ نون و میم مشدد اپنے اصلی مخرج سے اور مدغم بادغام ناقص اپنے مدغم فیہ کے مخرج سے ادا ہوتے ہیں اور ان کی صفت غنہ خیشوم سے ادا ہوتی ہے۔ نون مدغم بادغام ناقص سے مراد یہ ہے کہ نون ساکن و تنوین کے بعد واؤ اور یاء آ جائیں تو وہاں نون مدغم بادغام ناقص ہوگا جیسے مِنْ وَّالٍ۔ مَنْ يَّقُوْلُ وغیرہ۔

غنہ آنی صفت لازمہ ہے اور غنہ زمانی صفت عارضہ ہے جہاں غنہ زمانی ہوگا وہاں غنہ آنی ضرور ہوگا مگر ضروری نہیں کہ جہاں غنہ آنی ہو وہاں غنہ زمانی بھی ہو۔

> **فوائد مکیہ** : ایسے ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حرف حلقی اور لام۔ راء کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ نون ساکن کے بعد اگر حروف حلقی اور لام و راء کے علاوہ کوئی حرف آئے گا تو غنہ ہوگا جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ جیسے مَنْ يَّقُوْلُ۔ مَنْ يَّشَآءُ۔ مِنْ مَّآءٍ۔ مِنْ وَّلِيٍّ۔ مِنْ نَّصِيْرٍ۔ مِمَّنْ مَّعَكَ۔ اَفَاَنْتَ۔ اَنْجَيْنَا۔ عِنْدَ۔ مِنْ شَيْءٍ۔ وَاَنْزَلْنَا۔ مِنْ صِيَامٍ۔ مِنْ طَيِّبٰتِ۔ مِنْ كُلِّ وغیرہ۔

> **فوائد مکیہ** : ایسے ہی میم ساکن کے بعد باء آئے تو اخفاء کی حالت میں غنہ ہوگا۔ غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ ان قواعد کا بیان فرما رہے ہیں جن میں غنہ ہوتا ہے اسی ذیل میں فرمایا کہ ساکن کے بعد باء

آئے تو اخفاء کی حالت میں بھی غنہ ہوگا جیسے فَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ - رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ - عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ - اُرْسِلْتُمْ بِهٖ - وَمَاهُمْ بِسُكٰرٰى - مِنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وغیرہ۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ غنہ کی ادائیگی کی مقدار ایک الف کے برابر ہوگی۔ ایک الف کی مقدار کیا ہے یہ مقدار معلوم کرنے کا طریقہ علمائے تجوید نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کھلی انگلی کو متوسط طریقہ سے بند کرنے میں اور بند انگلی کو ایسے ہی متوسط طریقہ سے کھولنے کو الف کی ادائیگی کے برابر مقدار مانا گیا ہے۔ مگر یہ محض ایک اندازہ ہے اصل دارومدار اساتذہ فن سے براہ راست مشق واستفادہ کرنے پر ہے۔

یہ قواعد پہلے میم اور نون کے قواعد کے ضمن میں نیز مخارج اور صفات کے ذیل میں بیان ہو چکے ہیں یہاں ان کے بیان

صورت میں ذکر فرمائے ہیں۔ اور اسی لئے مناسب سمجھا گیا کہ ان کی تشریح وضاحت بھی دوبارہ ہو جائے۔ اتباع للمصنف علیہ الرحمۃ واسعہ۔

فوائد مکیہ : پانچویں فصل ہائے ضمیر کے بیان میں

شرح : ضمیر کا لغوی معنی ہے پوشیدہ ہونا۔

تعریف:

کلمہ کے آخر میں مثل کاف جو ہاء لاحق ہوتی ہے اسے ہائے ضمیر کہتے ہیں۔

عبارت میں پہلے ایک اسم ظاہر ہوتا ہے دوبارہ اس اسم کو استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اختصار فی الکلام کی غرض سے ضمیر کو استعمال کیا جاتا ہے اور تقریباً ہر زبان میں ایسا ہوتا ہے۔ مثلاً اردو میں ہم کہتے ہیں "خالد آیا۔ خالد نے سبق پڑھا۔ خالد نے روٹی کھائی۔ خالد چلا گیا۔" یہ کلام طویل ہو گیا اس کا اختصار اس طرح کیا جاتا ہے کہ ضمائر کا استعمال کرتے ہیں جس سے یہ طویل جملہ یوں ہو جاتا ہے۔ "خالد آیا۔ اس نے سبق پڑھا۔ اس نے روٹی کھائی وہ چلا گیا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ضمائر کا استعمال اختصار فی الکلام کی غرض سے ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ اصل میں یہ کلمہ اس طرح ہے۔

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِی الْکِتٰبِ اب اس آیت میں دوسرے الْکِتٰبِ کو حذف کر کے اس کی جگہ ضمیر کی ھاء کو استعمال کیا گیا ہے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وَلَیْسَتْ بِلَامِ الْفِعْلِ یَآءُ اِضَافَةٍ
وَمَا هِیَ مِنْ نَّفْسِ الْاُصُوْلِ فَتُشْکِلَا

ترجمہ: اور یاء اضافت لام فعل نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ ہی وہ نفس اصول ہوتی ہے کہ وہ اشکال میں مبتلا کرے۔

وَلٰکِنَّهَا کَالْهَآءِ وَ الْکَافِ کُلُّ مَا
تَلِیْهِ یُرٰی لِلْهَآءِ وَ الْکَافِ مَدْخَلَا

ترجمہ: بلکہ وہ ھاء اور کاف کی طرح کی ایک ضمیر ہوتی ہے ہر وہ جگہ کہ وہاں یہ یاء اضافت متصل ہوگی ھاء اور کاف کے داخل ہونے کی جگہ صحیح دیکھی جا سکے گی۔

درج بالا شعروں میں علامہ شاطبیؒ نے یاء اضافت کا مفہوم سمجھایا ہے کہ یہ یاء زائدہ **دالہ علی المتکلم** ہوتی ہے اور فعل۔ اسم اور حرف تینوں کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فعل کے ساتھ منصوب المحل اور اسم کے ساتھ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور المحل اور حرف کے ساتھ کبھی منصوب المحل اور کبھی مجرور المحل ہوتی ہے۔

ترتیب وار مثالیں:

سَتَجِدُنِیْ – ذِکْرِیْ – اِنِّیْٓ اَخَافُ – وَلِیَ دِیْنِ وغیرہ

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بڑی آسان پہچان یہ ہے کہ یہ لام فعل میں نہیں ہوتی اور نہ کلمہ کا جز ہوتی ہے جہاں یہ داخل ہو اس جگہ ھاء ضمیر اور کاف ضمیر لگانا عربیت کے لحاظ سے صحیح ہوتا ہے جیسے سَتَجِدُکَ سے سَتَجِدُهٗ – ذِکْرُکَ سے ذِکْرُهٗ – اِنَّکَ سے اِنَّهٗ – لَکَ سے لَهٗ وغیرہ۔

عربی زبان میں ستر قسم کی ضمائر ہوتی ہیں۔

(۱) چودہ مرفوع متصل (۲) چودہ مرفوع منفصل (۳) چودہ منصوب متصل
(۴) چودہ منصوب منفصل (۵) چودہ مجرور متصل

اب ان ستر ضمائر میں سے یہاں جو ضمیر مراد ہے وہ واحد مذکر غائب منصوب متصل اور مجرور متصل کی ضمیر ہے جیسے اِلَیْهِ۔

لَهٗ- بِهٖ- عَلَيْهِ وغیرہ-

ھائے ضمیر مکسور کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یا یائے ساکنہ ہوتو ھائے ضمیر مکسور ہوگی مثل بِهٖ- وَ اِلَيْهِ کے۔

شرح : اور اسی طرح ان ضمائر پر جو کہ یہاں مراد ہیں ان پر دو طرح کے اعراب وارد ہیں یا یہ مضموم ہوتی ہے یا مکسور ہوتی ہے- حضرت مصنفؒ نے یہاں مکسور کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہائے ضمیر سے پہلے کسرہ یا یائے ساکنہ ہوتو ہائے ضمیر مکسور ہوگی جیسے کہ بِهٖ- اِلَيْهِ- لَدَيْهِ وغیرہ-

فوائد مکیہ : مگر دو جگہ مضموم ہوگی وَمَآ اَنْسَانِيْهُ سورۃ الکہف میں- دوسرے عَلَيْهُ اللّٰهَ سورۃ الفتح میں- اور دو لفظ میں ساکن ہوگی ایک تو اَرْجِهْ اور دوسرا فَاَلْقِهْ-

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ نے ہائے ضمیر مکسور سے چار کلمات مستثنیٰ بیان فرمائے ہیں- دو کلمات تو مضموم ذکر فرمائے کہ ان کی ہائے ضمیر مکسور ہونے کی بجائے مضموم ہے- وَمَا اَنْسَانِيْهُ (الکهف)- عَلَيْهُ اللّٰهَ (الفتح)- ان دونوں کلمات میں ہائے ضمیر اپنے قاعدہ کے مطابق بجائے مکسور ہونے کے مضموم ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہائے ضمیر میں ضمہ اصل ہے- اس لئے یہاں اصل کی اتباع کرتے ہوئے ضمہ ہی پڑھا گیا ہے-

اور دوسرے کلمات اَرْجِهْ- فَاَلْقِهْ میں ہائے ضمیر مکسور کی بجائے ساکن ہے یہ اس لئے کہ یہ کلمات اصل میں اَرْجِیْ اور فَاَلْقِیْ تھے جو کہ دونوں امر کے صیغے ہیں اگر امر کا آخری حرف' حرف علت ہو تو اسے حذف کر دیا جاتا ہے- یہاں یاء کو حذف کر کے اس کے قائم مقام ہاء کو کر دیا ہے اور یہ ہاء اس لئے ساکن ہے کہ یہاں حروف بھی ساکن تھے-

ھائے ضمیر مضموم کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی مثل لَهٗ- رَسُوْلُهٗ- مِنْهُ- اَخَاهُ- رَاَيْتُمُوْهُ-

شرح : جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہائے ضمیر کے دو اعراب ہوتے ہیں ایک کسرہ اور دوسرا ضمہ یہاں پر ہائے ضمیر مضموم کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ہائے ضمیر کے ماقبل نہ تو کسرہ ہو اور نہ یائے ساکنہ ہو یعنی فتحہ-ضمہ اور یائے ساکنہ کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو تو ہائے ضمیر مضموم ہوگی جیسا کہ مثالوں سے بھی واضح ہو رہا ہے لَهٗ-رَسُوْلُهٗ-مِنْهُ-أَخَاهُ- رَأَيْتُمُوْهُ وغیرہ-

فوائد مکیہ : مگر وَيَتَّقْهِ فَأُولٰٓئِكَ میں مکسور ہوگی-

شرح : حضرت مصنفؒ نے ہائے ضمیر مضموم کے قاعدہ سے اس مذکورہ بالا کلمہ کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ قاعدہ کے مطابق اس کی ہائے ضمیر مضموم ہونی چاہیے مگر وَيَتَّقْهِ میں بجائے مضموم کے مکسور ہے-

اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ وَيَتَّقْهِ اصل میں وَيَتَّقِيْهِ تھا-ہائے ضمیر سے ماقبل یاء ساکن ہو تو قاعدہ کے مطابق ہائے ضمیر مکسور ہوگی-اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یاء کہاں گئی اس کا جواب یہ ہے کہ آیت اس طرح ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ-اس میں مَنْ شرطیہ ہے اور یہ اس کی جزاء ہے اس مَنْ کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا گیا ہے-وَيَتَّقْهِ میں چار قرآءتیں ہیں حضرت حفصؒ قاف کو ساکن پڑھتے ہیں یعنی يَتَّقْهِ جبکہ دوسری قرآءت وَيَتَّقِهٖ بکسر القاف مع الصلہ-تیسری قرآءت وَيَتَّقِهْ بکسر القاف وسکون الہاء ہے اور چوتھی قرآءت وَيَتَّقِهِ بکسر القاف مع القصر ہے-حضرت حفصؒ کی روایت میں اگرچہ سکون قاف ہے مگر چونکہ اصل کلمہ میں وَيَتَّقِيْهِ جیسا کہ ہم ابھی تحریر کر چکے ہیں قاف مکسور ہے اس وجہ سے مطابق قاعدہ کلمہ کی ہائے ضمیر بھی مکسور ہی ہے-

ھائے ضمیر میں صلہ یعنی اشباع کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اشباع کے ساتھ پڑھی جائے گی یعنی اگر ضمیر پر ضمہ ہو تو اس کے مابعد واؤ ساکن زائد ہوگا مثل وَرَسُوْلُهٗ أَحَقُّ-

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں اشباع وصلہ کا قاعدہ بیان فرمایا ہے-اشباع کے لغوی معنی ہیں ''کھینچنا'' اس کی تعریف یہ ہے کہ ہائے ضمیر کو اس طرح کھینچنا کہ اس کے کھینچنے سے واؤ مدہ یا یائے مدہ پیدا ہو جائے-ہائے ضمیر اگر مضموم ہو تو صلہ کرنے سے واؤ مدہ پیدا ہوگی جیسے لَهٗ-بِهٖ-وَجْهِهٖ- وغیرہ

اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ہائے ضمیر سے ماقبل اور مابعد کے دونوں حرف متحرک ہوں گے تو ہائے ضمیر میں اشباع یعنی صلہ کیا جائے گا جیسے نِعْمَتَهٗ۔ ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ اَشُدَّهٗ۔ نَبَذَهٗ۔ جَاوَزَهٗ۔ نَفْسَهٗ۔ خَطِيْٓئَتُهٗ۔ مَوْعِدُهٗ۔ بَاْسُهٗ۔ اٰخِرَهٗ۔ يُحِبُّوْنَهٗ۔ حَقَّهٗ۔

نوٹ: حضرت مصنفؒ نے مثال مذکورہ متن میں آگے بیان کی ہے مگر ہم نے طلباء کی سہولت کے لئے اسے متصل بیان کیا ہے۔

فوائد مکیہ : اگر ضمیر پر کسرہ ہے تو اس کے مابعد یاء ساکنہ زائد ہوگی مثل مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے صلہ کا قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ہائے ضمیر مکسور سے ماقبل اور مابعد کے دونوں حرف متحرک ہوں تو وہاں صلہ کرنے سے یائے ساکنہ زائدہ پیدا ہوگی۔ اس لئے کہ کسرہ جب کھینچا جائے تو یاء ہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مثال سے بھی واضح ہے مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

ہائے ضمیر میں صلہ کرنے کی توجیہ:

ہائے ضمیر میں اس لیے صلہ کیا جاتا ہے کہ هاء کا مخرج ابعد ہے ان حروف سے جو اس کے ماقبل اور مابعد ہیں اگر صلہ نہ کیا جائے تو هاء صحیح تحقیق سے اپنے مخرج سے ادا نہ ہوگی لہٰذا هاء کو تحقیق سے ادا کرنے کے لیے صلہ کیا جاتا ہے۔

فوائد مکیہ : مگر ایک جگہ اشباع نہ ہوگا یعنی وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ۔ اس کا ضمہ غیر موصولہ پڑھا جائے گا۔

شرح : یہاں پر ہائے ضمیر مضمومہ موصولہ کے قاعدہ سے ایک کلمہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ يَرْضَهُ لَكُمْ میں صلہ نہ ہوگا بلکہ اس ضمہ کو بغیر صلہ کے پڑھا جائے گا۔

اس کی وجہ یہ کہ يَرْضَهُ لَكُمْ اصل میں يَرْضَاهُ تھا۔ اور آیت اس طرح ہے وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے الف حذف کردیا گیا تو يَرْضَهُ رہ گیا لہٰذا اس کلمہ میں اصل کی اتباع کرتے ہوئے صلہ نہیں کیا گیا۔

ہائے ضمیر میں عدم صلہ کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع نہ ہوگا مثل مِنْهُ۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ۔

شرح : حضرت مصنف" فرمارہے ہیں کہ اگر ہائے ضمیر سے ماقبل یا مابعد حرف ساکن ہوگا تو وہاں صلہ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے مِنْهُ۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ۔ رٰوَدَتْهُ الَّتِيْ۔ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ۔ يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ۔ فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ۔ فَسَبِّحْهُ۔ مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ۔ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ لَا تُطِعْهُ۔ اَبْغِيْهِ۔ وَلِيَرْضَوْهُ۔ يَدَيْهِ۔ يَسْلُكْهُ۔ يُعَلِّمُهُ۔ اَخْنَهُ۔ وغیرہ۔

فوائد مکیہ : مگر فِيْهٖ مُهَانًا جو سورۃ فرقان میں ہے اس میں اشباع ہوگا۔

شرح : جیسا کہ حضرت مصنف" اس سے قبل فرما چکے ہیں اگر ہائے ضمیر سے ماقبل یا مابعد کوئی حرف ساکن ہو تو صلہ نہیں ہوگا۔ مگر سورۃ الفرقان میں فِيْهٖ مُهَانًا ہے اس میں قبل ساکن ہونے کے باوجود صلہ کیا گیا ہے۔ دراصل یہ صلہ جمعاً بین اللغتین کیا گیا ہے۔

علامہ شاطبی" نے فِيْهٖ مُهَانًا کے صلہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَمَا قَبْلَهُ التَّسْكِيْنُ لِابْنِ كَثِيْرِهِمْ

وَفِيْهِ مُهَانًا مَعْهُ حَفْصٌ اَخُوْ وِلَا

ترجمہ: "اور وہ ضمیر کہ جس کا ماقبل ساکن ہو اور مابعد متحرک اس میں امام ابن کثیر مکی" کے لئے صلہ کیا گیا ہے اور فِيْهٖ مُهَانًا میں امام ابن کثیر" کے ساتھ حفص بھی موافقت کرنے والے ہیں۔

اور علامہ جزری" نے طیبۃ النشر میں اس طرح فرمایا ہے:

صِلْ هَا الضَّمِيْرِ عَنْ سُكُوْنٍ قَبْلَ مَا

حُرِّكَ دِنْ فِيْهِ مُهَانًا عَنْ دُمَا

ترجمہ: تم اس ھاء ضمیر کا صلہ کرو جو بعد سکون متحرک حرف سے پہلے ہو ابن کثیر مکی" کے لیے جیسے فِيْهِ هُدًى وغیرہ تم

اس کو اپنا طریق بنالو۔ فِیْهٖ مُهَانًا میں حفص" وکی کے لیے صلہ ہے۔

ہائے ضمیر پر وقف کا بیان

ہائے ضمیر پر وقف کے بارے میں قراء کا اختلاف ہے۔ وقف بالاسکان تمام قراء کے نزدیک جائز ہے البتہ وقف بالروم اور وقف بالاشام میں قراء کا اختلاف ہے بعض قراء کے نزدیک ہائے ضمیر پر روم اور اشام ہر حال میں جائز ہے اور بعض قراء کے نزدیک جس وقت ہائے ضمیر کے ماقبل واؤ مدہ۔ واولین۔ یائے مدہ۔ یائے لین۔ ضمہ اور کسرہ نہ ہو تو اس وقت ہائے ضمیر میں روم واشام جائز ہے۔ باقی تمام صورتوں میں ہائے ضمیر پر روم واشام جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ شاطبی" فرماتے ہیں۔

وَفِي الْهَاءِ لِلْاِضْمَارِ قَوْمٌ اَبَوْهُمَا

وَمِنْ قَبْلِهٖ ضَمٌّ اَوِ الْكَسْرُ مُثِّلَا

ترجمہ: ''اور ایک جماعت مشائخ نے ھاء ضمیر میں روم واشام کا انکار کیا ہے بحالیکہ اس سے پہلے ضمہ یا کسرہ دیکھا جائے۔''

اَوُ امَّا هُمَا وَاوٌ وَّيَاءٌ وَّبَعْضُهُمْ

يُرٰى لَهُمَا فِيْ كُلِّ حَالٍ مُحَلِّلَا

ترجمہ: ''یا ھاء ضمیر کے ماقبل ان دونوں ضمہ۔ کسرہ کی ماں یعنی اصل واؤ اور یاء ہوں اور بعض مشائخ دیکھے جاتے ہیں کہ روم واشام پر ہر حال میں جائز قرار دینے والے ہیں۔''

ہائے ضمیر اپنے ماقبل کے اعتبار سے حسب ذیل سات انواع پر پائی جاتی ہے:

(۱) ماقبل ضمہ ہو جیسے يُعَلِّمُهٗ (۲) ماقبل ضمہ یعنی واؤ مدہ ہو جیسے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یا واؤ لینیہ ہو جیسے وَشَرَوْهُ (۳) ماقبل کسرہ ہو جیسے مِنْ رَّبِّهٖ۔ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (۴) ماقبل یائے مدہ ہو جیسے فِيْهِ۔ اَخِيْهِ یا یاء لینیہ ہو جیسے عَلَيْهِ۔ وَلِوَالِدَيْهِ (۵) ماقبل فتحہ ہو جیسے لَنْ تُخْلَفَهٗ (۶) ماقبل الف ہو جیسے اِجْتَبٰهُ۔ وَهَدٰهُ (۷) ماقبل حرف ساکن صحیح ہو جیسے فَلْيَصُمْهُ۔ مِنْ لَّدُنْهُ۔

ہائے ضمیر میں علامہ شاطبیؒ نے پہلے ایک جماعت کا مذہب نقل فرمایا ہے کہ یہ مشائخ ایک تا چار میں روم واشام کو نا جائز کہتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہوا کہ پانچ تا سات میں ان مشائخ کے نزدیک روم واشام جائز ہے۔

جبکہ دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ساتوں اقسام میں روم واشام جائز ہے۔

فوائد مکیه :

چھٹی فصل ادغام کے بیان میں

شرح : ادغام کا بیان شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مختصر طور پر اجتماع مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کے متعلق بھی بتا دیا جائے۔

(۱) اجتماع مثلین:

ایک قسم کے دو حرف مثلین کہلاتے ہیں پس اگر ایک قسم کے دو حرف پاس پاس آئیں تو اس کو اجتماع مثلین کہا جاتا ہے خواہ ایک کلمہ میں ہوں جیسے **ءَاَنْذَرْتَهُمْ** میں دو ہمزہ اور **جِبَاهُهُمْ** میں دو ھاء وغیرہ اور چاہے یہ اجتماع مثلین دو کلموں میں ہو جیسے **هٰٓؤُلَآءِ اِنْ** میں دو ہمزہ اور **اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ** میں دو عین۔

(۲) اجتماع متجانسین:

اگر ایک ہی مخرج کے دو حرف پاس پاس جمع ہوں تو اس کو اجتماع متجانسین کہتے ہیں جیسے **زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ** میں حاء اور عین ایک ہی مخرج سے ادا ہونے والے حروف ہیں۔

(۳) اجتماع متقاربین

اگر قریب المخرج حروف پاس پاس جمع ہوں تو اس کو اجتماع متقاربین کہتے ہیں۔ جیسے **رُسُلُ رَبِّكَ** میں لام اور راء وغیرہ

ان تینوں اجتماع کے مواقع پر اس بات کا خاص اہتمام کرنا از حد ضروری ہے کہ دونوں حرف پوری صفات کے ساتھ ادا ہوں خاص طور پر ہمزتین کے اجتماع میں بالخصوص خیال رکھا جائے کہ دونوں اپنے مخرج سے تحقیق کے ساتھ ادا ہو۔ عموماً طلباء کو اس میں بہت تساہل برتتے دیکھا گیا ہے۔

اجتماع مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کے بعد اب ادغام کی بحث شروع کی جاتی ہے۔

ادغام کے لغوی معنی ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا ہے پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے حرف کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

تعریف

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ دونوں ایک ساتھ مشدد ادا ہوں۔

ادغام کی اقسام

ادغام کی مطلقاً دو اقسام ہیں:

(۱) ادغام کبیر (۲) ادغام صغیر

(۱) ادغام کبیر

مدغم اور مدغم فیہ اگر دونوں متحرک ہوں اور مدغم کو ساکن کرکے مدغم فیہ میں ادغام کیا جائے تو یہ ادغام کبیر کہلاتا ہے۔ روایت حفصؒ میں صرف پانچ کلمات میں ادغام کبیر ہوا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) تَأْمُرُوٓنِّیٓ (۲) اَتُحَآجُّوٓنِّی (۳) مَکَّنِّی (۴) لَاتَاْمَنَّا (۵) نِعِمَّا

نوٹ: ۱تا۴ میں نون کا نون میں ادغام کبیر مثلین تام ہوا ہے جبکہ نمبر پانچ میں میم کا میم میں ادغام کبیر مثلین تام ہوا ہے۔

علامہ جزریؒ نے ادغام کبیر کو ایسے بیان فرمایا ہے۔

اَوْحُرِّكَ الْحَرْفَانِ فِیْ كُلٍّ فَقُلْ
كُلٌّ كَبِیْرٌ وَّافْهَمَنْهُ بِالْمُثُلْ

ترجمہ: ’’اور اگر متحرک ہوں دونوں حروف ہر ایک قسم میں تو ہر ایک قسم میں کہو کہ وہ ادغام کبیر ہے اور مثالوں سے اس کو سمجھو۔

(۲) ادغام صغیر

اگر مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہو تو اس ادغام کو ادغام صغیر کہتے ہیں جیسے قَدْ دَّخَلُوْا۔ اس ادغام کی شرط یہ ہے کہ مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہوتا ہے۔

علامہ جزریؒ ادغام صغیر کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

——— ثُمَّ اِنْ سَكَنْ
اَوَّلُ كُلٍّ فَالصَّغِیْرَ سَمِّیَنْ

۱

ترجمہ: ''پھر اگر پہلا حرف ساکن ہو ہر ایک قسم میں تو اس کا نام رکھو ادغام صغیر۔''

ادغام کا طریقہ

مشدد حرف کے لیے زبان کو یک لخت اٹھا کر بلا تاخیر تلفظ کیا جائے اگر درمیان میں فصل ہو گیا تو ادغام درست نہ ہوگا۔

باعتبار کیفیت ادغام کی اقسام

باعتبار کیفیت ادغام کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) ادغام تام (ب) ادغام ناقص

(الف) ادغام تام

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی نہ رہے جیسے قُلْ رَّبِّ ۔

(ب) ادغام ناقص

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی رہے جیسے مَنْ یَّقُوْلُ۔ بَسَطْتَّ وغیرہ۔

فوائد مکیہ : ادغام تین قسم پر ہے (۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین

شرح : باعتبار مدغم اور مدغم فیہ ادغام کی تین اقسام ہیں:

(۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین

ان تینوں اقسام کو سبب ادغام کہتے ہیں۔ اور حضرت مصنفؒ انہی کو بیان فرما رہے ہیں۔

بعض علماء تجوید نے بہ اعتبار عربیت مثلین اور متجانسین کو واجب اور متقاربین کو جائز کہا ہے۔ اور بعض مشائخ نے مثلین اور متجانسین کو قیاسی اور متقاربین کو سماعی کہا ہے۔

ادغام مثلین:

فوائد مکیہ : اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے تو ادغام مثلین کہلائے گا مثل اِذْ ذَّھَبَ۔

شرح : حضرت مصنفؒ ادغام مثلین کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ ایسے دو حروف جن کے مخرج اور صفات ایک ہی

ہوں مثلین کہلاتے ہیں مثلاً باء باء- تاء تاء وغیرہ مثلین ہیں- مثلین میں ادغام صرف تام ہی ہوتا ہے ناقص نہیں ہوتا ہے- مثلین میں چودہ حروف کا ادغام اپنے ہم مثل میں ہوتا ہے جن کا مجموعہ فَعِ وَ کَلِّمْ تَهْدِ بِنَذِيْرٍ ہے-

ادغام صغیر مثلین کی مثالیں

امثلہ	حرف	امثلہ	حرف
يُدْرِ كْكُّمُ الْمَوْتُ	ک	اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ	ب
قُلْ لِّعِبَادِیَ	ل	كَانَتْ تَّعْبُدُ	ت
اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ	م	قَدْ دَّخَلُوْا	د
مَنْ نَّشَآءُ	ن	اِذْ ذَّهَبَ	ذ
اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا	و	وَاذْكُرْ رَّبَّكَ	ر
وَمَا لِيَهْ هّٰلَكَ	ھ	تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ	ع
يٰبُنَیَّ	ی	يُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ	ف

علامہ جمزوریؒ ادغام مثلین کو اس طرح بیان فرمارہے ہیں ؎

اِنْ فِی الصِّفَاتِ وَالْمَخَارِجِ اتَّفَقْ

حَرْفَانِ فَالْمِثْلَانِ فِيْهِمَا اَحَقْ

ترجمہ: ''اگر صفات اور مخارج میں دو حروف متفق ہوں تو ان کے لئے مثلین کا نام زیادہ برحق ہے-''

ادغام متجانسین:

فوائد مکیہ : اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہو تو اسکو ادغام متجانسین کہتے ہیں مثل وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ-

شرح : یہاں پر ادغام متجانسین کا بیان ہو رہا ہے۔ متجانسین کہتے ہیں ایسے دو حروف جن کا مخرج تو ایک ہو مگر صفات میں اختلاف پایا جاتا ہو ایسے دو حروف کے ادغام کو ادغام متجانسین کہا جاتا ہے۔ مثلاً تاء طاء۔ ثاء ذال۔ ذال ظاء وغیرہ

ادغام متجانسین میں ادغام ناقص و تام دونوں ہوتے ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے متجانسین کے ضمن میں فرمایا ''جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہو۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ محققین کے نزدیک تو ہر حرف کا مخرج الگ الگ ہے مگر قرب کی وجہ سے دو اور تین حروف کا مخرج ایک ہی قرار دے دیا جاتا ہے جیسا کہ آپ پیچھے مخارج کے بیان میں پڑھ آئے ہیں۔ حضرت مصنفؒ کا (ایک مخرج گنا جاتا ہے) فرمانا اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ادغام متجانسین کی مثالیں

امثلہ	مدغم و مدغم فیہ حروف	شمار
اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰہَ	تاء کا دال میں	۱
وَقَالَتْ طَّآئِفَۃٌ	تاء کا طاء میں	۲
یَلْھَثْ ذّٰلِکَ	ثاء کا ذال میں	۳
قَدْتَّبَیَّنَ	دال کا تاء میں	۴
اِذْ ظَّلَمُوْا	ذال کا ظاء میں	۵
اِرْکَبْ مَّعَنَا	باء کا میم میں	۶

مذکور بالا کلمات میں ادغام متجانسین تام ہوا ہے۔

علامہ جمزوریؒ نے ادغام صغیر متجانسین کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

---------- اَوْ یَکُوْنَا اتَّفَقَا

فِیْ مَخْرَجٍ دُوْنَ الصِّفَاتِ حُقِّقَا

بِالْمُتَجَانِسَیْنِ ----------

ترجمہ: ''اور اگر وہ دونوں حرف متفق ہوں مخرج میں نہ کہ صفات میں تو ان کی حقیقت کہو متجانسین۔''

ادغام متقاربین:

فوائد مکیہ : اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے کہ وہ دو حروف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین تو ادغام متقاربین کہلائے گا مثل اَلَمْ نَخْلُقكُّمْ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ادغام کی تیسری قسم متقاربین کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایسے دو حروف جو نہ مثلین ہوں اور نہ متجانسین مراد اس سے یہ ہے کہ ایسے دو حروف جو قریب المخرج ہوں اور انکی صفات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہو متقاربین کہلاتے ہیں جیسے لام نون راء۔ قاف کاف وغیرہ۔

ادغام متقاربین میں بھی ادغام تام و ناقص دونوں ہوتے ہیں۔

علامہ جزریؒ ادغام متقاربین کو یوں بیان فرماتے ہیں

وَإِنْ يَكُوْنَا مَخْرَجاً تَقَارَبَا

وَفِي الصِّفَاتِ اخْتَلَفَا يُلَقَّبَا

مُتَقَارِبَيْنِ ----------

ترجمہ: ''اور اگر وہ دو حروف مخرج کے اعتبار سے قریب اور صفات میں مختلف ہوں تو ان کو لقب دیا جاتا ہے متقاربین۔''

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وَ اِذْ زَيَّنَ اور وَ اِذْ زَاغَتِ جیسے کلمات میں باوجود شرط اور سبب پائے جانے کے ادغام کیوں نہیں ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ:

وَ اِذْ زَيَّنَ۔ وَ اِذْ زَاغَتِ جیسے کلمات میں باوجود اس کے کہ شرط ادغام اور سبب ادغام دونوں پائے جاتے ہیں چونکہ یہاں ادغام روایتاً ثابت نہیں ہے اس لیے ادغام نہیں ہوگا۔ بعض دوسری روایتوں میں یہاں ادغام ہوتا ہے مثلاً ابوعمرو بصریؒ۔ ہشامؒ۔ خلادؒ۔ اور کسائیؒ۔

اساتذہ اور مشائخ سے اس طرح ہم تک پہنچا ہے۔ جیسا کہ علامہ جزریؒ نے فرمایا کہ

وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا

فوائد مکیہ : پھر ادغام متجانسین اور متقاربین دو قسم پر ہے۔ ناقص و تام اگر پہلے حرف کو دوسرے سے بدل کر ادغام کیا جائے تو ادغام تام کہلائے گا مثل قُلْ رَّبِّ۔ اور قَالَتْ طَّآئِفَةٌ۔ عَمَّ۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ ادغام کی باعتبار کیفیت دو قسمیں ہیں۔(۱)ادغام تام اور(۲)ادغام ناقص
ادغام تام یعنی مدغم کو مدغم فیہ میں اسطرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی نہ رہے جیسے قُلْ رَّبِّ۔قَالَتْ طَّآئِفَةٌ۔

عَمَّ کی وضاحت

عَمَّ بِتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ مَفْتُوْحَةٌ اَصْلُهٗ عَنْ مَا اُدْغِمَتِ النُّوْنُ فِى الْمِيْمِ وَ رُسِمَ مَوْصُوْلًا بِالْاِتِّفَاقِ قَالَ الدَّانِيُّ قَوْلُهٗ عَمَّا قَلِيْلٌ وَ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ مَوْصُوْلًا بِلَاخِلَافٍ ثُمَّ هُوَ بِحَذْفِ الْاَلِفِ بَعْدَ الْمِيْمِ لِاَنَّ اِسْتِفْهَامِيَّةٌ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ الدَّانِيُّ وَغَيْرُهٗ قَالَ صَاحِبُ الْمَدَارِكِ حُذِفَتِ الْاَلِفُ تَخْفِيْفًا لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ فِى الْاِسْتِفْهَامِ وَ عَلَيْهِ الْاِسْتِعْمَالُ الْكَثِيْرُ۔

ترجمہ:عَمَّ میم مشدد مفتوحہ اس کا اصل عَنْ مَا ہے نون کا میم میں ادغام کیا گیا ہے۔اور رسم میں بالاتفاق موصول لکھا گیا ہے۔علامہ دانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول عَمَّا قَلِيْلٌ اور عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ دونوں بغیر کسی اختلاف کے موصول ہیں۔پھر الف کو حذف کیا گیا میم کے بعد عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ میں سے اس لیے کہ یہ مَا استفہامیہ ہے جیسا کہ علامہ دانیؒ وغیرہ کی دلیل موجود ہے اور صاحب المدارک نے کہا ہے الف تخفیفاً حذف کیا گیا کثرت استعمال کی وجہ سے استفہام میں اور اکثر لوگوں کا عمل اس پر ہے۔ (نثر المرجان فی رسم نظم القرآن)

نون کا میم میں ادغام مختلف فیہ ہے بعض حضرات نے اسے ادغام تام مانا ہے اور بعض نے ادغام ناقص۔یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا رجحان ادغام تام کی طرف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عَمَّ کی مثال کو ادغام تام میں ذکر فرما رہے ہیں۔

ادغام ناقص کی تعریف حضرت مصنف علیہ الرحمۃ آگے فرما رہے ہیں۔

ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین میں ادغام تام اور ادغام ناقص دونوں ہوتے ہیں۔

ادغام متقاربین تام کی مثالیں

شمار	مدغم ومدغم فیہ حروف	امثلہ
۱	لام کا راء میں	قُلْ رَّبِّ
۲	نون کا راء میں	مِنْ رَّبِّكُمْ
۳	نون کا لام میں	مِنْ لَّدُنْهُ

فوائد مکیہ : اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہوگا مثل مَنْ یَّقُوْلُ - مِنْ وَّالٍ - اور بَسَطْتَّ اَحَطْتُّ کے-

شرح : یہاں پر ادغام ناقص کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ اگر مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کیا جائے کہ مدغم کی کوئی صفت باقی رہے تو اسے ادغام ناقص کہا جاتا ہے جیسے مَنْ یَّقُوْلُ - مِنْ وَّالٍ اور بَسَطْتَّ - اَحَطْتُّ وغیرہ-

ادغام متجانسین میں ادغام ناقص کی مثالیں

(۱) مَنْ یَّقُوْلُ اور مِنْ وَّالٍ کی تشریح پیچھے بیان ہو چکی ہے-

(۲) طاء کا ادغام تاء میں ناقص ہوتا ہے اس لئے کہ طاء اقوی اور تاء ضعیفہ ہے اقوی کا ضعیف میں ادغام صرف ناقص ہوتا ہے۔ طاء کی صفت اطباق ادغام میں باقی رہتی ہے- یہ الفاظ قرآن میں چار جگہ پر آئے ہیں:

(۱) بَسَطْتَّ (۲) اَحَطْتُّ (۳) مَافَرَّطْتُّ (۴) مَافَرَّطْتُّمْ-

(۳) قاف ساکنہ کا ادغام کاف میں ناقص ہوتا ہے یہ صرف ایک جگہ ہے اور بطور جواز ہے یعنی ادغام تام اور ادغام ناقص دونوں جائز ہیں- اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ-

قاف قوی ہے اور کاف ضعیف ہے قوی کا ادغام ضعیف میں تام و ناقص دونوں ہوتا ہے ادغام ناقص کی صورت میں قاف کی صفت استعلاء باقی رہتی ہے۔ علامہ جزری ؒ فرماتے ہیں:

وَبَیِّنِ الْاِطْبَاقَ مِنْ اَحَطْتُّ مَعْ
بَسَطْتَّ وَالْخُلْفُ بِنَخْلُقْکُّمْ وَقَعْ

ترجمہ: اور ظاہر کر اطباق کو اَحَطْتُّ میں مع بَسَطْتَّ وغیرہ کے اور خُلف اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ میں واقع ہوا ہے-

ادغام متقاربین میں ادغام ناقص کی مثالیں

یہ تین حروف کا ادغام تین حروف میں ہے- حضرت مصنف ؒ نے اس کی دو مثالیں متفق علیہ ذکر فرمائی ہیں جبکہ نون کا میم میں ادغام ناقص مختلف فیہ ہے-

شمار	مدغم ومدغم فیہ حروف	امثلہ
۱	نون کا واؤ میں	مِنْ وَّلِيٍّ — مِنْ وَّالٍ
۲	نون کا یاء میں	مَنْ يَّهْدِيْ — مَنْ يَّقُوْلُ
۳	نون کا میم میں	عَنْ مَّا — مِنْ مَّآءٍ

نون کا میم میں ادغام ناقص مختلف فیہ ہے ادا میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اگر غنہ نون کی صفت مانا جائے تو ادغام ناقص ہوتا ہے اور اگر غنہ کو میم کی صفت تسلیم کیا جائے تو ادغام تام ہے۔

فوائد مکیہ : مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب ہے مثل اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ — وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ — عَبَدْتُّمْ — اِذْ ظَّلَمُوْا — اِذْ ذَّهَبَ — قَدْ تَّبَيَّنَ — قَدْ دَّخَلُوْا — قُلْ رَّبِّيْ — بَلْ رَّفَعَهُ۔

شرح : یہاں حضرت مصنفؒ ادغام صغیر مثلین اور متجانسین کی شرائط ادغام کا بیان شروع کر رہے ہیں۔ پہلی شرط کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ پہلا حرف مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہونا چاہیے اور بعد ازاں اس کی مثالیں نقل فرمادی ہیں۔

حاصل یہ کہ جب مثلین اور متجانسین حروف اس طرح جمع ہوں کہ ان کے درمیان کوئی حرف فاصل نہ ہو اور ان دونوں میں پہلا حرف ساکن ہو تو مدغم کا مدغم فیہ میں ادغام ہوگا۔

علامہ جزریؒ نے اس شرط کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَ اَوَّلَـيْ مِثْلٍ وَّ جِنْسٍ اِنْ سَكَنْ
اَدْغِمْ — — — — — — —

ترجمہ: اور متماثلین اور متجانسین کے پہلے حرف اگر ساکن ہوں ان کا مابعد کے حرف متحرک میں ادغام کر۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں ادغام مثلین اور متجانسین کا ذکر تو فرما رہے ہیں مگر ادغام متقاربین کا ذکر نہیں فرمایا اس موقع پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ واجب سے کیا مراد ہے اگر اول الذکر دونوں اقسام ادغام واجب ہیں تو کیا ادغام متقاربین غیر واجب وغیر ضروری ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل مثلین اور متجانسین کا ادغام قیاسی طور پر کیا جاتا ہے یعنی یہ قواعد عربیہ کے مطابق ہے جبکہ ادغام متقاربین سماعی ہے یعنی جہاں اہل اداء نے کیا ہے وہاں ثابت ہے یہاں اہل ادا سے یہ مفہوم نہ اخذ کر لیا جائے کہ یہ ان کی اپنی کوئی اختراع ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے تواتر سے اسے اپنے اساتذہ ومشائخ سے اخذ وروایت کیا ہے۔

ہمارے شیخ استاذ القراء قاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے:

''ادغام متقاربین کی تعریف فوائد مکیہ میں جو کی گئی ہے وہ نہایت انسب اور اطبق ہے یعنی مدغم اور مدغم فیہ اگر نہ مثلین ہوں اور نہ متجانسین تو وہ ادغام متقاربین ہے لہٰذا تقارب مخرج یا صفت کو تلاش نہیں کرنا چاہیے بلکہ تقارب اہل زبان کا ایک ذوق ہے دیکھئے نالام تعریف کا چودہ حرفوں میں بڑی معمولی مناسبت سے ادغام ہوتا چلا گیا ہے جیسے **التابوت — النار** وغیرہ۔ اسی لیے ادغام متقاربین سچی بات یہ ہے کہ سماعی ہوتا ہے یعنی اہل زبان سے سن کر کیا جاتا ہے قیاس کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اس لیے فوائد مکیہ میں لکھا گیا ہے کہ مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف ساکن ہو تو ادغام واجب ہے متقاربین کا لفظ یہاں نہیں لائے ہیں کیونکہ وہ قیاسی نہیں ہے اسی طرح المقدمۃ الجزریہ میں فرمایا گیا۔

وَ اَوَّلَــیْ مِثْـلٍ وَّ جِـنْــسٍ اِنْ سَـکَـنْ

اَدْغِــمْ کَـقُـلْ رَّبِّ وَ بَـلْ لَّا ----

''متقاربین کا ذکر ہی نہیں گو بہت سے شراح نے ٹھونس ٹھانس کر متقاربین کو بھی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔''

یاد رہے کہ یہاں وجوب سے مراد وجوب شرعی نہیں بلکہ اس سے مراد قواعد عربیہ کے مطابق اہم وضروری ہے۔

فوائد مکیہ : اور یَلْهَثْ ذَّلِکَ — یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا میں اظہار بھی ثابت ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں دو کلمات کا خلف بیان فرمایا ہے۔ یَلْهَثْ ذَّلِکَ اور یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا میں اظہار وادغام دونوں وجوہ ہیں۔ تفصیل اس میں اس طرح ہے کہ علامہ جزریؒ نے تو ادغام اور اظہار دونوں وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ اور علامہ شاطبیؒ کے لئے صرف ادغام ہے۔

علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

وَفِــــی ارْکَـــبْ رُضْ حِــمَــا

وَالْــــخُـــلْفُ دِنْ بِـــــيْ نُـــلْ

ترجمہ: اور اِرْكَبْ مَّعَنَا میں کسائی بصریان۔ نے بلا خلف اور مکی قالون عاصم خلاد کے لیے بالخلف ادغام ہے۔تم حمایت کے لیے مشقت برداشت کرو۔

ـــ ـــ ـــ ـــ يَـــلْهَـــثْ اَظْهِـــرْ

حِـــرْمٍ لَّهُـــمْ نَـــالَ خِـــلَافُهُـــمْ وُرِیْ

ترجمہ: يَلْهَثْ ذٰلِكَ میں حرمی ہشام عاصم ان سب کے لیے بالخلف اظہار کرو۔

موانع ادغام:

فوائد مکیہ : جب دو واؤ یا دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو مثل قَالُوْا وَهُمْ ـ فِيْ يَوْمٍ تو ادغام نہ ہوگا۔

شـــرح : حضرت مصنفؒ یہاں موانع ادغام کے مواقع ذکر فرمارہے ہیں کہ اگر دو واؤ اور دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف حروف مدہ میں سے ہو تو ادغام نہ ہوگا۔معلوم ہوا کہ ادغام مثلین میں جب مدغم حرف مدہ اور مدغم فیہ غیر مدہ ہوگا تو ادغام نہ ہوگا جیسے حضرت مصنفؒ نے دو مثالیں بھی بیان فرمائیں کہ قَالُوْا وَهُمْ اور فِيْ يَوْمٍ وغیرہ۔

ادغام نہ کرنے کی توجیہ ہمارے شیخؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ادغام کی وجہ سے مدیت فوت ہو جاتی ہے۔ مدیت ایسی قابل بقا صفت ہے کہ اس کو ایک مستقل نام مدتمکین سے یاد کیا جاتا ہے۔تمکین کا مطلب ہے کہ قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو واؤ یا دو یاء کے درمیان مدطبعی کو واضح کر کے پڑھے تاکہ ادغام سے بچاؤ ہو جائے (مزید تفصیل کے لیے دیکھو نہایۃ قول المفید ص ۱۰۵) اظہار کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ حروف مدہ کا مخرج جوف دہن ہے جو مقدر ہے اور مدغم فیہ کا مخرج محقق ہے گویا دونوں میں باہم ضدیت ہے اور ادغام ہوتا ہے کسی مناسبت کی وجہ سے۔

فوائد مکیہ : ایسے ہی حرف حلقی کسی حرف غیر حلقی میں مثل لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا اور اپنے مجانس میں مثل فَاصْفَحْ عَنْهُمْ مدغم نہ ہوگا۔

شـــرح : حضرت مصنفؒ ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین کے موانع کا قاعدہ بیان فرمارہے ہیں اور وہ کلمات ذکر

فرما رہے ہیں جو کہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔فرماتے ہیں اگر مدغم حرف حلقی اور مدغم فیہ غیر حلقی ہوں تو متقارب ہوگا لیکن یہاں ادغام نہ کیا جائیگا جیسے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا۔

ایسے ہی متجانسین میں مدغم حروف حلقی اور مدغم فیہ بھی اس کا مجانس حرف حلقی ہو تو پھر بھی ادغام نہ ہوگا جیسے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ پہلی صورت میں دراصل حروف حلقی کا ادغام غیر حروف حلقی میں نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ادغام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اتحاد مخرج یا قرب مخرج ہو اور یہاں یہ شرط پوری نہیں ہور ہی حرف غین حلقی حروف میں سے ہے اور حرف قاف حروف لسانی میں سے ہے اور اصول مخارج کے اعتبار سے دونوں کی اصل اور جز علیحدہ ہے۔

اسی طرح دوسری صورت یعنی حروف حلقیہ کا آپس میں ادغام نہ ہونا بھی اہل عرب میں قلیل ہے۔ جیسا کہ آگے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ بیان فرما رہے ہیں۔ یہاں ادغام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ادغام ادائیگی میں آسانی کے لئے کیا جاتا ہے اور حروف حلقیہ میں ادغام سے بجائے تخفیف وآسانی کے ثقالت پیدا ہوتی ہے۔لہٰذا ادغام نہ کیا گیا۔

فوائد مکیہ : اور اپنے مماثل میں مدغم ہوگا مثل يُوَجِّهْهُ۔ مَالِيَهْ هَّلَكَ ایسے ہی لام کا ادغام نون میں نہ ہوگا۔مثل قُلْنَا

شرح : جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حروف حلقی کا ادغام نہ اپنے متجانس میں ہوگا اور نہ اپنے متقارب میں ہوگا اب یہاں حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حروف حلقی کا ادغام صرف اپنے مماثل میں ہوگا جیسا کہ مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں يُوَجِّهْهُ۔ مَالِيَهْ هَّلَكَ وغیرہ۔

نوٹ: مَالِيَهْ هَّلَكَ میں گو ادغام جائز ہے مگر پہلی ھاء کے ہائے سکتہ ہونے کی وجہ سے اس میں محققین نے اظہار اور اظہار کے ساتھ سکتہ لطیفہ کو بہتر کہا ہے علامہ جزریؒ۔ابو شامہؒ اور علامہ دانیؒ سب کی یہی رائے ہے۔(نہایۃ قول المفید ص ۱۰۴ حاشیہ تیسیر التجوید)

اسی طرح لام کا ادغام نون میں نہ ہوگا جیسا قُلْنَا۔

علامہ جزریؒ فعل کے لام کے اظہار کے متعلق فرماتے ہیں ۔

وَاَظْهِرَنَّ لَامَ فِعْلٍ مُّطْلَقَا

فِيْ نَحْوِ قُلْ نَعَمْ وَقُلْنَا وَالْتَقٰى

ترجمہ: ”اور فعل کے لام کو ہمیشہ ظاہر کر کے پڑھو قُلْ نَعَمْ ۔ قُلْنَا اور اِلْتَقٰى جیسے لفظوں میں۔“

قُلْنَا میں ادغام نہ ہونے کی توجیہ:

قُلْنَا اصل میں قَوَلْنَا تھا۔

واؤ متحرک ۔ کو الف سے بدل دیا۔ اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا تو قَلْنَا ہوگیا۔ پھر قاف کے فتحہ کو ضمہ سے بدل دیا تا کہ واؤ کے محذوف ہونے پر دلالت کرے اب چونکہ قُلْنَا میں پہلے ہی ایک تعلیل ہوئی ہے لہذا ادغام کرنے سے توالی اعلالات لازم آتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لام کا ادغام جانبین سے نہیں بلکہ ایک جانب سے ہوتا ہے چونکہ نون کا ادغام لام میں ہوتا ہے اس لئے لام کا ادغام نون میں نہیں ہوگا۔ البتہ لام تعریف کا ادغام کثرت وقوع کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی اَرْسَلْنَا اور اَنْزَلْنَا میں بھی ادغام نہیں ہوا اور اس بابت یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سماع پر موقوف ہے۔

ادغام مثلین۔ ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین سے جتنے کلمات مستثنیٰ ہیں علامہ جزری نے ان کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

------------ وَ اَبِــــــن

فِـیْ یَـوْمِ مَـعْ قَـالُـوْ اوَهُـمْ وَقُـلْ نَـعَـمْ

سَبِّـحْــهُ لَاتُــزِغْ قُــلُـوْبَ فَــالْـتَـقَـمْ .

ترجمہ: ''اور اظہار کر فِيْ يَوْمِ میں ساتھ ہی قَالُوْا وَهُمْ میں اور قُلْ نَعَمْ اور سَبِّحْهُ اور لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا اور فَالْتَقَمَهُ میں۔

فَالْتَقَمَهُ میں لام تعریف نہیں ہے لام فعل ہے ادغام لام تعریف کا ہوتا ہے لام فعل کا نہیں ہوتا۔

لام تعریف کے اظہار کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : (فائدہ) لام تعریف اگر ان چودہ حروف سے قبل آئے تو اظہار ہوگا اور چودہ حروف یہ ہیں اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهُ۔ اور ان حروف کو حروف قمریہ کہتے ہیں جیسے اَلْاٰنَ۔ اَلْبُخْلِ۔ اَلْغُرُوْرِ۔ اَلْحَسَنَةَ۔ بِالْجُنُوْدِ۔ اَلْكَوْثَرَ۔ اَلْوَاقِعَةُ۔ اَلْخَآئِنِيْنَ۔ اَلْفَائِزُوْنَ۔ اَلْعُلٰى۔ اَلْقَانِتِيْنَ۔ اَلْيَوْمَ۔ اَلْمُحْسِنَاتِ۔

شــــــرح : یہاں لام تعریف کے اظہار کا قاعدہ اور امثلہ کا بیان ہورہا ہے-یعنی اگر لام تعریف حروف قمریہ اِبْغِ حَجَّکَ وَخَفْ عَقِیْمَهٗ پر داخل ہو تو لام تعریف اظہار سے پڑھا جائے گا-

ان کو حروف قمریہ اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح چاند کی موجودگی میں ستارے غائب نہیں ہوتے بلکہ نظر آتے رہتے ہیں اسی طرح لام تعریف کے بعد اگر حروف قمریہ آجائیں تو لام تعریف مدغم ہو کر غائب نہیں ہوتا بلکہ اظہار سے پڑھا جاتا ہے-

لام تعریف کے اظہار کا قاعدہ علامہ جزریؒ ایسے بیان فرمارہے ہیں

لِلَامِ اَلْ حَالَانِ قَبْلَ الْاَحْرُفِ
اُوْلَاهُمَا اِظْهَارُهَا فَلْيُعْرَفِ
قَبْلَ اَرْبَعٍ مَّعْ عَشْرَةٍ خُذْ عِلْمَهٗ
مِنِ ابْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهٗ

ترجمہ: ’’ اَلْ کے لام کی دو حالتیں ہیں جب وہ ہوتا ہے حروف سے پہلے ان میں پہلا حال اظہار ہے پس سمجھ لینا چاہیے-

(پہلا حال) چودہ حروف سے پہلے کہ ان کا علم حاصل کرو اِبْغِ حَجَّکَ وَخَفْ عَقِیْمَهٗ سے (ترجمہ: تلاش کر اپنا مقصد اور ڈر بانجھ سے)-

لام اَلْ کے اسی اظہار کو لام قمریہ کہا جاتا ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں-

وَالـلَّامُ الْاُوْلٰى سَمِّهَا قَمَرِيَّهْ

ترجمہ: ’’اور پہلے لام کا نام قمریہ رکھو-‘‘

لام تعریف کے اظہار کی مثالیں

شمار	حروف	مثال	شمار	حروف	مثال	شمار	حروف	مثال
۱	ء	اَلْاَرْضُ	۶	ک	اَلْكَوْثَرُ	۱۱	ق	اَلْقَمَرُ
۲	ب	اَلْبَرْقُ	۷	و	اَلْوَاقِعَهُ	۱۲	ی	اَلْيَوْمُ
۳	غ	اَلْغَيْبُ	۸	خ	اَلْخَبِيْرُ	۱۳	م	اَلْمَجِيْدُ
۴	ح	اَلْحَمْدُ	۹	ف	اَلْفَجْرُ	۱۴	ھ	اَلْهُدٰى

۵	ج	اَلْجَارُ	۱۰	ع	اَلْعَصْرُ		-	---

حضرت مصنفؒ نے ھاء کی مثال بیان نہیں فرمائی ہم نے جدول میں اس کو بھی بیان کردیا ہے۔

لام تعریف کے ادغام کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے گا جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں۔ جیسے وَالصّٰٓفّٰتِ۔ وَالذّٰرِیٰتِ۔ اَلثَّاقِبُ۔ اَلدَّاعِیْ۔ اَلتَّآئِبُوْنَ۔ اَلزَّانِیْ۔ اَلسَّالِکِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنُ۔ اَلشَّمْسُ۔ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اَلطَّارِقُ۔ اَلظّٰلِمِیْنَ۔ اَللّٰهُ۔ اَلنَّجْمُ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں لام تعریف کے ادغام کا قاعدہ اور امثلہ بیان فرمارہے ہیں۔ اگر لام تعریف حروف شمسیہ پر داخل ہو تو ادغام ہوگا حروف شمسیہ چودہ ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے۔" تث دز رزس۔ شص ضط ظلن۔"

ان کو حروف شمسیہ اس لئے کہتے ہیں کہ جیسے سورج کی موجودگی میں ستاروں کی روشنی سورج کی روشنی میں جذب ہو جاتی ہے اور ستارے نظر نہیں آتے اسی طرح حروف شمسیہ میں لام تعریف مدغم ہو کر غائب ہو جاتا ہے لام تعریف ستاروں کے مرتبہ پر ہے اور حروف بمنزلہ سورج ہیں۔

لام تعریف کے ادغام کو علامہ جمزوریؒ اس طرح بیان فرمارہے ہیں۔

ثَانِیْهِمَا اِدْغَامُهَا فِیْ اَرْبَعٍ
وَعَشْرَةٍ اَیْضًا وَّرَمْزَهَا فَعِ

طِبْ ثُمَّ صِلْ رَحِمًا تَفُزْ ضِفْ ذَا نِعَمْ
ط ث ص ر ت ض ذ ن

دَعْ سُوْٓءَ ظَنٍّ زُرْ شَرِیْفًا لِّلْکَرَمْ
د س ظ ز ش ل

ترجمہ:" دوسرا حال یہ کہ اَلْ کا ادغام ہوتا ہے چودہ حروف میں اسی طرح پس ان کی رمز یاد کرلو۔"

عمدہ ہو تو پھر صلہ رحمی کر کامیاب ہوگا مہمانی کر احسانات والے کی چھوڑ بدگمانی کو زیارت کر شریف آدمی کی خیرسگالی کیلئے۔

چونکہ اس لام کو لام شمسیہ کہتے ہیں لہٰذا علامہ جمزوریؒ نے اس کا نام اس طرح ذکر فرمایا ہے ۔

وَ اللَّامُ الْاُخْرٰی سَمِّهَا شَمْسِيَّهْ

ترجمہ: ''دوسرے لام کا نام شمسیہ رکھو۔''

لام تعریف کے چودہ حروف میں ادغام کی مثالیں

نمبر شمار	حروف	مثال	نمبر شمار	حروف	مثال
۱	ت	اَلتَّآئِبُوْنَ	۸	ش	اَلشَّجَرَةُ
۲	ث	اَلثَّمَرَاتُ	۹	ص	اَلصَّابِرُوْنَ
۳	د	اَلدَّارُ	۱۰	ض	اَلضَّآلُّوْنَ
۴	ذ	اَلذِّكْرُ	۱۱	ط	اَلطَّيِّبُوْنَ
۵	ر	اَلرَّحْمٰنُ	۱۲	ظ	اَلظَّالِمُوْنَ
۶	ز	اَلزَّيْتُوْنُ	۱۳	ل	اَللَّعِنُوْنَ
۷	س	اَلسَّاجِدُوْنَ	۱۴	ن	اَلنَّارُ

نوٹ: چونکہ حضرت مصنفؒ نے مثالیں بیان کر دی ہیں ہم نے یہاں طلباء کے ذہن کو وسعت دینے کے لیے مزید امثلہ بیان کی ہیں۔

درج بالا امثلہ میں باعتبار مدغم ومدغم فیہ خلیلؒ اور سیبویہؒ کے نزدیک لام کا لام میں ادغام مثلین جبکہ باقی حروف میں ادغام متقاربین ہے اور فراءؒ کے نزدیک لام کا لام میں ادغام مثلین اور لام کا راء اور نون میں ادغام متجانسین اور باقی حروف میں ادغام متقاربین ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) نون ساکن اور تنوین کا ادغام یاء اور واؤ میں اور طاء کا ادغام تاء میں ناقص ہوگا۔ اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں ادغام ناقص بھی جائز ہے۔ مگر تام اولیٰ ہے اور نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں اظہار ہوگا اور ادغام بھی ثابت ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں بہت سے مسائل ادغام کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اول فرمایا ہے کہ اگر نون ساکن اور تنوین کے بعد واؤ اور یاء ہوں گے تو ادغام ناقص ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ ادغام میں نون کی صفت غنہ باقی رہے گی جیسے مَنْ يَّاْتِيْ - اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ۔

(۲) اس کے بعد حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ طاء کا ادغام تاء میں بھی ناقص ہوتا ہے اس لئے کہ جب طاء کا ادغام تاء میں کیا جاتا ہے تو طاء کی صفت اطباق باقی رہ جاتی ہے جیسے بَسَطْتَّ - اَحَطْتُّ - مَافَرَّطْتُّمْ - مَافَرَّطْتُّ وغیرہ - اس قسم کے ادغام ناقص کی پورے قرآن میں صرف یہی چار مثالیں ہیں - اس کی توجیہ یہ ہے کہ طاء اقویٰ ہے تاء سے اور اقویٰ کا ادغام اگر ضعیف میں کیا جائے تو ناقص ہی ہوتا ہے۔

(۳) اسی طرح اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں ادغام تام اور ادغام ناقص دونوں جائز ہیں یعنی ادغام مختلف فیہ ہے مگر ادغام تام جو ہے وہ ناقص کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔

(۴) چوتھا مسئلہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ میں ادغام اور اظہار دونوں جائز ہیں۔ دراصل ان دونوں مواقع پر علامہ شاطبیؒ کے نزدیک تو صرف اظہار ہے اور علامہ جزریؒ ان دونوں مواقع پر روایت حفصؒ میں ادغام و اظہار دونوں وجوہ بتاتے ہیں۔

علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

حُـطْ كَـمْ ثَـنَـا رِضَـى وَّيٰسِيْنَ رَوٰى

ظَعْنٌ لَّوٰى وَّالْـخُـلْفُ مِـزْنَـلْ اِذْهَوٰى

كَـنُـوْنَ - - - - - - - - - - - - -

ترجمہ: اور يٰسٓ وَ الْقُرْاٰنِ میں کسائی۔ خلف یعقوب اور ہشام نے بلاخلاف اور ابن ذکوان، عاصم، نافع، بزی نے بالخلف ادغام کیا ہے۔ اس کی روایت ریتلی تنگ زمین کے مسافر نے کی ہے اور خلف کو تم جدا کر دو۔ تم اسے پالو کیونکہ یہ بلند ہوا ہے اور یہ اختلاف مثل نٓ وَ الْقَلَمِ کے ہے۔

مزید طلبا کی سہولت کے لیے ۲۹ حرفوں کی تفصیل ادغام کے سلسلے میں ہم بیان کر رہے ہیں:

روایت حفصؒ میں حرفوں کے مدغم و مدغم فیہ

ہمارے ملک میں چونکہ روایت حفص ہی بکثرت پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن میں وقوع کے اعتبار سے مناسب ہے کہ

۲۹ حروف کا ادغام بیان کر دیا جائے۔ قطع نظر اس سے کہ دوسری روایات اس سے مختلف ہوں یا متفق۔

(۱) (الف) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۲) (ب) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ ' وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ (۲) میم میں ایک جگہ مدغم ہے یعنی اِرْكَبْ مَّعَنَا — بطریق شاطبی ادغام واجب ہے اور بطریق جزری ادغام اکثر ہے لیکن ادغام و اظہار دونوں صحیح ہیں۔

(۳) (ت) (۱) اپنے مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ ' فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ (۲) اپنے مجانس دال وطاء میں مدغم ہے جیسے اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا ' اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ — اٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ ' وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ (۳) دال اور طاء کا مدغم فیہ ہے جیسے قَدْ تَّبَيَّنَ ' اَرَدْتُّمْ ' بَسَطْتَّ ' فَرَّطْتُّمْ وغیرہ۔ (۴) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے وَ التِّيْنِ

(۴) (ث) (۱) اپنے مجانس ذال میں مدغم ہے اور یہ ایک جگہ ہے يَلْهَثْ ذّٰلِكَ — بطریق شاطبی صرف ادغام ہے۔ اور بطریق جزری خلف ہے (۲) اپنے مقارب لام تعریف کے لیے مدغم فیہ ہے جیسے اَلثَّمَرٰتِ ' اَلثَّوَابُ

(۵) (ج) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۶) (ح) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۷) (خ) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۸) (د) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے قَدْ دَّخَلُوْا (۲) اپنے مجانس تاء کا مدغم بھی ہے جیسے لَقَدْ تَّقَطَّعَ ' وَجَدْتُّمْ اور مدغم فیہ بھی جیسے اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (۳) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلدَّوَآئِرُ

(۹) (ذ) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے اِذْ ذَّهَبَ (۲) اپنے مجانس ظاء میں مدغم ہے جیسے اِذْ ظَّلَمُوْا اور ثاء کا مدغم فیہ ہے یعنی يَلْهَثْ ذّٰلِكَ (دیکھو حرف ثاء) (۳) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلذّٰرِيٰتِ ' اَلذُّبَابُ وغیرہ۔

(۱۰) (ر) (۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ (۲) اپنے مقارب لام تعریف وغیرہ کا مدغم فیہ ہے جیسے قُلْ رَّبِّ — بَلْ رَّانَ — اَلرَّحْمٰنُ — نیز نون ساکن و تنوین کا مدغم فیہ ہے جیسے اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی —

نوٹ: راء کا اپنے مقارب لام و نون میں ادغام نہیں جیسے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ اور وَقُرْنَ۔

(۱۱)(ز) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلزَّبُوْرُ، اَلزَّرْعُ

(۱۲)(س) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلسَّيِّئَاتُ، اَلسَّاعَةُ

(۱۳)(ش) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے اَلشُّعَرَآءُ، اَلشَّيٰطِيْنُ

نوٹ: ش کا اپنے مجانس یاء میں جیسے اَشْيَآءَ باتفاق ادغام نہیں، اور شین کے بعد جیم کا جیسے اَشْجَارٌ قرآن میں وقوع نہیں۔

(۱۴) (ص) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلصِّيَامُ، اَلصَّيْدُ

(۱۵)(ض) صرف اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلضَّرَّآءُ، اَلضَّآلِّيْنَ

(۱۶)(ط)(۱) اپنے مجانس تاء کا مدغم فیہ ہے جیسے وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ اور تاء میں مدغم ہے جیسے اَحَطْتُّ، فَرَّطْتُّ

(۲) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلطَّيِّبَاتُ وَ الطَّيِّبُوْنَ

(۱۷)(ظ)(۱) اپنے مجانس ذال کا مدغم فیہ ہے جیسے اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۲) اپنے مقارب لام تعریف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلظّٰلِمِيْنَ، اَلظُّلَّةِ۔

(۱۸)(ع) صرف مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ۔

(۱۹)(غ) نہ مدغم نہ مدغم فیہ

(۲۰)(ف) صرف مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ

(۲۱)(ق) صرف ایک جگہ اپنے مقارب کاف میں مدغم ہے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ

(۲۲)(ک)(۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ (۲) قاف کا مدغم فیہ ہے جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ

(۲۳)(ل)(۱) مماثل میں مدغم و مدغم فیہ ہے جیسے بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ، اَللّٰهُ (۲) اپنے مقارب راء میں مدغم ہے جیسے قُلْ رَّبِّ (۳) اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

فوائد

(۱) غیر لام تعریف کا نون میں کہیں بھی ادغام نہیں ہے ایک کلمہ ہو جیسے قُلْنَا' جَعَلْنَا یا دو ہوں جیسے قُلْ نَعَمْ' بَلْ نَقْذِفُ' هَلْ نُنَبِّئُكُمْ۔

کیونکہ نون کا جن حرفوں (یَرْمَلُوْنَ) میں ادغام ہوا ہے' سوائے نون کے اور کوئی حرف بھی نون میں مدغم نہیں۔ میں (یعنی حضرت استاذ قاری اظہار احمد التھانویؒ) کہتا ہوں کہ صفت غنہ اگر ضعیف ہے جیسا کہ تمہید میں ہے تو اظہار کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ لام انحراف کی وجہ سے قوی اور نون غنہ کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوا۔ اور لام کا راء میں انحراف کی وجہ سے ادغام ہے مگر راء کا لام میں ادغام نہیں جیسے وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ کیونکہ صفت تکریر کی وجہ سے راء لام سے قوی ہے۔ اسی طرح وَقَرْنَ میں راء کا نون میں ادغام نہیں کیونکہ صفت انحراف و تکریر کی وجہ سے راء قوی ہے۔

(۲) لام تعریف کا چودہ حروف اِبْغِ حَجَّكَ وَ خَفْ عَقِيْمَهٗ میں اظہار ہے اور باقی چودہ میں تماثل کی وجہ سے جیسے اَلَّذِيْ یا تقارب کی وجہ سے کثرت دور کی وجہ سے ادغام ہوا ہے گویا جس قدر مدغم فیہ حروف لام کے ہیں اور کسی حرف کے نہیں' اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ لام کا مخرج بڑا وسیع ہے اس وجہ سے بہت سے حرفوں کے ساتھ اس کو تقارب حاصل ہوا دوسرے لام تعریف کا کثرت وقوع ہے۔ ہر حرف کے ساتھ مثالیں دے دی گئی ہیں مستقلاً بیان کی ضرورت نہیں۔

(۳) جن چودہ حرفوں میں اظہار ہوا ہے ان کو قمریہ اور جن چودہ میں ادغام ہوا ہے ان کو شمسیہ کہا جاتا ہے گویا یہ لام تعریف بمنزلہ ستاروں کے ہے جو چاند کی روشنی میں غائب نہیں ہوتی' اسی طرح یہ لام ان چودہ حرفوں کے ساتھ ظاہر رہتا ہے اور حروف شمسیہ میں مدغم ہوتا ہے جس طرح ستارے سورج کی روشنی میں مدغم و مستور ہو جاتے ہیں اور بعض کی رائے میں شمسی یا قمری خود لام تعریف کا نام ہے قرآن میں وَالشَّمْسِ میں ادغام کی تشبیہ دیتے ہوئے شمسی اور وَالْقَمَرِ میں اظہار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قمری کہہ دیتے ہیں' گویا شمسی و قمری میں یاء نسبتی ہے۔

(۴) قُلْنَا اور قُلْ نَعَمْ میں باتفاق قراء اظہار ہے' کسائی نے لام کا نون میں ادغام کیا ہے مثلاً بَلْ نَقْذِفُ' هَلْ نَحْنُ۔

تمہید میں علامہ جزریؒ نے فرمایا کہ اَلنَّاسُ اور اَلنَّارُ میں لام کا نون میں ادغام ہے مگر قُلْ نَعَمْ میں نہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ قُلْ میں عین کلمہ کے حذف کے ساتھ تعلیل ہو چکی ہے' لہٰذا دوبارہ ادغام کے ساتھ کلمہ میں تصرف نہیں کیا گیا' اسی لیے قُلْ تَعَالَوْا میں بھی لام کا تاء میں ادغام نہیں ہوا حالانکہ هَلْ تَعْلَمُ میں کسائی کے لیے ادغام ہے۔

(۵) فَالْتَقَمَهُ اور فَالْتَقَطَهٗ میں لام کا تاء میں باتفاق ادغام نہیں۔ کیونکہ لام اور تاء کے مخرج بعید ہیں اور صرف لام

تعریف کا تاء میں کثرت دور کی وجہ سے ادغام ہے۔ نیز جہر اور انحراف کی وجہ سے لام تاء سے زیادہ قوی ہے۔ نیز ادغام کی وجہ سے لفظ کی بنا مشتبہ ہوتی ہے یعنی یہ واضح نہیں رہتا ہے کہ مادہ لَقَمْ اور لَقَطْ ہے یا تَقَمْ اور تَقَطْ ہے۔

(۶) روایت حفص میں چار جگہ سکتہ مروی ہے عِوَجًا (الکہف) پر مِنْ مَّرْقَدِنَا (یٰس) پر۔ مَنْ رَاقٍ (القیامہ) میں مَنْ پر۔ بَلْ رَانَ (المطففین) میں بَلْ پر۔

بطریق شاطبیہ ان چاروں جگہ صرف سکتہ ہے اور بطریق جزری خلف ہے۔ لہٰذا اخرین میں اگر سکتہ نہ کیا جائے گا تو لام ونون کا راء میں ادغام ہوگا۔

(۷) هَلْ کے لام کے بعد راء کی مثال میں ابوشامہ علامہ جزری اور شیخ ضباع تینوں نے هَلْ رَاَيْتُمْ مثال بیان کی ہے لیکن یہ ان بزرگوں کا سہو ہے قرآن میں لام هل کے بعد راء نہیں ہے۔

(۲۴)(م)(۱) مماثل میں مدغم ومدغم فیہ ہے جیسے اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (۲) مجانس باء کا مدغم ہے جیسے اِرْكَبْ مَّعَنَا (۳) اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے مِنْ مَّالٍ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ۔

(۲۵)(ن)(۱) اپنے مماثل میں مدغم ومدغم فیہ ہے جیسے مَنْ نَّشَآءُ (۲) اپنے مقارب یاء راء لام میم واؤ میں مدغم ہے۔ (۳) اپنے مقارب صرف لام تعریف کے لیے مدغم فیہ ہے جیسے اَلنَّارُ۔

(۲۶)(و) اگر لین ہو تو اپنے مماثل میں مدغم ومدغم فیہ ہے جیسے عَصَوْا وَّ كَانُوْا (۲) مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے مِنْ وَّرَآءِ بشرطیکہ ایک کلمہ میں نہ ہوں جیسے قِنْوَانٌ

(۲۷)(ہ) اپنے مماثل میں مدغم ومدغم فیہ ہے جیسے يُوَجِّهْهُّ۔ يُكْرِهْهُّنَّ۔ مَالِيَهْ هَّلَكَ۔

نوٹ: مَالِيَهْ چونکہ ھاء سکتہ ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر وقف کیا جائے کیونکہ یہ ھا بہ نیت وقف داخل کی گئی ہے بہر حال اگر وصل کیا جائے تو بہتر اظہار ہی ہے اور اظہار کی صورت یہ ہے سکتہ لطیفہ کر کے پڑھا جائے اور ظاہری حکم کے مطابق ادغام بھی جائز ہے۔

(۲۸) (ء) نہ مدغم نہ مدغم فیہ۔

(۲۹)(ی)(۱) مماثل میں مدغم ومدغم فیہ ہے مدغم ومدغم فیہ ایک کلمہ میں ہوں تو یاء مدہ اور لین دونوں کا ادغام ہے جیسے وَقَالَ يٰبَنِيَّ اور لَدَيَّ اور کلمتین میں ادغام ہو تو صرف یاء لین کا ادغام متصور ہے مگر قرآن میں اس کا وقوع نہیں۔

(۲) اپنے مقارب نون کا مدغم فیہ ہے جیسے مَنْ يَّشَآءُ بشرطیکہ ایک کلمہ میں نہ ہوں جیسے دُنْيَا

(الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ)

سکتہ کا بیان:

فوائد مکیہ : (فائدہ) عِوَجَاقَيِّمًا سورۃ کہف میں اور مَنْ رَاقٍ سورۃ قیامہ میں اور بَلْ رَانَ سورۃ مطففین میں اظہار ہوگا سکتہ کی وجہ سے اور ایک جگہ حفصؒ کی روایت میں اور بھی سکتہ ہے یعنی مِنْ مَّرْقَدِنَا سورۃ یٰسین میں۔

شرح : سکتہ کے لغوی معنی امتناع اور روکنے کے ہیں۔

سکتہ کی تعریف

تلاوت کرتے ہوئے کسی کلمہ پر بغیر سانس لئے تھوڑی دیر کے لئے آواز کو روک کر فوراً اسی سانس سے آگے پڑھنا سکتہ کہلاتا ہے اور اس سکتہ کو سکتہ معنوی کہتے ہیں اور یہ حکم میں وقف کے ہوتا ہے۔

سکتہ کی اقسام

(۱) سکتہ معنوی (۲) سکتہ لفظی

(۱) سکتہ معنوی: وہ مواقع جس میں از روئے انفصال معنوی بین الکلمتین سکتہ کیا جائے اس کو سکتہ معنوی کہتے ہیں۔

(۲) سکتہ لفظی: اگر کسی جگہ تقویۃ للھمز یعنی ہمزہ کو صاف اور تحقیق سے ادا کرنے کے لئے جو سکتہ کیا جاتا ہے وہ سکتہ لفظی کہلاتا ہے جیسے قَدْاَفْلَحَ۔ فِي الْاَرْضِ وغیرہ۔ یہ سکتہ لفظی ہے اور امام حمزہ کوفیؒ کی قرآءت میں بکثرت وارد ہے مگر حفصؒ کی روایت میں بطریق جزری تو جائز ہے اور بطریق شاطبی جائز نہیں ہے۔

حضرت مصنفؒ نے روایت حفصؒ میں سکتات کے مواقع بیان فرمائے ہیں جو کہ کل چار ہیں۔

(۱) عِوَجَا ۝ سکتہ قَيِّمًا (سورۃ الکہف)

(۲) مَنْ سکتہ رَاقٍ (سورۃ القیامہ)

(۳) بَلْ سکتہ رَانَ (سورۃ المطففین)

(۴) مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ هٰذَا (سورۃ یٰسٓ)

اس کے علاوہ ایک مقام پر سکتہ اور ہوتا ہے کہ اگر سورۃ الانفال کو ختم کر کے سورۃ البراءۃ کو شروع کیا جائے تو تین طریقے

ہیں-(۱)فصل (۲)وصل (۳)سکتہ

اس طرح کل پانچ مواقع پر سکتے ہوگئے-روایت حفصؒ میں جو مذکورہ سکتات کئے جاتے ہیں ان کو سکتہ معنوی کہتے ہیں اور امام حمزہ کی قرآءت میں ہونے والے سکتات کو سکتہ لفظی کہا جاتا ہے-اور یہ حکم میں وصل کے ہوتا ہے-

فوائد مکیہ : اور چونکہ سکتہ ایک لحاظ سے حکم وقف کا رکھتا ہے اس وجہ سے عِوَجًا کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے گا اور حفصؒ کی روایت میں ترک سکتہ بھی ان مواضع میں ثابت ہے تو اس وقت موضع اول میں اخفاء ہوگا اور ثانیین میں ادغام ہوگا-

شرح : حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ سکتہ حکم میں وقف کے ہوتا ہے-سکتہ میں بغیر سانس لئے آواز کا تھوڑی دیر کے لئے بند کرنا سکتہ کہلاتا ہے جبکہ وقف میں آواز اور سانس دونوں کو بند کیا جاتا ہے-

اب اگر سکتہ والے کلمات میں سکتہ کیا جائے تو عِوَجًا کی تنوین کو الف سے بدلا جائے گا جیسے کہ وقف میں ہوتا ہے یعنی عِوَجَا سکتہ قَیِّمًا اور مَنْ سکتہ رَاقٍ اور بَلْ سکتہ رَانَ میں اسی طرح سکتہ کیا جائے گا-ان کلمات میں سکتہ کے علاوہ عدم سکتہ بھی جائز ہے عدم سکتہ کی صورت میں عِوَجًا قَیِّمًا میں اخفا ہوگا-اور مَنْ رَّاقٍ اور بَلْ رَّانَ میں ادغام ہوگا کیونکہ اگر سکتہ نہ ہوگا تو چونکہ نون ولام ساکن کے بعد راء ہے لہٰذا ادغام کیا جائے گا اس ادغام کی وجہ سے اس سکتہ والے مواقع کو ادغام کے باب میں بیان کیا گیا ہے-بہتر یہ تھا کہ ان سکتات والے مواقع کو باب الوقف میں بیان فرماتے-ان چاروں کلمات میں علامہ جزریؒ کے نزدیک سکتہ اور عدم سکتہ دونوں وجوہ ہیں اور علامہ شاطبیؒ کے نزدیک صرف سکتہ واجب ہے-

علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں فرماتے ہیں:

وَاَلِفَیْ مَرْقَدِنَا وَ عِوَجَا
بَلْ رَّانَ مَنْ رَّاقٍ لِحَفْصٍ الْخُلْفُ جَا

ترجمہ: اور مِنْ مَّرْقَدِنَا اور عِوَجًا کے دونوں الف پر اور بَلْ رَانَ و مَنْ رَاقَ پر حفصؒ کے لیے دونوں طرق سے سکتہ بالخلف آیا ہے-

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وَسَکْتَةُ حَفْصٍ دُوْنَ قَطْعٍ لَّطِیفَةٌ

عَـلـٰـى اَلِفِ التَّـنْـوِيْـنِ فِـى عِـوَجًـا بَـلَا

وَفِـى نُـوْنِ مَـنْ رَاقٍ وَّ مَـرْقَـدِ نَـاوَلَا

مِ بَـلْ رَانَ وَ الْبَـاقُـوْنَ لَا سَكْتَ مُوْصَلَا

ترجمہ: حفص کے لیے بغیر سانس لیے عِـوَجًـا کی تنوین کے الف پر سکتہ لطیفہ ہے کیونکہ حفص نے معنی کو پرکھا ہے اور مَنْ رَاقٍ (القیامہ) کے نون پر اور مِـنْ مَّرْقَدِنَا (یٰس) پر اور بَلْ رَانَ (المطففین) کے لام پر بھی سکتہ ہے اور باقی سے ان مواقع میں کوئی سکتہ نہیں پہنچایا گیا ہے۔

ہمارے پاک و ہند میں مطبوعہ قرآنی نسخوں میں مزید چار سکتے لکھے ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا (الاعراف ۲۳)

(۲) اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا سکتہ مَا بِصَاحِبِهِمْ (الاعراف ۱۸۴)

(۳) يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سکتہ وَ اسْتَغْفِرِيْ (یوسف ۲۹)

(۴) حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَ اَبُوْنَا (القصص ۲۳)

یہ چار سکتات بمعنی وقف جوازی ہیں۔ جو حفص کے بعد والوں نے کہے ہیں ان چار جگہوں پر یا تو بالکل وقف کیا جائے اور یا بالکل وصل کیا جائے۔ حاصل یہ کہ ان چار مقامات پر سکتہ بالکل نہ ہوگا۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) مشدد حرفوں میں دیر دو حروف کی ہوتی ہے۔

شرح : جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ مشدد حرف کو مخفف کرنا لحن جلی ہے۔ اگر تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ کو اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَ پڑھیں یا اِيَّاكَ کو اِيَاكَ پڑھیں گے تو یہ لحن جلی ہوگی جو کہ حرام ہے لہٰذا اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

یہاں حضرت مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ مشدد حرف دو دفعہ پڑھا جاتا ہے پہلے ساکن پھر متحرک۔ تشدید کی تعریف حضرت مصنفؒ نے ہی یہ بیان فرمائی ہے "هُـوَ شِـدَّةُ اِتِّصَالِ الْحَرْفَيْنِ مَعَ اِمْتِزَاجِهَا فِى السَّمْعِ بِحَيْثُ يَرْتَفِعُ اللِّسَانُ اِرْتِفَاعًا وَّاحِدًا" یعنی دو حرفوں کے متصل ہونے میں ایسی مضبوطی کہ سننے میں ان دونوں کا امتزاج

محسوس ہو اور دونوں میں زبان ایک ہی دفعہ مرتفع ہو۔

نیز یہ بھی یاد رکھو کہ تشدید چاہے ادغام کی وجہ سے ہو یا وضع کلمہ میں ہو ادائیگی میں دو حروف کی دیری ہوتی ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے فرمایا اور اگر غنہ بھی ہو تو اس کی دیر زیادہ ہوتی ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) دو مثلین غیر مدغم ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے مثل اَعْيُنِنَا۔ بِشِرْكِكُمْ۔ يُحْيِي۔ دَاوٗدُ۔

شرح : اجتماع مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کے مسائل ہم ادغام کے بیان کے شروع میں بیان کر چکے اس فائدہ میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ اجتماع مثلین متجانسین اور متقاربین کو ہی بیان فرما رہے ہیں۔

حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر دو مثلین حرف جمع ہوں تو انہیں خوب واضح کر کے مخارج اور صفات کا لحاظ کر کے پڑھنا چاہیے کہ کہیں ادغام نہ ہو جائے مثل اَعْيُنِنَا۔ بِشِرْكِكُمْ۔ يُحْيِي۔ دَاوٗدُ۔

فوائد مکیہ : ایسے ہی متقاربین متصل ہوں یا قریب قریب ہوں ادغام نہ کیا جائے تو بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیے مثل قَدْ جَآءَ۔ قَدْ ضَلُّوْا۔ اِذْ تَقُوْلُ۔ اِذْ زَيَّنَ۔

شرح : اسی طرح متقاربین اگر دونوں قریب قریب ہوں تو ان کو خوب واضح اور احتیاط سے پڑھنا چاہیے تا کہ ادغام نہ ہو بلکہ اظہار ہی رہے جیسے قَدْ جَآءَ۔ قَدْ ضَلُّوْا۔ اِذْ تَقُوْلُ۔ اِذْ زَيَّنَ۔

خلاصہ یہ ہے کہ مثلین۔ متجانسین اور متقاربین متصل ہوں تو واضح کر کے پڑھنا چاہیے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے کہیں ادغام نہ ہو جائے مظہر کا ادغام جہاں روایت حفص میں ثابت نہ ہو وہاں ادغام کرنا لحن جلی ہے جو کہ حرام ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

فوائد مکیہ : ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہوں مثل جِبَاهُهُمْ یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو مثل اِهْدِنَا یا دو حرف مفخم متصل یا قریب ہوں مثل مُضْطَرٌّ۔ صَلْصَالٍ ایسے ہی دو حرف مشدد قریب یا متصل ہوں مثل ذُرِّيَّةً۔ مُطَّهَّرِيْنَ۔ مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى۔ لُجِّيٍّ يَّغْشٰهُ۔ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ۔

شــرح : حضرت مصنفؒ نے یہاں بھی بہت سے مسائل بیان فرمائے ہیں دراصل دو مشدد حروف کی ادائیگی کے بیان سے لے کر اب تک ان دونوں فوائد میں احتیاط والی باتوں کا بیان فرمارہے ہیں اب یہاں بیان فرماتے ہیں کہ اگر دو حرف ضعیف جمع ہوں یا قوی حرف کے نزدیک ضعیف حرف آئے یا دو حرف مفخم ملے ہوں یا قریب قریب آئے ہوں یا دو حرف مشدد ملے ہوں یا قریب قریب آئیں تو ان تمام حالتوں میں حروف کو اپنے مخارج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا چاہیے۔

ان احتیاط والی باتوں کو علامہ جزریؒ نے **بَابُ التَّحْذِيْرَاتِ** کے نام سے ایک الگ باب میں بیان فرمایا ہے

وَاِنْ تَـلَاقَيَا الْبَيَانُ لَازِمٌ
اَنْـقَضَ ظَهْـرَكَ يَـعَضُّ الظَّالِمُ
وَاضْـطُرَّ مَـعْ وَعَظْتَ مَعْ اَفَضْتُمْ
وَصَفِّ هَـاجِبَـاهُهُـمْ عَـلَيْهِمْ

ترجمہ: ”اگر وہ ضاد-ظاء پاس پاس آئیں تو دونوں کو جدا جدا کرنا ضروری ہے جیسے **اَنْقَضَ ظَهْرَكَ** - **يَعَضُّ الظَّالِمُ**۔

اور جدا جدا کرنا ضروری ہے **اُضْطُرَّ** میں ضاد طاء کو مع **وَعَظْتَ** کی ظاء وتاء کے اور **مَعْ اَفَضْتُمْ** کے ضاد-تاء کے اور صاف صاف پڑھ **جِبَاهُهُمْ** اور **عَلَيْهِمْ** کی ھاء کو۔

فوائد مکیہ : ایسا ہی دو حروف متشابہ الصوت جمع ہوں مثل (صاد-سین) (طاء-تاء) (ضاد-ظاء-ذال) (قاف-کاف) تو ہر ایک کو ممتاز کر کے پڑھنا چاہیے اور جو صفت جس کی ہے اس کو پورے طور سے ادا کرنا چاہیے۔

شــرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ چند ایسے حروف کہ جنکی آواز باہم ملتی جلتی ہے ان کی نشاندہی فرمارہے ہیں کہ اگر یہ حروف باہم متصل یا قریب قریب آئیں تو ان کی صفات کے ساتھ انہیں واضح طور پر ادا کیا جائے اس لئے کہ متشابہ الصوت حروف دراصل صفات ہی کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

فوائد مکیہ : ساتویں فصل ہمزہ کے بیان میں

شرح : اس فصل میں ہمزہ کے قواعد بیان کئے جا رہے ہیں۔

ہمزہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) ہمزہ قطعی (۲) ہمزہ وصلی

(۱) ہمزہ قطعی

ایسا ہمزہ جو وسط کلام میں حذف نہ ہو ہمزہ قطعی کہلاتا ہے جیسے لَآ اُقْسِمُ میں اُقْسِمُ کا ہمزہ قطعی ہے اس لئے کہ وسط کلام میں حذف نہیں ہوا۔

(۲) ہمزہ وصلی

ایسا ہمزہ جو وسط کلام میں حذف ہو جائے جیسے عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔ یہ دراصل عَلٰى اَلْمُرْسَلِيْنَ ہے لام تعریف کا ہمزہ وصلی وسط کلام میں ہونے کی وجہ سے حذف ہو گیا۔

قواعد ہمزہ

ہمزہ کے چار قواعد ہیں:

(۱) تحقیق (۲) تسہیل (۳) ابدال (۴) حذف

تحقیق:

فوائد مکیہ : جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی ہوں تو تحقیق یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے۔

شرح : حضرت مصنفؒ ہمزہ کے قواعد میں سے پہلے قاعدے تحقیق کا بیان فرما رہے ہیں تحقیق باب تفعیل کا مصدر ہے حَقَّقَ يُحَقِّقُ تحقیق جس کا معنی ہے۔ واضح۔ درست۔ قراء کی اصطلاح میں جب دو ہمزہ قطعی ایک کلمہ میں جمع ہوں تو ان کو ان کے مخرج اصلی سے مع جمیع صفات کے ساتھ ادا کرنا تحقیق کہلاتا ہے۔ جیسے ءَاَنْتُمْ۔ ءَاِنَّكَ۔ ءَاُلْقِيَ وغیرہ۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمۃ نے دو ہمزہ ایک کلمہ میں ہونے کی ان تین اقسام کو ایسے بیان فرمایا ہے ؎

وَاَضْرُبُ جَمْعِ الْهَمْزَتَيْنِ ثَلٰثَةٌ

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ اَئِنَّا ءَاُنْزِلَا

ترجمہ: "اور جمع ہمزتین فی کلمہ واحدہ کی تین اقسام ہیں جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ - اَئِنَّا - ءَاُنْزِلَ -"

اَضْرُبُ ضَرْبٌ کی جمع ہے بمعنی قسم یعنی اجتماع ہمزتین فی کلمۃ کی اقسام قرآن مجید میں تین ہیں۔

(۱) یہ کہ دونوں ہمزہ مفتوح ہوں۔ جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ - ءَاَسْلَمْتُمْ - ءَاَنْتُمْ وغیرہ۔

(۲) یہ کہ پہلا ہمزہ مفتوح دوسرا مکسور ہو جیسے ءَاِنَّكُمْ - اَئِمَّةَ - ءَاِنَّكَ - اَئِنَّا وغیرہ۔

(۳) یہ کہ پہلا ہمزہ مفتوح دوسرا مضموم ہو جیسے اَؤُنَبِّئُكُمْ - ءَاُنْزِلَ - ءَاُلْقِيَ وغیرہ۔

تینوں اقسام میں اول ہمزہ مفتوح ہی ہے مگر دوسرے ہمزہ کی حالت تبدیل ہوتی رہتی ہے یعنی کبھی مفتوح۔ کبھی مکسور اور کبھی مضموم ہوتا ہے۔

تسہیل:

> **فوائد مکیہ** : مگر ءَاَعْجَمِيٌّ جو سورہ حم السجدہ میں ہے اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہوگی۔

شرح : قواعد ہمزہ میں اب دوسرے قاعدہ تسہیل کا بیان فرما رہے ہیں۔

تسہیل باب تفعیل کا مصدر ہے سَهَّلَ يُسَهِّلُ تسہیل جس کا معنی ہے آسان کرنا۔ نرم کرنا۔

تسہیل کی تعریف

تسہیل کہتے ہیں ہمزہ کو حروف مدہ اور ہمزہ کے درمیان پڑھنا، تسہیل صرف اسی وقت ہوتی ہے جب دو ہمزہ باہم متصل جمع ہوں۔

نحویوں کے نزدیک تسہیل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تسہیل قریب (۲) تسہیل بعید

(۱) تسہیل قریب: یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرف مد کے درمیان پڑھنا جو اس ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو۔

(۲) تسہیل بعید: یہ کہ ہمزہ کو ہمزہ اور اس حرف مد کے درمیان پڑھنا جو اس کے حرف ماقبل کی حرکت کے موافق ہو۔

قرآءت کے اندر تسہیل قریب ہے بعید نہیں۔

قراء کے نزدیک تسہیل کی اقسام

تسہیل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تسہیل وجوبی (۲) تسہیل جوازی

(۱) تسہیل وجوبی

جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ دونوں قطعی ہوں تو انہیں خوب تحقیق سے پڑھو جیسے پیچھے گزر چکا ہے مگر اس سے ایک کلمہ ءَ اَعۡجَمِیٌّ مستثنیٰ ہے جو کہ سورہ حم السجدہ میں ہے اس میں روایت حفصؒ میں صرف تسہیل ہی تسہیل ہے۔ اس کو تسہیل وجوبی کہتے ہیں۔

تسہیل کی توجیہ

اس تسہیل کی توجیہ یہ ہے کہ اس کلمہ میں تین حروف حلقی یعنی دو ہمزہ اور عین جمع ہیں اور ان تینوں حروف کی ادائیگی یکے بعد دیگرے مشکل ہے جس کی وجہ سے اس کلمہ میں روایت حفصؒ میں صرف اور صرف تسہیل کو اختیار کیا گیا۔

نیز اس میں تسہیل کرنا جَمۡعًا بَیۡنَ اللُّغَتَیۡنِ ہے۔

جَمۡعًا بَیۡنَ اللُّغَتَیۡنِ کی وضاحت:

جَمۡعًا بَیۡنَ اللُّغَتَیۡنِ کا مطلب ہے دو لغتوں کا جمع کرنا جیسے روایت حفص میں دونوں ہمزہ کو تحقیق سے پڑھنا ایک لغت فصیح ہے اس طرح دیگر قراءات میں دو ہمزہ میں ایک کو بالتحقیق اور دوسرے ہمزہ کو تسہیل سے پڑھنا بھی لغت فصیحہ ہے روایت حفص میں اس کلمہ ءَ اَعۡجَمِیٌّ میں تسہیل کر کے۔ اور دوسرے کلمات میں تحقیق کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ تحقیق اور تسہیل دونوں ہی صحیح لغتیں ہیں۔

علامہ شاطبیؒ نے اس کلمہ کی تسہیل کو ایسے بیان فرمایا ہے ؎

وَحَقَّقَهَا فِیۡ فُصِّلَتۡ صُحۡبَةٌ ءَاَعۡ
جَمِیٌّ وَّالۡاُوۡلَی اَسۡقِطَنَّ لِتَسۡهُلَا

ترجمہ: ''اور تحقیق سے پڑھا ہے ہمزہ ثانیہ مفتوح کو سورۃ فصلت (حم السجدہ) میں مرموزین صحبہ (حمزہ کسائی اور شعبہ)

نے کلمہ ءَ اَعْجَمِیٌّ میں اور پہلے ہمزہ کو ساقط کر لِتَسْهُلَا کے مرموز ہشام کے لئے۔"

اس شعر میں پورے قراءِ سبعہ کا مذہب بیان کیا ہے کہ سورہ فُصِّلَتْ (حم السجدہ) میں کلمہ ءَ اَعْجَمِیٌّ کے ہمزہ ثانیہ کو حمزہ، کسائی اور شعبہ نے تحقیق سے پڑھا ہے اور ہشام نے ہمزہ اول کو حذف کر کے اَعْجَمِیٌّ پڑھا ہے یعنی ثانی میں تحقیق کی ہے اور باقین قالون-مکی-بصری-ابن ذکوان اور حفص نے ہمزہ ثانیہ میں تسہیل کی ہے- جبکہ ورش کے لئے ہمزہ ثانی میں تسہیل اور ابدال دو وجوہ ہیں-

نوٹ: ورش کی تسہیل اس شعر سے نکلتی ہے اور ابدال درج ذیل شعر سے نکلتا ہے:

وَقُلْ اَلِفًا عَنْ اَهْلِ مِصْرَ تَبَدَّلَتْ

لِوَرْشٍ وَ فِیْ بَغْدَادَ یُرْوٰی مُسَهَّلَا

ترجمہ: اور کہہ تو کہ وہ ذات الفتح ہمزہ اہل مصر کے یہاں ورش کے لیے الف سے بدلا ہے اور بغداد میں تسہیل کے ساتھ ہی روایت کیا جاتا ہے۔

فوائد مکیہ: اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال مگر ابدال اولیٰ ہے- یہ چھ جگہ ہے ءَآلْئٰنَ سورہ یونس میں دو جگہ۔ ءَآلذَّکَرَیْنِ سورہ انعام میں دو جگہ ہے- ءَآللّٰهُ دو جگہ ہے ایک سورہ یونس میں دوسرا سورہ نمل میں ہے-

شرح: حضرت مصنف نے فرمایا کہ اگر دو ہمزہ اس طرح ایک کلمہ میں جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو وہاں تسہیل اور ابدال دونوں جائز ہیں-

ابدال کی تعریف:

ابدال باب افعال کا مصدر ہے اَبْدَلَ یُبْدِلُ اِبْدَالٌ کا معنی ہے بدلنا اور اصطلاح میں ہمزہ کو ماقبل کے حرکت کے مطابق حرف مدہ سے بدل کر پڑھنا ابدال کہلاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ابدال وجوبی ابدال جوازی ان دونوں کے قواعد آ گے بیان ہو رہے ہیں۔

ان کلمات میں ہونے والی تسہیل کو تسہیل جوازی کہیں گے اس لئے کہ اس تسہیل میں جواز اور اجازت ہے کہ یہاں ابدال بھی کیا جا سکتا ہے بلکہ ابدال اولیٰ ہے- یعنی دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر مد کے ساتھ پڑھیں گے-

علامہ شاطبیؒ نے اس قاعدے کو اسطرح بیان فرمایا ہے

وَاِنْ هَمْزُ وَصْلٍ بَيْنَ لَامٍ مُسَكَّنٍ
وَهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ فَامْدُدْهُ مُبْدِلَا

ترجمہ: ''اور اگر ہمزہ وصل لام تعریف ساکنہ اور ہمزہ استفہام کے درمیان واقع ہو تو ہمزہ وصل کو حذف کرنے کی بجائے اس کو الف سے بدل کر اس میں مد کرو۔''

یہاں اس ہمزہ وصل کا حکم بیان کر رہے ہیں جو لام تعریف اور ہمزہ استفہام کے درمیان واقع ہو۔ اور یہ صورت قرآن میں چھ جگہ بالاتفاق اور ایک جگہ صرف امام ابوعمرو بصریؒ کی قرآءت میں واقع ہوئی ہے متفق علیہ مقامات تو یہ ہیں۔

(۱-۲) ءَآلذَّكَرَيْنِ (دوجگہ سورۃ الانعام) (۳-۴) ءَآلْئٰنَ (دوجگہ سورۃ یونس) (۵) ءَآللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ (یونس) (۶) ءَآللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ (النمل)۔

اور امام ابوعمرو بصری رحمۃ اللہ علیہ کی قرآءت کے مطابق درج ذیل کلمہ ہے۔

(۱) مَاجِئْتُمْ بِهِ ءَآلسِّحْرُ (یونس)

اہل ادا متفق ہیں کہ ان مواقع میں ہمزہ وصل درج کلام میں واقع ہونے کے باوجود حذف نہ ہوگا ہمزہ وصلی کا حذف نہ ہونا اس کی توجیہ وتفسیر آگے آرہی ہے۔ اس لئے ہمزہ میں تغیر کیا جائے گا تغیر کی دو ہی شکلیں ہیں ابدال یا تسہیل۔ اس شعر میں علامہ شاطبیؒ نے ابدال کو بیان کیا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ابدال اولیٰ ہے۔ اس چیز کو علامہ شاطبیؒ اس طرح بیان فرمارہے ہیں

فَلِلْكُلِّ ذَا اَوْلٰى وَيَقْصُرُهُ الَّذِىْ
يُسَهِّلُ عَنْ كُلٍّ كَالْاٰنَ مُثِّلَا

ترجمہ: ''جمیع قراء کے لئے یہ ابدال ہی بہتر ہے اور قصر کرتا ہے وہ شخص جو تمام قراء کے لئے اس ہمزہ کی تسہیل کرتا ہے۔ جیسے 'اَلْاٰنَ' اس کی مثال دی گئی ہے۔

یعنی جن مشائخ نے ان کلمات میں بجائے ابدال کے تسہیل کو اختیار کیا ہے وہ مد نہیں بلکہ قصر کرتے ہیں کیونکہ ہمزہ مسہلہ حکم میں ہمزہ محققہ کے ہی ہوتا ہے۔

حذف:

فوائد مکیہ : اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا مثل اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ۔ اَصْطَفَی الْبَنَاتِ۔ اَسْتَکْبَرْتَ۔

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں ہمزہ کے حذف کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں حَذَفَ یَحْذِفُ ضَرَبَ یَضْرِبُ سے مصدر ہے جس کا معنی ہے گرانا۔ دور کرنا۔ قراء کی اصطلاح میں دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ قطعی مفتوح اور دوسرا وصلی مکسور ہو تو دوسرے ہمزہ کو گرا کر پڑھیں گے اور اس طرح پڑھنا حذف کہلاتا ہے پورے قرآن میں ایسی سات مثالیں ہیں۔

شمار	قرآنی کلمات	نام سورۃ	اصلی کلمات	آیت نمبر
۱	اَفْتَرٰی	السبا	اَءِ فْتَرٰی	۸
۲	اَصْطَفٰی	الصفت	اَءِ صْطَفٰی	۱۵۳
۳	اَسْتَکْبَرْتَ	ص	اَءِ سْتَکْبَرْتَ	۷۵
۴	اَتَّخَذْتُمْ	البقرہ	اَءِ تَّخَذْتُمْ	۸۰
۵	اَسْتَغْفَرْتَ	المنافقون	اَءِ سْتَغْفَرْتَ	۶
۶	اَطَّلَعَ	مریم	اَءِ طَّلَعَ	۷۸
۷	اَتَّخَذْنٰھُمْ	ص	اَءِ تَّخَذْنٰھُمْ	۶۳

نوٹ : پہلا ہمزہ قطعی مفتوح اور دوسرا ہمزہ وصلی مضموم ایسے کلمہ کی قرآن میں کوئی مثال نہیں ہے۔

فوائد مکیہ : اور فتحہ کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس انشاء کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا اور چونکہ ہمزہ وصل وسط کلام میں حذف ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے اسی وجہ سے ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے بخلاف تسہیل کے۔

شرح : حضرت مصنفؒ کی بات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ جملہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) جملہ خبریہ (۲) جملہ انشائیہ

(۱) جملہ خبریہ

اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں۔

(۲) جملہ انشائیہ

ایسے جملہ کو کہتے ہیں کہ کہنے والا بات کہہ دے اور سننے والے کو نہ خبر معلوم ہو نہ کسی چیز کی طلب ہو اور نہ کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکتے ہوں۔

جملہ انشائیہ کی دس اقسام ہیں ان میں سے ایک قسم استفہام ہے۔معلوم ہوا کہ استفہام بھی جملہ انشائیہ ہے۔

اب حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بات کی طرف آیئے فرماتے ہیں کہ اگر" دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ قطعی مفتوح ہو اور دوسرا وصلی مکسور ہو تو دوسرا ہمزہ حذف کر دیا جاتا ہے۔یہاں پہلا ہمزہ جو قطعی مفتوح ہے یہ ہمزہ استفہام کا ہے۔استفہام کا ہونے کی وجہ سے یہ جملہ انشائیہ ہوا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو اس کو حذف کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ ہے تو یہ بھی ہمزہ وصلی ہی؟ تو اس کا جواب حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہ دیا ہے کہ اگر دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح کو حذف کر دیں گے تو پتہ نہیں چلے گا کہ جملہ انشائیہ ہے یا جملہ خبریہ۔یعنی جملہ انشائیہ جملہ خبریہ کا ہم شکل ہو جائے گا مثلاً ءَ اَلْـٰٔنَ۔ یہاں پہلا ہمزہ استفہام کا قطعی مفتوح ہے اور دوسرا ہمزہ لام تعریف کا وصلی مفتوح ہے قطعی اور وصلی پڑھنے میں ایک طرح ہوتے ہیں۔اگر ہم دوسرے ہمزہ وصلی کو حذف کرتے ہیں تو اَلْـٰٔنَ بن جائے گا اَلْـٰٔنَ کے ہمزہ کو استفہام کے بجائے لام تعریف کا ہمزہ سمجھا جائے گا جس سے بہت بڑی خرابی پیدا ہوگی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا کہ اگر ہمزہ وصلی مفتوح کو حذف کرنے سے جملہ انشائیہ خبریہ بن جائے گا تو اس ہمزہ کو تحقیق سے کیوں نہیں پڑھتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو جاتا ہے اور ہمزہ وصلی کو لغت عرب میں وسط کلام میں تحقیق سے نہیں پڑھا جاتا اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے یہاں تحقیق اور حذف تو جائز نہ رہے ظاہر ہے دو وجہیں تسہیل اور ابدال ہی باقی رہ گئیں اور دونوں جائز ہیں جبکہ ابدال اولیٰ ہے اور اولیٰ اس لئے ہے کہ اس میں تغیر تام ہوتا ہے۔

تغیر تام کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف نہیں ہوا تو وہ ہمزہ ہمزہ بھی نہیں رہا بلکہ اس الف سے بدل دیا گیا جیسے ءَآلْـٰٔنَ- جبکہ تسہیل میں آدھا ہمزہ اور آدھا الف ہوتا ہے اس لئے تسہیل کو تغیر تام نہیں بلکہ تغیر ناقص کہا جاتا ہے اور ابدال کو تغیر تام کہا گیا اس وجہ سے ابدال اولیٰ ہوا-

ابدال:

فوائد مکیہ : اور جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو واجب ہے کہ ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مد سے بدلنا مثل اٰمَنُوْا- اِیْمَانًا- اُوْتُمِنَ- اِیْتِ-

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں ابدال وجوبی کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر ایک کلمہ میں دو ہمزہ اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ متحرک اور دوسرا ہمزہ ساکن ہو تو دوسرے ہمزہ کا ماقبل کی حرکت کے مطابق حرف مدہ سے ابدال ہوگا- اس لئے کہ تمام قراء کے نزدیک دونوں ہمزوں کو باقی رکھ کر پڑھنا ثقل کا باعث ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لئے دوسرے ہمزہ کا ابدال کیا جاتا ہے-

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ امثلہ کو ملاحظہ کریں پہلا کلمہ اٰمَنُوْا اصل میں اَءْ مَنُوْا ہے دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے مطابق حرف مدہ الف سے بدلا تو اٰمَنُوْا بن گیا- اسی طرح اِیْمَانًا اصل اِءْ مَانًا تھا دوسرے ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدلا اِیْمَانًا ہو گیا- اُوْتُمِنَ اصل میں اُءْ تُمِنَ تھا ہمزہ کو واؤ سے بدلا تو اُوْتُمِنَ ہو گیا- اسی طرح اِیْتِ اصل میں اِءْ تِ تھا دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلا تو اِیْتِ ہو گیا-

یاد رہے کہ ابدال وجوبی میں دوسرا ہمزہ ہمیشہ قطعی ہوتا ہے اس پر پہلا ہمزہ قطعی اور وصلی دونوں آسکتے ہیں-

وجوبی کا مطلب ہے کہ صرف ایک وجہ ہے اس میں اور وہ ضروری ہے اور دوسری کوئی وجہ جائز نہیں۔

علامہ شاطبیؒ نے ابدال وجوبی کے قاعدے کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

وَاِبْدَالُ اُخْرَی الْھَمْزَتَیْنِ لِکُلِّھِمْ
اِذَا سَکَنَتْ عَزْمٌ کَاٰدَمَ اُوْھِلَا

ترجمہ: ''اور دو ہمزوں میں سے جب دوسرا ہمزہ ساکن ہو تو تمام قراء کے لئے ہمزہ ساکنہ کا ابدال واجب ہے جیسے اٰدَمَ اور اُوْھِلَا-''

مطلب یہ ہے کہ جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو تمام قراء کے لئے اس میں ابدال واجب ہے اگر پہلا ہمزہ مفتوح ہو تو الف سے بدل لیں گے۔ جیسے اٰدَمَ۔ اٰتٰـی ۔ اٰمَنَ وغیرہ۔ اگر مضموم ہو تو واؤ مدہ سے بدلیں گے جیسے اُوْتِیَ ۔ اُوْذِیَ اگر مکسور ہو تو یاء مدہ سے بدلیں گے جیسے اِیْمَانًا۔ لِاِیْلٰفِ ۔ اِیْتِ۔

شعر میں اُوْھِـلَا سے مراد وہ اہل بنایا گیا ہے اصل میں یہ اُءْھِـلَا تھا حسب قاعدہ ابدال ہوا۔ یہ کلمہ قرآنی نہیں ہے بطور مثال یہاں بیان کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ ابدال کا قاعدہ قرآنی کلمات کے علاوہ غیر قرآنی کلمات یعنی عربی لغت میں مجموعی طور پر مستعمل ہے۔

ہمزہ ساکنہ منفردہ کا قاعدہ:

فوائد مکیہ : اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتداء کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا اور جب ہمزہ وصلی گر جائے گا تب ابدال نہ ہوگا مثل اَلَّذِی اؤْتُمِنَ ۔ فِی السَّمٰوٰاتِ ائْتُوْنِیْ ۔ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ ۔
ہمزہ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائے گا اور ثابت رکھنا درست نہیں۔ البتہ ابتداء میں ثابت رہتا ہے۔

شرح : حضرت مصنفؒ ہمزہ ساکنہ منفردہ کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر ہمزہ ساکنہ کلمہ کے شروع میں ہو تو اس کلمہ سے ابتداء کرنے کے لئے ہمزہ وصلی شروع میں لایا جائے گا اور اس ہمزہ ساکنہ کا ماقبل کی حرکت کے مطابق حرف مدہ سے ابدال بھی ہوگا جیسے اَلَّذِی پر وقف کریں تو اُوْتُـمِنَ ہوگا اب ہمزہ کا ابدال ماقبل کی حرکت ضمہ کی وجہ سے واؤ سے ہوگا تو ابتدا اُوْتُمِنَ سے ہوگی۔

اسی طرح فِی السَّمٰوٰاتِ اِیْتُوْنِیَ کہ اصل میں یہ فِی السَّمٰوٰاتِ ائْتُوْنِیَ ہے ایسے ہی فِرْعَوْنُ اِیْتُوْنِیَ اصل میں فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیَ ہے۔

اس قسم کا ابدال صرف ہمزہ ساکنہ منفردہ والے کلمات میں ابتداء کے وقت ہی ہوتا ہے وصلاً ابدال نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو جائے گا اسے بھی ابدال وجوبی کہتے ہیں۔

اسم۔ فعل اور حرف کے ہمزہ کے قواعد:

فوائد مکیہ : اب اگر لام تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا۔ اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا ورنہ مکسور مثل اَلَّذِیْنَ۔ اِسْمٌ۔ اِبْنٌ۔ اِنْتِقَامٌ۔ اُجْتُثَّتْ۔ اِضْرِبْ۔ اِنْفَجَرَتْ۔ اِفْتَحْ اور اِمْشُوْا۔ اِتَّقُوْا اِیْتُوْ میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔

شرح : کلمہ کی تین اقسام ہیں:

(۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف

ان تینوں اقسام میں حضرت مصنفؒ ہمزہ وصلی کی پہچان بتا رہے ہیں۔

(۱) حرف کے ہمزہ وصلی کا قاعدہ

سب سے پہلے لام تعریف کے ہمزہ کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ چونکہ لام تعریف بھی حروف میں داخل ہے۔ لام تعریف کا ہمزہ مفتوح ہوگا اور لام تعریف کے علاوہ باقی تمام حروف کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے جیسے اَوْ۔ اَمْ۔ اِنْ۔ اَنْ۔ اِنَّ۔ اِلَّا وغیرہ

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ لام تعریف کا ہمزہ مفتوح ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لام تعریف قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے اور کثرت وقوع کی وجہ سے اس کے ہمزہ کو خفیف حرکت فتحہ دی گئی ہے جیسے اَلَّذِیْنَ۔ اَلسَّمَآءُ۔ اَلْقَهَّارُ۔ اَلْمُؤْمِنُ۔ اَلرَّحِیْمُ وغیرہ۔

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اسم کا ہمزہ مکسور ہوگا۔

اسم کی اقسام

(۱) اسمائے مصادر (۲) اسمائے غیر مصادر

(۱) اسمائے مصادر

ایسے مصادر جن سے افعال و اسماء مشتق ہوں جیسے اِنْتِبَاهٌ خبردار ہونا۔ اِمْتِحَانٌ آزمانا۔ اِمْتِنَانٌ احسان مند

ہونا۔ اِفْتِرَآءٌ بہتان باندھنا۔

باب افعال کے علاوہ ان کا ہمزہ ہمیشہ وصلی مکسور ہوتا ہے۔

(۲) اسمائے غیر مصادر

ایسے اسماء جو مصدر نہ ہوں، ان کا ہمزہ ہمیشہ وصلی مکسور ہوتا ہے اسمائے غیر مصادر عربی لغت میں دس ہیں مگر قرآن مجید میں ان دس میں سے صرف سات اسماء استعمال ہوئے ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) اِبْنٌ (۲) اِبْنَتٌ (۳) اِمْرُءٌ (۴) اِمْرَاَةٌ (۵) اِثْنَیْنِ (۶) اِثْنَتَیْنِ (۷) اِسْمٌ

اسمائے غیر مصادر کی امثلہ

عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ - وَ مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ - اِنِ امْرُءٌ هَلَكَ - وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ - ثَانِیَ اثْنَیْنِ - فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ - وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ -

(۲) فعل کے ہمزہ وصلی کا قاعدہ:

فعل کے تیسرے حرف پر کسرہ۔ فتح یا ضمہ عارضی ہو تو فعل کا ابتدائی ہمزہ ہمیشہ وصلی مکسور ہوتا ہے مثلاً اِضْرِبْ۔ اِقْرَاْ۔ اِعْلَمْ۔ اِتَّقُوْا۔ اِصْبِرُوْا وغیرہ۔

اور اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ اصلی ہو تو فعل کا ابتدائی ہمزہ ہمیشہ وصلی مضموم ہوگا جیسے اُقْتُلُوْا۔ اُكْتُبُوْا۔ اُدْخُلُوْا فعل میں تیسرے حرف کی مناسبت سے ضمہ یا کسرہ دیا جاتا ہے۔

ضمہ اور کسرہ دینے کی توجیہ:

یعنی اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ اصلی ہے تو اس کی مناسبت سے فعل کے شروع میں ہمزہ وصلی مضموم ہوگا اور اگر فعل کے تیسرے حرف پر فتحہ کسرہ یا ضمہ عارضی ہے تو اس کی مناسبت سے فعل کے شروع میں ہمزہ وصلی مکسور ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فعل کے تیسرے حرف پر زبر ہو تو اس کی مناسبت سے ہمزہ وصلی کو فتح کیوں نہیں دیا جاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہمزہ کو فتحہ دیا جائے تو یہ فعل کا کلمہ مضارع واحد متکلم کے مشابہ ہو جائے گا اس لیے فتحہ نہیں دیا جاتا اور اگر فعل کے تیسرے حرف پر فتحہ ہو اور ہمزہ وصلی کو ضمہ دیا جائے تو پھر فعل کلمہ مضارع واحد متکلم مجہول کے مشابہ ہو جائے گا۔

باب افعال کا ہمزہ ہمیشہ قطعی مفتوح ہوتا ہے اسی طرح مضارع واحد متکلم کا ہمزہ قطعی مفتوح ہوتا ہے جیسے اَعْلَمُ۔

اَکْرَمَ۔ اَنْشَرَ۔ اَرْسَلَ۔ اَحْسَنَ وغیرہ۔

علامہ جزری علیہ الرحمہ نے ہمزہ وصلی مضموم یا مکسور کا قاعدہ اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَابْدَأْ بِهَمْزِ الْوَصْلِ مِنْ فِعْلٍ بِضَمْ
اِنْ كَانَ ثَالِثٌ مِّنَ الْفِعْلِ يُضَمْ
وَاكْسِرْهُ حَالَ الْكَسْرِ وَالْفَتْحِ وَفِي
الْاَسْمَآءِ غَيْرِ اللَّامِ كَسْرُهَا وَفِي
اِبْنٍ مَعَ ابْنَةِ امْرِئٍ وَّاثْنَيْنِ
وَامْرَاَةٍ وَّاسْمٍ مَّعَ اثْنَتَيْنِ

ترجمہ: ''اور ابتداء کر فعل کی ہمزہ وصل مضمومہ کے ساتھ اگر ہو تیسرا حرف فعل کا مضموم۔

اور اگر کسرہ دے اس کو تیسرے حرف کے کسرہ اور فتحہ کی حالت میں اور اسماء مصادر میں علاوہ لام تعریف کے اس ہمزہ وصل کا کسرہ ہوتا ہے۔

اِبْنٌ میں ساتھ اِبْنَتٌ کے اور اِمْرِئٌ اور اِثْنَيْنِ اور اِمْرَاَةٍ اور اِسْمٍ میں ساتھ اِثْنَتَيْنِ کے کہ ان ساتوں میں بھی ہمزہ وصل مکسور ہوتا ہے۔''

پھر حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اِمْشُوْا۔ اِتَّقُوْا اور اِيْتُوْا میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔

اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ عارضی ہو تو تب بھی فعل کا ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے جیسے اِمْشُوْا۔ اِيْتُوْا۔ اِقْضُوْا۔ اِتَّقُوْا وغیرہ۔

ان تمام کلمات میں جو معتل لام ہیں تیسرے حرف پر ضمہ عارضی ہے کیونکہ اِمْشُوْا اصل میں اِمْشِيُوْا تھا۔ یاء پر ضمہ ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل شین کو دیا گیا اور پھر یاء اور واؤ میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء حذف کر دی گئی یہی تعلیل باقی کلمات میں بھی اختیار کر لی جائے۔

ہمزہ وصل بشکل الف ہر جگہ ثابت اور مرسوم ہوگا مگر پانچ مواقع ہیں کہ جن میں یہ محذوف غیر مرسوم ہوگا۔

(۱) لفظ بسم اللہ میں۔

(۲) جب ہمزہ وصل پر لام تاکید یا لام جارہ ہو مثل لِلَّذِیْنَ - لِلّٰہِ - وَ لَلدَّارُ وغیرہ۔

(۳) ہمزہ وصل سَئَلَ یَسْئَلُ کے امر کا جب بعد واؤ یا فاء کے واقع ہو مثلاً وَسْئَلُوْ یا فَسْئَلُوْا وغیرہ۔

(۴) ہمزہ وصل مکسور بعد ہمزہ استفہام کے مثل اَتَّخَذْتُمْ - اَفْتَرٰی - اَسْتَکْبَرْتَ وغیرہ کے اور بعد ہمزہ استفہام ہمزہ وصل مفتوح مثلاً آٰلْـٰٔنَ - آٰلذَّکَرَیْنِ - آٰللّٰہُ میں حذف اور اثبات کی بابت اختلاف ہے علامہ دانیؒ کے نزدیک اثبات اولیٰ ہے۔

(۵) قبل ہمزہ اصلی ساکنہ کے جب ہمزہ وصل واؤ یا فاء کے بعد واقع ہو تو محذوف الرسم ہوگا مثل وَاْتُوا الْبُیُوْتَ اور فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ وغیرہ۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) ہمزہ عین کے ساتھ یا حاء کے ساتھ یا حرف مدہ عین یا حاء کے ساتھ جمع ہوں ایسا ہی عین حاء ایک ساتھ آئیں یا عین حاء اور ھاء ایک ساتھ آئیں یا عین حاء اور ھاء مکرر آئیں یا مشدد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیے۔

مثل اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ - فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ - فَاعِلِیْنَ - یُدَعُّوْنَ دَعًّا - سَبِّحْہُ - عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ - اَحْسَنَ الْقَصَصِ - عَلٰی عَقِبَیْہِ - اَعُوْذُ - عَہِدَ عَاہِدٌ - عَامِلِیْنَ - طُبِعَ عَلٰی - سَاحِرٍ - سَحَّارٌ - لَاجُنَاحَ عَلَیْکُمْ - مَبْعُوْثُوْنَ - یٰنُوْحُ اہْبِطْ - وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ - لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ - جِبَاہُہُمْ -

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حروف کی ادائیگی کے بارے میں تنبیہ فرما رہے ہیں کہ ہر ہر حرف کو اس کے مخرج سے جمیع صفات کے ساتھ ادا کرنا چاہیے وہ مکرر آ رہے ہوں یا مشدد ہوں یا حروف حلقی ء - ھ - ع - ح - غ - خ قریب قریب ہوں۔ جیسا کہ حضرت مصنفؒ نے بڑی تعداد میں امثلہ دے کر واضح فرمایا مفہوم یہ ہے کہ ایسے حروف جن کا مخرج ایک ہو یا حروف حلقیہ یا حروف مدہ یا ایک ہی حرف کا مکرر آنا ایسے حروف کو واضح کر کے پڑھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہی تجوید ہے کہ ان حروف کو انکا صحیح حق دیا جائے۔ جب دو حروف حلقی اکٹھے آئیں تو انکو واضح کر کے پڑھا جائے جیسے حاء اور عین کیونکہ دونوں کا مخرج ایک ہے عین حاء سے قدرے قوی ہے لہٰذا حاء عین میں جذب ہو کر ناقص نہ ہو جائے۔ ایسے ہی دو حاء ایک جگہ اکٹھے ہوں تو اظہار کرنا اور ادغام سے بچانا ضروری ہے اور اگر حاء کے ساتھ ھاء آ جائے تو بھی دونوں کا بیان و اظہار واجب ہے۔

اگر ہم حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی اس کتاب میں قائم ابواب کا بغور جائزہ لیں تو یہ تاثر عمومی طور پر سامنے آتا ہے کہ صاحب کتاب عموماً ابواب کے آخر میں فائدہ یا دیگر تنبیہ کرنے والے عنوانات کے ذریعے حروف کی ادا کے اوپر بار بار زور دے رہے ہیں اور وہ کلمات جن میں حروف کی ادائیگی میں مبتدی کے اغلاط کرنے کا امکان بہت زیادہ ہے وہ طلباء کی شفقت کے جذبے کے تحت بار بار بیان کر رہے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

دراصل حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اوپر جو امور بیان فرمائے ہیں ان کا تعلق ادا سے ہے اور اداء کو زیر قلم نہیں لایا جا سکتا۔ لہٰذا یہ امور ماہر استاد سے تلقی سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ استاذ سے استفادہ اور بعدازاں اپنے طور پر ان کلمات کی خوب مشق سے ہی ان امور پر عبور حاصل کیا جا سکتا ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہو اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں مثل ءَاَنذَرتَهُمْ۔

شرح : اس فائدہ کے ذیل میں بھی حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ ہمزہ کی ادائیگی کے بارے میں چند ضروری باتیں درج فرما رہے ہیں جن کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے۔ اکثر ان باتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے جس سے پڑھنے والا لحن جلی کا مرتکب ہوتا ہے وہ کلمات جن میں تسہیل۔ ابدال حذف کے قواعد بیان ہوئے ہیں ان کے علاوہ ہمزتین والے باقی تمام کلمات کو اہتمام کے ساتھ خوب اچھی طرح تحقیق کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ ان امور کی صحیح ادائیگی بھی ماہر استاذ سے تلقی اور خوب مشق پر موقوف ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے ماقبل کا ساکن متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے۔ مثل قَدْ اَفْلَحَ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ۔

اسی وجہ سے حفصؒ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں ہو۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمۃ ہمزہ کے احکام کا بیان ختم فرماتے ہوئے آخری فائدہ کے ذیل میں ہمزہ ساکن کی ادائیگی کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ اس کی ادائیگی میں خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ ہمزہ خوب تحقیق سے مع جمیع صفات کے ادا ہو۔اس میں سکون تام ہوا ایسا نہ ہو کہ جلد پڑھنے میں کہیں ہمزہ حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے ماقبل ساکن کہیں متحرک نہ ہو جائے جیسے قَدْ اَفْلَحَ کو اگر احتیاط سے نہ ادا کیا جائے تو قَدَ افْلَحَ اور اِنَّ الْاِنْسَانَ عدم توجہ یعنی سکون تام نہ ہونے کی وجہ سے اِنَّ الِانْسَانَ ہو جائے۔

اس لئے ہمزہ ساکن کی ادائیگی کو کامل کرنے کے لئے حفصؒ کے بعض طریق میں سکتہ بھی کیا گیا ہے۔علامہ جزریؒ کی طیبہ میں سکتہ بھی جائز ہے۔

بطریق اشنانی، حفصؒ کے لیے مندرجہ ذیل مواقع پر خلف وارد ہے حفصؒ کے لیے یہ سکتات مد منفصل پر مد ہی کی صورت میں ہیں تاکہ قصر میں بھی کیونکہ سکتہ بطریق اشنانی اور قصر بطریق فیل از عمرو ہے۔

شَیْ ءٍ — اَلْ— ساکن منفصل (غیر مدہ) جیسے مَنْ اٰمَنَ وغیرہ۔ساکن متصل (غیر مدہ) جیسے قُرْاٰنٌ وغیرہ۔حرف مد کے بعد ہمزہ متصل جیسے سُوْٓءًا یا ہمزہ منفصل ہو جیسے فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ وغیرہ۔ان تمام مواقع پر بطریق اشنانی حفص کے لیے سکتہ بالخلف وارد ہے۔

علامہ جزریؒ نے ان تمام مواقع سکتات کو اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے:

وَالسَّکْتُ عَنْ حَمْزَةَ فِیْ شَیْءٍ وَّاَلْ
وَ الْبَعْضُ مَعْهُمَا لَهٗ فِیْمَا انْفَصَلْ
وَ الْبَعْضُ مُطْلَقًا وَّقِیْلَ بَعْدَ مَدْ
اَوْلَیْسَ عَنْ خَلَّادِنِ السَّکْتُ اطَّرَدْ
قِیْلَ وَلَا عَنْ حَمْزَةٍ وَّ الْخُلْفُ عَنْ
اِدْرِیْسَ غَیْرَ الْمَدِّ اَطْلِقْ وَ اخْصُصَنْ
وَ قِیْلَ حَفْصٌ وَّ ابْنُ ذَکْوَانَ وَ فِیْ

— — — — — — —

نوٹ: ہم ان اشعار میں سے حفصؒ کا مذہب اوپر بطور خلاصہ نقل کر چکے ہیں۔

یہ سکتہ صرف ہمزہ کی ادائیگی کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ تحقیق سے ادا ہو- اس سکتہ کو سکتہ لفظی کہتے ہیں یہ حکم میں وصل کے ہوتا ہے- جبکہ علامہ شاطبیؒ کے نزدیک عدم سکتہ ہے- ان تمام باتوں کا تعلق ادائیگی سے ہے جو کسی ماہر استاذ کی تلقی کے بغیر ممکن نہیں-

قرآن کریم میں بعض اسماء ذکر کئے ہیں ان کے ہمزہ بھی قطعی ہیں۔ ان کو ہمزۃ الاعلام کہتے ہیں۔

ہمزۃ الاعلام

قرآن کریم میں عجمی عربی اسماء ذکر کئے گئے ہیں ان کا شروع والا ہمزہ، ہمزۃ الاعلام کہلاتا ہے۔ اور یہ ہمزہ قطعی ہوتا ہے اور وسط کلام میں حذف نہیں ہوتا۔ مثلاً اِبْرَاهِيْمَ- اِسْمَاعِيْلَ- اِسْحٰقَ- اِدْرِيْسَ- اِلْيَاسَ- اِنْجِيْلَ- اِسْرَآئِيْلَ- اِبْلِيْسَ وغیرہ

ہمزہ وصلی کے متعلق ایک علمی بحث

(۱) اَلْ کا ہمزہ وصل، جب کہ اس سے پہلے لام تاکید یا لام جارہ آ جائے جیسے:

لَلدَّارُ- لَلَّذِيْ- لِلّٰهِ- لَلْاٰخِرَةَ

جو اصل میں اس طرح مرسوم تھے:

لَاَ لْدَّارُ- لَاَلَّذِيْ- لِاَ للّٰهِ- لَاَ لْاٰخِرَةَ

(۲) فاکلمہ میں ہمزہ ہو اس ہمزہ اصلیہ پر ہمزہ وصلیہ داخل ہو جائے اور ہمزہ وصلیہ پر واؤ یا فاء داخل ہو جائے تو فاکلمہ والا ہمزہ اصلیہ لکھا جائے گا اور ہمزہ وصلیہ تماثل کی وجہ سے نہیں لکھا جائے گا جیسے:

وَأْتُوْا- فَأْتُوْا- فَأْوُوْا

جو اصل میں اس طرح مرسوم تھے:

وَاأْتُوْا- فَاأْتُوْا- اور فَاأْوُوْا

(۳) لفظ "سَاَلَ" کا امر واحد مذکر حاضر یا جمع مذکر حاضر کے شروع میں واؤ یا فاء داخل ہو جائے جیسے وَسْئَلُوْا- فَسْئَلُوْا- وَسْئَلْهُمْ اور فَسْئَلِ الَّذِيْنَ-

اصل صورت میں اس طرح ہیں:

وَاسْئَلُوْا- فَاسْئَلُوْا- وَاسْئَلْهُمْ اور فَاسْئَلِ الَّذِيْنَ

اور یہ بات عربیت سے تعلق رکھتی ہے کہ اگر واؤ یا فاء نہ ہو تو سب نقل ہمزہ کے ساتھ بغیر ہمزہ وصل پڑھتے جیسے سَلْ بَنِیْ۔

(۴) لفظ "اِسْمٌ" کا ہمزہ وصل لکھا نہیں جاتا' مگر اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر باء جارہ داخل ہو دوسرے یہ کہ اس کا مضاف الیہ لفظ "اَللّٰہِ" ہو اس لیے بِسْمِ اللّٰہِ میں ہر جگہ ہمزہ وصل حذف ہے اور بِاسْمِ رَبِّکَ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ وغیرہ میں مرسوم ہے۔

(۵) ہمزہ وصل پر جب ہمزہ استفہام داخل ہو تو تماثل کی بنا پر ہمزہ وصل رسماً محذوف ہو گا اور صرف ہمزہ استفہام مرسوم ہو گا جیسے:

آٰللّٰہُ۔ اَسْتَکْبَرْتَ وغیرہ

فوائد مکیہ : آٹھویں فصل حرکات کی ادا کے بیان میں

شرح : اعراب کی مختصر تاریخ

مصاحف عثمانیہ نقاط و شکل اور اعراب سے خالی تھے۔ چونکہ خطہ عرب اور اس کے آس پاس کے لوگوں کی مادری زبان عربی تھی لہٰذا انہیں عربی لکھنے پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حالانکہ اس زمانے میں نحو کے قواعد بھی وضع نہیں کیے گئے تھے۔ نحو کے قواعد سب سے پہلے حضرت ابوالاسود الدؤلی التابعی البصریؒ (جو کہ حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں) نے وضع کیے تھے۔ اور حضرت ابوالاسود الدؤلیؒ نے ہی مصاحف میں لال نقطے لگائے جو اعراب کا کام دیتے تھے پھر امام خلیل بن احمد نحوی الفراہیدیؒ نے مصاحف میں شد و مد و ہمزہ اور علامت وصل اور علامت سکون کو قائم کیا اور نقاط کے عوض اعراب کو لگایا۔ اس طرح لوگ تقریباً چالیس سال تک پڑھتے رہے۔ عبدالملک بن مروان کی حکومت تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر جب عرب و عجم کا اختلاط ہوا تو عجمی حضرات نے پڑھنے میں زیادہ غلطیاں کیں تب حجاج بن یوسف کے حکم سے حضرت نصر بن عاصم اللیثیؒ اور یحییٰ بن یعمر عدوانیؒ (یہ دونوں حضرات ابوالاسود الدؤلیؒ کے شاگرد ہیں) نے حروف پر نقطے لگائے اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقط کر دیا۔ اور یہ سلسلہ تمام لوگوں میں آج تک اسی طرح چلا آ رہا ہے۔

حرکت کی تعریف

اہل ادا نے حرکت کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

جو آواز کسی حرف پر ارادۃً زیادہ کی جاتی ہے اس کو حرکت کہتے ہیں۔جس کی تین قسمیں ہیں:فتحہ،کسرہ،ضمہ۔ ان تینوں کو حرکات ثلثہ کہتے ہیں۔باقی رہا کھڑا زبر، کھڑی زیر اور الٹا پیش یہ حرف مد کی قسم سے ہے کیونکہ ان میں یہ درازی حرکت کے مضاعف ہونے سے پیدا ہوتی ہے جس کی ادا کو صلہ کہتے ہیں۔اگر اس کو مد مقرر کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہ تینوں حرکتیں حروف مدہ کے قائم مقام ہیں اور آواز بھی صلہ اور حرکت مدہ کی ایک ہے۔صرف لکھنے کا فرق ہے یا جیسے نون ساکن اور تنوین کی آواز ایک ہے اور رسماً فرق ہے۔پس ایسی ہی صورت صلہ اور حروف مدہ کی بھی ہے۔

حرکت کی اقسام:

جس طرح حروف کی دو قسمیں ہیں:اصلی،فرعی اسی طرح حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں:اصلی اور فرعی۔حرکت اصلیہ وہ ہے جو دوسری حرکت کے اختلاط سے جدا ہو یعنی اس میں کسی حرکت کا میل نہ ہو جیسے **قِيْلَ** اور **غِيْضَ** — اور حرکت فرعیہ وہ ہے جو کہ حرکت اصلیہ کے اختلاط سے متفرع ہو جیسے **قِيْلَ** سے **قِيْلَ** — اور **غِيْضَ** سے **غِيْضَ** —

حرکات اصلیہ کی اقسام

حرکات اصلیہ تین ہیں:فتحہ،کسرہ اور ضمہ اور حرکات فرعیہ دو ہیں:فتحہ ممالہ اور کسرہ مشمّہ مگر کسرہ مشمّہ حفصؒ کی روایت میں کہیں نہیں آتا۔اور حرکت اصلیہ کی بلحاظ ادا تین قسمیں ہیں۔اکمال۔روم اور اختلاس۔حرکت پوری ادا کرنے کا نام اکمال۔ایک تہائی حرکت ادا کرنے کا نام روم اور دو تہائی حرکت ادا کرنے کا نام اختلاس ہے۔

جیسا کہ **لَا تَأْمَنَّا** میں روم سے مراد اختلاس ہے۔

> **فوائد مکیہ** : فتحہ ساتھ انفتاح فم اور صوت کے۔

شرح : حضرت مصنفؒ فتحہ کی ادائیگی کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ انفتاح فم اور صوت سے فتحہ ادا ہوتا ہے انفتاح کا مطلب ہے کہ منہ کا سیدھا کھلنا اور اس میں آواز ہو۔

> **فوائد مکیہ** : اور کسرہ انخفاض فم اور صوت کے۔

شرح : یہاں پر حضرت مصنف علیہ الرحمہ کسرہ کی ادائیگی کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں کہ انخفاض فم اور صوت سے کسرہ

ادا ہوتا ہے- انخفاض کا معنی ہے نیچے کی طرف مائل ہونا یعنی ہونٹوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے یاء معروف کی بو دے کر ادا کرنا چاہیے-

فوائد مکیہ : اور ضمہ ساتھ انضمام شفتین کے ظاہر ہوتا ہے-

شرح : یہاں پر ضمہ کی ادائیگی کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ ضمہ انضمام شفتین اور صوت سے ادا ہوتا ہے انضمام کے معنی ہیں کہ ہونٹ اس طرح گول ہوں کہ دائیں بائیں سے ملے ہوئے ہوں اور درمیان سے کھلے ہوئے ہوں۔ یعنی ہونٹوں کو گول کر کے واؤ معروف کی سی آواز نکالنا-

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں ضمہ میں آواز کی قید نہیں لگائی کیونکہ انضمام شفتین جب ہوگا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ضمہ ادا ہو رہا ہے۔ انفتاح اور انخفاض کو دیکھ کر آدمی یہ اندازہ نہیں کر سکتا کہ کون سی حرکت ادا ہو رہی ہے۔ اور آواز سے سن کر ہی معلوم ہوگا۔

فوائد مکیہ : ورنہ اگر فتحہ میں کچھ انخفاض ہوا تو فتحہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا اور اگر کچھ انضمام ہو گیا تو فتحہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا-

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فتحہ کی ادائیگی کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ فتحہ کو انفتاح فم اور صوت سے اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ اس میں انخفاض بالکل نہ ہو اور نہ ہی اس میں انضمام ہو- اب اگر انخفاض ہو گیا تو فتحہ کسرہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر انضمام ہو گیا تو فتحہ ضمہ کے مشابہ ہو جائے گا اس طرح یہ فتحہ مجہول ادا ہوگا- لہٰذا فتحہ کو ادا کرتے وقت کامل انفتاح ہونا چاہیے- یہاں حضرت مصنفؒ حرکت کی غلط ادا کے اوپر تنبیہ فرما رہے ہیں- دراصل حرکات کی ادائیگی میں بھی اہل زبان کو مکمل عبور حاصل ہوتا ہے مگر غیر عرب لوگ اس میں بہت زیادہ اغلاط کرتے ہیں- اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مصنفؒ نے یہ فصل حرکات کے لئے بطور خاص بیان کی ہے- اول اس میں فتحہ کسرہ اور ضمہ کی صحیح ادائیگی کو بیان فرمایا اور اب اغلاط العوام (یعنی وہ اغلاط جو عوام میں مستعمل ہوتی ہیں) کا ذکر فرما کر ان کی نشاندہی فرما رہے ہیں-

فوائد مکیہ : ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض نہ ہوگا تو مشابہ فتحہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ انفتاح ہو گیا ہو- اگر کچھ انضمام ہو گیا تو کسرہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا-

شرح : حضرت مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ کسرہ کو ادا کرتے وقت کامل انخفاض ہونا چاہیے اگر اس میں انفتاح ہوگا تو وہ فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر انضمام ہو گیا تو کسرہ ضمہ کے مشابہ ہو کر مجہول ادا ہوگا - لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے۔

فوائد مکیہ : اور ضمہ میں اگر انضمام کامل نہ ہوا تو ضمہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ضمہ کی ادائیگی کے وقت نہ تو اس میں انفتاح ہو اور نہ ہی انخفاض ہو اگر ضمہ کو ادا کرتے وقت انضمام کے ساتھ ساتھ انفتاح ہو گیا تو ضمہ فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا اور اگر ضمہ کو ادا کرتے وقت انخفاض پایا گیا تو ضمہ کسرہ کے مشابہ ہو جائے گا اور ایسا کرنے سے ضمہ معروف نہیں بلکہ مجہول ہو جائے گا جو کہ غلط ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو اور ضمہ جس کے بعد واؤ ساکن اور کسرہ جس کے بعد یاء ساکن نہ ہو ان حرکات کو اشباع سے بچانا چاہیے - ورنہ یہی حروف پیدا ہوں گے - ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واؤ مشدد ہو اور کسرہ کے بعد یاء مشدد ہو مثل عَدُوٌّ - سَوِیٌّ - لُجِّیٌّ - اس وقت بھی اشباع سے احتراز نہایت ضروری ہے خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے ورنہ مشدد مخفف ہو جائے گا۔

شرح : اس فائدہ کے ذیل میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے چند ضروری باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جن کی تصحیح کا دارومدار سماع پر موقوف ہے اگر فتحہ کے بعد الف نہ ہو جیسے اَنْزَلَ کہ لام پر فتحہ ہے اس کی ادائیگی کے دوران اس بات سے بچنا چاہیے کہ کہیں یہ اَنْزَلَا نہ ہو جائے بلکہ اَنْزَلَ ہی رہے۔

اسی طرح اگر ضمہ کے بعد واؤ ساکن نہ آئے جیسے اِنْ نَّعْفُ کہ فاء پر ضمہ ہے مگر اس کے بعد واؤ ساکن نہیں ہے تو یہاں یہ احتیاط کرنا ہے کہ فاء کا ضمہ بگڑ کر اِنْ نَّعْفُوْ کی شکل اختیار نہ کر لے یہ بالکل غلط ہے اور صحیح ادائیگی اِنْ نَّعْفُ ہی رہے۔

اسی طرح اگر کسرہ کے بعد یاء ساکنہ نہیں جیسے عِقَابِ کہ باء کے نیچے کسرہ ہے مگر اس کے بعد یاء ساکنہ نہیں ہے پس اس کو صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے کہیں عدم توجہ سے عِقَابِیْ نہ ہو جائے - بلکہ عِقَابِ ہی رہے - اگر عدم توجہ سے یاء ساکنہ بڑھ گئی تو یہ اغلاط لحن جلی ہیں جس کا وقوع حرام ہے۔

اسی طرح اگر کسرہ کے بعد حرف مشدد ہو تو اس کو بھی خوب واضح ادا کرنا چاہیے جیسے لُجِّیٌّ اب یہ کہیں غلط ادائیگی کی وجہ

لُجِّيٌّ يٌ نہ بن جائے یعنی اشباع نہ ہونے پائے کہ اشباع ہونے سے یائے مدہ وجود میں آ جائے گی بلکہ لُجِّيٌّ ہی رہے اسی طرح سَوِيٌّ کہیں سَوِيْ يٌ نہ ہو جائے بلکہ سَوِيٌّ ہی رہے۔

اسی طرح اگر ضمہ کے بعد واؤ مشدد ہو جیسے عَدُوٌّ تو بھی خوب واضح اشباع سے بچا کر ادا کرنا چاہیے کہ کہیں یہ عَدُوْوٌ نہ ہو جائے بلکہ عَدُوٌّ ہی رہے۔

ان تمام امور کا خیال اس وقت زیادہ رکھنے کی ضرورت ہے جب حروف مشدد پر وقف کرے کہ کہیں مشدد حرف مخفف نہ ہو جائے جیسے وَتَبَّ پر وقف کیا جائے تو وَتَبْ نہ ہو جائے بلکہ وَتَبّْ ہی رہے۔ اَيْنَ الْمَفَرُّ وقف میں اَيْنَ الْمَفَرْ نہ ہو جائے بلکہ اَيْنَ الْمَفَرّْ ہی پڑھا جائے۔ حَمَلْهُنَّ۔ لَهُنَّ۔ وَلَاجَآنٌّ۔ مُسْتَمِرٌّ اور مُسْتَقِرٌّ جیسے الفاظ بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔

> **فوائد مکیہ :** (فائدہ) جب فتحہ کے بعد الف اور ضمہ کے بعد واؤ ساکن غیر مشدد اور کسرہ کے بعد یاء ساکن غیر مشدد ہو تو اس وقت ان حرکات کو اشباع سے ضرور پڑھنا چاہیے ورنہ یہ حرف ادا نہ ہوں گے خصوصاً جب کئی حروف مدہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے اور کہیں نہیں۔

شرح : اس سے قبل حضرت مصنف علیہ الرحمہ بتلا کر آئے ہیں کہ فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو۔ ضمہ جس کے بعد واؤ ساکن نہ ہو اور کسرہ جس کے بعد یاء ساکنہ نہ ہو اس میں یہ احتیاط کی جائے کہ اشباع نہ ہونے پائے۔ اب یہاں ان کلمات کا بیان فرما رہے ہیں کہ جن میں فتحہ کے بعد الف مدہ ہو یا ضمہ کے بعد واؤ مدہ ہو اور کسرہ کے بعد یاء ساکنہ ہو تو ان کی ادائیگی بھی اچھی طرح کرنی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حروف مدہ ادا نہ ہوں جیسے قَالُوْا غلط ادائیگی سے قَالُ بن جائے حِيْنَ۔ حِنَ بن جائے۔ اِذَا۔ اِذَ بن جائے كُوْنُوْا۔ كُوْنُ بن جائے بَعِيْدٍ بَعِدٍ بن جائے غرض ان تمام مواقع پر احتیاط لازم ہے۔ اسی طرح اگر زیادہ حروف مدہ قریب قریب واقع ہوں تو ہر ایک کو صحیح طور پر ادا کرنا نہایت ضروری ہے جیسے نُوْحِيْهَا۔ اُوْذِيْنَا وغیرہ کہ امثلہ مذکورہ میں تینوں حروف مدہ آ رہے ہیں لہٰذا اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ تینوں حروف مدہ ادا ہوں یہ نہ ہو کہ ایک حرف مدہ تو ادا ہو اور دو ادا نہ ہوں یا دو ادا ہوں اور تیسرا حرف مدہ ادا کرنے سے رہ جائے۔ ضروری ہے کہ ان کی تصحیح مشق اور ادائیگی ماہر استاذ سے کی جائے۔

> **فوائد مکیہ :** (فائدہ) مَجْرِىٰهَا سورۂ ہودؑ میں ہے اصل میں لفظ مَجْرَاهَا ہے یعنی راء مفتوح ہے اور

اس کے بعد الف ہے اس جگہ چونکہ امالہ ہے اس وجہ سے فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا اور کسرہ اور نہ یاء خالص پڑھی جائے گی بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یاء کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا جس سے فتحہ کسرہ مجہول کی مانند ہو جائے گا اور اس کے بعد یاء مجہول ہوگی اور اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ لفظ **مَجْرٖىهَا** کے تلفظ و ادائیگی کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ اصل میں **مَجْرٰهَا** ہے یعنی راء مفتوح کے بعد الف ہے لیکن اس میں چونکہ امالہ ہوگا اور امالہ کی تعریف یہ ہے کہ زبر کو زیر کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کر کے پڑھنا امالہ کہلاتا ہے لہٰذا اس کا تلفظ ایسے ہوگا جیسے اردو زبان میں ہمارے تمہارے وغیرہ کا کیا جاتا ہے جو یائے مجہول ہے اس طرح **مَجْرٖىهَا** کو پڑھا جائے گا۔ یاد رہے کہ عربی زبان میں کسرہ مجہول یا کوئی حرف مجہول نہیں ہوتا۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو یہاں مجہول کا لفظ بیان کیا ہے۔ اس سے اردو زبان میں یاء اور کسرہ مجہول مراد لئے ہیں تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ یعنی اس کسرہ مجہول سے مراد لفظ ہمارے کی راء کا کسرہ ہے اور یائے مجہول سے مراد راء کے بعد جو یاء ہے وہ مراد ہے اور یہ طلباء کو سمجھانے کی غرض سے ہے اس کی صحیح ادا ماہر استاذ سے استفادہ کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت مصنف ؒ کا یہ فرمانا کہ اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں اس سے یہ مراد ہے کہ روایت حفص ؒ میں پورے قرآن مجید میں اس کے علاوہ اور کہیں امالہ نہیں ہے۔ دیگر قراءات میں امالہ بکثرت وارد ہے۔

امالہ کیا ہے؟

امالہ الف کو مائل بیاء ادا کرنا اگر یہ میلان زیادہ ہو تو اس کو امالہ کبریٰ اضجاع۔ ترقیق۔ اور امالہ محضہ کہا جاتا ہے اور اگر یاء کی طرف میلان کم اور الف کی طرف زیادہ ہو تو اس کو بین اللفظین۔ تقلیل۔ امالہ صغریٰ اور بین بین کے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ صحیح ادا مشائخ سے سن کر ہی آ سکتی ہے۔

امالہ کے باب میں قراء کی دو اقسام ہیں:

(۱) غیر ممیل یعنی جو بالکل امالہ نہیں کرتے ہیں اور یہ امام ابن کثیر مکی ؒ ہیں۔

(۲) دوسرے ممیل پھر ممیل کی بھی دو اقسام ہیں بعضوں کے یہاں یہ امالہ قلیل ہوا ہے جیسے امام ابن عامر شامی ؒ۔ امام عاصم ؒ اور امام نافع ؒ کے راوی قالون ؒ۔

اور بعض کے یہاں اس کی کثرت ہے وہ حضرات یہ ہیں: امام ورش ؒ جو امام نافع ؒ کے راوی دوم ہیں۔ امام ابو عمرو بصری ؒ۔ امام حمزہ ؒ۔ امام کسائی ؒ وغیرہم۔ امام حمزہ ؒ اور امام کسائی ؒ کے یہاں امالہ کبری بکثرت وارد ہے ورش ؒ کے یہاں امالہ صغری اور

امام ابوعمرو بصری کے یہاں امالہ کبری وصغری دونوں قسمیں بکثرت ہیں۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں اور ادا کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاض کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حرکات کی ادا کے بارے میں چند ضروری باتوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ کسرہ کو کامل انخفاض سے ادا کرنا چاہیے تاکہ معروف ادا ہو اور ضمہ کو انضمام شفتین سے اس طرح ادا کریں کہ آواز باریک نکلے یعنی ضمہ اور کسرہ معروف ادا ہوں مجہول نہ ہوں اس لئے کہ ضمہ اور کسرہ کلام عرب میں معروف ہیں مجہول نہیں ہیں۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھو کہ معروف ومجہول کا وقوع صرف ان دو حرکات میں ہی ہوسکتا ہے اس لئے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے انہی دونوں کو ذکر فرمایا اور فتحہ کو بیان نہیں فرمایا حرکات کو مجہول ادا کرنے سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ استاذ سے تلقی اور مشق پر موقوف ہے۔

چونکہ اکثر حروف مرقق ہیں اس لیے حضرت مصنفؒ نے کسرہ اور ضمہ کے متعلق فرمایا کہ یہ باریک نکلےگیں۔ یہ بات اکثر حروف کے احوال سے ہے۔ لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ بہر حال اگر یہ حرکات حروف مفخم پر آئیں تو پُر پڑھی جائیں گی اور اگر حرف مرقق پر آئیں تو مرقق پڑھی جائیں گی۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) حرکات کو خوب ظاہر کرکے پڑھنا چاہیے یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہوجائیں۔ ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیے تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہوجائے اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند ہوجائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہوگئی تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہوجائے گا۔ البتہ حروف قلقلہ اور کاف اور تاء کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور کاف وتاء میں نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ ساکن حرفوں میں سکون کامل ادا کرنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں اگر کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا سکون کامل ادا کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ حرف بجائے ساکن کے متحرک کے مشابہ ہوجائے اس سے بچنے کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ اگر ساکن حرف کو ادا کرنے کے بعد جب آواز بند ہو تو فوراً دوسرا حرف ادا کریں تاکہ ساکن حرف کے سکون میں کوئی فرق نہ آئے اگر اس میں لاپرواہی سے کام لیا گیا تو ساکن حرف متحرک ہوجائے گا اس کے بعد فرماتے

ہیں کہ حالت سکون میں حروف قلقلہ میں اور کاف وتاء میں جنبش ہوتی ہے یعنی حروف قلقلہ کی ادائیگی کے وقت مخرج میں سختی سے حرکت ہوتی ہے۔

حروف قلقلہ میں حالت سکون میں جہر کی وجہ سے سانس اور شدت کی وجہ سے آواز بند ہو جاتی ہے اس حالت میں یہ حروف ضعیف الصوت ہو جاتے ہیں لہٰذا اس حالت میں ان حرفوں کو واضح کر کے پڑھنے کی ضرورت ہوئی اور یہ واضح کر کے پڑھنا یعنی جنبش ہونا قلقلہ کہلاتا ہے۔

قلقلہ کی ادائیگی کے متعلق علامہ جزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

وَبَيِّنَنْ مُقَلْقَلًا اِنْ سَكَنَا

وَاِنْ يَكُنْ فِي الْوَقْفِ كَانَ اَبْيَنَا

ترجمہ: ''اور خوب ظاہر کر حروف قلقلہ کو جب کہ وہ سکون اصلی کے ساتھ ساکن ہوں اور اگر حروف قلقلہ وقف کی حالت میں ہوں تو ان میں قلقلہ زیادہ واضح اور ظاہر ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں کہ قلقلہ کے علاوہ کاف اور تاء کے مخرج میں بھی جنبش ہوتی ہے اور قلقلہ اور کاف وتاء کی جنبش کو اس طرح الگ الگ فرمایا کہ قلقلہ کی جنبش میں سختی اور کاف وتاء کی جنبش میں نرمی ہوتی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حروف قلقلہ میں مخرج میں جو جنبش کی کیفیت ہوتی ہے وہ سننے والے کو محسوس بھی ہوتی ہے۔ مگر کاف و تاء میں صفت ہمس کی وجہ سے آواز کا مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہراؤ ہوتا ہے کہ سانس جاری رہتا ہے یعنی سانس پوری طرح آواز میں تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ آواز میں ضعف ہوتا ہے بلکہ وہ کچھ اپنی غیر مسموعی کیفیت پر بھی رہتا ہے اس وجہ سے آواز کی مخرج میں جنبش سی محسوس ہوتی ہے مگر یہ صرف پڑھنے والے کو محسوس ہوتی ہے سننے والے کو محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت مصنفؒ کا حروف قلقلہ میں مخرج میں سختی سے جنبش ہونا اور کاف وتاء میں مخرج میں نرمی سے جنبش ہونا اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) کاف وتاء میں جو جنبش ہوتی ہے اس میں حاء یا سین یا ثاء کی بو نہ آنی چاہیے۔

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں اب کاف وتاء میں مخرج میں نرمی سے جنبش کی احتیاط بتلا رہے ہیں کہ اس میں شدت نہ ہونے پائے اگر شدت اور سختی پیدا ہوگئی تو کاف وتاء میں حا یا سین یا ثاء کی آمیزش ہو جائے گی۔ اور حرف کا صحیح تلفظ خراب ہوگا اس آمیزش سے بچنا ضروری ہے اس لئے کہ حرف حرف نہ رہے گا بلکہ کچھ اور ہی بن جائے گا یا حرف حرف سے بدل

جائے گا تو یہ لحن جلی ہوگی۔ جو حرام ہے۔

میرے شیخ محترم استاذی واستاذ القراء قاری اظہار احمد التھانویؒ تحریر فرماتے ہیں "علامہ جزری نے التمہید میں تحریر فرمایا ہے کہ کاف وتاء میں صفت شدت ادا نہ ہونے سے بسا اوقات سین کی صفت صفیر پیدا ہوتی ہے۔ علامہ جزریؒ نے جن عیوب پر متنبہ کیا ہے وہ ان کے بہترین تجربات کا آئینہ دار ہے' پہلے ہمیں بھی یہ بات بے جوڑ نظر آیا کرتی تھی کہ کاف وتاء کو سین سے کون بدلتا ہوگا؟ لیکن پڑھاتے وقت ایسے متعدد طلباء سننے میں آئے کہ کاف وتاء ساکنہ میں صفیر نکالتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حروف کی ادائیگی کے عیوب عقل سے نہیں بلکہ تجربات کی روشنی میں دریافت ہوتے ہیں سچ ہے سَلِ الْمُجَرَّبَ وَلَا تَسْئَلِ الْحَكِيْمَ. (الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۱۱۶)

معلوم ہوا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ فوائد مکیہ میں تجوید کے مسائل بیان کرنے کے علاوہ عوام الناس کی ان اغلاط کو بھی بیان کرتے جا رہے ہیں جو حضرت مصنف علیہ الرحمہ کو اپنے تدریس کے اُنچاس (۴۹) برس کے طویل دور میں پیش آئے ہیں کیونکہ حضرت استاذ القراء والمجودین سیدی وسندی خاتمۃ القراء فی الہند الشیخ القاری المقری عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی نور اللہ مرقدہ سے متحدہ ہندوستان کے بہت دور دور کے علاقوں سے آ کر تلامذہ کے جم غفیر نے استفادہ فرمایا ہے۔ لہٰذا انہوں نے فن کی اہم کتب کے مسائل کو جہاں نہایت مختصر اور جامع انداز میں فوائد مکیہ میں اکٹھا فرمایا ہے اپنے تدریسی مشاہدات و تجربات کو بھی بیان فرما دیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

☆☆☆

فوائد مکیہ : تیسرا باب

پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں

شرح : باب کا تعارف:

باب سوم کی چار فصول ہیں: پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں ہے۔ دوسری فصل مد کے بیان میں ہے۔ تیسری فصل مقدار اور اوجہ کے بیان میں ہے اور چوتھی فصل وقف کے احکام میں ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے اجتماع ساکنین کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔ اجتماع ساکنین کا بیان فوائد مکیہ کا ایک بہت اہم بیان ہے۔ طلباء اس میں کافی دقت محسوس کرتے ہیں۔ دراصل اجتماع ساکنین کا بیان نصاب میں شامل دیگر کتب میں نہیں ہوا تیسیر التجوید اور زینۃ المصحف وغیرہ میں اس کا بیان ہے مگر تیسیر التجوید میں تو مختصر ہے ہاں زینۃ المصحف میں قدرے تفصیل سے ہوا ہے۔

دراصل اجتماع ساکنین کا قاعدہ نحو کی کتابوں سے تجوید کی کتب میں آیا ہے۔ اجتماع ساکنین کی تعریف میں ہی نحویوں کا آپس میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ وہ اس کی تعریف میں اس قدر متفرق ہوئے ہیں کہ اگر ہم مشہور اقوال ہی یہاں درج کریں تو طلباء کا ذہن منتشر ہو جائے گا اور ہم یہاں ان اختلافی امور کو بیان کر کے طلباء کے ذہنوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ نحویین کی اس اختلافی بحث میں پڑنے کی بجائے ایک ایسی جامع و مانع تعریف بیان فرما رہے ہیں جس سے اجتماع ساکنین کا بیان بالکل واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔

فوائد مکیہ : اجتماع ساکنین (یعنی دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا) ایک علی حدہ ہے دوسرا علی غیر حدہ۔ علی حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں مثل دَآبَّةٍ ۔ آٰلْئٰنَ اور یہ اجتماع ساکنین جائز ہے۔

شرح : اجتماع ساکنین کا مطلب ہے دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا۔ پھر اس کی دو اقسام ہیں۔

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہ (۲) اجتماع ساکنین علی غیر حدہ

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہ

اجتماع ساکنین علی حدہ کا مطلب ہے کہ دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں اب پہلا ساکن مدہ ہو خواہ دوسرا ساکن اصلی ہو جیسے آلْاٰنَ – دَآبَّةٍ وغیرہ– اور خواہ دوسرا ساکن عارضی ہو جیسے یَعْلَمُوْنْ ٥ تُكَذِّبٰنْ ٥ قَدِيْرْ ٥ صٓ – نٓ – صٰدِقِيْنْ وغیرہ–

تو یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور اس کو اجتماع ساکنین علی حدہ کہتے ہیں–

علیٰ حدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی حالت پر برقرار رہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہ کیا جائے–

> **فوائد مکیہ** : اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز نہیں البتہ وقف میں جائز ہے–

شرح : (۲) اجتماع ساکنین علی غیر حدہ

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ دو ساکن ایک کلمہ میں ہوں اور پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو یہ اجتماع' اجتماع ساکنین علی غیر حدہ بنتا ہے جیسے اَلْحِجْرْ – اَلْقَدْرْ – اَلْعُسْرْ – وَالْفَجْرْ – يُسْرْ – قُرَيْشْ – وَ الصَّيْفْ وغیرہ اور یہ صرف وقف میں جائز ہے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے پڑھا جائے گا اس کی مشق کسی کامل استاذ سے کرنی چاہیے اور اس کی ادا میں اکثر قراء غلطی کرتے ہیں–

> **فوائد مکیہ** : اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں–

شرح : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے متعلق فرما رہے ہیں کہ دو ساکن دو کلموں میں ہوں یعنی پہلا ساکن پہلے کلمہ کے آخر میں اور دوسرا ساکن دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو یہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کہلائے گا اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کا قاعدہ آگے ذکر فرما رہے ہیں– چونکہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ جائز نہیں ہے لہٰذا ایسی صورت میں مختلف قواعد اپنا کر ان میں عربیت کے مطابق تغیر و تبدل کیا جاتا ہے اور انہی کا بیان اب فرماتے ہیں۔

> **فوائد مکیہ** : اب اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کو حذف کر دیں گے– مثل وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ–

عَلٰٓی اَنْ لَّاتَعْدِلُوا اعْدِلُوْا– وَقَالُوا الْاٰنَ– فِی الْاَرْضِ– تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ– وَاسْتَبَقَا الْبَابَ– وَقَالَا الْحَمْدُ– فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ–

شرح: حذف کا قاعدہ:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ میں حذف کا قاعدہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو تو اس کو گرا کر پڑھیں گے۔ دو کلموں میں حرف مدہ کو حذف کرنا حصول تخفیف کے لئے ہے۔

اب ہم یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے بیان کردہ کلمات کی تشریح کرتے ہیں۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

یہ اصل میں وَاَقِیْمُوْا اَلصَّلٰوۃَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا پھر وَاَقِیْمُوْا کے واؤ اور اَلصَّلٰوۃَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلا ساکن گرا دیا گیا تو وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ بن گیا۔

عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوْا

یہ اصل میں عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا تَعْدِلُوْا کے واؤ اور اِعْدِلُوْا کے عین میں اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واؤ حرف مدہ کو گرا دیا گیا تو عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوْا ہوگیا۔

وَقَالُوا الْاٰنَ

یہ اصل میں وَقَالُوْا اَلْاٰنَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا پھر وَقَالُوْا کے واؤ اور اَلْاٰنَ کے لام میں اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واؤ حرف مدہ کو گرا دیا تو وَقَالُوا الْاٰنَ بن گیا۔

فِی الْاَرْضِ

یہ اصل میں فِیْ اَلْاَرْضِ تھا۔ ہمزہ وصلی کلام میں حذف ہوا پھر فِیْ کی یاء اور اَلْاَرْضِ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا اور قاعدہ کے موافق پہلا ساکن یاء جو کہ حرف مدہ ہے اس کو گرا دیا گیا جس سے فِی الْاَرْضِ بن گیا۔

تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ

یہ اصل میں تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ تھا- ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا تو تَحْتَهَا کے الف اور الْاَنْهَارُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف حرف مدہ کو گرادیا گیا تو تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ بن گیا-

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ

یہ اصل میں وَاسْتَبَقَا اَلْبَابَ تھا- ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا- وَاسْتَبَقَا کے الف اور اَلْبَابَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا- قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف حرف مدہ کو گرادیا گیا تو وَاسْتَبَقَا الْبَابَ بن گیا-

وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

یہ اصل میں وَقَالَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تھا- ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا- وَقَالَا کے الف اور اَلْحَمْدُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوگیا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف مدہ کو گرادیا گیا تو وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ بن گیا-

ذَاقَا الشَّجَرَةَ

یہ اصل میں ذَاقَا اَلشَّجَرَةَ تھا- ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا- ذَاقَا کے الف اور اَلشَّجَرَةَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوگیا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن الف مدہ کو گرادیا گیا تو ذَاقَا الشَّجَرَةَ بن گیا-

درج ذیل مثالیں بھی اس قاعدے کے موافق ہیں-

فِي السَّمَاءِ- وَلَا النَّصٰرٰى- قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ- فِي الْاٰخِرَةِ- اٰتُوا الزَّكٰوةَ- اِلَّا الْاِصْلَاحَ- وَادْخُلُوا الْبَابَ وغیرہ-

نوٹ: بعض حضرات وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ذَاقَا الشَّجَرَةَ وغیرہ میں تثنیہ کا الف ہونے کی بنا پر اس کو وصل میں تثنیہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اس کو تھوڑا سا لمبا کر کے پڑھتے ہیں ایسا کرنا غلط ہے ان لوگوں کو اگر کہا جائے کہ اس طرح پڑھنا غلط ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے تثنیہ کے الف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے پڑھا ہے تا کہ سننے والے کو معلوم ہو کہ یہ تثنیہ کا صیغہ ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ رسم القرآن میں تثنیہ کا الف لکھا ہوا ہے لہٰذا رسم کو دیکھ کر یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ یہ صیغہ تثنیہ کا ہے اور بعض جگہ آگے ضمیر کا قرینہ موجود ہے جیسے ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا- لَهُمَا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تثنیہ کا صیغہ ہے لہٰذا یہ بات واضح

ہوتی ہے کہ ایسے کلمات کو کھینچ کر پڑھنا درست نہیں۔ بلکہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے حذف کے قاعدہ کے مطابق اس الف کو گرا کر پڑھنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

فوائد مکیہ : اگر پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی مثل اِنِ ارْتَبْتُمْ۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ۔ مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ۔

شرح : (۲) کسرہ دینے کا قاعدہ:

حضرت مصنفؒ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا دوسرا قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن حرف مدہ۔ میم جمع واو لین جمع۔ مِنْ حرف جر کا نون الٓمّٓ حروف مقطعات کی میم کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو تو اس پہلے ساکن کو کسرہ دے کر پڑھیں گے اس کی توجیہ یہ ہے کہ عربی کا مشہور قاعدہ ''اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ'' یعنی جب ساکن کو حرکت دینے کی ضرورت ہوتی ہے تو حرکت کسرہ دی جاتی ہے۔ نیز حرکات ثلاثہ میں سے کسرہ کو اس بنا پر منتخب کیا گیا کہ فتحہ خفیف حرکت ہے اور ضمہ ثقیل حرکت ہے جبکہ کسرہ متوسط ہے لہٰذا وَخَيْرًا لْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا کے تحت کسرہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

کسرہ دینے والے قاعدہ میں تنوین بھی شامل ہے۔ اب حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ امثلہ کی تشریح کی جاتی ہے۔

اِنِ ارْتَبْتُمْ

یہ اصل میں اِنْ اِرْتَبْتُمْ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر اِنْ کے نون اور ارْتَبْتُمْ کی راء کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو اِنِ ارْتَبْتُمْ بن گیا۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ

یہ اصل میں وَاَنْذِرْ اَلنَّاسَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ پھر وَاَنْذِرْ کے راء اور اَلنَّاسَ کے لام کے مابین اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو وَاَنْذِرِ النَّاسَ بن گیا۔

مِمَّالَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ

یہ اصل میں مِمَّالَمْ يُذْكَرْ اِسْمُ اللّٰهِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر يُذْكَرْ کے راء اور اِسْمُ کے سین کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو مِمَّالَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ بن گیا۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

یہ اصل میں بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ تھا۔ دونوں ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوئے لِاسْمُ کے لام اور سین کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو کسرہ دیا گیا تو بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بن گیا۔

درج ذیل مثالیں بھی اسی طرح ہیں۔

قُلِ اللّٰهُ۔ عَنِ الَّذِيْنَ۔ اَمِ اللّٰهُ۔ عَنِ السَّاعَةِ۔ اَوِ الْحَوَايَا وغیرہ۔

فوائد مکیہ : مگر جب پہلا ساکن میم جمع ہو تو ضمہ دیا جائے گا مثل عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ۔

شرح : (۳) ضمہ دینے کا قاعدہ:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا تیسرا قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ جب دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن میم جمع کی میم ہو تو اس کو ضمہ دیکر پڑھیں گے اسی میں واولین جمع بھی داخل ہے۔ لیکن حضرت مصنفؒ نے اس کو شہرت کی بناء پر بیان نہیں فرمایا۔

اس کی توجیہ یہ ہے کہ میم جمع وغیر میم جمع اور واولین جمع وغیر جمع کے درمیان فرق کرنا مقصود ہے نیز ضمہ جمع کی علامت ہے واولین میں یہ توجیہ ہے کہ واؤ کی مناسبت سے ضمہ دیا گیا ہے۔ اب حضرتؒ کی بیان کی گئی امثلہ کی توضیح کی جاتی ہے۔

عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

یہ اصل میں عَلَيْكُمْ اَلصِّيَامُ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر عَلَيْكُمْ کی میم اور اَلصِّيَامُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا پہلے ساکن میم جمع کو قاعدہ کے مطابق ضمہ دیا گیا تو عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ بن گیا۔

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

یہ اصل میں عَلَيْهِمْ اَلْقِتَالُ تھا- ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا پھر عَلَيْهِمْ کی میم اور اَلْقِتَالُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا پہلے ساکن میم جمع کو قاعدہ کے موافق ضمہ دیا گیا تو عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ بن گیا-

واولین کی مثالیں اوراس کی توضیح

عَصَوُا الرَّسُوْلَ

یہ اصل میں عَصَوْا اَلرَّسُوْلَ تھا- ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا پھر عَصَوْا کے واؤ اور اَلرَّسُوْلَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واولین جمع کو ضمہ دیا گیا تو عَصَوُا الرَّسُوْلَ ہوگیا-

اٰتَوُا الزَّكٰوةَ

یہ اصل میں اٰتَوْا اَلزَّكٰوةَ تھا- ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوگیا پھر اٰتَوْا کے واؤ اور اَلزَّكٰوةَ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا- قاعدہ کے موافق پہلے ساکن واولین جمع کو ضمہ دیا گیا تو اٰتَوُا الزَّكٰوةَ بن گیا-

درج ذیل مثالیں بھی اس قاعدہ کے موافق ہیں-

وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ- عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ- وَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ- وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ- يَرَوُا الْعَذَابَ- لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ وغیرہ-

> **فوائد مکیہ** : اور مِن جو حرف جر ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا تو نون مفتوح پڑھا جائے گا جیسے مِنَ اللّٰهِ- ایسا ہی میم الٓمّٓ اللّٰهُ کی وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی-

شرح : (۴) فتحہ کا قاعدہ:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا چوتھا قاعدہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن مِنْ حرف جر کا نون یا الٓمّٓ حروف مقطعات کی میم ہو تو اس موقع پر پہلے ساکن کو فتحہ دیکر پڑھیں گے جیسے مِنَ اللّٰهِ- الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ-

مِنَ حرف جر کوفتحہ دینے کی توجیہ یہ ہے کہ کلمہ قلیل الحروف اور کثیر الاستعمال ہے لہٰذا ان دونوں باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اسے خفیف سی حرکت دی جائے پس بالاتفاق فتحہ ہی خفیف حرکت ہے لہٰذا فتحہ دیا گیا۔

نیز اگر مِنَ کے نون کو کسرہ دیا جاتا تو اس سے پہلے میم مکسور ہے اس وجہ سے دو غیر خفیف حرکات کا قلیل الحروف کلمہ میں اجتماع لازم آتا ہے جو کہ ثقیل ہے۔ اور حرکت تو ثقالت دور کرنے کے لئے دی جاتی ہے لہٰذا فتحہ ہی متعین ہوا۔

واضح رہے کہ مَنَ جو بفتح میم ہے اسے کسرہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ میم مفتوح ہے اس حالت میں نون کو کسرہ دینے کی صورت میں کلمہ قلیل الحروف میں خفیف حرکات کا اجتماع لازم نہیں آئے گا۔

الٓمّٓ ٥ اللّٰهُ حروف مقطعات کی میم کوفتحہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ کسرہ دینے سے توالی کسرات لازم آئے گا کیونکہ اس میں پہلے یائے مدہ ہے جو دو کسروں کے قائم مقام ہے اور اس سے پہلے میم پر بھی کسرہ ہے لہٰذا توالی کسرات ثقل کا باعث ہے نیز ضمہ دینا بھی ثقل کا باعث ہے کہ اس طرح تین کسرات سے ضمہ کی طرف پھرنا بھی ثقل کا باعث ہوتا ہے پس یہ ثقل فتحہ ہی سے دور ہوتا ہے۔

دوسری ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ میم حروف مقطعات میں سے ہے اور اس کا سکون لازمی اور بنائی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو باقی رکھا جائے مگر اجتماع ساکنین کی بناء پر اس کو باقی نہیں رکھ سکتے تو سکون بنائی سے ہونے کی وجہ سے اس حرکت کو اختیار کیا گیا ہے جو اخف الحرکات ہو اور وہ بالاتفاق فتحہ ہی ہے۔

اجتماع ساکنین کی وجہ سے میم مفتوح ہوگی لہٰذا اس مد کی مقدار طول اور قصر دونوں جائز ہیں۔ طول اس لئے کیا جاتا ہے کہ اصل میم ساکن ہے اور مد نہ کرنا اس لئے جائز ہے کہ میم عارضی طور پر متحرک ہوئی جب میم متحرک ہوئی تو سبب مد ختم ہو گیا۔

علامہ جزریؒ طیبہ میں فرماتے ہیں:

وَالْمَدُّ اَوْلٰی اِنْ تَغَيَّرَ السَّبَبْ

وَبَقِيَ الْاَثَرُ اَوْ فَاقْصُرْ اَحَبْ

ترجمہ: اور اگر سبب مد ہمزہ وسکون متغیر ہو جائے اور سبب کا اثر باقی رہے اور مد اولیٰ ہے جیسے ہمزہ مسہلہ ورنہ قصر احب ہے جیسے جَآءَ حَدُّ حرف ہمزہ کی صورت میں' الٓمّٓ اللّٰهُ وصلاً حذف سکون کی صورت میں' یہ علامہ جزریؒ کی رائے ہے اور علامہ دانیؒ اور علامہ شاطبیؒ کی رائے پر بہر صورت مد اولیٰ ہے وَالْمَدُّ مَا زَالَ اَعْدَلَا۔ مگر حذف ہمزہ کی صورت میں علامہ جزریؒ اور حذف سکون کی صورت میں علامہ دانیؒ وعلامہ شاطبیؒ کی رائے پر عمل ہوتا ہے۔

اب حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ مثالوں کی وضاحت کی جاتی ہے:

مِنَ اللّٰهِ

یہ اصل میں مِنْ اَللّٰهِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ مِنْ کے نون اور لفظ اللّٰہ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن مِن حرف جر کے نون کو فتحہ دیا گیا تو مِنَ اللّٰهِ بن گیا۔

درج ذیل مثالیں بھی اسی قاعدہ کے موافق ہیں۔

مِنَ الْجِبَالِ ـ مِنَ الْخَيْرِ ـ مِنَ الْجَنَّةِ ـ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ـ مِنَ النَّارِ ـ مِنَ السَّمَآءِ ـ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ ـ مِنَ الْعِلْمِ وغیرہ۔

الٓمّٓ اللّٰهُ

یہ اصل میں الٓمّٓ اَللّٰهُ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا الٓمّٓ کی میم اور اَللّٰهُ کے لام کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے موافق پہلے ساکن کو فتحہ دیا گیا تو الٓمَّ اللّٰهُ بن گیا۔ اور یہ اپنی نوعیت کی روایت حفصؒ میں ایک ہی مثال ہے اور روایت ورش میں ایک اور مثال ملتی ہے نقل حرکت کی صورت میں الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اس میں بھی مدو قصر جائز ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ جو سورۃ حجرات میں ہے اس میں بِئْسَ کے بعد لام مکسور اس کے بعد سین ساکن ہے اور لام کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزہ وصلی ہے اس وجہ سے حذف کیے جائیں گے اور لام کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ میں جو کلمہ اَلْاِسْمُ ہے اس کی تشریح فرما رہے ہیں کہ اس لام سے ماقبل اور مابعد دونوں ہمزہ، ہمزہ وصلی ہیں جو وسط کلام میں حذف ہو جائیں گے۔ اور لِاسْمُ کے لام کو اجتماع ساکنین کے قاعدہ کے موافق کسرہ دیا گیا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لام کو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے دی گئی ہے یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ نقل حرکت ہمزہ قطعی میں ہوتی ہے ہمزہ وصلی میں نہیں ہوتی۔

لام تعریف اصل میں ساکن ہوتا ہے اور ساکن کو پڑھنے کے لئے ہمزہ وصلی لایا گیا ہے اور بِئْسَ لِاسْمُ الْفُسُوْقُ

میں جب لام تعریف اجتماع ساکنین کی وجہ سے متحرک ہوگیا تو ہمزہ وصلی کی ضرورت نہ رہی- اب اگر بِئْسَ پر وقف کریں گے تو آگے ابتداء اَلِاسْمُ الْفُسُوْقُ سے کریں گے ہمزہ وصلی کو شروع میں باقی رکھ کر- اس لئے کہ ہمزہ وصلی ابتداء میں باقی رہتا ہے- اس ہمزہ کو باقی رکھنا اختیاری ہے- اور ہمزہ کو حذف کرکے لِاسْمُ الْفُسُوْقُ یعنی لام مکسور سے ابتداء کرنا بھی صحیح ہے۔

نوٹ: بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ کو حضرت مصنف علیہ الرحمہ ابھی اوپر بھی بیان فرما آئے ہیں مکرر لانے کی وجہ یہ ہے کہ طلباء اس کی اداء میں بہت غلطی کرتے ہیں۔

دراصل یہاں پر ایک ہی کلمہ میں دو ہمزات وصلیہ محذوف ہورہے ہیں اگرچہ حقیقت میں یہ ایک کلمہ نہیں مگر باعتبار رسم ایک کلمہ کی مانند ہے۔

یاد رکھو کہ کلمہ کا یہ تلفظ بحالت وصل ہوگا اگر بِئْسَ پر وقف کرکے مابعد سے ابتدا کی گئی تو دو طرح سے ابتدا ہوسکتی ہے۔

(۱) اَلِاسْمُ یعنی لام تعریف سے قبل ہمزہ کو باقی رکھ کر ابتدا کرنا۔

(۲) لِاسْمُ یعنی لام تعریف سے قبل ہمزہ کو حذف کرکے لام تعریف سے ابتدا کرنا۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زیر یا دو زبر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا اس کو نون تنوین کہتے ہیں یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دو زبر ہوں تو اس تنوین کو الف سے بدل دیتے ہیں مثلاً قَدِيْرٌ- وَبِرَسُوْلٍ- وَ بَصِيْرًا اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہوجائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا نون لکھ دیتے ہیں مثل بِـزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ- خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةِ- خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ- طُوًى نِ اذْهَبْ-

(فائدہ) تنوین سے ابتداء کرنا یا دہرانا درست نہیں۔

شرح : نون تنوین ہمیشہ کلمہ کے آخر میں ہی ہوتا ہے- اب یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نون تنوین پر وقف کے متعلق فرمارہے ہیں کہ کلمہ کے آخر میں نون تنوین پر اگر وقف کیا جائے چاہے وہ دو زیر ہوں یا دو پیش ہوں ان کو حذف کردیں

گے جیسے قَدِيْرٌ پر وقف قَدِيْرْ سے اور وَبِرَسُوْلٍ پر وقف وَبِرَسُوْلْ سے ہوگا۔

ایسے ہی اگر کلمہ کے آخر میں دوزبر کی تنوین ہوگی تو اس کو وقف کی حالت میں الف سے بدلیں گے جیسے بَصِيْرًا وقف میں بَصِيْرَا ہو جائے گا۔ اس وقف کو وقف بالابدال کہتے ہیں جسکی تفصیل وقف کے بیان میں انشاءاللہ آئے گی۔

اور اگر تنوین کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو اس کو گرا کر تنوین کو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے تحت مکسور پڑھتے ہیں بعض جگہ چھوٹا سا نون بھی لکھا ہوتا ہے اسے نون قطنی کہتے ہیں۔ جیسے بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبْ۔ خَيْرًا نِ الْوَصِيَّةِ۔ خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ۔ طُوًى نِ اذْهَبْ وغیرہ۔

اس تنوین سے ابتداء یا یہاں سے دوبارہ پڑھنے کی صورت میں جیسے خَبِيْثَةٍ پر وقف کریں گے تو آگے سے ابتداء نِ اجْتُثَّتْ سے کرنا بالکل غلط ہے بلکہ اُجْتُثَّتْ سے ابتدا ہوگی۔ اسی طرح باقی مثالوں کو بھی سمجھ لو۔

بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبْ

یہ اصل میں بِزِيْنَةٍ اَلْكَوَاكِبْ تھا ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر بِزِيْنَةٍ کے نون تنوین اور اَلْكَوَاكِبْ کے لام تعریف کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نون تنوین کو کسرہ دیا گیا تو بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبْ بن گیا۔

خَيْرًا نِ الْوَصِيَّةِ

یہ اصل میں خَيْرًا اَلْوَصِيَّةِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ پھر خَيْرًا کے نون تنوین اور اَلْوَصِيَّةِ کے لام تعریف کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نون تنوین کو کسرہ دیا گیا تو خَيْرًا نِ الْوَصِيَّةِ بن گیا۔

خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ

یہ اصل میں خَبِيْثَةٍ اُجْتُثَّتْ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا۔ پھر خَبِيْثَةٍ کے نون تنوین اور اُجْتُثَّتْ کی جیم کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نون تنوین کو کسرہ دیا گیا تو خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ بن گیا۔

طُوًى نِ اذْهَبْ

یہ اصل میں طُوًى اِذْهَبْ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر طُوًى کے نون تنوین اور اِذْهَبْ کے ذال

کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا- قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن نون تنوین کو کسرہ دیا گیا تو طُوًی نِ اذْهَبْ بن گیا-

نون قطنی کی توجیہ

تنوین کے بعد اگر ہمزہ وصلی آئے تو تنوین کے نون کو زیر دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں گر جاتا ہے۔ جیسے نُوْحُ نِ ابْنَهٗ اس کو نون قطنی کہتے ہیں قطن کے معنی روئی کے ہیں روئی کو اوپر نیچے دو استروں (کپڑوں) کے درمیان سی لیتے ہیں۔ جیسے رزائی وغیرہ میں۔ اسی سے مشابہت کی بناء پر اس نون کو قطنی کہتے ہیں۔ کہ یہ نون بھی دو حرفوں کے درمیان میں روئی کی مانند چھپا ہوتا ہے۔ کیونکہ لکھا ہوا تو ہوتا نہیں اور اگر لکھا ہوا ہوتا بھی ہے تو بہت چھوٹا سا۔ نون قطنی سے ابتداء یا اعادہ جائز نہیں ہے۔ بعض حضرات نے نون قطنی کو قطنی کہنے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قطن کے معنی روئی کے ہوتے ہیں۔ جس طرح زخم پر روئی رکھنے سے زخم مل جاتا ہے۔ اس طرح اس نون کی وجہ سے بھی دو لفظ آپس میں مل جاتے ہیں۔

نون قطنی والے مزید کلمات

شَيْـًٔا نِ اتَّخَذَ- خَيْرَ نِ الْوَصِيَّةُ- فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ- لَهْوًا نِ انْفَضُّوْا- جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى- عَادَ نِ الْاُوْلٰى- مُّنِيْبِ o نُ ادْخُلُوْهَا- كَرُمَا دِنِ اشْتَدَّتْ وغیرہ

فوائد مکیہ : دوسری فصل مد کے بیان میں

شرح : مد کا لغوی معنی لمبا کرنا کھینچنا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ-

مد کی تعریف

حروف مدہ پر آواز کو دراز کرنا اِطَالَةُ الصَّوْتِ عَلٰى حَرْفِ مَدٍّ-

---

فوائد مکیہ : مد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اصلی اور (۲) فرعی- مد اصلی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد نہ سکون ہو اور نہ ہمزہ ہو-

---

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) مد اصلی (۲) مد فرعی-

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں مد اصلی کی علامت بیان کی ہے تعریف شہرت کی بنا پر بیان نہیں فرمائی ہے۔

مد اصلی کی تعریف

حروف مدہ کو ان کی اصلی اور ذاتی مقدار کے مطابق پڑھنا اور وہ کسی سبب پر موقوف نہ ہو اسے مد اصلی کہتے ہیں جیسے قَالَ - کَانَ - کُوْنُوْا - غِیْضَ - قِیْلَ وغیرہ۔

مد اصلی کو۔ مد ذاتی اور مد طبعی بھی کہتے ہیں مد ذاتی اس لیے کہتے ہیں کہ حروف مدہ کی ذات کو برقرار رکھنے والا مد ہے۔ مد طبعی یعنی سلیم الطبع آدمی کی طبیعت کے مطابق۔ اس لیے کہ اس کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ اس میں کمی بیشی نہ کی جائے اگر اس کو ایک الف کے برابر نہیں کھینچا جائے گا تو اس کی ذات برقرار نہیں رہے گی۔

مد اصلی کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

کَانَ یَمُدُّ مَدًّا یعنی آپ مد کی جگہ مد کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَ یَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَ یَمُدُّ بِالرَّحِیْمِ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مد کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے چنانچہ حضرت انسؓ نے بسم اللہ پڑھ کر سنائی اور اَللّٰهُ - اَلرَّحْمٰنُ - اَلرَّحِیْمُ تینوں کے الف و یاء پر مد اصلی کیا۔ (بخاری)

فوائد مکیہ : مد فرعی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں بھی علامت بیان کی ہے تعریف بیان نہیں فرمائی ہے۔

مد فرعی کی تعریف

حروف مدہ کو ان کی ذاتی اور اصلی مقدار سے بڑھا کر پڑھنا جو کسی سبب پر موقوف ہو اسے مد فرعی کہتے ہیں۔ اس کو مد فرعی اس لیے کہتے ہیں۔ کہ فرع کا معنی ہے شاخ۔ یہ مد اصلی پر زائد مقدار کا نام ہے۔ جیسے جڑ پر شاخ زائد ہوتی ہے۔ مد اصلی چونکہ اصل یعنی جڑ ہے اس لیے اس کو پہلے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جڑ کے بغیر شاخ کا وجود ممکن نہیں۔ جہاں مد فرعی ہو

وہ مد اصلی بھی ہوگی اور یہ ضروری نہیں کہ جہاں مد اصلی ہو وہاں مد فرعی بھی ہو۔

مد فرعی کی توجیہ

اس مد کی توجیہ یہ ہے کہ حرف مد کے بعد سکون آنے سے ساکنین کا اجتماع ہے اور حرف مد کے بعد ہمزہ آنے سے حرف مدہ ضعیف اور ہمزہ قوی کا اجتماع ہو جاتا ہے جو کہ پڑھنے میں ثقیل ہے اس ثقل کو دور کرنے کے لیے مد کی جاتی ہے۔

محل مد حروف مدہ اور حروف لین کو کہتے ہیں اور قائم مقام حروف مدہ کھڑا زبر۔ کھڑی زیر اور الٹا پیش ہیں۔ سبب مد ہمزہ، سکون اور تشدید کو کہتے ہیں۔

سبب مد میں ہمزہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) ہمزہ متصل (۲) ہمزہ منفصل

ایسے ہی سکون کی بھی دو اقسام ہیں۔

(۱) سکون اصلی (۲) سکون عارضی

سب سے زیادہ قوی محل مد حروف مدہ ہیں ان کے بعد حروف لین اور ان کے بعد قائم مقام حروف مدہ کھڑا زبر۔ کھڑی زیر اور الٹا پیش۔

سب سے زیادہ قوی سبب سکون اصلی ہے پھر ہمزہ متصلہ پھر سکون عارضی پھر ہمزہ منفصلہ۔

فوائد مکیہ : اور یہ چار قسمیں ہیں: (۱) متصل (۲) اور منفصل (۳) لازم اور (۴) عارض

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد فرعی کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) مد متصل (۲) مد منفصل (۳) مد لازم (۴) مد عارض

فوائد مکیہ : یعنی حرف مد کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اس کو مد متصل کہتے ہیں مثل جَآءَ۔ جِيْٓءَ۔ سُوْٓءَ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد متصل کی تعریف بیان کی ہے کہ جب حرف مدہ کے بعد اسی کلمہ میں ہمزہ ہو تو اسے مد متصل اور مد واجب کہتے ہیں۔ جیسے جَآءَ۔ جِيْٓءَ۔ سُوْٓءَ۔ وغیرہ اس کی مقدار توسط ہے۔

علامہ جزریؒ نے مد متصل کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَوَاجِبٌ اِنْ جَآءَ قَبْلَ هَمْزَةٍ
مُتَّصِلًا اَنْ جُمِعَا بِكِلْمَةٍ

ترجمہ: ''اور مد واجب ہے اگر آئے وہ حرف مد ہمزہ سے پہلے اس حال میں کہ متصل ہو یعنی اور وہ دونوں حرف مد اور ہمزہ جمع ہوں ایک کلمہ میں۔

اور علامہ جمزوری علیہ الرحمہ نے مد متصل کے متعلق فرمایا ۔

فَوَاجِبٌ اِنْ جَآءَ هَمْزٌ بَعْدَ مَدّ
فِيْ كِلْمَةٍ وَّذَا بِمُتَّصِلْ يُعَدّ

ترجمہ: ''پس مد واجب ہے اگر آ جائے ہمزہ بعد حرف مد کے ایک کلمہ میں اور یہ مد متصل شمار کیا جاتا ہے۔''

مد متصل کی مزید امثلہ:

شَآءَ۔ سُوْٓءُ۔ سِيْٓءَ۔ اَلسَّمَآءُ۔ مِنْ مَّآءٍ۔ جَآءَ۔ قُرُنَآءَ۔ بِنَآءً۔ وغیرہ

مد متصل کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے۔ اس نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ کو مد کے بغیر پڑھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا مَا هٰكَذَا اَقْرَأَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں پڑھایا ہے اس نے پوچھا فَكَيْفَ اَقْرَاَ كَهَا يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اے ابو عبدالرحمٰن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کس طرح پڑھایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنَ پڑھا لِلْفُقَرَآءِ پر مد متصل کیا اور فرمایا کہ تم بھی اس کو مد کے ساتھ پڑھو۔ (طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں روایت کیا ہے)

فوائد مکیہ : اور اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں مثل فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا۔ مَآ اُنْزِلَ۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مدِ منفصل کی تعریف کی ہے حرف مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ- قَالُوْٓا اٰمَنَّا- مَآ اُنْزِلَ وغیرہ- اس کو مدِ منفصل اور مد جائز بھی کہتے ہیں اس کی مقدار بھی توسط ہے اس میں قصر بھی جائز ہے- علامہ جزریؒ نے مدِ منفصل کو اس طرح بیان فرمایا ہے-

وَجَآئِزٌ اِذَا اَتٰى مُنْفَصِلًا

ترجمہ: ''اور مد جائز ہے جب آئے وہ حرف مد اس حالت میں کہ ہمزہ سے جدا ہو-''

اور علامہ جمزوریؒ نے مدِ منفصل کو اس طرح بیان فرمایا ہے

وَجَآئِزٌ مَدٌّ وَّقَصْرٌ اِنْ فُصِلْ

كُلٌّ بِكَلِمَةٍ وَّهٰذَا الْمُنْفَصِلْ

ترجمہ: ''اور مد جائز میں جائز ہے مد اور قصر- اگر جدا ہو ہر ایک حرف مد اور ہمزہ کلمے میں اور یہ مد منفصل ہے-''

مدِ منفصل کی مزید امثلہ:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ- قَالُوْٓا اٰمَنَّا- بِمَآ اُنْزِلَ- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ- هٰٓاَنْتُمْ- قَالُوْٓا اِنَّمَا وغیرہ-

مدِ متصل اور مدِ منفصل کی توجیہ

مدِ متصل اور مدِ منفصل میں مد کی توجیہ یہ ہے کہ حرف مد ضعیف و خفی ہوتا ہے اور ہمزہ قوی و ثقیل ہے حرف مد کی مقدار میں اس لیے اضافہ کیا گیا ہے کہ حرف قوی کی مجاورت حاصل ہو سکے اور بعض کا خیال ہے کہ ہمزہ با تحقیق تلفظ پر قدرت حاصل ہو سکے۔

مدِ منفصل کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ اَسْكَنَهُ اللّٰهُ دَارَالْجَلَالِ دَارًا سَمِّيْ بِهَا نَفْسَهٗ فَقَالَ ذُوالْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ وَ رَزَقَهُ النَّظْرَ اِلٰى وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ-

یعنی جس شخص نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور اس میں اپنی آواز کو دراز کیا اس کو اللہ تعالیٰ دَارَالْجَلَالِ بزرگی و عظمت کے مقام میں جگہ عطا فرمائیں گے اور یہ ایسا مقام ہے جس کے الفاظ کو حق تعالیٰ شانہ اپنی ذات مقدسہ کے صفاتی ناموں میں

بھی لائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ذُوالْجَلٰلِ وَ الْاِکْرَامِ عظمت اور احسان والی ذات اور ایسے شخص کو باری تعالیٰ اپنے نورانی چہرہ کا دیدار نصیب فرمائیں گے۔ (مسند الفردوس)

فوائد مکیہ : حرف مد کے بعد جب سکون وقفی ہو مثل رَحِیْمٌ- تَعْلَمُوْنَ- تُکَذِّبٰنِ ۝ کے تو اس کو مد عارض کہتے ہیں اور اس میں طول توسط قصر تینوں جائز ہیں-

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ مد عارض وقفی کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ حرف مد کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون وقفی ہو یعنی وقف کی وجہ سے حرف ساکن ہوا ہو اصل میں متحرک ہو تو اس کو مد عارض کہتے ہیں اس کی مقدار طول-توسط-قصر ہے مگر طول اولیٰ ہے جیسے رَحِیْمٌ- تَعْلَمُوْنَ- تُکَذِّبٰنِ-

رَحِیْمٌ کی تشریح

یہ اصل میں رَحِیْمٌ ہے میم مضموم منون وقف کی وجہ سے میم ساکن ہوا تو مد عارض وقفی میں بدل گیا اس کی مقدار طول توسط اور قصر ہے مگر طول اولیٰ ہے-

مد عارضی وقفی میں طول ـ توسط ـ قصر کی توجیہ

مد عارضی وقفی میں طول کی وجہ یہ ہے کہ اجتماع ساکنین میں یہ لازم کے مشابہ ہے لہٰذا اس کے مثل طول کیا گیا چونکہ سکون اصلی نہیں بلکہ عارضی ہے لہٰذا مد کی اس مقدار سے جو لازم کی تھی کم درجہ کا مد یعنی توسط بھی جائز ہوا۔ اور چونکہ یہ سکون وقف کی وجہ سے ہے اور وقف میں اجتماع ساکنین جائز ہے جیسے اَلْقَدْرِ- وَالْفَجْرِ وغیرہ میں لہٰذا اجتماع ساکنین کی ثقالت کالعدم سمجھی گئی اور قصر بھی جائز ہوا۔

تَعْلَمُوْنَ کی تشریح

یہ اصل میں تَعْلَمُوْنَ ہے نون مفتوح وقف کی وجہ سے نون ساکن ہوا تو مد عارض وقفی بن گیا-

تُکَذِّبٰنِ کی تشریح

یہ اصل میں تُکَذِّبٰنِ ہے نون مکسور وقف کی وجہ سے نون ساکن ہوا تو مد عارض وقفی بن گیا-

علامہ شاطبیؒ مد عارض وقفی کو اس طرح بیان فرمارہے ہیں ؎

وَعِنْدَ سُكُوْنِ الْوَقْفِ وَجْهَانِ اُصِّلَا

ترجمہ: ''اور سکون وقفی کے وقت دو وجہیں اصل قرار دی گئی ہیں۔''

یعنی سکون عارضی کی وجہ سے مد عارض وقفی میں دو وجہیں اصل ہیں ایک طول اور ایک توسط جو کہ ''اصل قرار دی گئی ہیں۔'' اور قصر اس کی اصلی مقدار ہے۔

علامہ جزری علیہ الرحمہ مد عارض وقفی کے متعلق فرمارہے ہیں ؎

اَوْ عَرَضَ السُّكُوْنُ وَقْفًا مُّسْجَلَا

ترجمہ: ''یا عارض ہو جائے سکون وقف میں اس حالت میں کہ یہ سکون مطلق ہے۔ یعنی خواہ بصورت سکون خالص ہو یا بصورت اشمام احتراز مقصود ہے وقف بالروم سے جس میں صرف قصر ہوتا ہے۔

علامہ جمزوری علیہ الرحمہ نے مد عارض وقفی کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

وَمِثْلُ ذَا اِنْ عَرَضَ السُّكُوْنُ

وَقْفًا كَتَعْلَمُوْنَ نَسْتَعِيْنُ

ترجمہ: ''اور اسی کے مثل ہے مد اور قصر جائز ہونے کے اگر سکون عارض ہو وقف میں جیسے تَعْلَمُوْنَ۔ نَسْتَعِيْنُ۔''

درج ذیل مثالیں بھی مد عارض وقفی کے ضمن میں آتی ہیں۔

اَلسَّبِيْلِ۔ بَصِيْرٌ۔ اَلْمَصِيْرُ۔ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تَفْعَلُوْنَ۔ مُبِيْنٌ۔ ظَاهِرِيْنَ۔ صٰدِقِيْنَ وغیرہ۔

مد عارض وقفی کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِى الْفَجْرِ قٓ فَمَرَّ بِهٰذَا الْحَرْفِ لَهَا طَلْعٌ نَضِيْدٌ فَمَدَّ نَضِيْدٌ۔

یعنی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں سورۃ ق پڑھتے ہوئے سنا تو جب لَهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ پر پہنچے تو

لفظ نَضِيْدٌ پر مد فرمایا جو مد عارض وقفی ہے۔(البخاری فتح الباری)

فوائد مکیه : اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو جو کسی حالت میں حرف مدہ سے جدا نہ ہو سکے تو اس کو مدلازم کہتے ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ مدلازم کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو جو وصلاً وقفاً قائم رہے تو اس کو مدلازم کہتے ہیں اس کی مقدار طول ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے مدلازم کو اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَعَنْ كُلِّهِمْ بِالْمَدِّ مَاقَبْلَ سَاكِنٍ

ترجمہ: ''اور تمام قراء کا مد کرنا ثابت ہے اس حرف مد میں کہ جو قبل ساکن لازم ہو۔''

اور علامہ جزری علیہ الرحمہ مدلازم کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں ۔

فَلَازِمٌ اِنْ جَآءَ بَعْدَ حَرْفِ مَدْ

سَاكِنُ حَالَيْنِ وَ بِالطُّوْلِ يُمَدْ

ترجمہ: ''پس مدلازم ہے اگر آئے بعد حرف مد کے ایسا حرف جو دونوں حالوں میں یعنی وصل و وقف میں ساکن ہو اور طول کے ساتھ کھینچا جاتا ہے۔''

علامہ جمزوری رحمۃ اللہ علیہ مدلازم کو ایسے بیان فرماتے ہیں ۔

وَلَازِمٌ اِنِ السُّكُوْنُ اُصِّلَا

وَصْلًا وَّ وَقْفًا بَعْدَ مَدٍّ طُوِّلَا

ترجمہ: ''اور مدلازم اگر سکون اصلی ہو کہ قائم رہے وصل و وقف میں' حرف مد کے بعد اس میں طول کیا جاتا ہے۔''

مدلازم میں مد کی توجیہ

مدلازم میں مد کی وجہ یہ ہے کہ مدلازم میں اجتماع ساکنین ہوتا ہے جب اجتماع ساکنین ہو جائے تو اس میں مختلف

طریقوں سے تغیر کیا جاتا ہے۔ کبھی پہلے ساکن کو حذف کیا جاتا ہے کبھی حرکت دی جاتی ہے یا مدیت میں اضافہ کیا جاتا ہے یہ اضافہ مدیت میں گویا حرکت ہی کا بدل ہوتا ہے اس مدلازم میں اضافہ مدیت کی یہی وجہ ہے جیسا کہ علامہ خاقانی ؒ فرماتے ہیں:

مُـــدَّتْ لِاَنَّ السَّـــاكِـنَيْـنِ تَـلَاقَيَـا

فَـصَـارَ كَـتَـحْـرِيْكٍ كَذَا قَالَ ذُوالْخَبَرِ

ترجمہ: مدلازم کی اقسام میں اسی لیے مد کیا جاتا ہے کہ ان میں دو ساکن اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور مد کرنے سے گویا حرکت ہو جاتی ہے۔ باخبر لوگوں نے ایسے ہی مد کیا ہے۔

بعض اسے مدعدل کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام قراء اس مد اور مقدار پر متفق ہیں گویا عدل کے معنی تساوی اور توافق کے ہیں بعض نے اس کا نام حجز رکھا ہے کیونکہ مد بین الساکنین گویا اجتماع ساکنین سے حاجز اور فاصل ہے۔

فوائد مکیہ : اور یہ چار قسم ہے اس واسطے کہ حروف مقطعات میں ہو تو حرفی کہتے ہیں ورنہ کلمی کہیں گے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مدلازم کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔ اگر حروف مقطعات میں ہو تو حرفی کہتے ہیں۔ حروف مقطعات کا معنی ہے کاٹ کاٹ کر پڑھے جانے والے جیسے الٓمّٓ کو اَلِفْ۔ لَامْ۔ مِیْمْ پڑھنا۔

یہ کل چودہ حروف تہجی ہیں جن کا مجموعہ نَقَصَ عَسَلُكُمْ حَيٌّ طَاهِرٌ ہے۔

اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ایک وہ کہ جن میں محل مد اور سبب مد دونوں ہوں جیسے نَقَصَ عَسَلُكُمْ۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس میں محل مد تو ہو مگر سبب مد نہ ہو جیسے حَيٌّ طُهْرٌ۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جس میں سبب مد تو ہو مگر محل مد نہ ہو جیسے الف یہ تین حرفوں پر مشتمل ہے شروع میں ہمزہ۔ پھر لام اور پھر فاء جو کہ ساکن ہے یہ سکون اصلی ہے مگر اس میں محل مد نہیں ہے۔

حروف مقطعات قرآن کی انتیس سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

شمار	سورت	حروف مقطعات	شمار	سورت	حروف مقطعات
۱	البقرہ	الٓمّٓ	۱۱	طٰہٰ	طٰہٰ
۲	آل عمران	الٓمّٓ	۱۲	الشعراء	طٰسٓمّٓ
۳	الاعراف	الٓمّٓصٓ	۱۳	النمل	طٰسٓ
۴	یونس	الٓرٰ	۱۴	القصص	طٰسٓمّٓ
۵	ھود	الٓرٰ	۱۵	العنکبوت	الٓمّٓ
۶	یوسف	الٓرٰ	۱۶	الروم	الٓمّٓ
۷	الرعد	الٓمّٓرٰ	۱۷	لقمٰن	الٓمّٓ
۸	ابراہیم	الٓرٰ	۱۸	السجدۃ	الٓمّٓ
۹	الحجر	الٓرٰ	۱۹	یٰس	یٰسٓ
۱۰	مریم	کٓھٰیٰعٓصٓ	۲۰	ص	صٓ
۲۱	المؤمن	حٰمٓ	۲۶	الجاثیہ	حٰمٓ
۲۲	حم السجدۃ	حٰمٓ	۲۷	الاحقاف	حٰمٓ
۲۳	الشوریٰ	حٰمٓ عٓسٓقٓ	۲۸	ق	قٓ
۲۴	الزخرف	حٰمٓ	۲۹	ن	نٓ
۲۵	الدخان	حٰمٓ			

حضرت مصنفؒ کی مراد یہ ہے کہ اگر مدلازم حروف مقطعات میں ہوگا تو اس کو مدلازم حرفی کہتے ہیں اور اگر مدلازم دیگر کلمہ قرآنی میں ہوگا تو اس کو مدلازم کلمی کہیں گے۔

حروف مقطعات کی اقسام سے متعلق ایک مفید علمی بحث

حروف مقطعات کی پانچ اقسام ہیں۔

(۱)مفردات (۲)ثنائیات (۳)ثلاثیات (۴)رباعیات (۵)خماسیات

(۱)مفردات

تین سورتوں میں ایک ایک حرف ہجاء ہے

(۱) قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ (۲) صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ (۳) نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ

مفردات کی حکمت

مفردات تین سورتوں میں اس لئے ذکر ہوئے ہیں کہ کلمہ کی تین اقسام ہیں اسم فعل اور حرف ان تینوں اقسام میں مفرد کلمات استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) مثال اسم: اِنَّكَ اس میں "ن" اسم مفرد کی مثال ہے۔

(۲) مثال فعل: وَقٰى يَقِيْ کا امر حاضر "ق" فعل مفرد کی مثال ہے۔

(۳) مثال حرف: واؤ حرف عاطفہ حرف مفرد کی مثال ہے۔

(۲) ثنائیات

ثنائیات کی تعداد چار ہے۔ طٰهٰ۔ يٰسٓ۔ طٰسٓ۔ حٰمٓ

ثنائیات کی حکمت

(۱) حرف بلا حذف ثنائی ہوسکتا ہے۔ مثلاً بَلْ (۲) فعل بالحذف ثنائی ہوسکتا ہے مثلاً قُلْ۔ بِعْ۔ خَفْ (۳) اسم بلا حذف ثنائی ہوسکتا ہے مثلاً مَنْ اور (۴) اسم بالحذف بھی ثنائی ہوسکتا ہے مثلاً دَمٌ۔

نتیجہ

چونکہ اسم فعل اور حرف ثنائی کے ہونے کی چار صورتیں ہیں اس لئے مقطعات میں چار ثنائی آئے ہیں۔

ثنائیات نو سورتوں میں دو دو حروف آئے ہیں۔

(۱) طٰهٰ (۲) النمل (۳) یٰس (۴) المومن (۵) السجدہ (۶) الزخرف (۷) الدخان (۸) الجاثیہ (۹) الاحقاف۔

ثنائیات کے نو سورتوں میں آنے کی حکمت

نو سورتوں میں ثنائیات اس لئے ذکر ہوئے ہیں کہ اسم فعل حرف اور حرف کے ابتداء میں ضمہ فتحہ کسرہ تین تین حرکات آتی ہیں جن کی میزان نو ہوتی ہے۔

اسم کی مثالیں ---- اِذْ ـ ذُوْ ـ مَنْ

فعل کی مثالیں ---- خَفْ ـ قُلْ ـ بِعْ

حرف کی مثالیں ---- اَنْ ـ مِنْ ـ مُذْ

(۳) ثلاثیات

تیرہ سورتوں میں تین تین حروف مقطعات کے نام ہیں۔

(۱) البقرہ (۲) الحجر (۳) یونس (۴) ھود (۵) یوسف (۶) ابراہیم (۸) الشعرآء (۹) القصص (۱۰) العنکبوت (۱۱) الروم (۱۲) لقمٰن (۱۳) السجدۃ

ثلاثیات کی حکمت

تیرہ سورتوں میں ثلاثیات ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ الفاظ مستعملہ کے کل تیرہ صیغے ہیں۔ دس اسم کے اور تین فعل کے ہیں۔

وجہ حصر

اسم ثلاثی کا پہلا حرف مفتوح مضموم یا مکسور تین طرح کا ہوتا ہے اور ساکن نہیں ہوتا کیونکہ ابتداء بالسکون محال ہے۔

اور اسم ثلاثی کا دوسرا حرف مفتوح ۔مضموم ۔مکسور اور ساکن چار حرکتوں والا ہوتا ہے لہٰذا ابتدائی حروف کی حرکات ثلاثہ کو اوسط حرف کی چار حالتوں میں ضرب دینے سے بارہ صیغے پیدا ہوتے ہیں۔

فَعَلٌ	فَعِلٌ	فَعُلٌ
فِعَلٌ	فِعِلٌ	فِعُلٌ
فُعَلٌ	فُعِلٌ	فُعُلٌ
فَعْلٌ	فِعْلٌ	فُعْلٌ

(فائدہ) صیغہ نمبر ۶ فِعُلٌ اور صیغہ نمبر ۸ فُعِلٌ دونوں متروک ہیں لہٰذا اسم کے مستقرائی طور پر دس صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

اور ثلاثی فعل ماضی کا پہلا حرف ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے الغرض فعل ثلاثی مجرد ماضی کے صرف تین صیغے ہوتے ہیں۔

(خلاصہ) اسم اور ثلاثی فعل ماضی کے صیغوں کی مجموعی تعداد تیرہ ہے لہٰذا حروف مقطعات کے ثلاثیات کو تیرہ سورتوں کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) رباعیات

رباعیات دو سورتوں سورۃ الاعراف اور سورۃ الرعد میں آئے ہیں یعنی چار حروف والے الٓمٓصٓ اور الٓمٓرٰ۔

(۵) خماسیات

مقطعات کی وہ قسم جس میں پانچ حروف آئے ہیں یہ بھی دو سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں۔

(۱) سورۃ مریم کٓهٰیٰعٓصٓ (۲) سورۃ الشوریٰ حٰمٓ عٓسٓقٓ

رباعیات اور خماسیات کی حکمت

دو سورتوں کے آغاز میں رباعیات اور دو سورتوں کے آغاز میں خماسیات کو ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ رباعی اور خماسی اسم دو دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اصل (۲) ملحق

(۱) اصل

مثلاً جعفر اصل رباعی ہے۔

(۲) ملحق

اور قَرْدَدٌ ملحق رباعی ہے۔

اسی طرح سَفَرْجَلٌ اصل خماسی ہے اور جَحَفْضَلٌ ملحق خماسی ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ اگر مد لازم حروف مقطعات میں ہوگا تو اس کو مد لازم حرفی کہتے ہیں اور اگر مد لازم دیگر کلمہ قرآنی میں ہوگا تو اس کو مد لازم کلمی کہیں گے۔

فوائد مکیہ : پھر ہر ایک کلمی اور حرفی دو قسم ہے مثقل اور مخفف اگر حرف مدہ کے بعد مشدد حرف ہے تو مثقل کہیں گے اور اگر محض سکون ہے تو مخفف ہوگی۔ مدلازم حرفی مثقل اور مدلازم حرفی مخفف کی مثال الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ الٓمٓرٰ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ حٰمٓ۔ طٰسٓ۔ طٰسٓمٓ۔ نٓ۔ صٓ۔ قٓ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مدلازم کی اقسام بیان فرمائی ہیں کہ یہ کل چار اقسام ہیں دو کلمی اور دو حرفی۔

(۱) مدلازم حرفی مثقل　　(۲) مدلازم حرفی مخفف

(۳) مدلازم کلمی مثقل　　(۴) مدلازم کلمی مخفف

(۱) مدلازم حرفی مثقل کی تعریف یہ ہے کہ حروف مدہ کے بعد حروف مقطعات میں تشدید ہو۔

(۲) مدلازم حرفی مخفف کی تعریف یہ ہے کہ حروف مدہ کے بعد حروف مقطعات میں سکون ہو۔

ان کی مثالیں اس طرح ہیں۔

الٓمٓ

الٓمٓ کے لام میں حرف مدہ کے بعد تشدید ہے لہٰذا یہ حرفی مثقل ہے اور میم میں چونکہ حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہٰذا یہ حرفی مخفف ہے ان دونوں کی مقدار طول ہے۔

الٓرٰ

الٓرٰ کے لام میں جو مد ہے وہ حرفی مخفف ہے۔

الٓمٓرٰ

الٓمٓرٰ کے لام میں حروف مدہ کے بعد تشدید ہے لہٰذا حرفی مثقل ہے اور میم میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہٰذا حرفی مخفف ہے اور راء میں مد اصلی ہے۔ یہاں پر حرفی مثقل اور حرفی مخفف دونوں کی مقداریں طول ہیں۔

کٓھٰیٰعٓصٓ

کٓھٰیٰعٓصٓ کاف میں چونکہ حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے۔ اور حرفی مخفف ھاء اور یاء میں مد اصلی ہے اور عین میں

چونکہ حرف لین کے بعد سکون ہے لہٰذا یہ مد لازم لین ہے اور صاد میں بھی حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے۔ لہٰذا یہ مد لازم حرفی مخفف ہے کاف۔ اور صاد دونوں حروف کے مدات کی مقدار طول ہے۔ جبکہ عین میں طول۔ توسط دو مقداریں ہیں اور قصر ضعیف ہے۔

حٰمٓ عٓسٓقٓ

حاء میں مد اصلی ہے میم میں مد لازم حرفی مخفف ہے اور عین میں چونکہ حرف لین کے بعد سکون اصلی ہے لہٰذا مد لازم حرفی مخفف ہے اسی طرح سین میں بھی حرف مدہ میں سکون اصلی ہے لہٰذا حرفی مخفف ہے۔ قاف میں بھی حرف مدہ میں سکون اصلی ہے لہٰذا یہ بھی حرفی مخفف ہے۔ میم۔ سین اور قاف تینوں کے مدات کی مقدار طول ہے۔ جبکہ عین میں طول۔ توسط دو مقداریں ہیں اور قصر ضعیف ہے۔

حٰمٓ

حاء میں مد اصلی ہے میم میں حرف مدہ کا سکون اصلی ہے لہٰذا مد لازم حرفی مخفف ہے مقدار اس کی طول ہے۔

طٰسٓ

طاء میں مد اصلی ہے سین میں حرف مدہ کا سکون اصلی ہے لہٰذا مد لازم حرفی مخفف ہے اور اس کی مقدار طول ہے۔

طٰسٓمٓ

طاء میں مد اصلی ہے اور سین میں حرف مدہ کے بعد تشدید ہے لہٰذا یہ مد لازم حرفی مثقل ہے اور میم میں حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہٰذا یہ حرفی مخفف ہوا۔ سین اور میم دونوں کے مدات کی مقدار طول ہے۔

نٓ - صٓ - قٓ

تینوں حروف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہٰذا مد لازم حرفی مخفف ہوا۔ اس کی مقدار طول ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے اس مد لازم حرفی مثقل اور حرفی مخفف کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

وَمُدَّ لَهُ عِنْدَ الْفَوَاتِحِ مُشْبِعًا

وَفِيْ عَيْنِ نِ الْوَجْهَانِ وَالطُّوْلُ فُضِّلَا

ترجمہ: ”اور تو مد کر اس ساکن کی وجہ سے حروف مقطعات میں خوب لمبا۔ اور حرف عین میں دو وجہیں ہیں اور طول کو

فضیلت دی گئی ہے۔''

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بعض حروف مقطعات جن میں محل مد تو ہے سبب مد نہیں وہاں مد نہیں ہوگا۔ اور الف کہ جس میں محل مد بھی نہیں اس میں بھی مد نہیں ہوگا جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں ؎

وَفِیْ نَحْوِ طٰهٰ الْقَصْرُ اِذْ لَیْسَ سَاکِنٌ
وَمَا فِیْ اَلِفْ مِنْ حَرْفِ مَدٍّ فَیُمْطَلَا

ترجمہ: ''اور طٰہٰ جیسے حرفوں میں قصر ہے۔ اس لیے یہاں کوئی ساکن نہیں اور حرف الف میں تو کوئی حرف مد ہی نہیں کہ جس کو کھینچا جائے۔''

مد لازم کی اقسام کے متعلق علامہ جزوریؒ فرماتے ہیں:

اَقْسَامُ لَازِمٍ لَّدَیْهِمْ اَرْبَعَهْ
وَتِلْکَ کَلْمِیٌّ وَّحَرْفِیٌّ مَّعَهْ
کِلَاهُمَا مُخَفَّفٌ مُّثَقَّلُ
فَهٰذِهٖ اَرْبَعَةٌ تُفَصَّلُ

ترجمہ: ''مد لازم کی چار قسمیں قراء کے یہاں ہیں اس طرح کہ کلمی اور اس کے ساتھ ہی حرفی۔ یہ دونوں مخفف اور مثقل ہیں پس یہ چار ہیں جن کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔''

مد لازم حرفی مثقل اور حرفی مخفف کو اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

اَوْ فِیْ ثُلَاثِیِّ الْحُرُوْفِ وُجِدَا
وَالْمَدُّ وَسْطَهٗ فَحَرْفِیٌّ بَدَا
کِلَاهُمَا مُثَقَّلٌ اِنْ اُدْغِمَا
مُخَفَّفٌ کُلٌّ اِذَا لَمْ یُدْغَمَا

ترجمہ: ''یا حروف مقطعات کے سہ حرفی میں دونوں حرف مد اور سکون اصلی پائے جائیں اور حرف مد اس کا درمیانی ہو تو یہ مد حرفی کے نام سے ظاہر ہوا ہے۔''

یہ دونوں کلمی اور حرفی مثقل ہوتے ہیں اگر حرف مد کے بعد ادغام کیا گیا ہو اور مخفف ہوتا ہے ہر ایک جس وقت کہ ادغام نہ

کیا گیا ہو۔

فوائد مکیہ : اور مدلازم کلمی مثقل کی مثال دَآبَّةٍ اور مدلازم کلمی مخفف کی مثال آٰلْئٰنَ۔

شرح : اب یہاں سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ مدلازم کی بقایا دو اقسام مدلازم کلمی مثقل اور مدلازم کلمی مخفف کا بیان فرمارہے ہیں۔

(۳) مدلازم کلمی مثقل

کی تعریف یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد اگر کلمہ قرآنی میں تشدید ہو تو اسے مدلازم کلمی مثقل کہیں گے۔

اس کی مقدار بھی طول ہے جیسا کہ مثال سے واضح ہوتا ہے۔

دَآبَّةٍ

حرف مدہ الف کے بعد چونکہ تشدید ہے لہٰذا مدلازم کلمی مثقل ہے۔

(۴) مدلازم کلمی مخفف

کی تعریف یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون اصلی ہو تو اسے مدلازمی کلمی مخفف کہتے ہیں۔

اس کی مقدار بھی طول ہے۔ جیسا کے مثال سے واضح ہوتا ہے۔

آٰلْئٰنَ

حرف مدہ کے بعد سکون اصلی ہے لہٰذا مدلازم کلمی مخفف کیا گیا۔ یادرہے کہ روایت حفصؒ میں پورے قرآن مجید میں مدلازم کلمی مخفف کی یہ صرف ایک ہی مثال ہے۔ جو کہ دو مرتبہ آئی ہے۔

علامہ جمزوریؒ مدلازم کلمی مثقل اور کلمی مخفف کو اسطرح بیان فرمارہے ہیں:

فَـاِنْ بِـكِلْـمَةٍ سُكُوْنٌ اجْتَـمَعْ
مَـعْ حَـرْفِ مَـدٍّ فَهُـوَ كَـلْمِـيٌّ وَّقَـعْ
كِـلَاهُـمَـا مُثَـقَّـلٌ اِنْ اُدْغِـمَـا
مُـخَـفَّفٌ كُـلٌّ اِذَالَـمْ يُـدْغَـمَـا

ترجمہ: ''پس اگر کسی کلمہ میں سکون اصلی جمع ہو حرف کے ساتھ تو وہ اصطلاح میں مدکلمی واقع ہوا ہے۔''

یہ دونوں (کلمی اور حرفی) مثقل ہوتے ہیں اگر حرف مد کے بعد ادغام کیا گیا ہو اور مخفف ہوتا ہے ہر ایک جس وقت ادغام نہ کیا گیا ہو۔

ورش کے نزدیک جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں تو دو وجہیں تسہیل اور ابدال اور ابدال کی صورت میں اگر دوسرے ہمزہ کے بعد حرف ساکن ہو تو وہاں مد لازم کلمی مخفف ہوگا جیسے ءَ اَنْذَرْتَهُمْ - ءَ اَنْتَ وغیرہ

درج ذیل مثالیں مد لازم کلمی مثقل کی ہیں۔

اَتُحَآجُّوْنِّیْ - تَامُرُوْنِّیْ - ضَآلِّیْنَ - عَلَیْهَا صَوَآفَّ - وَلَا جَآنٌّ - یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ - یُوَآدُّوْنَ - حَآدَّ اللّٰهَ وغیرہ۔

فوائد مکیہ : اور جب واؤ یا یاء ساکن سے پہلے فتحہ ہو اور اس کے بعد ساکن حرف ہو تو اس کو مدلین کہتے ہیں۔ اور اس میں قصر، توسط، طول تینوں جائز ہیں۔ اور عین مریم اور عین شوریٰ میں قصر نہایت ضعیف ہے طول اولیٰ ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے حروف لین کی تعریف بیان فرمائی ہے یعنی اگر واؤ یا یاء ساکن ماقبل فتحہ ہو تو اس کو حرف لین کہتے ہیں جیسے حَوْلَیْنِ - حَوْلَیْنِ ایسا کلمہ ہے جس میں دونوں حرف لین موجود ہیں دیگر امثلہ

وَالصَّیْفِ - رَاْیَ الْعَیْنِ - شَفَتَیْنِ - اَلنَّجْدَیْنِ - نَوْمٌ - وَاخْشَوْنِ - ذِی الطَّوْلِ - لَحْنِ الْقَوْلِ - غَنَمُ الْقَوْمِ وغیرہ

اور اگر اس کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون ہو تو ظاہر ہے کہ یہ ساکن عارضی ہی ہوگا تو اس میں مد کی تین مقداریں ہیں۔ طول۔ توسط۔ اور قصر۔ مگر قصر اولیٰ ہے۔ اسی لئے حضرت مصنفؒ نے پہلے قصر کو بیان فرمایا پھر توسط کو اور پھر طول کو۔

حَوْلَیْنِ

اس میں حرف لین یاء ہے اور اس کے بعد وقفاً سکون عارضی ہے لہٰذا یہاں قصر۔ توسط اور طول تینوں جائز ہیں۔ اس کو مد عارض لین وقفی کہتے ہیں۔

اور اگر حرف لین کے بعد حروف مقطعات میں سکون ہو تو وہاں بلکہ طول اور توسط ہوگا۔ مگر قصر ضعیف ہے۔ جیسے عین مریم

کٓھٰیٰعٓصٓ اور عین شوریٰ حٰمٓ عٓسٓقٓ- ان میں جو عین پر مد ہے اس کو مدلازم لین کہتے ہیں- اور یہ مدلازم کی پانچویں قسم ہے-

مدلازم لین میں سکون اصلی کی وجہ سے اس کی مقدار طول ہے۔ اور جہاں حرف مدہ کے بعد سکون ہو تو وہاں صرف طول ہی طول ہوتا ہے یہاں چونکہ محل مد حرف لین ہے جو کہ ضعیف ہے اس کی وجہ سے یہاں طول کے ساتھ توسط اور قصر بھی جائز ہے مگر قصر ضعیف ہے محل مدلین کی وجہ سے اس لیے کہ لین حقیقتاً محل مد نہیں بلکہ مشابہ محل مد ہے۔

شَیْیٍ ءٍ اور کَھَیْئَۃِ میں مشابہ محل مدلین اور سبب مد ہمزہ موجود ہے اس میں مد اس لیے نہیں کیا جاتا کہ یہ روایتاً ثابت نہیں ہے۔

علامہ شاطبیؒ اسے اس طرح بیان فرماتے ہیں-

وَفِیْ عَیْنٍ الْوَجْھَانِ وَالطُّوْلُ فُضِّلَا

ترجمہ: ''اور حرف عین میں دو وجہیں ہیں اور طول کو فضیلت دی گئی ہے-''

علامہ جزریؒ اسے اس طرح بیان فرماتے ہیں

وَعَیْنُ ذُوْ وَجْھَیْنِ وَالطُّوْلُ اَخَصْ

ترجمہ: ''اور حرف عین میں دو وجہیں توسط اور طول ہیں اور طول بہتر ہے-''

مد کی مقدار کے بارے میں قراء کے اقوال

طول کی مقدار تین الف اور توسط کی مقدار دو الف ہے اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور یہ دونوں قول مد اصلی کے علاوہ ہیں- قصر کی مقدار دونوں اقوال میں صرف ایک الف ہی ہے-

فوائد مکیہ : (فائدہ) سورۃ آل عمران کا الٓمّٓ اللّٰہُ وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائے گی- اور اَللّٰہُ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا اور میم میں مدلازم ہے اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں-

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ الٓمّٓ ○ اللّٰہُ سورۃ آل عمران کے شروع میں حالت وصل میں مد کی مقدار کے متعلق بیان فرما رہے ہیں کہ اصل میں یہ میم ساکن ہے جس کی وجہ سے مدلازم حرفی مخفف ہوا لہٰذا اس میں طول کیا جائے گا اور

اس کو جو وصلاً فتحہ دیا جاتا ہے وہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے قاعدہ کے تحت دیا گیا ہے پس جب میم مفتوح ہوگا تو لفظ اللہ کا ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو جائے گا۔

اس میم میں طول اس لئے کیا جاتا ہے کہ اصل میں میم ساکن ہے اور قصر اس لیے کیا جاتا ہے کہ میم متحرک ہو گیا اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے لہٰذا عارضی حرکت آ گئی اور سکون اور مد ختم ہو گیا اس لیے قصر بھی جائز ہے اس حرف میں وصلاً طول اور قصر ہے۔ وقفاً صرف طول ہی ہوگا۔

علامہ جزری رحمہ اللہ علیہ اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ؎

وَالْمَدُّ اَوْلٰی اِنْ تَغَیَّرَ السَّبَبْ

وَبَقِیَ الْاَثَرُ اَوْفَا قْصُرْ اَحَبّ

ترجمہ: "اور اگر مدہ کے بعد مد کا سبب سکون یا ہمزہ متغیر ہو جائے اور اس سبب کا اثر باقی رہے جیسا کہ ہمزہ مہملہ میں ہوتا ہے تب تو مد اولی ہے یا اثر بالکل باقی نہ رہے جیسا کہ قالون۔ بزی۔ ابوعمرو بصری کی اور ایک قنبل رویس کی قرآءت بھی جَآ اَحَدٌ وغیرہ میں ہمزہ کے اور الٓمّٓ ○ اللّٰہُ میں سب کی قرآءت پر سکون کے حذف ہونے میں سبب کا اثر بالکل باقی نہیں رہتا تو اے قاری تو اس صورت میں قصر کر اور سبب کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ قصر ہی زیادہ پسندیدہ ہے یہ علامہ جزریؒ کی رائے ہے اور علامہ دانیؒ اور علامہ شاطبیؒ کی رائے پر ہر صورت میں مد اولیٰ ہے اور اب ہمزہ کے حذف ہونے کی صورت میں ناظمؒ کی اور سکون کے حذف ہونے کی صورت میں علامہ دانیؒ اور علامہ شاطبیؒ کی رائے پر عمل ہے۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) حرف مدہ جب موقوف ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایک الف سے زائد نہ ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ بعد حرف مدہ کے ھاء یا ہمزہ زائد نہ ہو جائے مثل قَالُوْا ۔ فِیْ ۔ مَالَا جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حسب سابق فصل کے اختتام پر چند ضروری باتوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ اگر حرف مدہ موقوف ہو تو اس کو احتیاط سے ادا کرنا چاہیے اس لئے کہ وہ اپنی اصلی مقدار سے بڑھ نہ جائے۔ یا اس حرف مدہ کے بعد ہمزہ یا ھاء نہ پیدا ہو جائیں۔ اگر یہ حروف حرف مدہ کے بعد ادا ہوئے تو بالکل غلط ادائیگی ہوگی۔ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسی اغلاط پیدا ہو جاتی ہیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ جیسے وَضُحٰھَاءْ ۔ تَلٰھَاءْ ۔ وَالضُّحٰیءْ وغیرہ

مد کی اہمیت وتوجیہات اور مختلف اقسام مد پر مفید علمی بحث

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک شخص کو قرآءت سکھار ہے تھے اس نے پڑھا: "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ" بغیر مد لِلْفُقَرَاءِ کے پڑھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہ مقام مجھ کو یوں نہیں پڑھایا ہے اس شخص نے دریافت کیا پھر اے ابوعبدالرحمٰنؓ! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس کی قرآءت کس طرح بتائی ہے؟" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا "رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کی قرآءت "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ" بتائی ہے لہٰذا تم اسکو مد دے کر پڑھو" یہ حدیث نہایت اچھی اور قابل قدر ہے- اور اس کو مد کے بارہ میں حجت اور نص قرار دے سکتے ہیں- اس کی اسناد کے تمام راوی ثقہ ہیں- اور طبرانی نے اس کو اپنی کتاب معجم الکبیر میں روایت کیا ہے-

مد: اس زیادتی (کشش صوت) کا نام ہے جو حرف مد میں طبعی کشش صوت کے علاوہ مطلوب ہوتی ہے اور طبعی کشش صوت وہ ہے جس سے کم پر حرف مد ذاتی طور سے بھی قائم نہیں ہوسکتا- اور قصر اس زیادتی کو چھوڑ کر مد طبعی کو علیٰ حالہ قائم رکھنے کا نام ہے-

حرف مد تین ہیں: (۱) الف مطلقاً- (۲) واو ساکن جس کا ماقبل مضموم ہو- (۳) یاء ساکن جس کا ماقبل مکسور ہو-

مد کا سبب لفظی ہوتا ہے یا معنوی- لفظی سبب ہمزہ یا سکون کا آنا ہے- ہمزہ حرف مد سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں آتا ہے- ماقبل آنے کی مثالیں اٰدَمَ - رَاٰی - اِيْمَانٌ - خَاطِئِيْنَ - اُوْتُوْا - اور اَلْمَوْءُدَةُ ہیں-

اور بعد میں آنے والا ہمزہ اگر حرف مد کے ساتھ ایک ہی کلمہ میں ہوگا تو وہ ہمزہ متصل ہوگا مثلاً اُولٰٓئِكَ - شَآءَ اللّٰهُ - اَلسُّوْٓاٰی - مِنْ سُوْٓءٍ - يُضِيْٓئُ

اور اگر یہ صورت ہوگی کہ حرف مد ایک کلمہ کے آخیر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں تو پھر وہ منفصل ہوگا جیسے بِمَآ اُنْزِلَ - يٰٓاَيُّهَا - قَالُوْٓا اٰمَنَّا - اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ - فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ - اور بِهٖٓ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ-

توجیہ مد: اور ہمزہ کی وجہ سے مد آنے کی وجہ یہ ہے کہ حرف مد خفی ہوتا ہے اور ہمزہ دشوار اس لئے حرف خفی میں زیادتی کی جاتی ہے تاکہ اس کی وجہ سے دشوار حرف کو زبان سے ادا کرنے میں آسانی پیدا ہوجائے اور اس کی آسان ادائیگی پر قدرت حاصل ہوسکے-

اور سکون یا تو لازمی ہوتا ہے یعنی وہ جو اپنی دونوں حالتوں (اول کلمہ اور وسط میں آنے کی وجہ سے) متغیر نہیں ہوتا جیسے اَلضَّآلِّيْنَ — دَآبَّةٍ اور الٓمّٓ — اَتُحَآجُّوْنِّيْ۔

اور یا عارضی ہوتا ہے یعنی وقف وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہو جاتا ہے مثلاً اَلْعِبَادْ — اَلْحِسَابْ — نَسْتَعِيْنْ — اَلرَّحِيْمْ — اور يُوْقِنُوْنْ بحالت وقف۔

اور سکون کی وجہ سے مد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ دو ساکن حروف کو باہم جمع کر سکنے کی قدرت حاصل ہو سکے۔ اس لئے گویا وہ حرکت کا قائم مقام ہے۔ ہمزہ متصل یعنی مد متصل اور اجتماع ساکنین کی دونوں قسموں کو مد دینے پر تمام قاریوں کا اتفاق ہے گو مقدار مد میں اختلاف بھی کیا ہے لیکن ان کو مد ضرور دیتے ہیں۔

مد منفصل کے کئی نام رکھے جاتے ہیں جو مع وجوہ تسمیہ یہ ہیں (۱) مد الفصل یوں کہ وہ دو کلموں کے مابین جدا کیا جاتا ہے۔ (۲) مد البسط بوجہ اس کے کہ وہ دو کلموں کے مابین مبسوط ہوتا ہے۔ (۳) مد الاعتبار۔ اس واسطے کہ اس کی وجہ سے دو کلمے ایک ہی کلمہ تصور کئے جاتے ہیں۔ (۴) مد حرف بحرف یعنی ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ کو مد کرنا۔ اور (۵) مد جائز۔ اس لئے کہ اس کے مد اور قصر میں اختلاف ہے اور اس کے مد کی مقدار میں اتنی مختلف عبارتیں آئیں ہیں کہ ان سب کا یاد رکھنا مشکل ہے۔

مد کا معنوی سبب نفی میں مبالغہ کرنے کا قصد ہے۔ اہل عرب اس کو بہت قوی اور مقصود بالذات سبب مانتے ہیں لیکن قراء کرام نے اس سبب کو لفظی سبب کی نسبت کمزور تسلیم کیا ہے اس قسم کے مدات میں سے ایک مد تعظیم ہے جیسے لَآ اِلٰـــهَ اِلَّاهُوَ — لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ — اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ میں اور مد ہمزہ منفصل میں قصر کرنے سے تعظیم کے معنے مراد لیتے ہیں۔ اور اس مد کا نام مد مبالغہ رکھا جاتا ہے۔

ابن مہرانؒ کتاب المدات میں بیان کرتے ہیں ”اس کا نام مد مبالغہ اس واسطے رکھا گیا کہ اس کی کشش کا مقصود اللہ کے ماسوا کی الوہیت کے انکار میں حد درجہ کا مبالغہ کرنا ہے۔ اور یہ اہل عرب کا ایک معروف و مشہور طریقہ ہے کہ وہ دعاء استغاثہ (فریاد) اور مبالغہ کے وقت جس چیز کی نفی کرنا چاہیں اسے مد کے ساتھ زبان سے ادا کرتے ہیں۔ اور بے اصل شے کو بھی اسی وجہ سے مد دیا کرتے ہیں“

علامہ جزریؒ نے فرمایا ہے امام حمزہؒ نے اس لا میں جو براءت کے واسطے آتی ہے نفی کا مبالغہ کرنے کے لئے ایسا مد کیا ہے۔ جیسے لَا رَيْبَ فِيْهِ — لَاشِيَةَ فِيْهَا — اور لَا جَرَمَ — میں اور مبالغہ نفی کے بارہ میں مد کی مقدار بہت اوسط درجہ کی ہوتی ہے یعنی وہ اشباع کی حد تک نہیں پہنچتا کیونکہ اس کا سبب ہی ضعیف ہے۔ اس بات پر ابن القصاع نے زور دیا ہے۔

بعض اوقات مد کے دونوں لفظی اور معنوی سبب ایک ہی جگہ جمع ہو جاتے ہیں جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ - اور لَآ اِثْمَ عَلَيْهِ میں - ایسے موقعوں پر امام حمزہؒ نے اشباع کے ساتھ ویسا ہی مد کیا ہے جیسا کہ اس کے اصل میں ہمزہ کی وجہ سے مد ہوتا تھا - اور انہوں نے معنوی سبب کو اس لئے چھوڑ دیا کہ قوی سبب پر عمل کر لینے کے بعد ضعیف سبب چھوڑ دینا یقینی تھا -

فائدہ

جس وقت مد کا سبب متغیر ہو جائے اس وقت دو باتیں جائز ہوتی ہیں - اصل کے لحاظ سے مد کرنا اور لفظ کو دیکھتے ہوئے قصر کرنا - اس کا کچھ خیال نہ کیا جائے گا کہ سبب کیا تھا ہمزہ یا سکون -

فائدہ

جہاں دو سبب قوی اور ضعیف جمع ہونگے اس جگہ اجماعاً قوی سبب پر عمل کیا جائے گا اور کمزور سبب کو چھوڑ دیا جائے گا - اور اس کی بہت سی اقسام ہیں ان میں سے ایک قسم وہی جو ابھی گزری لفظی اور معنوی سببوں کے اجتماع کی تھی -

مدود کے دیگر نام و اقسام اور ان کی توضیح

(۱) مدحجز: اور یہ مد جائز ہے جیسے ءَ اَنْذَرْتَهُمْ - ءَ اَنْتَ قُلْتَ - ءَ اِذَا مِتْنَا - اور ءَ اُلْقِيَ الذِّكْرُ کیونکہ یہاں پر دو ہمزہ آنے کی وجہ سے ایک ثقالت ہے اور اہل عرب دو ہمزوں کو ایک جگہ جمع کرنا ثقیل تصور کرتے ہیں اور حاجز (رکاوٹ) کی مقدار بالاجماع ایک پورے الف کے برابر ہے کہ اس سے تخفیف حاصل ہوتی ہے -

(۲) مدالعدل: یہ ایسے مشدد حرف میں ہوتا ہے جس کے قبل کوئی مد اور لین کا حرف ہوا اور اس کا نام مدلازم مشدد بھی ہے مثلاً "اَلضَّآلِّيْنَ" کیونکہ یہ مد ایک حرکت کا معادل ہے یعنی روک بننے میں حرکت کا قائم ہوتا ہے -

(۳) مدالتمکین: مثلاً اُولٰٓئِكَ اور اَلْمَلٰٓئِكَةُ - تمام ایسے مدات جن کے بعد ہمزہ آتا ہے - کیونکہ یہاں پر مد محض اس واسطے لایا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہمزہ کی تحقیق ہو سکے اور اس کے اپنے مخرج سے ادا کئے جانے میں آسانی ہو -

(۴) مدبسط: اس کو مدالفصل بھی کہتے ہیں - جیسے "بِمَآ اُنْزِلَ" میں ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مد دو متصل کلموں میں پھیلتا ہے -

(۵) مدالفرق: جیسے "آٰلْئٰنَ" میں کیونکہ اس مد کے ذریعہ سے استفہام اور خبر کے مابین فرق کیا جاتا ہے اور اس کی مقدار بالاجماع ایک پورے الف کے برابر ہے - پھر اگر الف مد کے مابین کوئی حرف مشدد ہو تو ایک اور الف زیادہ کر دیا جائے گا

تا کہ اس کے ذریعے سے ہمزہ کی تحقیق ہو سکے۔مثلاً آٰلذَّکَرَیْنِ – آٰللّٰهُ میں۔

(۶)مدالمبالغہ: جیسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں۔

(۷)مدبدل من الھمزہ: جیسے آدَمُ– آخَرَ – اٰمَنَ میں اوراس کی مقدار بالاجماع ایک پورے الف کے برابر ہے۔(الاتقان)

فوائد مکیه :

تیسری فصل مقدار اور اوجہ مد کے بیان میں

شرح : مقدار کہتے ہیں جس ادا کے ذریعے مد کا اندازہ کیا جائے۔مثلاً طول کی مقدار تین الف اور پانچ الف ہے اس اندازے کے ساتھ ادا کرنے کو مقدار کہتے ہیں۔

اوجہ جمع ہے وجہ کی یہاں وجہ سے مراد طول۔توسط اور قصر ہے تینوں وجھوں کو وجوہ یا اوجہ کہتے ہیں۔

قصر وجہ میں داخل ہے لیکن مد فرعی سے خارج ہے اس لئے قصر ترک مد فرعی کا نام ہے۔مد اصلی کو اس کی اصل سے کم کرنا یا بغیر سبب مد اس کو بڑھانا حرام ہے۔

مد اصلی کی مقدار بقدر ایک الف ہوتی ہے اور الف کی مقدار بقدر دو حرکت ہے ان دو حرکتوں میں سے ایک حرکت تو اس حرف کی ہوگی جو حرف مد سے پہلے ہوتا ہے اور دوسری حرکت کے مساوی یہ حرف مد ہوگا۔اور اگر حرف مد کی مقدار کو ذہن میں ماقبل کی حرکت سے قطع نظر کر کے سوچا جائے تو حرف مد کی مقدار بقدر ایک حرکت رہ جاتی ہے یہ خالص ذہنی تصور کے مطابق ہے ورنہ ظاہر ہے کہ خارج میں بقدر دو حرکت ہی مقدار ہوگی کیونکہ واو مدہ سے ماقبل ضمہ' یاء مدہ کے ماقبل کسرہ اور الف سے ماقبل فتحہ ضرور موجود ہوں گے۔

ایسے ہی مد کی دو مقداریں ہیں طول اور توسط اور بغیر کسی سبب کے طول کی جگہ توسط کرنا یا توسط کی جگہ طول کرنا جائز نہیں ہے۔

فوائد مکیه :مد عارض اور مدلین عارض میں تین وجہ ہیں:(۱) طول(۲) توسط۔(۳)قصر۔فرق اتنا ہے کہ مد عارض میں طول اولیٰ ہے اس کے بعد توسط اس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے۔

بخلاف مدلین عارض کے کہ اس میں پہلا مرتبہ قصر کا ہے اس کے بعد توسط کا اس کے بعد طول کا۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جیسا کہ فرمایا کہ مدعارض اور مدلین عارض دونوں میں تین تین وجہ ہیں:
(۱) طول (۲) توسط اور (۳) قصر۔ مگر ان میں فرق یہ ہے کہ مدعارض میں طول اولیٰ ہے پھر توسط اور پھر قصر اور یہ اس وجہ سے کہ مدعارض میں محل مدقوی ہے۔

اور مدلین عارض میں بھی طول، توسط اور قصر تین وجہ ہیں مگر اس میں قصر اولیٰ ہے پھر توسط ہے اور پھر طول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں محل مدضعیف ہے۔

فوائد مکیہ: اب معلوم کرنا چاہیے کہ مقدار طول کی کیا ہے۔ طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف ہے اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں مد کی مقداروں کے بارے میں قراء کا اختلاف بیان فرما رہے ہیں کہ ایک قول کے مطابق طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور دوسرے قول کے مطابق طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف ہے لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ طول کی مقدار توسط سے زیادہ ہو اور قصر کے بارے میں سب متفق ہیں کہ قصر کی مقدار ایک ہی الف ہے۔

فوائد مکیہ: (فائدہ) مدلازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا اور بعض کے نزدیک مثقل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخفف میں زیادہ مد ہے مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مدلازم کی چاروں اقسام میں طول کی مقدار ایک ہی ہونی چاہیے اگر پہلے مد میں طول پانچ الف کا ہے تو باقی تین اقسام مد میں بھی طول پانچ الف کا کرنا چاہیے۔ اور اگر پہلے مد میں طول تین الف کا ہے تو باقی تین اقسام مد میں بھی طول تین الف ہی کرو۔

بعض کہتے ہیں کہ مدلازم کلمی مثقل میں مخفف کے مقابلے میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مدلازم کلمی مخفف میں مثقل کے مقابلے میں زیادہ مد ہے لیکن یہ بعض کا قول ہے۔

جو حضرات کہتے ہیں کہ مدلازم کلمی مخفف میں مد کی مقدار زیادہ ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہاں حرف مد پہلے ہی ساکن تھا اس کے بعد دوسرا ساکن آ گیا۔ اور اجتماع ساکنین ہو گیا۔ لہٰذا اجتماع ساکنین کی ثقالت دور کرنے کے لیے حرف مد کو اس کی

اصل مقدار سے زیادہ کھینچ کر پڑھا گیا اور اس طرح یہ مدفرعی رفع ثقالت میں مثل حرکت ہو گیا۔

اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ مدلازم کلمی مثقل میں مد کی مقدار زیادہ ہے ان کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ حرف مد کے بعد تشدید ہوتی ہے اور تشدید کی وجہ سے اس کی آواز میں اتصال و درازی ہوتی ہے اور حرف مشدد بقدر ایک الف کی تاخیر کے خوب جم کر ادا ہوتا ہے بخلاف مخفف کے کہ اس میں مابعد حرف مد کے ساکن ہونے کی وجہ سے سکون کے ادا ہوتے ہی آواز منقطع ہو جاتی ہے لہٰذا مثقل میں ثقالت و تشدید کی وجہ سے مد زیادہ ہے اور مخفف میں کم۔ لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ مدلازم کلمی مثقل اور مدلازم کلمی مخفف میں طول کی مقدار برابر ہے۔

فوائد مکیہ :(فائدہ) حرف موقوف مفتوح سے قبل جب حرف مدہ یا حرف لین ہو مثل عَالَمِيْنَ۔ لَاضَيْرَ تو تین وجہ وقف میں ہوں گی طول مع الاسکان۔توسط مع الاسکان۔قصر مع الاسکان اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں اس میں سے چار جائز ہیں طول۔توسط۔قصر مع الاسکان۔قصر مع الروم اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہے۔

اس لیے کہ مد کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیے۔اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے اگر حرف موقوف مضموم ہے مثل نَسْتَعِيْنُ کے تو ضرب عقلی وجہیں نو ہیں۔طول۔توسط۔قصر مع الاسکان۔طول۔توسط۔قصر مع الاشمام۔قصر مع الروم یہ سات وجہیں جائز ہیں اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر مفتوح سے ماقبل حرف مد یا حرف لین ہو تو تین وجوہ بنتی ہیں وقف کرنے کی اس لیے کہ موقوف مفتوح میں صرف وقف بالاسکان ہی ہوگا عَالَمِيْنَ پر وقف کرنے سے تین وجوہ بنتی ہیں۔

طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان

اسی طرح موقوف مفتوح ماقبل حرف لین کی مثال لَاضَيْرَ میں وقفی وجوہ بھی تین بنتی ہیں۔

لَاضَيْرَ پر وقف کرنے سے بننے والی تین وجوہ

قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان

اور اگر موقوف مکسور ہے تو اس کی وقف کرنے کی چھ وجوہ نکلتی ہیں اس لیے کہ موقوف مکسور میں وقف بالاسکان اور وقف

بالروم دونوں ہوتے ہیں-مثلاً یٰاُولِی الْاَلْبَابِ پر وقف کی چھ وجہیں نکلتی ہیں-

طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان
	قصر مع الروم	

درج بالا چار صورتیں جائز ہیں اور باقی درج ذیل دو صورتیں ناجائز ہیں-

طول مع الروم	توسط مع الروم

دراصل مد کرنے کے لئے سکون لازمی ہوتا ہے اور وقف بالروم میں حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جاتا ہے جس سے حرف ساکن نہیں رہتا بلکہ متحرک ہو جاتا ہے اور وقف بالروم حکم میں متحرک کے ہے اس لیے یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں-

اور اگر موقوف مضموم ہو جیسے نَسْتَعِيْنُ

تو اس حالت میں وقف بالاسکان وقف بالاشمام اور وقف بالروم تینوں طرح کے وقف ہو سکتے ہیں اور ان وقوف کی وجہ سے ضربی وجوہ نو بنتی ہیں جن میں سے درج ذیل سات وجوہ جائز ہیں-

طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان
طول مع الاشمام	توسط مع الاشمام	قصر مع الاشمام
	قصر مع الروم	

باقی دو وجہیں ناجائز ہیں جو درج ذیل ہیں:

طول مع الروم	توسط مع الروم

یہ دونوں وجوہ اس وجہ سے ناجائز ہیں کہ وقف بالروم حکم میں متحرک کے ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مصنفؒ کا بیان پہلے گزر چکا ہے-

فوائد مکیہ :(فائدہ) جب مد عارض یا مدلین کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے- یعنی اگر ایک جگہ مد عارض میں طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے- اگر توسط کیا ہے تو دوسری جگہ بھی توسط کرنا چاہیے- اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے-

ایسا ہی مدلین بھی جب کئی جگہ ہوں تو توافق ہونا چاہیے اور جیسا کہ طول توسط میں توافق ہونا چاہیے ایسا ہی مقدار طول توسط میں بھی توافق ہونا چاہیے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ جب مد عارض وقفی اور مد عارض لین کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے۔

تساوی اور توافق دو مترادف الفاظ ہیں۔ تساوی کا مطلب ہے کہ جب کئی مد عارض وقفی یا مد عارض لین جمع ہوں تو اگر پہلے مقام پر مد میں طول کیا ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں طول ہی ہونا چاہیے اور اگر پہلے مقام پر مد میں توسط کیا ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں توسط ہی ہونا چاہیے اور اگر پہلے مقام پر مد میں قصر کیا ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں قصر ہی ہونا چاہیے۔

اور توافق کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے مقام پر مد میں طول کی مقدار پانچ الف کی ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں طول کی مقدار پانچ الف کی ہی ہونی چاہیے۔ اور اگر پہلے مقام پر مد میں طول کی مقدار تین الف کی ہے تو باقی مواقع پر بھی مدات میں طول کی مقدار تین الف کی ہی ہونی چاہیے۔ اور اگر پہلے مقام پر مد میں توسط اختیار کیا اور اس میں مقدار مد میں تین الف والا قول اختیار کیا تو باقی تمام مواقع پر بھی مدات میں توسط کی مقدار تین الف ہی ہونی چاہیے اور اگر توسط میں دو الف والا قول اختیار کیا تو باقی تمام مواقع پر بھی مدات میں توسط دو الفی ہی ہونا چاہیے۔ خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔

فوائد مکیہ : مثلاً اَعُوْذُ اور بسملہ سے رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تک فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اڑتالیس نکلتی ہیں اس طرح پر کہ رَجِيْم کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم کو رَحِيْم کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں اور ان سولہ کو اَلْعَالَمِيْنَ کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے اڑتالیس وجہیں ہوتی ہیں جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں یعنی رَجِيْم رَحِيْم اَلْعَالَمِيْنَ میں طول مع الاسکان توسط مع الاسکان قصر مع الاسکان۔ رَجِيْم رَحِيْم میں قصر مع الروم کی حالت میں اَلْعَالَمِيْنَ میں قصر مع الاسکان اور بعض نے رَجِيْم رَحِيْم کے قصر مع الروم کی حالت میں اَلْعَالَمِيْنَ میں طول توسط کو جائز رکھا ہے۔ باقی بیالیس وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں مقدار اور اوجہ مد میں اَلرَّجِيْمِ۔ اَلرَّحِيْمِ اور اَلْعَالَمِيْنَ پر

وقفی وجوہ کا بیان فرمایا ہے۔ حضرت مصنفؒ نے اَلرَّجِیْمِ میں اوجہ ثلاثہ اور اَلرَّحِیْمِ میں مدود ثلاثہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے ان دونوں الفاظ میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ دونوں مترادفات ہیں باہم مناقشہ یا مختلف حرف نہیں ہیں۔

طلباء اور بعض اساتذہ اس کو فوائد مکیہ کا مشکل ترین مقام تصور کرتے ہیں اور ان وجوہ میں اس قدر الجھتے ہیں کہ ان کا دماغ چکرا کر رہ جاتا ہے ان کی آسانی کے لئے ہم ان وقفی وجوہ کو آسان جدول کی صورت میں بیان کررہے ہیں۔

وقفی وجوہ بنانے کا طریقہ

ضربی وجوہ نکالنے کا طریقہ اس طرح سمجھو کہ اَلرَّجِیْمِ کی چار وجہیں ہیں ان چار وجہوں کو اَلرَّحِیْمِ کی چار وجہوں سے ضرب دیں گے ضرب دینے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اَلرَّجِیْمِ کی پہلی وجہ کو اَلرَّحِیْمِ کی چاروں وجوہ سے باری باری ضرب دی جائے گی اس کے بعد اَلرَّجِیْمِ کی دوسری وجہ کو اَلرَّحِیْمِ کی چاروں وجوہ سے باری باری ضرب دی جائے گی علی ہذا القیاس پھر اَلرَّجِیْمِ کی تیسری وجہ کو اَلرَّحِیْمِ کی چاروں وجوہ سے اور پھر اَلرَّجِیْمِ کی چوتھی وجہ کو اَلرَّحِیْمِ کی چاروں وجوہ سے ضرب دی جائے گی اس طور پر سولہ وجوہ بن جائیں گی۔ پھر ان سولہ وجوہ کو اَلْعٰلَمِیْنَ کی وجوہ سے ضرب دی جائے گی سب سے پہلے ان سولہ وجوہ کو اَلْعٰلَمِیْنَ کی پہلی وجہ سے ضرب دیں گے بعد ازاں ان سولہ وجوہ کو اَلْعٰلَمِیْنَ کی دوسری وجہ سے ضرب دیں گے بعد ازاں ان سولہ وجوہ کو اَلْعٰلَمِیْنَ کی تیسری وجہ سے ضرب دی جائیں گی تو اڑتالیس وجوہ بن جائیں گی۔

کسی بھی مقام پر ضربی وجوہ نکالنے کا یہی طریقہ استعمال ہوگا اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔ مزید اگر کوئی دشواری ہو تو اڑتالیس وجوہ کے نقشے کو ملاحظہ کرلو بات بہت واضح ہو جائے گی۔

اَلرَّجِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ کی پہلی چار وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم

اَلرَّجِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ کی دوسری چار وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ
۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم

اَلرَّجِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ کی تیسری چار وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ
۱	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم

اَلرَّجِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ کی چوتھی چار وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ
۱	قصر مع الروم	طول مع الاسکان
۲	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان
۴	قصر مع الروم	قصر مع الروم

اَلرَّجِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ کی سولہ وجوہ

شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم

۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم

ان سولہ وجوہ کو اَلْعَالَمِیْنَ کے طول والی وجہ کے ساتھ پڑھیں گے پھر ان ہی سولہ وجوہ کو اَلْعَالَمِیْنَ کی توسط والی وجہ کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ بتیس ہو جائیں گی اور انہی سولہ وجوہ کو اَلْعَالَمِیْنَ کی قصر والی وجہ کے ساتھ پڑھیں گے تو یہ کل اڑتالیس وجوہ بن جائیں گے اب ہم ان کو جدول کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔

اَلرَّجِیْمِ۔ اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعَالَمِیْنَ کی اڑتالیس وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ	اَلْعٰلَمِیْنَ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	ناجائز
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	ناجائز
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	ناجائز

۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۷	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۱۸	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۱۹	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۰	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۲۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۵	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۶	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۷	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۸	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	ناجائز
۲۹	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳۰	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳۱	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳۲	قصر مع الروم	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۳۳	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳۴	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۳۵	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز

۳۶	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	ناجائز
۳۷	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۳۸	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۳۹	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴۰	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴۱	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴۲	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴۴	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴۵	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴۶	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴۷	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴۸	قصر مع الروم	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے

ان اڑتالیس وجوہ میں سے چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں

(۱) تینوں میں طول مع الاسکان (۲) تینوں میں توسط مع الاسکان (۳) تینوں میں قصر مع الاسکان

(۴) اَلرَّجِيْمِ۔ اَلرَّحِيْم میں قصر مع الروم اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں قصر مع الاسکان

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو ضابطہ بیان کیا ہے اس کے اعتبار سے مزید دو وجہیں اور بھی جائز نکلتی ہیں۔

(۱) الرجیم میں قصر مع الاسکان الرحیم میں قصر مع الروم اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں قصر مع الاسکان۔

(۲) الرجیم میں قصر مع الروم الرحیم میں قصر مع الاسکان اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں قصر مع الاسکان۔

جن کو ہم نے جدول میں اپنے اپنے مقام پر بھی تحریر کیا ہے۔لہٰذا کل جائز وجوہ چھ ہو گئیں۔

اور دو وجہیں مختلف فیہ ہیں:

(۱) اَلرَّجِيْمِ۔اَلرَّحِيْمِ میں قصر مع الروم اور اَلْعٰلَمِيْنَ میں طول مع الاسکان

(۲) اَلرَّجِیْمِ- اَلرَّجِیْم میں قصر مع الروم اور اَلْعٰلَمِیْنَ میں توسط مع الاسکان باقی چالیس وجوہ بالا تفاق غیر جائز ہیں۔

فوائد مکیہ : اور فصل اول وصل ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں اس طرح پر کہ رَجِیْم کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم کو اَلْعَالَمِیْنَ کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں ان میں چار وجہیں بالا تفاق جائز ہیں۔

(۱) طول مع الطول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان

(۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر بالاسکان

اور دو وجہیں مختلف فیہ ہیں- (۱) قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان (۲) قصر مع الروم مع الطول بالاسکان

باقی وجہیں بالا تفاق غیر جائز ہیں-

شـــرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اَلرَّجِیْمِ- اَلرَّجِیْم اور اَلْعٰلَمِیْنَ کی عقلی وجوہ بیان کی ہیں کہ فصل اول وصل ثانی میں کل بارہ وجوہ بنتی ہیں-

اس لیے کہ اَلرَّجِیْم کی چار وجوہ (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم (اَلرَّجِیْم نکل گیا کیونکہ وصل ہو رہا ہے) اور اَلْعَالَمِیْنَ کی تین وجہیں (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان لہٰذا اس طرح ان کو ضرب دینے سے بارہ وجوہ بنتی ہیں جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہیں:

نمبر شمار	اَلرَّجِیْم	اَلْعٰلَمِیْنَ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز

۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۱۰	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۱	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۲	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے

درج بالانقشہ میں چار وجوہ جائز ہیں:

(۱) طول مع الطول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان

(۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر بالاسکان

اس کے علاوہ دو صورتیں مختلف فیہ ہیں:

(۱) قصر مع الروم مع الطول مع الاسکان (۲) قصر مع الروم مع التوسط مع الاسکان

فوائد مکیہ :اور وصل اول فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں اور ان میں چار صحیح ہیں اور دو مختلف فیہ ہیں اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہٖ فصل اول وصل ثانی کے ہیں اس وجہ سے نہیں بیان کی گئی۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وصل اول فصل ثانی میں عقلی وجوہ ذکر کی ہیں۔ یہ بھی فصل اول وصل ثانی کی طرح ہیں یعنی وصل اول فصل ثانی میں **اَلرَّحِيْمِ** موقوف علیہ مکسور ہے اس لیے یہاں پر بھی چار وقفی وجوہ بنتی ہیں اور **اَلْعٰلَمِيْنَ** پر موقوف علیہ مفتوح ہے تو ان وجوہ کو آپس میں ضرب دینے سے عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ وہ فصل اول وصل ثانی کی وجوہ ہی کے مانند ہیں جیسا کہ آنے والی جدول سے واضح ہے۔

وصل اول فصل ثانی میں عقلی وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّحِيْمِ	اَلْعٰلَمِيْنَ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے

۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۱۰	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۱	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۲	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے

ان بارہ وجوہ میں چار بالاتفاق جائز ہیں۔

(۱) طول مع الطول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان

(۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر مع الاسکان

اور دو وجہیں مختلف فیہ ہیں۔

(۱) قصر مع الروم مع الطول مع الاسکان (۲) قصر مع الروم مع التوسط مع الاسکان

فوائد مکیه : اور وصل کل کی حالت میں اَلْعَالَمِیْنَ کے مدود ثلاثہ ہیں۔

شرح : وصل کل کی حالت میں چونکہ اَلْعٰلَمِیْنَ پر وقف ہوگا اور موقوف علیہ مفتوح ہونے کی وجہ سے وقف بالاسکان ہوگا لہٰذا وقفی وجوہ صرف تین بنیں گی۔ (۱) طول (۲) توسط (۳) قصر مع الاسکان۔

فوائد مکیه : خلاصہ یہ ہوا کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ یا اکیس وجہیں صحیح ہیں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اڑتالیس وجہیں فصل کل کی- بارہ وجہیں وصل اول فصل ثانی کی- اور بارہ وجہیں فصل اول وصل ثانی کی- اور تین وجہیں وصل کل کی- یہ تمام ملا کر کل پچھتر (۷۵) وجوہ بنتی ہیں-

اور اس میں سے پندرہ صحیح اس طرح بنتی ہیں-

(۱) چار فصل کل کی بالاتفاق جائز ہیں (۲) چار فصل اول وصل ثانی کی بالاتفاق جائز

(۳) چار وصل اول فصل ثانی کی بالاتفاق جائز (۴) تین وصل کل کی بالاتفاق جائز

اس طرح یہ کل پندرہ ہوئیں۔ اور اکیس اس طرح پر کہ مختلف فیہ کو بھی شمار کیا جو یہ ہیں-

(۱) دو فصل کل کی مختلف فیہ (۲) دو وصل اول فصل ثانی کی مختلف فیہ

(۳) دو فصل اول وصل ثانی کی مختلف فیہ

یہ کل چھ ہوئیں اور متفق علیہ جائز کی پندرہ صورتوں سے ملایا تو کل اکیس وجہیں صحیح ہو گئیں- ان کے علاوہ بقایا تمام وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں-

نوٹ: یہ صحیح وجہیں جو پندرہ ہیں حضرت مصنف علیہ کے نزدیک لیکن ہم نے جو مزید دو وجہیں فصل کل کی جائز بتائی ہیں۔ ان کو حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ذکر نہیں کیا اس طرح کل صحیح وجہیں سترہ یا تئیس بنتی ہیں۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں اس وقت ہیں کہ اَلْعَالَمِیْنَ پر وقف کیا جائے اور اگر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا یَوْمِ الدِّیْنِ یا نَسْتَعِیْنُ پر وقف کیا جائے گا یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وجہ سے ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے یا مساوات نہ رہے یا اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے تب یہ وجہ غیر صحیح ہوگی-

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو وجوہ ذکر فرمائی ہیں یہ اَلْعٰلَمِیْنَ پر وقف کرنے سے ہیں- اگر وقف اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا یَوْمِ الدِّیْنِ یا نَسْتَعِیْنُ پر کیا جائے گا تو وجوہ اور زیادہ نکلیں گی- ظاہر ہے موقوف علیہ اگر مکسور ہوگا تو اس پر وقف بالاسکان کے ساتھ ساتھ وقف بالروم بھی ہوگا-

اسی طرح اگر موقوف علیہ مضموم ہو تو وقف بالاسکان وقف بالروم اور وقف بالاشمام بھی ہوگا- لہٰذا وجہیں بہت زیادہ بنیں گی لیکن صحیح وجہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے۔

صحیح وجوہ نکالنے کا ضابطہ

(۱) جس وجہ میں ضعیف کوقوی پر ترجیح ہو جائے وہ صحیح نہ ہوگی- یعنی ایک جگہ مدعارض وقفی ہے اور دوسری جگہ مدعارض لین ہے تو مدعارض وقفی میں قصر کر دیا اور مدعارض لین میں طول یا توسط کر دیا تو یہ غلط ہوگا اس حالت کو کہتے ہیں ضعیف کوقوی پر ترجیح- اس لیے کہ حرف مدہ قوی ہیں اور حرف لین ضعیف ہیں-

(۲) دوسرا غیر صحیح ہونے کا معیار حضرت مصنفؒ نے ذکر فرمایا کہ ''مساوات نہ رہے-'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگر دو یا تین مدات جمع ہو رہے ہوں تو پہلے مد میں طول دوسرے میں توسط اور تیسرے میں قصر کر دیا تو ایسا کرنے سے مساوات نہ رہی اور اگر مساوات مقدار مدات میں ہوگئی یعنی اگر ایک مد میں طول کیا ہے تو دوسرے اور تیسرے میں بھی طول ہی کیا یا ایک مد میں توسط کیا ہے تو باقی ماندہ مدات میں بھی توسط ہی کیا پھر یہ جائز ہوگا-

(۳) اقوال مختلفہ میں خلط ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح طول میں دو قول ہیں تین الف اور پانچ الف اب دوران تلاوت ایک جگہ تو طول تین الف کا کیا اور دوسری جگہ پانچ الف کر دیا یا مد متصل اور مد منفصل کی مقدار دو الف- ڈھائی الف اور چار الف ہے پس اگر ایک جگہ مد متصل میں دو الفی مد کیا اور دوسری جگہ ڈھائی الف مد کر دیا اور تیسری جگہ چار الف مد کیا تو اس کو اقوال مختلفہ کا آپس میں خلط کرنا کہتے ہیں اور اس حالت میں وجوہ غیر جائز ہوں گی-

فوائد مکیہ :(فائدہ) جب مدعارض اور مدلین جمع ہوں تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں- اب اگر مدعارض مقدم ہے مدلین پر مثلاً مِنْ جُوْعٍ- مِنْ خَوْفٍ تو چھ وجہیں جائز ہیں- (۱) طول مع الطول (۲) طول مع التوسط (۳) طول مع القصر (۴) توسط مع التوسط (۵) توسط مع القصر (۶) قصر مع القصر-
اور تین وجہیں غیر جائز ہیں- (۱) توسط مع الطول (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطول

شرح : مِنْ جُوْعٍ اور مِنْ خَوْفٍ میں عقلی ضربی وجوہ سولہ بنتی ہیں لیکن حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے کم از کم نو بتلائی ہیں ۔ ان میں جائز و ناجائز بھی بتلائی ہیں لہٰذا پہلے ہم نو کے حساب سے جائز و ناجائز وجوہ بتلاتے ہیں اور بعد ازاں سولہ کے حساب سے جائز و ناجائز وجوہ بتلائیں گے-

نمبر شمار	مِنْ جُوْعٍ	مِنْ خَوْفٍ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے

ان میں جائز وناجائز نقشہ سے واضح ہیں۔

مِنْ جُوْعٍ کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم کو مِنْ خَوْفٍ کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجوہ بنتی ہیں جن میں سے نو بالاتفاق جائز ہیں۔

نمبر شمار	مِنْ جُوْعٍ	مِنْ خَوْفٍ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	جائز ہے
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	ناجائز
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے

۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	جائز ہے
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	جائز ہے
۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	جائز ہے

ان سولہ وجوہ میں سے تساوی والی چھ وجوہ بالاتفاق جائز ہیں۔ اور حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے جو ضابطہ بیان کیا کہ جہاں قوی کو ضعیف پر ترجیح ہو وہ وجوہ بھی جائز ہیں۔ اس ضابطے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں سے مزید پانچ وجوہ اور جائز نکلتی ہیں۔ اس طرح کل ۱۱ گیارہ وجوہ جائز ہوئیں۔ باقی پانچ وجوہ ناجائز ہیں جیسا کہ نقشہ سے واضح ہے۔

فوائد مکیہ : اور جب مدلین مقدم ہو مثل لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ تو اس وقت بھی نو وجہیں نکلتی ہیں اس میں سے چھ وجہیں جائز ہیں۔ (۱) قصر مع القصر (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطول (۴) توسط مع الطول (۵) توسط مع التوسط (۶) طول مع الطول اور (۱) طول مع التوسط (۲) طول مع القصر (۳) توسط مع القصر یہ تین غیر جائز ہیں۔

اور یہ وجہیں غیر جائز اس وجہ سے ہیں کہ حروف مدہ میں مد اصل اور قوی ہے اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے وہ تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے اور یہ غیر جائز ہے۔

اور اگر موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات روم و اشمام جائز ہو تو اس میں اور وجہیں زائد پیدا ہوں گی۔ اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے مثل مِنْ جُوْعٍ۔ مِنْ خَوْفٍ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب مدلین مقدم ہو جیسے لَا رَيْبَ فِيْهِ مدعارض وقفی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ پر تو عقلی وجوہ نو بنتی ہیں۔

نمبر شمار	لَا رَيْبَ	لِلْمُتَّقِيْنَ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	ناجائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	ناجائز
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے

درج بالا نقشہ میں کل نو وجہیں ہیں جن میں تین ناجائز ہیں۔

(۱) طول مع التوسط مع الاسکان (۲) طول مع القصر مع الاسکان (۳) توسط مع القصر مع الاسکان

یہ تینوں وجوہ اس لئے ناجائز ہیں کہ ان میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جاتی ہے چونکہ حروف مدہ اصل اور قوی ہیں اس لیے ان میں مد کیا جاتا ہے اور حروف لین میں صرف حروف مدہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مد کیا جاتا ہے۔ جب مد ضعیف طول اور مد قوی میں توسط ہوگا یا مد ضعیف میں طول اور مد قوی میں قصر ہوگا یا مد ضعیف میں توسط اور مد قوی میں قصر ہوگا تو اس صورت میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے گی۔ اس وجہ سے یہ ناجائز ہیں۔

علاوہ ازیں اگر موقوف علیہ مکسور یا مضموم ہوگا اس میں وقف بالاسکان وقف بالروم اور وقف بالاشمام بھی ہوں گے لہٰذا مد کی وجوہ اور زیادہ بنیں گی۔ ان میں جائز و ناجائز کا فرق کرنے کے لیے مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیے۔

مِنْ جُوْعٍ اور مِنْ خَوْفٍ میں کل سولہ وجوہ بنتی ہیں جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے چونکہ روم کی مثال دی اور اشمام کی مثال نہیں دی یہاں اشمام کی مثال بیان کر کے اس کی

وقفی وجوہ بھی بیان کی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ	وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴	طول مع الاسکان	طول مع الاشمام	جائز ہے
۵	طول مع الاسکان	توسط مع الاشمام	غیر جائز
۶	طول مع الاسکان	قصر مع الاشمام	غیر جائز
۷	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر جائز
۸	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۹	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۱۰	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۱۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاشمام	غیر جائز
۱۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاشمام	جائز ہے
۱۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاشمام	غیر جائز
۱۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر جائز
۱۵	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر جائز
۱۶	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۱۷	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۱۸	قصر مع الاسکان	طول مع الاشمام	غیر جائز
۱۹	قصر مع الاسکان	توسط مع الاشمام	غیر جائز
۲۰	قصر مع الاسکان	قصر مع الاشمام	جائز ہے

۲۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	جائز ہے
۲۲	طول مع الاشمام	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲۳	طول مع الاشمام	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۲۴	طول مع الاشمام	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۲۵	طول مع الاشمام	طول مع الاشمام	جائز ہے
۲۶	طول مع الاشمام	توسط مع الاشمام	غیر جائز
۲۷	طول مع الاشمام	قصر مع الاشمام	غیر جائز
۲۸	طول مع الاشمام	قصر مع الروم	غیر جائز
۲۹	توسط مع الاشمام	طول مع الاسکان	غیر جائز
۳۰	توسط مع الاشمام	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳۱	توسط مع الاشمام	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۳۲	توسط مع الاشمام	طول مع الاشمام	غیر جائز
۳۳	توسط مع الاشمام	توسط مع الاشمام	جائز ہے
۳۴	توسط مع الاشمام	قصر مع الاشمام	غیر جائز
۳۵	توسط مع الاشمام	قصر مع الروم	غیر جائز
۳۶	قصر مع الاشمام	طول مع الاسکان	غیر جائز
۳۷	قصر مع الاشمام	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۳۸	قصر مع الاشمام	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۳۹	قصر مع الاشمام	طول مع الاشمام	غیر جائز
۴۰	قصر مع الاشمام	توسط مع الاشمام	غیر جائز
۴۱	قصر مع الاشمام	قصر مع الاشمام	جائز ہے
۴۲	قصر مع الاشمام	قصر مع الروم	جائز ہے
۴۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر جائز

۴۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر جائز
۴۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	جائز ہے
۴۶	قصر مع الروم	طول مع الاشمام	غیر جائز
۴۷	قصر مع الروم	توسط مع الاشمام	غیر جائز
۴۸	قصر مع الروم	قصر مع الاشمام	جائز ہے
۴۹	قصر مع الروم	قصر مع الروم	جائز ہے

نوٹ: ان میں صحیح وجہ نکالنے کا طریقہ وہی ہے جو حضرت مصنف ؒ نے بیان فرمایا ہے کہ ان میں تساوی علی التوافق ہو۔ لہٰذا ان میں سے جن میں تساوی علی التوافق ہے وہ صحیح ہیں اور باقی بالاتفاق غیر جائز ہوں گی۔

نیز ان میں کوئی وجہ مختلف فیہ بھی نہیں ہے۔

یہ کل وجہیں ۴۹ ہیں ان میں بالاتفاق ۷ اوجہیں جائز (صحیح) ہیں اور ۴۲ غیر جائز ہیں۔

فوائد مکیه: مد متصل اور منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں دو الف۔ ڈھائی الف۔ چار الف اور مد منفصل میں قصر بھی جائز ہے ان اقوال میں جس پر جی چاہے عمل کیا جائے گا مگر اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مد متصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے مثلاً **وَالسَّمَآءَ بِنَآءً** میں اگر اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں اور ان میں سے تین وجہ مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مد کی مقدار میں قراء کے اقوال ذکر فرمائے ہیں مد متصل اور مد منفصل کی مقدار دو الف۔ ڈھائی الف۔ چار الف ہے لیکن ان میں جس پر مرضی ہو عمل کریں۔ اگر مد متصل کئی جمع ہوں تو اگر پہلی جگہ دو الف مد کیا ہے تو باقی جگہ بھی دو الف مد ہی کرنا ہوگا۔

مد منفصل میں جو حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے دو الف۔ ڈھائی الف۔ چار الف اور قصر کا ذکر کیا ہے ان میں سے قصر بطریق جزری ہے بطریق شاطبی نہیں ہے جیسا کہ علامہ جزری ؒ طیبۃ النشر میں فرمارہے ہیں:

---- وَ قَصْرُ الْمُنْفَصِلْ

لِيْ بِنْ حِمًا عَنْ خُلْفِهِمْ دَاعٍ ثِلْ

یعنی اور منفصل میں قصر ہے ہشام۔ قالون۔ اصبہانی۔ بصریان۔ حفص (بطریق عمرو) ان سب کے لیے بالخُلف اور مکی۔ ابوجعفر کے لیے بلا خُلف۔

اگر مدّ متصل جمع ہوں جیسے وَالسَّمَآءَ بِنَآءً تو اس میں نو وجہیں بنتی ہیں۔

نمبر شمار	وَالسَّمَآءَ	بِنَآءً	کیفیت
۱	دو الف	دو الف	جائز ہے
۲	دو الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۳	دو الف	چار الف	غیر جائز
۴	ڈھائی الف	دو الف	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۶	ڈھائی الف	چار الف	غیر جائز
۷	چار الف	دو الف	غیر جائز
۸	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۹	چار الف	چار الف	جائز ہے

اس میں تین وجوہ جائز ہیں اس لیے کہ وہ مساوی ہیں یعنی ایک جیسی ہیں باقی چھ وجہیں ناجائز ہیں۔

مدّ متصل اور مدّ منفصل میں آئمہ قرآءات کا معمول

مدّ متصل اور مدّ منفصل میں ورشؒ اور امام حمزہؒ سب سے زیادہ مد یعنی پانچ الفی مد کرتے ہیں اور امام عاصمؒ ان سے کم یعنی چار الفی مد اور ان سے کم امام ابن عامر شامیؒ اور امام کسائی تین الفی مد اور ان سے کم قالونؒ اور دوری بصریؒ کے لیے مدّ متصل میں دو الفی مد اور مدّ منفصل میں دو وجوہ ہیں (۱) قصر ایک الفی (۲) توسط دو الفی جب کہ امام مکیؒ اور سوسیؒ کے لیے مدّ متصل میں دو الفی مد اور مدّ منفصل میں صرف قصر ہے۔

فوائد مکیہ : ایسا ہی جب مدّ منفصل کئی جمع ہوں تو ان میں بھی اقوال کو خلط نہ کرے مثلاً لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اس میں بھی یہ نہ ہونا چاہیے کہ پہلی جگہ ایک قول لے دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے بلکہ مساوات کا خیال رکھنا

چاہیے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مدِ منفصل کے بارے میں فرمایا کہ اس میں بھی مساوات کا خیال رکھنا ضروری ہے اگر دو یا تین مدِ منفصل ایک جگہ جمع ہوں تو جس مقدار میں پہلی جگہ مد کیا ہے اس مقدار میں دوسری اور تیسری جگہ بھی مد کرنا چاہیے مختلف اقوال دو- ڈھائی اور چار الفی کو خلط کر کے کسی جگہ دو الفی اور کسی جگہ ڈھائی اور کسی جگہ چار الفی مد ایک ہی جگہ آنے والے مدات منفصل میں کیا تو صحیح نہ ہوگا۔

لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ میں مدِ منفصل کے اقوال کو ضرب دینے سے سولہ وجہیں بنتی ہیں جن کو ہم درج ذیل جدول سے ظاہر کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ	نَّسِيْنَآ اَوْ	کیفیت
۱	دو الف	دو الف	جائز ہے
۲	دو الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۳	دو الف	چار الف	غیر جائز
۴	دو الف	قصر	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	دو الف	غیر جائز
۶	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۷	ڈھائی الف	چار الف	غیر جائز
۸	ڈھائی الف	قصر	غیر جائز
۹	چار الف	دو الف	غیر جائز
۱۰	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۱۱	چار الف	چار الف	جائز ہے
۱۲	چار الف	قصر	غیر جائز
۱۳	قصر	دو الف	غیر جائز
۱۴	قصر	ڈھائی الف	غیر جائز

۱۵	قصر	چار الف	غیر جائز
۱۶	قصر	قصر	جائز ہے

ان میں چار وجہیں جائز ہیں اس وجہ سے کہ دونوں جگہ پر مد منفصل کی مقداریں مساوی ہیں اور باقی بارہ وجہیں غیر جائز ہیں اس وجہ سے کہ دونوں جگہ پر مد منفصل کی مقداریں غیر مساوی ہیں۔

فوائد مکیه: (فائدہ) جب مد منفصل اور متصل جمع ہوں اور مثلاً منفصل مقدم ہو متصل پر مثل هٰٓؤُلَآءِ کے تو جائز ہے منفصل میں قصر اور دو الف اور متصل میں دو الف۔ ڈھائی الف۔ چار الف اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے تو متصل میں ڈھائی الف۔ چار الف مد جائز ہے۔ اور دو الف غیر جائز ہے۔
اس واسطے کہ متصل منفصل سے اقویٰ ہے اور ترجیح ضعیف کی قوی پر غیر جائز ہے اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں صرف چار الف مد ہوگا اور ڈھائی الف دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا وجہ وہی رجحان کی ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں هٰٓؤُلَآءِ کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جس میں مد منفصل پہلے ہے اور مد متصل بعد میں ہے اس کی وجوہ بارہ بنتی ہیں جن کو ہم جدول کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔

نمبر شمار	هٰٓؤُ	لَآءِ	کیفیت
۱	دو الف	دو الف	جائز ہے
۲	دو الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۳	دو الف	چار الف	جائز ہے
۴	ڈھائی الف	دو الف	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز ہے
۶	ڈھائی الف	چار الف	جائز ہے
۷	چار الف	دو الف	غیر جائز
۸	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز

۹	چارالف	چارالف	جائز ہے
۱۰	قصر	دوالف	جائز ہے
۱۱	قصر	ڈھائی الف	جائز ہے
۱۲	قصر	چارالف	جائز ہے

درج بالا نقشہ میں بارہ وجوہ میں سے تین ناجائز ہیں۔

(۱) ڈھائی الف مع دوالف (۲) چارالف مع دوالف (۳) چارالف مع ڈھائی الف۔

اوران کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مد منفصل جو کہ ضعیف ہے اسے مد متصل پر جو کہ قوی ہے ترجیح ہو جاتی ہے۔

فوائد مکیہ :اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو مثل جَآءُوْ اَبَاهُمْ تو اگر متصل میں چارالف مد کیا تو منفصل میں چارالف ڈھائی الف دوالف اور قصر جائز ہے۔اگر ڈھائی الف مد کیا تو منفصل میں ڈھائی الف۔ دوالف اور قصر جائز ہے اور چارالف غیر جائز ہے ایسا ہی اگر متصل میں دوالف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دوالف اور قصر ہوگا۔ ڈھائی الف چارالف مد نہ ہوگا۔

شرح : حضرت مصنفؒ یہاں مد متصل سے پہلے اور مد منفصل کو بعد میں آنے والے مقام کا ذکر فرما رہے ہیں۔ان میں وقفی وجوہ اقوال مختلفہ کی روشنی میں متصل میں دوالف۔ ڈھائی الف۔ اور چارالف مد ہے اور منفصل میں دوالف۔ ڈھائی الف۔ چارالف اور قصر ہے ان کو آپس میں ضرب دینے سے بارہ وجوہ بنتی ہیں جو ذیل کے نقشہ سے واضح ہوتی ہیں۔

نمبر شمار	جَآءُوْ	ءُوْ اَبَاهُمْ	کیفیت
۱	دوالف	دوالف	جائز ہے
۲	دوالف	ڈھائی الف	غیر جائز
۳	دوالف	چارالف	غیر جائز
۴	دوالف	قصر	جائز ہے
۵	ڈھائی الف	دوالف	جائز ہے
۶	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز ہے

۷	ڈھائی الف	چارالف	غیر جائز
۸	ڈھائی الف	قصر	جائز ہے
۹	چارالف	دوالف	جائز ہے
۱۰	چارالف	ڈھائی الف	جائز ہے
۱۱	چارالف	چارالف	جائز ہے
۱۲	چارالف	قصر	جائز ہے

درج بالانقشہ سے ظاہر ہوا کہ اس میں نو وجوہ جائز ہیں اور تین وجوہ ناجائز ہیں۔

(۱) دوالف مع ڈھائی الف (۲) دوالف مع چارالف (۳) ڈھائی الف مع چارالف

اس کی وجہ یہی ہے کہ اقوال مختلفہ میں خلط ہو جاتا ہے جو کہ ہم پہلے بھی بیان کر آئے ہیں اور حضرت مصنفؒ نے بھی فرمایا کہ یہ غیر جائز ہے۔

فوائد مکیہ :(فائدہ) جب متصل منفصل کئی جمع ہوں مثل بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ تو انہیں قواعد پر قیاس کر کے وجہ صحیح اور غیر صحیح نکال لی جائے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب متصل و منفصل کئی جمع ہوں تو ان میں صحیح اور غیر صحیح کے نکالنے کا وہی طریقہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے یعنی اقوال مختلفہ میں خلط نہ ہو اور نہ ہی ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی بیان کردہ مثال بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ میں دو مد متصل اور ایک مد منفصل جمع ہیں اور ان کی عقلی وجوہ چھتیس بنتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

بارہ وجوہ لَآءِ کے دوالف کے ساتھ

نمبر شمار	بِاَسْمَآءِ	هٰٓـؤُ	لَآءِ	کیفیت
۱	دوالف	دوالف	دوالف	جائز
۲	دوالف	ڈھائی الف	دوالف	غیر جائز
۳	دوالف	چارالف	دوالف	غیر جائز

۴	دوالف	قصر	دوالف	جائز
۵	ڈھائی الف	دوالف	دوالف	غیر جائز
۶	ڈھائی الف	ڈھائی الف	دوالف	غیر جائز
۷	ڈھائی الف	چار الف	دوالف	غیر جائز
۸	ڈھائی الف	قصر	دوالف	غیر جائز
۹	چار الف	دوالف	دوالف	غیر جائز
۱۰	چار الف	ڈھائی الف	دوالف	غیر جائز
۱۱	چار الف	چار الف	دوالف	غیر جائز
۱۲	چار الف	قصر	دوالف	غیر جائز

مذکورہ بالا نقشہ میں جو جائز وغیر جائز ہیں ان کی تشریح

(۱) جائز ہے اسی لیے کہ اس میں مساوات ہے
(۲) ضعیف کو قوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز
(۳) ضعیف کو قوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز
(۴) جائز ہے اس لیے کہ قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے
(۵) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
(۶) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
(۷) ضعیف کو قوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز ہے
(۸) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
(۹) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
(۱۰) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
(۱۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے
(۱۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز ہے

بارہ وجوہ لَآءِ کے ڈھائی الف کے ساتھ

نمبر شمار	بِاَسْمَآءِ	ھٰٓـؤُ	لَآءِ	کیفیت
۱	دوالف	دوالف	ڈھائی الف	غیر جائز
۲	دوالف	ڈھائی الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۳	دوالف	چار الف	ڈھائی الف	غیر جائز

۴	دوالف	قصر	ڈھائی الف	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	دوالف	ڈھائی الف	جائز
۶	ڈھائی الف	ڈھائی الف	ڈھائی الف	جائز
۷	ڈھائی الف	چارالف	ڈھائی الف	غیر جائز
۸	ڈھائی الف	قصر	ڈھائی الف	جائز
۹	چارالف	دوالف	ڈھائی الف	غیر جائز
۱۰	چارالف	ڈھائی الف	ڈھائی الف	غیر جائز
۱۱	چارالف	چارالف	ڈھائی الف	غیر جائز
۱۲	چارالف	قصر	ڈھائی الف	غیر جائز

مذکورہ بالا نقشہ میں جو جائز وغیر جائز ہیں ان کی تشریح

(۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

(۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

(۳) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

(۴) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

(۵) قوی کوضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے

(۶) مساوات ہے اس لیے جائز ہے

(۷) ضعیف کوقوی پر ترجیح ہے اس لیے غیر جائز

(۸) قوی کوضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے

(۹) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

(۱۰) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

(۱۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

(۱۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز

بارہ وجوہ لَآءِ کے چار الف کے ساتھ

نمبر شمار	بِاَسْمَآءِ	هٰٓـؤُ	لَآءِ	کیفیت
۱	دوالف	دوالف	چارالف	غیر جائز
۲	دوالف	ڈھائی الف	چارالف	غیر جائز
۳	دوالف	چارالف	چارالف	غیر جائز

۴	دوالف	قصر	چارالف	غیر جائز
۵	ڈھائی الف	دوالف	چارالف	غیر جائز
۶	ڈھائی الف	ڈھائی الف	چارالف	غیر جائز
۷	ڈھائی الف	چارالف	چارالف	غیر جائز
۸	ڈھائی الف	قصر	چارالف	غیر جائز
۹	چارالف	دوالف	چارالف	جائز
۱۰	چارالف	ڈھائی الف	چارالف	جائز
۱۱	چارالف	چارالف	چارالف	جائز
۱۲	چارالف	قصر	چارالف	جائز

مذکورہ بالا نقشہ میں جو جائز و غیر جائز ہیں ان کی تشریح

(۱) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۲) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۳) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۴) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۵) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۶) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۷) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۸) مساوات نہیں ہے اس لیے غیر جائز
(۹) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے
(۱۰) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے
(۱۱) مساوات ہے اس لیے جائز ہے
(۱۲) قوی کو ضعیف پر ترجیح ہے اس لیے جائز ہے

فوائد مکیہ :(فائدہ) جب متصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو اور اس پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے مثل یَشَآءُ۔ قُرُوْٓءٌ۔ نَسِیٓءٌ تو اس وقف میں طول بھی جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغاء اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے اور یہ غیر جائز ہے اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف توسط ہوگا۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ جب مد متصل میں وقف بالاسکان یا بالاشمام کیا جائے تو وہاں توسط

تو جائز ہے ہی مگر وقف عارضی کی وجہ سے طول بھی جائز ہوگا اور قصر جائز نہیں ہوگا اس لیے کہ سبب اصلی ہمزہ بیکار ہو جائے گا یعنی اس کا اعتبار نہ رہے گا اور سبب عارضی سکون کا اعتبار لازم آجائے گا اس لیے قصر جائز نہیں ہوا اور اگر وقف بالروم کیا جائے گا تو صرف توسط ہوگا اس لیے کہ وقف بالروم حکم میں وصل کی مانند ہوتا ہے لہٰذا مدّ متصل کی اپنی مقدار توسط ہی جائز ہے۔

یَشَآءُ۔ قُرُوٓءٍ اور نَسِیٓءٌ پر وقف کرنے سے نو وقفی وجوہ بنتی ہیں جن میں سے پانچ جائز ہیں اور بقایا چار غیر جائز ہیں۔

یَشَآءُ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	وجہ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴	طول مع الاشمام	جائز ہے
۵	توسط مع الاشمام	جائز ہے
۶	قصر مع الاشمام	غیر جائز
۷	طول مع الروم	غیر جائز
۸	توسط مع الروم	جائز ہے
۹	قصر مع الروم	غیر جائز
-	--	--

قُرُوٓءٍ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	وجہ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴	طول مع الاشمام	جائز ہے
۵	توسط مع الاشمام	جائز ہے
۶	قصر مع الاشمام	غیر جائز
۷	طول مع الروم	غیر جائز
۸	توسط مع الروم	جائز ہے
۹	قصر مع الروم	غیر جائز
-	--	--

نَسِیٓءٌ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	وجہ	کیفیت
۱	طول مع الاسکان	جائز ہے
۲	توسط مع الاسکان	جائز ہے
۳	قصر مع الاسکان	غیر جائز
۴	طول مع الاشمام	جائز ہے
۵	توسط مع الاشمام	جائز ہے

نمبر شمار	وجہ	کیفیت
۶	طول مع الروم	غیر جائز
۷	توسط مع الروم	جائز ہے
۸	قصر مع الاشمام	غیر جائز
۹	قصر مع الروم	غیر جائز
--	--	--

فوائد مکیہ :(فائدہ) خلاف جائز سے جو وجوہ نکلتی ہیں مثل اوجہ بسملہ وغیرہ کے ان میں سب وجھوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے اس قسم کی وجھوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجھوں کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں۔

شرح : خلاف جائز سے مراد یہ ہے کہ کسی کلمہ پر وقف اسکان۔اشمام یا روم کے ساتھ ہوتا ہے یا مد متصل توسط کی مقدار دو الف۔ ڈھائی الف اور چار الف اور مد منفصل میں دو الف۔ ڈھائی الف۔ چار الف قصر کی مقداریں ہیں اسی طرح مد عارض وقفی میں اور مد عارض لین میں طول۔توسط۔قصر جائز ہے۔

ان سب میں اگر ایک وجہ پڑھ لی جائے تو قرآءت یا روایت مکمل ہو جاتی ہے ہاں اگر استفادہ کے لئے پڑھتا ہے جیسے استاذ کو سنا رہا ہے یا استاذ شاگردوں کو پڑھا رہا ہے تو ساری وجوہ پڑھ سکتے ہیں کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح اگر روایت حفصؒ پڑھ رہا ہے اور اس میں دو وجہیں ہیں اور ان دونوں وجوہ میں سے ایک وجہ مشہور ہے اور دوسری غیر مشہور تو ضروری ہے کہ دونوں وجہ کو پڑھے تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو جائے کہ روایت حفصؒ میں یہ دوسری وجہ بھی ہے جیسے ضُعْفٍ ضاد کے پیش کے ساتھ اس کو ضَعْفٍ ضاد کے زبر کے ساتھ پڑھنا بھی جائز اور صحیح ہے۔

فوائد مکیہ :(فائدہ) اس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے مراد اس سے غیر اولیٰ ہے قاری ماہر کے لیے معیوب ہے۔

شرح : یعنی مختلف مدات کی مقداروں میں جو وجہیں اس فصل میں بیان ہوئی ہیں ان میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کے الفاظ ان کے لئے لائے گئے ہیں ان سے مراد یہ نہیں کہ یہ حرام یا مکروہ ہیں بلکہ اس غیر جائز اور غیر صحیح سے مراد یہ ہے کہ یہ عیوب تلاوت میں سے ہیں تلاوت کی حسن وخوب صورتی کو خراب کرتی ہیں ایک ماہر قاری کے لیے ایسا کرنا عیب ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔شرعاً کوئی جرم نہیں ہے۔

یہاں وجوہ مختلفہ کے جداول میں ایک اور لفظ ''مختلف فیہ'' بھی استعمال ہوا ہے یہ غیر جائز اور غیر صحیح سے اوپر کا مرتبہ ہے مگر جائز اور صحیح سے کم تر ہے۔مختلف فیہ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے جائز یا صحیح ہونے کے بارے میں علماء تجوید وقراءات مختلف اقوال رکھتے ہیں بعض اس کو صحیح اور جائز کہتے ہیں اور بعض اسے غیر جائز اور غیر صحیح کہتے ہیں۔اس کی تائید حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے اپنے بیان سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ وہ اسی فصل میں فرماتے ہیں: ''ان میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں طول مع الطول مع الاسکان۔توسط مع التوسط مع الاسکان۔قصر مع القصر مع الاسکان۔قصر مع الروم مع القصر بالاسکان۔جبکہ قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان اور قصر مع الروم مع الطول بالاسکان یہ دو وجہیں مختلف فیہ ہیں باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز۔''

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی اس تحریر سے ہمارے قول کی تائید ہو رہی ہے۔

یہ ضابطہ تلاوت کی حسن ادائیگی کے لئے بنایا گیا ہے اور اگر کوئی اس ضابطے کی پابندی نہ کرے تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جائے گا۔مگر بہتر یہ ہے کہ ان ضابطوں کی پابندی کرے کہ تلاوت قرآن کے جو ضابطے متقدمین علماء تجوید وقرآءت نے بنائے ہیں ان کی پابندی سے تلاوت کا حسن بڑھتا ہے۔

فوائد مکیہ :(فائدہ) اختلاف مرتب میں خلط کرنا یعنی ایک لفظ کا اختلاف دوسرے پر موقوف ہو مثلاً فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ اس میں اٰدَمُ کو مرفوع پڑھیں۔تو كَلِمٰتٍ کو منصوب پڑھنا ضروری ہے ایسا ہی بالعکس ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے۔اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الروایۃ لازم آئے گا اور علی حسب التلاوۃ خلط جائز ہے مثلاً حفصؒ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں۔ایک امام شاطبیؒ دوم امام جزریؒ تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفصؒ سے ثابت ہیں کچھ حرج نہیں۔خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی ہو اور دوسری وجہ مشہور ثابت عندالقراء متروک ہو تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا پڑھانا نہایت ضروری ہے متاخرین کے اقوال وآراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ نہیں۔

شرح: اختلاف مرتب ایسے اختلاف کو کہتے ہیں جس میں ایک کلمہ کی دو وجہوں میں سے پہلے کلمہ کی وجہ کو اختیار کرنے کے لئے دوسرے کلمہ کی وجہ کو دیکھنا پڑے۔ جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مثال دی۔

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ اس کو جمع مونث سالم کہتے ہیں۔ جمع مونث سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تائے تانیث ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ۔

جمع مونث سالم حالت رفع میں ضمہ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ حالت نصب و جر میں کسرہ جیسے رَاَيْتُ مُسْلِمَاتٍ اور مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

اس مثال مذکور میں جو حضرت مصنفؒ نے بیان فرمائی دو وجہیں ہیں ایک وجہ اٰدَمُ میں میم کا رفع اور دوسری وجہ اٰدَمَ میں میم کا نصب اور دو ہی وجہیں كَلِمٰتٌ میں ہیں ایک تاء کا نصب اور دوسری وجہ تاء کا رفع۔ اب اگر اٰدَمُ میں میم کا رفع پڑھا ہے تو كَلِمٰتٍ میں تاء کا نصب پڑھا جائے گا اور اگر اٰدَمَ میں میم کا نصب پڑھا ہے تو پھر كَلِمٰتٌ میں تاء کا رفع پڑھا جائے گا۔ یہ مستقل دو قرآءتیں ہیں۔

پہلی قرآءت اٰدَمُ کا رفع اور كَلِمٰتٍ میں نصب یہ ماسواء امام ابن کثیر مکی کے بقایا سب قراء پڑھتے ہیں اس میں اٰدَمُ فَتَلَقّٰى کا فاعل اور كَلِمٰتٍ اس کا مفعول ہے اور دوسری قرآءت میں اٰدَمَ میں نصب اور کلمات میں رفع والی قرآءت امام ابن کثیر مکیؒ کی ہے۔ اس میں اٰدَمَ مفعول ہے اور كَلِمٰتٌ فاعل ہے۔

ان دونوں قرآءتوں میں خلط کرنا اس طرح پر کہ اٰدَمُ رفع کے ساتھ كَلِمٰتٌ کا بھی رفع اور اٰدَمَ کے نصب کے ساتھ كَلِمٰتٍ کا نصب پڑھنا یہ حرام ہے اس لیے کہ اس سے کلام صحیح اسلوب پر نہیں رہتا اور اس سے صحیح معنی مفہوم نہیں ہو سکتے جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں۔ اس طرح کا اختلاف حرام ہے اس سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔

پھر فرمایا کہ کسی روایت کا التزام کر کے پڑھنا الخ

اس سے حضرت مصنفؒ کی مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی قرآءت کا پابند کر لینا کہ فلاں قاری کی قرآءت اس کے فلاں راوی کی روایت میں ہی پڑھوں گا۔ دوسرے راوی کی روایت نہیں پڑھوں گا۔ اب اگر پڑھتے پڑھتے درمیان تلاوت اسی قاری کے دوسرے راوی کی روایت کا اختلاف بھی کسی لفظ میں پڑھ لیا تو یہ کذب فی الروایت ہے یعنی روایت میں غلط بیانی اور جھوٹ۔ اب اگر اس نے ایسا کیا تو سننے والوں کو معلوم ہوگا کہ یہ اختلاف بھی اس قاری کے اس راوی سے منقول ہے جس کی روایت پڑھنے کے لئے تلاوت کرنے والے نے اپنے آپ کو پابند کیا تھا۔

جیسے سورۃ البقرہ میں هُزُوًا میں دو قراءات ہیں ایک هُزُوًا دوسری هُزْوًا یہ دونوں قرآءت امام عاصمؒ سے مروی

ہیں پہلی قرآءت امام عاصمؒ کے راوی حفصؒ سے وارد ہے جبکہ دوسری قرآءت امام عاصم ہی کے دوسرے راوی شعبہؒ سے مروی ہے اب اگر کوئی تلاوت کرنے والا اگر روایت حفصؒ میں پڑھ رہا ہو اور هُزُوًا کو بالہمز هُزُؤًا پڑھ دے کہ یہ بھی امام عاصمؒ سے ہی مروی ہے تو اس طرح اس نے شعبہؒ کی روایت کو حفص کی روایت میں ملا دیا اور سننے والا یہ سمجھے گا کہ یہ بھی حفصؒ ہی سے مروی ہے اس کو کذب فی الروایت کہتے ہیں۔حضرت مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اتنی قباحت نہیں ہے جتنی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ کے خلط میں ہے۔

آگے فرمایا عَلٰى حَسْبِ التِّلَاوَةِ یعنی بغیر التزام کے پڑھنا۔

اس سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہاں یہ ہے کہ اگر کسی راوی کی روایت پڑھ رہا ہے اور اس میں دو طرق ہیں تو اس میں خلط جائز ہے۔

جیسے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ روایت حفصؒ میں دو طرق مشہور ہیں (۱) امام شاطبیؒ کی کتاب حرز الامانی و وجہ التھانی فی القراءات السبع اور (۲) امام جزری علیہ الرحمہ کی کتاب طیبۃ النشر فی القراءات العشر کا۔

اب ان دونوں حضرات کے طرق کے اختلاف کی نوعیت ملاحظہ فرمائیں کہ جیسے علامہ شاطبیؒ کے نزدیک مد منفصل میں صرف مد ہے جبکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک قصر بھی جائز ہے اسی طرح نون کا ادغام لام وراء میں اگر نون مرسوم ہے تو غنہ بھی جائز ہے یہ علامہ جزریؒ کا مذہب ہے اور علامہ شاطبیؒ کے نزدیک صرف ادغام تام ہے۔

اسی طرح علامہ شاطبیؒ کے نزدیک نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں صرف اظہار ہے جبکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک ادغام بھی جائز ہے۔

ایسے ہی چار جگہ جو روایت حفصؒ میں سکتہ ہے علامہ شاطبیؒ کے نزدیک صرف سکتہ ہی ہے جبکہ علامہ جزریؒ کے نزدیک ترک سکتہ بھی ہے۔

اگر کسی پڑھنے والے نے علامہ شاطبیؒ کے طریق کا التزام نہیں کیا تو دوسرا طریق علامہ جزریؒ کا بھی پڑھ سکتا ہے اس لیے کہ دونوں طریق امام حفصؒ سے مروی ہیں۔ خاص کر جب ایک وجہ عوام میں مشہور ہو اور دوسری وجہ صرف قراء کے ہاں مشہور اور ثابت ہو اور عوام میں اس کا پڑھنا پڑھانا ختم ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں اس دوسری وجہ کی عوام میں تشہیر بہت ہی ضروری ہے چاہے پڑھنے پڑھانے سے ہو یا کتاب کے ذریعے سے ہو۔

جیسا کہ ہم نے بطریق شاطبیؒ اور بطریق جزریؒ بعض کلمات کے قواعد ذکر کیے ہیں۔لیکن سورۂ روم کے آخری رکوع میں جو کلمہ ضُعْفٍ آیا ہے اس میں دو وجہیں ہیں۔

(۱) ضاد کا ضمہ (۲) ضاد کا فتحہ

پس اس کلمہ میں ضمہ اور فتحہ علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ دونوں کے نزدیک صحیح ہیں مگر ضمہ والی روایت تو عوام میں مشہور ہے اور فتحہ والی روایت غیر مشہور ہے۔ لہٰذا قراء کے لئے ضروری ہے کہ وہ ضاد کے فتحہ والی قرآءت کو بھی پڑھیں اور پڑھائیں اور عوام میں اس کی تشہیر کریں۔ ہمارے پاکستانی مطبوعہ قرآن شریف کے نسخہ جات میں ضُعۡفٍ ضمہ والی قرآءت کو متن قرآن میں اور فتحہ والی قرآءت کا ذکر حاشیہ میں کیا گیا ہے جبکہ عرب ممالک کے نسخہ جات میں فتحہ والی قرآءت کا ذکر متن میں اور ضمہ والی قرآءت کا ذکر حاشیہ پر ہے۔ دونوں طریق کے بارے میں عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ حفصؒ کے لیے دونوں طرح صحیح ہیں۔

لفظ ضُعۡفٍ تین جگہ آیا ہے اگر پہلے پر ضمہ پڑھا ہے تو دوسرے اور تیسرے پر بھی ضمہ پڑھا جائے گا اور اگر پہلے پر فتحہ پڑھا ہے یعنی ضَعۡفٍ تو دوسرے اور تیسرے پر بھی فتحہ پڑھا جائے گا اور یہ جائز نہیں کہ کسی موقع پر فتحہ اور کسی موقع پر ضمہ پڑھ لیا جائے بلکہ جو حرکت پہلے موقع پر پڑھی وہی بقایا مواقع پر بھی پڑھنی ہے۔

اور اگر امام شاطبیؒ کے طریق کا التزام کیا ہے تو پھر صرف بطریق شاطبیؒ ہی پڑھا جائے گا۔ بطریق جزریؒ نہیں پڑھا جائے گا اگر ایسا کیا تو خلط فی الطرق ہو جائے گا۔

پھر حضرت مصنفؒ نے فرمایا کہ متاخرین کے اقوال وآراء میں خلط کرنے میں چنداں مضائقہ نہیں۔

متاخرین سے بعد کے وہ لوگ مراد ہیں جن کا درجہ طرق کے بعد ہے علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ بھی ان میں داخل ہیں لیکن ہم نے اس سے پہلے علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ کے طرق نقل کیے ہیں اس سے مراد یہ حضرات بذات خود نہیں ہیں بلکہ دو سلسلے ہیں جن کے واسطے سے ان حضرات تک یہ روایت پہنچی ہے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک تو یہ حضرات امام ہیں لیکن اصطلاحاً یہ متاخرین میں داخل ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد یہ ہے کہ جو اختلاف طرق کے بعد والے لوگوں سے مروی ہے اس میں خلط کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ مد متصل مد منفصل مد عارض و مد عارض لین کی مقداروں کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اب ان اقوال میں خلط کرنا یعنی ایک جگہ ایک قول لے لیا دوسری جگہ دوسرا قول لے لیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ خلاف اولیٰ ہے حرام ممنوع یا زیادہ حرج والی بات نہیں۔

یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اختلاف قرآءت کے چار مراتب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اختلاف مرتب تو اس میں خلط کرنا بالکل حرام ہے۔

(۲) جو منقول تو قراء یا روات سے ہو لیکن ترتیب نہ ہو اس میں خلط جائز نہیں اس سے کذب فی الروایت لازم آتا ہے۔

(۳) جو طرق سے منقول ہو اس میں بھی خلط ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے اس لیے کہ اس سے خلط فی الطرق لازم آتا ہے۔

(۴) جو متاخرین یعنی طرق کے بعد والے لوگوں سے منقول ہو اس میں خلط خلاف اولیٰ ہے حرام ممنوع یا زیادہ حرج والی بات نہیں۔

فوائد مکیہ:

چوتھی فصل وقف کے احکام میں

شرح: وقف کی بڑی اہمیت ہے، ہم پہلے احادیث اور مختلف ائمہ کے اقوال سے اس کو واضح کریں گے۔

علامہ ابو جعفر نحاسؒ۔ علامہ ابن الانباریؒ۔ علامہ الزجاجیؒ۔ علامہ الدانیؒ۔ علامہ العمانیؒ اور علامہ سجاوندیؒ وغیرہ بہت سے لوگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور واقعی یہ ایک معزز فن ہے اور اسی علم سے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ قرآءت کو کس طرح ادا کرنا چاہیے اور قرآءت میں اصل بات یہی ہے کہ علم وقف کی معرفت حاصل کی جائے۔

وقف اور ابتداء کی اصل وہ روایت ہے جس کو امام نحاسؒ نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے: نحاس نے فرمایا ''مجھ سے محمد بن جعفر انباری نے بیان کیا ان سے ہلال بن العلاء نے کہا کہ ان سے ان کے باپ علاء اور عبداللہ بن جعفر دونوں نے فرمایا ''ہم سے عبداللہ بن عمرو الزرقی نے بواسطہ زید بن ابی انیسہ کے۔ قاسم بن عوف البکری کا یہ قول بیان کیا کہ وہ فرماتے تھے ''میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے انہوں نے فرمایا ''ہم اپنے زمانہ میں ایک مدت دراز تک اس طرح زندگی بسر کرتے رہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص قرآن حاصل کرنے سے پہلے ہی ایمان لے آتا تھا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سورۃ کے حلال و حرام کی تعلیم حاصل کرتے اور ان مقامات کو معلوم کرتے جہاں پر قرآءت میں ٹھہرنا ضروری ہے جس طرح آج تم لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہو۔ اور بلا شبہ آج ہم بکثرت ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جن میں سے کسی ایک کو ایمان لانے سے پہلے قرآن کی تلاوت کا موقعہ نصیب ہوتا ہے اور وہ سورۃ الفاتحہ سے لے کر اس کے خاتمہ تک سب کا سب پڑھ جاتا ہے مگر اسے اتنی بھی خبر نہیں ہوتی کہ قرآن کا امر کیا ہے نہ وہ اس کے زجر سے آگاہ ہوتا ہے اور نہ اس بات کو معلوم کرتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اس میں وقف کے مقامات کون کون سے ہیں؟ امام نحاس فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اوقاف کی تعلیم بھی اسی طرح حاصل کرتے تھے جس طرح قرآن کو سیکھتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول کہ ہم اپنے زمانہ کی ایک مدت تک زندہ رہے۔'' اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ امر حضرات صحابہ کرامؓ سے ایک ثابت شدہ اجماع ہے یعنی اوقاف کی شناخت کے بابت جو کچھ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اس پر تمام صحابہ کرامؓ کا باتفاق عمل درآمد تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس قول کو حضرت محدث بیہقی کی سنن سے بیان کرتے ہیں۔

اور حضرت علیؓ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا o'' کی تفسیر میں وارد ہے کہ انہوں نے فرمایا تَرْتِيل حروف کے عمدہ طور پر ادا کرنے اور وقف کے پہچاننے کا نام ہے۔''

ابن الانباری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''قرآن کی پوری معرفت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وقف اور ابتداء کی شناخت حاصل ہو۔''

اور نکزاوی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے:

''وقف کا باب نہایت عظیم الشان اور قدر کے قابل ہے کیونکہ کسی شخص کو بھی قرآن کے معانی اور اس سے احکام شرعی کے دلائل مستنبط کرنے کی پہچان اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ فواصل (آیتوں) کو نہ پہچانے۔

اور علامہ ابن الجزری اپنی کتاب النشر میں فرماتے ہیں:

''چونکہ قاری کے لیے یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ ایک سورۃ یا قصہ کو ایک ہی سانس میں پڑھ جائے اور دو کلموں کے مابین حالت وصل میں سانس توڑنا اس وجہ سے جائز نہیں کہ یہ بات بمنزلہ ایک ہی کلمہ کے اثناء میں سانس توڑ دینے کی ہے لہٰذا واجب ہوا کہ ایسی حالت میں آرام پانے کی غرض سے سانس لینے کے لیے کسی مقام پر ٹھہراؤ بھی رکھا جائے اور پھر اس کے بعد دوبارہ ابتدا کرنے کے لیے کوئی پسندیدہ مقام متعین کر لیا جائے۔ اور یہ بات اسی شکل میں ٹھیک ہوتی ہے جبکہ اس وقف سے معانی میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے اور مفہوم کے سمجھنے میں خلل نہ آئے کیونکہ اسی طریقہ سے اعجاز کا اظہار اور قصد کا حصول ہوتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرات ائمہ نے وقف وابتداء کا علم حاصل کرنے اور اس کی پہچان حاصل کرنے کی تاکید فرمائی پھر کسی کے کلام سے اس کے وجوب کی دلیل نکلتی ہے اور حضرت ابن عمرؓ کے قول میں اس کی واضح دلیل موجود ہے کہ وقف کا علم حاصل کرنے میں صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ اور ہمارے نزدیک بھی سلف صالحین سے اس علم کی تحصیل اور اس پر توجہ کرنا صحیح ہی نہیں بلکہ تواتر کے ذریعہ سے ثابت ہوا ہے۔ مثلاً ایک نہایت سربرآوردہ تابعی امام ابوجعفر یزید بن القعقاع اور ان کے شاگردان رشید امام نافعؒ۔ امام ابوعمرو بصریؒ اور ایسے ہی قرآءت کے دیگر آئمہ جیسے امام یعقوبؒ اور امام عاصمؒ وغیرہ فن قرآءت کے اماموں کی باتوں اور طرز عمل سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے اور ان لوگوں کے اقوال اور ہدایات اس بارہ میں مشہور کتابوں کے اندر موجود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے اجازت قرآءت دینے والوں پر یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ جب

تک کسی شخص کو وقف اور ابتداء کی شناخت میں بخوبی آزمانہ لیں اس وقت تک اسے قرآءت قرآن کی سند نہ عطا کریں۔

اور ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمِ الطَّائِيِّ قَالَ: جَآءَ رَجُلَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا فَقَالَ: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ فقم، كَانَ يَنْبَغِيْ أَنْ تَصِلَ كَلَامَكَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى، أَوْتَقِفُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَدْ رَشَدَ.

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ان میں سے ایک شخص بیٹھا اور اس نے کہا: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا "جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے (پس وہ بھی ہدایت یافتہ ہے)" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بُرا خطیب ہے کہ تو یہاں ٹھہرا ہے۔ تیرے لیے اچھا تھا کہ تو اس کلمے پر ٹھہرتا وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى "اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے تو وہ گمراہ ہے" یا تو ٹھہرتا رَسُوْلِهٖ فَقَدْ رَشَدَ۔

(یہ حدیث مسلم۔ ابوداؤد اور نسائی میں مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔)

فوائد مکیہ: وقف کے معنی اخیر کلمہ غیر موصول پر سانس کا توڑنا۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وقف کی تعریف بیان فرمائی ہے وقف وَقَفَ يَقِفُ وَقْفًا سے ہے جس کا معنی ٹھہرنا اور رکنا کے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ کلمہ غیر موصول یعنی ایسا کلمہ جو ملا کر نہ لکھا گیا ہو اس پر وقف کرنا۔ جیسے اِنَّ مَا میں کہ اِنَّ پر وقف کر سکتے ہیں لیکن اگر یہ موصول یعنی ملا کر لکھا ہوا ہو جیسے اِنَّمَا تو اس پر وقف مَا پر ہی ہوگا اِنَّ یا اِنَّمَ پر وقف جائز نہ ہوگا۔

کلمہ غیر موصول کے آخر میں سانس توڑ کر ٹھہرنا یہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے بڑی جامع مانع تعریف فرمائی ہے اب اس تعریف میں دو چیزیں ہیں ایک سانس توڑنا۔ دوسرے ٹھہر جانا یعنی اگر سانس توڑ کر ٹھہر جائے گا تو تب وقف صحیح ہوگا۔ اگر کلمہ غیر موصول کے آخر میں ٹھہرا لیکن سانس نہیں توڑا تو یہ وقف نہ ہوگا بلکہ عیوب تلاوت میں سے شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح سانس تو توڑ دیا مگر ٹھہرا نہیں اور پڑھنے کے دوران ہی مزید سانس لیتا ہوا پڑھتا چلا گیا تو یہ بھی عیوب تلاوت میں سے ہے۔

ائمہ قرآءت نے وقف کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے قَطْعُ الصَّوْتِ مَعَ النَّفَسِ وَ اِسْكَانُ الْمُتَحَرِّكِ اِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا۔ ترجمہ: سانس اور آواز دونوں کا بند کر دینا اور اگر حرف متحرک ہے تو اس کو ساکن کر دینا' اس مشہور تعریف میں صرف وقف بالاسکان ہی آتا ہے وقف روم و اشمام نہیں آتے جبکہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو تعریف بیان فرمائی ہے اس میں وقف بالاسکان اور وقف روم و اشمام تینوں آتے ہیں۔

وقف کے متعلق مزید توضیح وتشریح

وقف کی لغوی تحقیق

الوقف عن الشيء یعنی کسی چیز سے رک جانا۔ قراء کی اصطلاح میں یہ قرآن شریف پڑھنے میں چار طرح واقع ہوتا ہے۔ پس اگر پڑھتے پڑھتے آخر کلمہ پر صرف آواز رکے اور سانس جاری رہے تو سکتہ ہوگا اور اگر آواز کے ساتھ سانس بھی ٹوٹے تو وقف ہوگا اور قرآن شریف کے متعلق کسی ضرورت سے وقف کی مدت میں تاخیر ہو تو سکوت ہوگا اور اگر وقف کے بعد نہ پڑھے تو قطع ہوگا۔

وقف کے اصطلاحی معنی:

جو کلمہ اپنے بعد والے کلمہ سے ملا کر نہ لکھا ہو اس کے آخری حرف پر کیفیت وقف کے موافق آواز اور سانس توڑ کر آگے پڑھنے کی نیت کے ساتھ کچھ دیر ٹھہرنا۔

پس کلمہ کے درمیان پر وقف کرنا یا ایسے کلمہ کے آخر پر وقف کرنا جو اپنے بعد کے کلمہ سے ملا ہوا ہو جیسے مِنْكُمْ میں لفظ مِنْ اپنے بعد والے کلمہ كُمْ سے ملا ہوا لکھا ہے یا اسکان۔ اشمام۔ روم کے بغیر مثلاً پوری حرکت کے ساتھ وقف کرنا یا بغیر سانس توڑے وقف کرنا جائز نہیں۔ نہ روایتاً اور نہ درایۃً۔ یعنی نہ تو اس طرح وقف اساتذہ اور شیوخ سے سنا گیا ہے اور نہ قاعدہ کی رو سے صحیح ہے۔

علم وقف کا موضوع:

کلمہ اور کلام ہے اس لیے کہ وقف میں دو چیزیں ہیں۔ ایک کیفیت وقف۔ یعنی یہ جاننا کہ وقف کس طرح کیا جائے بالاسکان یا بالاشمام یا بالروم وغیرہ۔ دوسرے محل وقف یعنی یہ پہچاننا کہ وقف کس جگہ کیا جائے تو وقف کو کیفیت کی حیثیت سے آخری کلمہ سے تعلق ہوتا ہے۔

علم وقف کی غایت:

محل وقف کی حیثیت سے کلام سے تعلق ہوتا ہے اور علم وقف کی غایت وقف کا صحیح ہونا اور معنی کا واضح ہونا۔

وقف کی تقسیم تین طرح پر ہے:

(۱) قاری کے احوال کے اعتبار سے (۲) کیفیت کے اعتبار سے (۳) محل یعنی جگہ کے اعتبار سے

فوائد مکیہ :اب وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف اوقاف معتبرہ سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتداء کرے ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اس کو اعادہ کرے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کلمہ غیر موصول کے آخر میں وقف کرے اور وہاں کوئی آیت کا نشان ہے تو مابعد سے ابتداء کرلے۔ اعادہ کرنے یعنی پیچھے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر وقف کی کوئی معتبر علامت جیسا کہ قرآن کریم میں لکھی ہوتی ہیں ''ط۔ ج۔م۔ وغیرہ۔'' ہو تو پھر بھی مابعد سے ابتداء کرے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اوقاف معتبرہ کی تفصیل

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء اوقاف نے قرآن میں جو اوقاف بیان کئے ہیں ان کا مختصر تعارف وتشریح بیان ہو جائے۔

(O) یہ گول دائرہ آیت کی علامت ہے اور بعض اس میں نقطہ بھی لکھتے ہیں۔ بعض لفظ پر ہی بس کرتے ہیں یہاں ٹھہرنا چاہیے۔

(م) یہ وقف لازم کی طرف اشارہ ہے یہاں ضرور ٹھہرنا چاہیے ورنہ کلام کے معنیٰ بدل جانے کا اندیشہ ہے۔

(ط) یہ وقف مطلق کی نشانی ہے یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اس صورت میں جبکہ دوسرے جملہ سے ابتداء کرنا مقصود ہو۔

(ج) یہ وقف جائز کی علامت ہے یہاں وقف کرنا یا نہ کرنا برابر ہے چاہے کرے یا نہ کرے۔

(ز) یہ ٹھہرنے کی علامت ہے اگر وصل کرلیا جائے تو بھی جائز ہے۔

(ص) یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہاں (ٹھہرنے) یعنی وقف کی رخصت ہے یعنی طول کلام کی وجہ سے یہاں ٹھہر گیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ یہاں وقف کرنا بہتر ہے۔ بخلاف (ز) یہ علامات تو وہ ہیں جو متقدمین کے نزدیک مروج تھیں مگر متاخرین نے چند اور علامات مقرر کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(صلے) یہ الوصل اولیٰ کی علامت ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

(ق) یہ قِیْلَ کی علامت ہے یعنی ''کہا گیا ہے'' کہ یہاں وقف ہے مگر یہاں بھی نہ ٹھہرنا بہتر ہے کیونکہ قِیْلَ ضعف وقف پر دال ہے۔

(صل) یہ قَدْ یُوْصَلُ کی علامت ہے یہاں وصل کرنا اولیٰ ہے۔

(س) یہ سکتہ کی علامت ہے کہیں سکتہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہاں تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ مگر سانس نہ توڑو۔

(قلا) قِیْلَ لَا کی علامت ہے بعض نے کہا کہ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

(لا) اگر کسی مقام پر یہ نشان ہے تو مطلب یہ ہے کہ نہ ٹھہرنا چاہیے۔ یہ وقف لازم کے مقابل ہے جس طرح (م) پر وقف نہ کرنے سے معنیٰ خراب ہوتے ہیں ایسے ہی لا پر وقف کرنے سے معنیٰ خراب ہوتے ہیں گویا یہ وقف قبیح کی علامت ہے۔ اگر یہ نشان آیت کے اوپر ہے تو اس میں علماء وقف کا اختلاف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ٹھہرنا چاہیے مگر حق یہ ہے کہ اگر آیت پر لا کا نشان ہو تو آیت کے نشان پر ٹھہرا جاسکتا ہے کیونکہ رُؤس آیات پر ٹھہرنا مستحب ہے۔

(مع) یہ معانقہ کی علامت ہے یعنی مطلب یہ ہے یہاں دو جگہ قریب قریب ایسی ہیں جہاں وقف ہوسکتا ہے جن پر تین نقطے لکھ دیے جاتے ہیں اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں لفظوں میں دوسرے کو پہلے سے ارتباط ہے جو اگلے لفظ کے ساتھ ہے۔ پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو۔ اور دوسرے کو تیسرے لفظ سے ملا کر پڑھ لو۔

جیسے لَارَیْبَ ∴ فِیْهِ ∴ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ اب اس مذکورہ مثال میں لَارَیْبَ اور فِیْهِ میں معانقہ ہے خواہ لَارَیْبَ پر وقف کرو کیونکہ فِیْهِ اپنے دونوں اطراف کے کلمات سے ربط رکھتا ہے۔ وقف معانقہ میں دو جگہ قریب قابل وقف مقامات ہوتے ہیں اگر ایک مقام پر وقف کرلیا جائے تو دوسرے پر ہرگز وقف نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا دوسرا نام مراقبہ بھی ہے۔

فوائد مکیہ: اور وسط کلمہ پر اور ایسے ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول ہو اس پر وقف جائز نہیں ایسا ہی ابتداء اور اعادہ بھی جائز نہیں۔

شرح: چونکہ وقف کا محل ہی کلمہ غیر موصول کا آخر ہے اور اسی طرح کسی کلمہ کے درمیان وقف بھی ہرگز جائز نہیں۔ جیسے مِنَ الصَّوَاعِقِ میں مِنَ الصَّوَا پر وقف جائز نہیں۔ اور اگر کلمہ ملا کر لکھا ہو جیسے یٰٓاَیُّهَا تو اس میں یا پر وقف جائز نہیں۔ اسی طرح نہ تو کلمہ کے وسط میں وقف جائز ہے اور نہ ہی وسط سے ابتداء اور اعادہ جائز ہے۔ یہی حکم کلمہ موصول کا بھی ہے۔ اس میں بھی درمیان میں نہ تو وقف جائز ہے اور نہ ہی ابتداء اور اعادہ جائز ہے۔

باب الوقوف کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) وقف بلحاظ احوال قاری

(۲) وقف بلحاظ معنی

(۳) وقف بلحاظ موقوف علیہ

(۱) وقف بلحاظ احوال قاری:

قاری کی ضرورت اور حالات کے اعتبار سے وقف کی چار اقسام ہیں:

(۱) وقف اختیاری (۲) وقف اضطراری (۳) وقف اختباری (۴) وقف انتظاری

(۱) وقف اختیاری:

وقف اختیاری ایسے وقف کو کہا جاتا ہے جو اپنے اختیار اور ارادے سے بغیر کسی عذر کے استراحت کی غرض سے کیا جائے۔

(۲) وقف اضطراری:

وقف اضطراری اس وقف کو کہا جاتا ہے جو بغیر ارادہ اور کسی مجبوری کی وجہ سے واقع ہو جائے مثلاً تنگی سانس یا تھکن یا بھول کی وجہ سے، کھانسی یا چھینک یا ہچکی وغیرہ کے آ جانے سے ان حالات میں اضطراری طور پر ہونے والے وقف کو وقف اضطراری کہتے ہیں۔

(۳) وقف اختباری (بالباء الموحد)

وقف اختباری ایسے وقف کو کہا جاتا ہے جو کیفیت سمجھنے اور سمجھانے کی وجہ سے کیا جائے جیسے استاد کسی شاگرد کو اسکان۔ روم۔ اشمام ابدال بتانے کی غرض سے یا شاگرد کی علمی استعداد معلوم کرنے کی غرض سے کرائے ایسے ہی مقطوع یا موصول اور محذوف یا مکتوب الرسم کلمات پر وقف کرنا یا کروانا وقف اختباری کہلاتا ہے۔

(۴) وقف انتظاری

وقف انتظاری ایسے وقف کو کہا جاتا ہے جو قرآءات سبعہ یا عشرہ کے اختلاف کو جمع کرنے کی غرض سے ایک جگہ بار بار وقف کیا جائے۔ چونکہ اس میں ایک روایت کے بعد دوسری روایت کے پڑھنے کے لئے انتظار کی خاطر یہ وقف کیا جاتا ہے لہٰذا اس مناسبت سے اسے وقف انتظاری کہتے ہیں۔

وقف کی اقسام بلحاظ معنی

بلحاظ معنی وقف کی چار اقسام ہیں:

(۱)وقف تام (۲)وقف کافی (۳)وقف حسن (۴)وقف قبیح

(۱)وقف تام

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے لفظی اور معنوی کوئی تعلق نہ ہو تو اسے وقف تام کہتے ہیں مثلاً سورۃ البقرہ کے ابتداء میں اَلْمُفْلِحُوْنَ پر وقف کرنا وقف تام ہے کیونکہ یہاں مومنین کا بیان ختم ہو گیا ہے اور اگلا بیان کفار کے متعلق شروع ہو رہا ہے۔

وقف تام کے مابعد سے ابتداء کرنا بھی ابتدائے تام ہے۔

صحیحین کی حدیث سے اس امر کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

"عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَیْ اِبْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ اِنَّ جِبْرِیْلَ أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَا الْقُرْآنَ عَلٰی حَرْفٍ فَقَالَ مِیْکَائِیْلَ اِسْتَزِدْہُ فَقَالَ اِقْرَأ عَلٰی حَرْفَیْنِ فَقَالَ مِیْکَائِیْلَ اِسْتَزِدْہُ حَتّٰی بَلَغَهٗ سَبْعَةُ أَحْرُفٍ کُلٌّ شَافٍ کَافٍ مَالَمْ تَخْتِمْ آیَةَ عَذَابٍ بِآیَةِ رَحْمَةٍ أَوْ آیَةَ رَحْمَةٍ بِآیَةِ عَذَابٍ– وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی مَالَمْ تَخْتِمْ آیَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ اَوْ آیَةِ عَذَابٍ بِمَغْفِرَةٍ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا: اے ابن ابی بکرہ: بے شک حضرت جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا (اے نبیؐ) پڑھیے قرآن کو ایک حرف پر تو حضرت میکائیلؑ نے فرمایا اس پر زیادتی کی درخواست فرمائیں (تو حضرت جبرئیلؑ نے) فرمایا: پڑھو دو حرفوں پر تو حضرت میکائیلؑ نے فرمایا اس پر زیادتی کی درخواست فرمائیں، یہاں تک کہ پہنچ گئے سات حرفوں پر، ہر ایک شافی اور کافی ہے پس نہ ملائیں آپ آیت عذاب کو آیت رحمت کے ساتھ یا آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ اور ایک روایت میں ہے نہ ملائیں آپ آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ اور آیت عذاب کو آیت مغفرت کے ساتھ۔

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَصَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا مَرَّتْ

بِهٖ اٰيَةُ رَحْمَةٍ اِلَّا عِنْدَهَا يَسْاَلُ وَلَا اٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا تَعَوَّذُ مِنْهَا۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت رحمت نہ گزری مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ٹھہر گئے اور دعا مانگی اور نہ کوئی عذاب کی آیت گزری مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی۔ (احمد۔ابوداؤد۔ترمذی۔ابن ماجہ۔نسائی)

(۲) وقف کافی

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے تعلق معنوی ہو اور لفظی تعلق نہ ہو تو اسے وقف کافی کہتے ہیں مثلاً سورۃ البقرہ کے شروع میں يُنْفِقُوْنَ اور يُؤْمِنُوْنَ پر وقف کرنے سے معنوی تعلق تو رہتا ہے لیکن لفظی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

وقف کافی کے مابعد سے ابتداء کرنا بھی ابتدائے کافی ہے۔

اس وقف کی تائید میں بھی صحیح بخاری میں حدیث وارد ہے۔

”عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَلَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ عَلَيَّ فَقُلْتُ لَهٗ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اَحَبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِ قَالَ فَافْتَتَحْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ فَلَمَّا بَلَغْتُ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○ قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَاهُ تَذْرُفَانِ دُمُوْعًا فَقَالَ لِيْ حَسْبُكَ“ (بخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے (قرآن) پڑھ کر سناؤ‘ میں نے کہا میں پڑھوں حالانکہ آپؐ پر قرآن نازل کیا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں (حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں) میں نے سورۃ النساء سے پڑھا جب میں اس آیت پر پہنچا (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○) تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”بس کر کافی ہے“۔ (بخاری)

حالانکہ شَهِيْدًا کا معنوی تعلق اگلی آیت سے ہے بات اگلی آیت کے اختتام پر پوری ہوتی ہے لہٰذا یہ وقف کافی ہے جو کہ حدیث سے ثابت ہے۔

وقف تام اور وقف کافی کا حکم یہ ہے کہ مابعد سے ابتداء کی جائے۔

(۳) وقف حسن

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے لفظی اور معنوی دونوں تعلق ہوں لیکن وقف کرنے سے معنی خراب نہ ہوتے ہوں تو ایسا وقف کرنا وقف حسن کہلاتا ہے۔

وقف حسن میں ماقبل سے اعادہ کرنا بھی اعادہ حسن ہے۔

اس وقف سے متعلق بھی کتب احادیث میں حدیث وارد ہے:

"عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَرَأَ قَطَعَ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" (رواہ ابوداود ساکتا علیہ والترمذی واحمد وابوعبیدہ وغیرہم وہذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (قرآن) پڑھتے تو اپنی قراءت کو ہر ہر آیت پر ختم کرتے۔ آپ ﷺ پڑھتے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ تو ٹھہر جاتے۔ پھر پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ پھر ٹھہر جاتے۔ پھر پڑھتے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"۔

(۴) وقف قبیح

موقوف علیہ کا اگر مابعد سے لفظی اور معنوی دونوں لحاظ سے تعلق ایسا قوی ہو کہ وقف کرنے سے معنی مراد الٰہی کے خلاف ہوتے ہوں تو ایسی جگہ وقف کرنے کو وقف قبیح کہتے ہیں جیسے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ میں كَيْفَ اور اَلصَّلٰوةَ پر وقف کرنا قبیح کہلائے گا۔

وقف حسن اور وقف قبیح کا حکم یہ ہے کہ ماقبل سے اعادہ کیا جائے۔ وقف قبیح کے مابعد سے ابتداء کرنا بھی ابتدائے قبیح میں داخل ہے۔

وقف قبیح کی چند مثالیں

مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَھُوَا لْمُھْتَدِ وَمَنْ یُّضْلِلْ — پر وقف کرنا

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا — پر وقف کرنا

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ — پر وقف کرنا

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ — پر وقف کرنا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ — پر وقف کرنا

فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰہُ — پر وقف کرنا

نوٹ: وقف حسن اگر نشان آیت پر ہے تو مابعد سے ابتداء کی جائے گی اور اگر وقف آیت کے درمیان میں کیا گیا ہے تو جہاں وقف کی کوئی معتبر علامت نہ ہو تو ماقبل سے اعادہ کریں گے۔ وقوف کی ان اقسام کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

——————— وَھِیَ تُقَسَّمُ اِذَنْ
ثَلَاثَةً تَامٌ وَّ کَافٍ وَّحَسَنْ ۔
وَھِیَ لِمَا تَمَّ فَاِنْ لَّمْ یُوْجَدِ
تَعَلُّقٌ اَوْ کَانَ مَعْنًی فَابْتَدِیْ
فَالتَّامُ فَالْکَافِیْ وَلَفْظًا فَامْنَعَنْ
اِلَّا رُءُوْسَ الْاٰیِ جَوِّزْ فَالْحَسَنْ
وَغَیْرُ مَاتَمَّ قَبِیْحٌ وَّلَهٗ
یُوْقَفُ مُضْطَرًّا وَّیُبْدَا قَبْلَهٗ

ترجمہ: ''اور وہ اوقاف تقسیم کیے جاتے ہیں اس وقت تینوں قسموں پر یعنی تام۔ کافی اور حسن۔

اور یہ تینوں قسمیں مَاتَمَّ مَعْنَاہُ جہاں بات پوری ہو جائے کی بنیاد پر ہیں پس اگر نہ پایا جائے مابعد سے کوئی تعلق یعنی لفظی نہ معنوی یا ہو تعلق معنوی اور تعلق لفظی نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں آگے سے ابتداء کر لیں۔

پہلی قسم جہاں مابعد سے کوئی تعلق نہ ہو وقف تام ہے اور دوسری قسم جس میں مابعد سے لفظی تعلق نہ ہو صرف معنوی ہو وقف کافی ہے اور وہ تعلق لفظاً بھی ہو تو منع کرا بتداء سے کیونکہ اس وقت اعادہ ضروری ہے مگر روس آیات پر جائز سمجھ تو یعنی ابتداء کو اور یہ وقف حسن ہے۔''

اور غَيْرَ مَاتَمَّ مَعْنَاهُ جہاں بات پوری نہ ہوئی ہو وقف قبیح ہے اور اس یعنی غَيْرَ مَاتَمَّ مَعْنَاهُ پر وقف کیا جاتا ہے مجبوری کی حالت میں اور اعادہ کیا جائے اس کے ماقبل سے۔

فوائد مکیہ : اب معلوم ہونا چاہیے کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے۔

اقسام وقف بلحاظ موقوف علیہ

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے وقف کی اقسام بلحاظ موقوف علیہ بیان فرما رہے ہیں۔

بلحاظ موقوف علیہ وقف کی پانچ اقسام ہیں۔

(۱) وقف بالسکون (۲) وقف بالاسکان (۳) وقف بالروم (۴) وقف بالاشمام (۵) وقف بالابدال

یہاں حضرت مصنفؒ نے وقف بالسکون کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ ''اگر موقوف علیہ پہلے سے ساکن ہو تو وہاں پر صرف سانس توڑ دیں اور ٹھہر جائیں۔ اس وقف کو وقف بالسکون کہتے ہیں۔ جیسے خُلِقَتْ - وَانْحَرْ - رُفِعَتْ - تَنْهَرْ - تَقْهَرْ وغیرہ

فوائد مکیہ : اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے مگر حرکت اس میں عارض ہوگئی ہے تب بھی وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا مثل عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ - وَ اَنْذِرِ النَّاسَ۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ اگر موقوف علیہ حرکت عارضی کی وجہ سے متحرک ہو گیا ہے تو اس کو ساکن کر کے وقف کریں گے۔ تو یہاں بھی وقف بالاسکان ہی ہوگا۔

جیسے عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اصل میں عَلَيْهِمْ کی میم ساکن ہے مگر اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو ختم کرنے کے لیے میم کو ضمہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح وَاَنْذِرِ النَّاسَ میں بھی اصل میں اَنْذِرْ کی راء ساکن ہے مگر اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو ختم کرنے

کے لیے راء کو کسرہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو ساکن کر کے ہی وقف کریں گے یعنی عَلَيْهِمْ اور اَنْذِرْ۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے جو یہاں فرمایا ہے کہ وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہاں وقف بالروم اور وقف بالاشمام نہیں ہوگا یہاں وقف بالروم اور وقف بالاشمام کی نفی کی ہے مزید اس کی تفصیل آ گے آ رہی ہے۔

وقف بالاسکان میں حرکت عارضی ہو چاہے حرکت اصلی ہو۔ دونوں حرکات پر وقف بالاسکان ہوتا ہے اس میں حرکت عارضی یا حرکت اصلی کی کوئی قید نہیں نیز یہ تینوں حرکات پر ہوتا ہے زیر۔ دوزیر۔ پیش۔ دوپیش اور ایک زبر پر ہوتا ہے جیسے تَصِفُوْنَ۔ يَعْلَمُوْنَ۔ تُكَذِّبُوْنِ۔ قُبُلٍ۔ عَظِيْمٌ۔ فِي الْاَرْضِ۔ مِنْهُ وغیرہ۔

فوائد مکیہ: اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اس کے اخیر میں تاء بصورت ھاء ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر تاء بصورت ھاء ہے تو وقف میں اس تاء کو ھائے ساکنہ سے بدل دیں گے۔ مثل رَحْمَةً۔ نِعْمَةً اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پر اگر دوزبر ہیں تو تنوین کو الف سے بدل دیں گے مثل سَوَآءً۔ هُدًى۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وقف بالابدال کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ ابدال کا معنی ہے بدلنا اور اس وقف میں تائے مدورہ کو ھائے ساکنہ سے اور دوزبر کی تنوین کو الف سے بدلا جاتا ہے۔

اس کی تعریف اس طرح سے ہے کہ موقوف علیہ اگر تائے مدورہ مربوطہ یا دوزبر کی تنوین ہو تو گول تاء کو ہائے ساکنہ سے اور دوزبر کی تنوین کو وقفاً الف سے بدلیں گے اور اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں۔

جیسے رَحْمَةً سے رَحْمَهْ۔ نِعْمَةً سے نِعْمَهْ۔ ایسے ہی سَوَآءً سے سَوَآءَا اور هُدًى سے هُدٰى ہوگا۔ درج ذیل مثالیں بھی اس قاعدے کے مطابق ہیں۔

اُمَّةً۔ وَ قَالَ نِسْوَةٌ۔ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ۔ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ نِسَآءً۔ نِدَآءً۔ بِنَآءً۔ مُسَمًّى۔ طُوًى۔ اَنْكَاثًا۔ شَيْخًا وغیرہ۔

فوائد مکیہ: اور اگر حرف موقوف پر ایک زبر ہے تو وقف صرف اسکان کے ساتھ ہوگا مثل يَعْلَمُوْنَ کے۔

شرح: جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے وقف بالاسکان ہر حرکت پر ہوتا ہے لیکن زبر ایک ایسی حرکت ہے جس پر صرف وقف بالاسکان ہی ہوتا ہے روم و اشمام نہیں ہو سکتا ہے جیسے يَعْلَمُوْنَ۔ اَلْحٰكِمِيْنَ۔ يُوْسُفَ۔ لَسَارِقُوْنَ۔

اَلْاَمْثَالُ وغیرہ-

علامہ شاطبیؒ وقف بالاسکان کے متعلق فرماتے ہیں-

وَالْاِسْكَانُ اَصْلُ الْوَقْفِ وَهُوَ اشْتِقَاقُهٗ

مِنَ الْوَقْفِ عَنْ تَحْرِيْكِ حَرْفٍ تَعَزَّلَا

ترجمہ: ''اور موقوف کے آخر کو ساکن پڑھنا وقف میں اصل ہے اور وقف کا اشتقاق ہی بمعنی ٹھہر جانے کے ہے- اس حرف کو متحرک پڑھنے سے جو حرکت سے جدا ہو گیا-''

علامہ شاطبیؒ نے وقف بالاسکان کو اصل قرار دیا ہے- دلیل یہ دی ہے کہ وقف کے معنی حرکت پڑھنے سے رکنے کے ہیں لہٰذا اسکان اصل ہوا-

فوائد مکیه: اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں مثل وَبَرْقٌ - يَفْعَلُ تو وقف اسکان، اشمام اور روم تینوں سے جائز ہے- اشمام کے معنی ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور روم کے معنی ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں مثل ذُو انْتِقَامٍ - وَلَا فِي السَّمَآءِ تو وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں-

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وقف بالاشمام اور وقف بالروم کی تعریفات بیان فرمائی ہیں-

وقف بالاشمام

اس کی تعریف یہ ہے کہ ''موقوف علیہ کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا'' اس کو وقف بالاشمام کہتے ہیں- یہ وقف صرف ایک پیش اور دو پیش پر ہوتا ہے- جیسے وَبَرْقٌ - يَفْعَلُ اور یہ صرف حرکت اصلی پر ہوتا ہے حرکت عارضی پر نہیں ہوتا-

وقف بالروم

موقوف علیہ کی حرکت کا تہائی حصہ ادا کیا جائے اسے وقف بالروم کہا جاتا ہے- یہ وقف صرف دو حرکات ایک زیر اور دو زیر اور ایک پیش اور دو پیش پر کیا جاتا ہے جیسے ذُو انْتِقَامٍ - وَلَا فِي السَّمَآءِ اور پیش والی مثالیں اوپر بیان ہو چکی-

معلوم ہوا کہ وقف بالاشمام صرف حرکت اصلی مضموم و مضمومتین پر ہوگا اور وقف بالروم حرکت مضموم و مضمومتین کے ساتھ

حرکت کسرہ وکسرتین پر ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ وقف بالاشمام اور وقف بالروم صرف حرکت اصلی پر ہوتے ہیں حرکت عارضی پر نہیں ہوتے۔ حرکت عارضی جیسے اَنْذِرِ النَّاسَ کہ اَنْذِرْ کی راء پر وقف بالروم نہ ہوگا۔ اور عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ میں عَلَيْكُمْ کے میم پر وقف بالاشمام یا وقف بالروم نہیں کیا جائے گا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اَنْذِرْ کی راء اور عَلَيْكُمْ کی میم پر حرکت عارضی ہے اول راء اور میم ساکن تھے اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو ختم کرنے کے لیے ان کو کسرہ اور ضمہ دیا گیا لہٰذا ان پر صرف وقف بالاسکان ہی جائز ہے۔

وقف بالروم اور وقف بالاشمام کو علامہ شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَعِنْدَ اَبِیْ عَمْرٍو وَكُوْفِيِّهِمْ بِهٖ
مِنَ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ سَمْتٌ تَجَمَّلَا

ترجمہ: ”اور ابوعمرو اور کوفیین کے یہاں وقف میں روم اور اشمام کا بھی خوبصورت طریقہ ثابت ہوا ہے یعنی ابوعمرو اور کوفیین سے علاوہ وقف بالاسکان کے روم اور اشمام کے ساتھ وقف کرنے کا بھی ایک خوبصورت طریقہ بطور نص ثابت ہوا ہے۔

وَاَكْثَرُ اَعْلَامِ الْقُرْاٰنِ يَرَاهُمَا
لِسَآئِرِهِمْ اَوْلَی الْعَلَآئِقِ مِطْوَلَا

ترجمہ: ”مگر اکثر مشائخ قرآن ان دونوں روم واشمام کو باقی قراء کے لیے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ دلی تعلقات میں ایک رسی کی طرح۔“

یعنی اگر چہ بصراحت روم واشمام کا طریقہ مروی تو نہیں ہے مگر قراء ومشائخ نے سب کے لئے ہی ان کو پسند کیا ہے۔

روم واشمام کرنے کا طریقہ

اب علامہ شاطبیؒ درج ذیل اشعار میں روم واشمام کرنے کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں:

وَرَوْمُكَ اِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا
بِصَوْتٍ خَفِيٍّ كُلُّ دَانٍ تَنَوَّلَا

ترجمہ: ”اور روم یہ ہے کہ تو وقف کی حالت میں حرکت کو سنائے پست آواز میں کہ ہر کوئی قریبی آدمی اسکو پالے یعنی روم کی حقیقت یہ ہے کہ حرکت کو صوت خفی میں ادا کیا جائے۔“

وَالْاِشْمَامُ اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعَيْدَمَا

يُسَكَّنُ لَا صَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا

ترجمہ: ''اور اشمام ہونٹوں کو ملانا فوراً بعد اس کے کہ حرف کو ساکن کیا جائے یعنی اس جگہ کوئی آواز نہیں ہوتی کہ کوئی سنے۔

یعنی اشمام کی حقیقت یہ ہے کہ حرف کو ساکن پڑھنے کے بعد ہونٹوں کو ملا کر حرکت ضمہ کی طرف اشارہ کیا جائے۔

ان حرکات کا بیان جن پر روم واشمام ہوتے ہیں

وَفِعْلُهُمَا فِي الضَّمِّ وَالرَّفْعِ وَارِدٌ

وَرَوْمُكَ عِنْدَ الْكَسْرِ وَالْجَرِّ وُصِّلَا

ترجمہ: ''روم واشمام کا عمل ضمہ اور رفع میں ہوتا ہے اور روم کسرہ اور جر میں پہنچایا گیا ہے۔''

یعنی ضمہ حرکت مبنی اور رفع حرکت معرب دونوں میں روم واشمام جائز ہے اور روم کسرہ حرکت مبنی اور جر حرکت معرب میں ہوتا ہے اور وقف بالاسکان تینوں حرکات میں ہوتا ہے۔

وَلَمْ يَرَهُ فِي الْفَتْحِ وَالنَّصْبِ قَارِئٌ

وَعِنْدَ إِمَامِ النَّحْوِ فِي الْكُلِّ أُعْمِلَا

ترجمہ ''مگر روم کو فتح حرکت مبنی اور نصب حرکت معرب میں کسی قاری نے بھی جائز نہیں سمجھا ہے اور امام النحو سیبویہؒ کے نزدیک روم سب ہی حرکات میں معمول قرار دیا گیا ہے۔''

موانع روم واشمام

وَفِي هَاءِ تَأْنِيثٍ وَّ مِيمِ الْجَمْعِ قُلْ

وَعَارِضِ شَكْلٍ لَّمْ يَكُونَا لِيَدْخُلَا

ترجمہ: ''اور ہائے تانیث میں اور میم جمع میں اور عارض حرکت میں کہہ تو کہ ان روم واشمام کا کوئی دخل نہیں۔''

یعنی روم واشمام تین صورتوں میں جائز نہیں ہے۔

(۱) ہائے تانیث سے مراد یہ ہے کہ وہ مرسوم بالھاء ہو جو وصل میں تاء اور وقف میں ھاء سے بدلتی ہے جیسے فَبِمَا رَحْمَةٍ۔ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ۔ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ وغیرہ۔ بہر حال یہ حکم تاء بصورت ھاء کا ہے لہٰذا جو تاء رسم میں بشکل تاء طویلہ ہوگی اس پر وقف تاء کے ساتھ ہوگا اور اس پر روم واشمام جائز ہے جیسے رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ۔

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ۔ فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ۔ لیکن یہ بھی جب ہی ہے جب وقف بالتاء ہو لیکن جو قراء تائے طویلہ پر بھی وقف بالھا کرتے ہیں ظاہر ہے ان کے یہاں اس جگہ بھی روم واشمام نہ ہوگا۔

(۲) میم جمع پر بھی روم واشمام نہ ہوگا ان حضرات کے مذہب پر جو اس میں صلہ کرتے ہیں ان کے لئے بوجہ صلہ روم واشمام نہ ہوگا اور جو حضرات بالاسکان پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کے لئے روم واشمام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۳) تیسری جگہ جہاں روم واشمام نہیں ہوگا وہ حرکت عارضی کا مقام ہے خواہ یہ عارضی حرکت نقل کی وجہ سے ہو جیسے قُلْ اُوْحِیَ۔ مِنِ اسْتَبْرَقٍ یا التقاء ساکنین سے بچنے کے لئے ہو جیسے وَلَاتَنْسَوُا الْفَضْلَ۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وغیرہ۔ ایسے ہی يَوْمَئِذٍ۔ حِيْنَئِذٍ میں بھی روم جائز نہیں البتہ غَوَاشٍ اور جَوَارٍ میں جائز ہے کہ وقف بالروم کیا جائے۔

روم واشمام کو علامہ جزریؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے ۔

وَحَاذِرِ الْوَقْفَ بِكُلِّ الْحَرَكَهْ
اِلَّا اِذَا رُمْتَ فَبَعْضَ الْحَرَكَهْ
اِلَّا بِفَتْحٍ اَوْبِنَصْبٍ وَّ اَشِمْ
اِشَارَةً بِالضَّمِّ فِيْ رَفْعٍ وَّضَمْ

ترجمہ: ''اور بچ وقف کرنے سے پوری حرکت کے ساتھ مگر جب تو روم کرے تو حرکت کا کچھ حصہ پڑھ۔
مگر فتحہ یا نصب میں روم نہ کر اور اشمام کر اشارہ کرتے ہوئے انضمام شفتین کے ساتھ رفع اور ضمہ میں۔

فوائد مکیہ : (فائدہ) روم کی حالت میں تنوین حذف ہو جائے گی جیسا کہ ہائے ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور وقف بالاسکان میں حذف ہوتا ہے مثل بِهٖ۔ لَهٗ کے۔

شرح : وقف بالروم میں حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جاتا ہے اگر اس پر دو زیر یا دو پیش ہوں تو اس میں بھی ایک ہی حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جائے گا اور تنوین کو حذف کر دیا جائے گا حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے تنوین کو ھائے ضمیر کے صلہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح وقف بالروم میں تنوین حذف ہو جاتی ہے اسی طرح وہاں وقف بالاسکان میں ہائے ضمیر کا صلہ حذف ہو جاتا ہے جیسے لَهٗ سے لَهْ اور بِهٖ سے بِهْ

روم اور اشمام کرنے کی توجیہ

روم اور اشمام اس وجہ سے ہوتا ہے کہ سامع کو موقوف علیہ کی حرکات کا علم ہو جائے اسی وجہ سے اشمام اور روم کو اکثر قراء پسند کرتے ہیں کیونکہ ان دونوں سے موقوف علیہ کی حرکت معلوم ہو جاتی ہے۔

وقف بالاشمام فتحہ اور کسرہ میں اس وجہ سے نہیں کہ اشمام میں انضمام شفتین ہوتا ہے اور انضمام شفتین فتحہ اور کسرہ میں ممکن نہیں۔

روم فتحہ کی حالت میں اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ فتحہ اخف الحرکات ہے لہٰذا جب فتحہ میں روم کرتے ہیں تو یہ اپنی خفت کی وجہ سے پوری حرکت ہی ادا ہو جاتی ہے۔

فوائد مکیہ: (فائدہ) اَلظُّنُوْنَا اور اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِیْلَا جو سورۂ احزاب میں ہیں اور پہلا قَوَارِیْرَا جو سورۃ الدھر میں ہے اور اَنَا جو ضمیر مرفوع منفصل ہے ایسے ہی لٰکِنَّا جو سورۂ کہف میں ہے ان کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا سَلَاسِلَا جو سورۃ الدھر میں ہے جائز ہے وقف کی حالت میں اثبات الف اور حذف الف

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ چند کلمات بیان فرما رہے ہیں جن کا الف وقفاً تو پڑھا جاتا ہے وصلاً نہیں پڑھا جاتا۔

نمبر شمار	سورت	وقفی شکل	وصلی شکل
۱	سورۃ الاحزاب	اَلظُّنُوْنَا	اَلظُّنُوْنَ
۲	سورۃ الاحزاب	اَلرَّسُوْلَا	اَلرَّسُوْلَ
۳	سورۃ الاحزاب	اَلسَّبِیْلَا	اَلسَّبِیْلَ
۴	سورۃ الکہف	لٰکِنَّا	لٰکِنَّ
۵	سورۃ الدھر	قَوَارِیْرَا (پہلا)	قَوَارِیْرَ
۶	جہاں کہیں بھی آئے	اَنَا	اَنَ

علامہ شاطبیؒ نے ان کلمات کو قصیدہ رائیہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

سَلَاسِلَا وَّ قَوَارِيْرَا مَّعًا وَّلَدَى الْ
بَصْرِيِّ فِي الثَّانِيْ خُلْفٌ سَارَ مُشْتَهَرَا

ترجمہ: ” سَلَاسِلَا اور قَوَارِيْرَا تمام مصاحف میں الف کے ساتھ ہیں اور بعض مصاحف بصری میں دوسرے قَوَارِيْرَا میں خُلف مشتہر ہو کر چلا ہے۔ (ابن القاصح)

اور دوسرا ترجمہ جو کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ (حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ) نے فرمایا اس طرح ہے:

سَلَاسِلَا اور دونوں قَوَارِيْرَا میں خُلف مشہور ہو کر چلا ہے اور مصاحف بصریہ میں دوسرے قَوَارِيْرَا میں خلف مشہور ہو کر چلا ہے۔ (افضل الدرر)

فائدہ

ان دونوں ترجموں میں سے دوسرا ترجمہ محققانہ ہے یعنی ناظم ؒ اولاً تمام الفاظ میں آخری الف کے مرسوم اور محذوف ہونے میں خُــــــلف فرماتے ہیں۔ پھر مصحف بصرہ کی خبر دیتے ہیں کہ بعض میں الف کا ہونا اور نہ ہونا صرف دوسرے قَوَارِيْرَا کے اعتبار سے ہے۔

مَعَ الظُّنُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ السَّبِيْلَ لَدَى الْ
اَحْزَابِ بِالْاَلِفَاتِ فِي الْاِمَامِ تُرٰى

ترجمہ: اَلظُّنُوْنَا (الاحزاب ع ۲) کے ساتھ ہی اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِيْلَا (الاحزاب ع ۸) سورۃ الحزاب میں یہ تینوں الفاظ مصحف امام میں الفات کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں۔

فائدہ

مصحف امام کا حوالہ برائے اختلاف نہیں بلکہ برائے استناد ہے لہٰذا سمجھنا چاہیے کہ تمام مصاحف میں یہ الفات مرسوم ہیں۔ ان الفات کا اضافہ برائے رعایت فواصل ہے جیسا کہ رعایت فواصل کے لیے ہائے سکتہ بڑھائی گئی ہے سورۃ الحاقۃ وغیرہ میں۔

لفظ لٰكِنَّا نون مشدد مع الف کے قرآن کریم میں چار مقام پر آیا ہے۔

(۱) سورۃ الکہف لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ

(۲) سورۃ طٰہٰ وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا

(۳) سورۃ القصص وَلٰكِنَّا اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا

(۴) سورۃ القصص وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ

سورۃ الکہف میں نون مشدد کے بعد الف وقف میں پڑھا جاتا ہے اور وصل میں نہیں کیونکہ یہ اصل میں لٰكِنْ اَنَا ہے۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم کے ہمزہ کو حذف کر کے نون کا نون میں ادغام کیا تو لٰكِنَّا ہو گیا۔ چونکہ اَنَا ضمیر واحد متکلم میں الف پڑھنے میں نہیں آتا کیونکہ یہ اَنْ تفسیر یہ سے امتیاز کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اَنَا کا نون ساکن نہیں ہے بلکہ مفتوح ہے اس لیے سورۃ الکہف کے لٰكِنَّا میں الف وقفاً پڑھا جاتا ہے اور وصلاً نہیں۔

جبکہ سورۃ طٰہٰ اور سورۃ القصص کے مواقع میں جو صورتحال ہے اس میں الف برابر پڑھا جاتا ہے کیونکہ اس کی اصل لٰكِنْ اِنَّا بصیغہ جمع ہے ان میں ہمزہ کو حذف کر کے کاف مکسور کو نون مشدد سے ملا کر پڑھا اور لکھا جاتا ہے اور لٰكِنْ کے نون ساکن کی ضرورت کتابت و قرآءت میں نہ رہی اور نون مشدد کے بعد کا الف بوجہ ضمیر جمع متکلم کے ساتھ ہونے کے وصلاً و وقفاً پڑھا گیا ہے۔ جیسا کہ وہ اپنی صورت میں یعنی اِنَّا جمع میں برابر پڑھا جاتا ہے۔

لفظ اَنَا جہاں کہیں قرآن میں آئے گا اس کا الف وقفاً تو پڑھا جائے گا وصلاً نہیں لیکن اَنَا سِيَّ كَثِيْرًا۔ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا۔ اَلَاْنَا مِلَ مَنْ اَنَابَ۔ وَاَنَا بُوْا وغیرہ یہ پورے کلمات ہیں ان میں الف وصلاً و وقفاً پڑھا جائے گا ان کو انا پر قیاس کرنا غلط ہے۔

لفظ اَنَا میں الف لکھنے کی توجیہ یہ ہے کہ اَنَا میں اگر الف نہ لکھا جائے جیسا کہ وصلاً پڑھنے میں نہیں آتا تو اس کا وقف پھر اَنْ ہو جائے گا۔

اور اَنْ مصدریہ بھی ہوتا ہے۔ اَنْ ناصبہ بھی ہوتا ہے۔ جب وقف کریں گے تو پتہ نہیں چلے گا کہ اَنْ ضمیر واحد متکلم کا ہے یا مصدریہ ہے یا ناصبہ ہے۔ اس لیے رسم میں الف لکھا جاتا ہے۔

کلمہ سَلٰسِلَا میں دو قرآءتیں ہیں سَلٰسِلًا اسم منصرف اور دوسری قرآءت سَلٰسِلَ اسم غیر منصرف۔ اب اگر وقفاً اسم منصرف کی تنوین الف سے بدل جائے گی تو سَلٰسِلًا وقفاً ہو گا اثبات الف سے اور اسم غیر منصرف میں تو ظاہر ہے۔ وقفاً لام ساکن ہو گا جس کی وجہ سے سَلٰسِلْ وقف ہو گا لہٰذا دونوں وقف صحیح ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب میں بہت سے کلمات شہرت کی بناء پر بیان نہیں فرمائے جیسا کہ ثَمُوْدَا۔

قرآن کریم میں چونکہ قوم ثمود کی گمراہی اور ہلاکت کا کئی جگہ ذکر موجود ہے اس لئے لفظ ثمود کہیں مجرور ہے جیسے اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ اور وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ (یہ بِعَادْ پر معطوف ہے) اور وَفِىْ ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ

صَالِحًا اور کہیں مرفوع ہے جیسے كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ اور وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ اور كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ اور كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ اور كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا وغیرہ۔

ان مواقع میں کوئی حرف زائد الف وغیرہ لکھا ہوا نہیں ہے اور چار مواقع ایسے ہیں جو منصوب ہیں اور ان میں دال کے بعد الف مرسوم ہے وہ چار مواقع یہ ہیں۔

(۱) اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ (هود: ۶۸)

(۲) وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ (الفرقان: ۳۸)

(۳) وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ (العنکبوت: ۳۸)

(۴) وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى (النجم: ۵۱)

حضرت حفصؒ کے نزدیک یہ الف مرسوم نہ وصل میں پڑھا جاتا ہے نہ وقف میں (وقف کریں گے تو دال ساکن پڑھیں گے) بعض قراءات میں ان مواقع کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں ان قرآءتوں میں قرآءت رسم الخط کے موافق ہے اور یہ قراء حضرات وقف بھی الف کے ساتھ کرتے ہیں۔

علامہ شاطبیؒ قصیدہ رائیہ میں اس طرح فرماتے ہیں:

بِهُوْدَ وَالنَّجْمِ وَالْفُرْقَانِ كُلِّهِمِ
وَالْعَنْكَبُوْتِ ثَمُوْدًا طَيِّبُوْا ذَفَرَا

ترجمہ: تمام اہل رسم نے ہود (رکوع ۶) اور النجم (رکوع ۳) اور الفرقان (رکوع ۴) اور العنکبوت (رکوع ۴) میں ثَمُوْدَا کو الف کے ساتھ لکھ کر عمدہ خوشبو سے خوشبودار بنا دیا ہے۔

فائدہ

سورۃ ہود میں اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا، سورۃ الفرقان میں وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ، سورۃ العنکبوت میں وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ، اور سورۃ النجم میں وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى، ان چاروں مقام پر ثَمُوْدَا بالالف مرسوم ہے اور یہ رسم اجماعی ہے۔

اس قاعدہ کے چند اور کلمات قرآن میں مذکور ہیں جہاں الف وصلاً وقفاً نہیں پڑھا جاتا جو درج ذیل ہیں:

اَوْيَعْفُوَاْ۔ اَنْ تَبُوْءَ اْ۔ لِتَتْلُوَاْ۔ لَنْ نَّدْعُوَاْ۔ لِيَرْبُوَاْ۔ لِيَبْلُوَاْ۔ نَبْلُوَاْ۔ ثَمُوْدَاْ۔ دوسرا قَوَارِيْرَاْ۔ سورۃ الدھر۔ لَاْ اِلَى اللّٰهِ۔ وَلَاْ اَوْضَعُوْا۔ اَوْلَاْ اَذْبَحَنَّهٗ۔ لَاْ اِلَى الْجَحِيْمِ۔ لَاْ اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً۔ اَفَائِنْ۔ مَلَائِهٖ۔ نَبَاْئِ۔ مِائَةٍ۔ مِائَتَيْنِ۔ لِشَاْیْءٍ میں بھی الف نہیں پڑھا جائے گا۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے ان کلمات کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ یہ اتنے مشہور کلمات ہیں کہ قرآنوں میں ان کے الفات نہ پڑھنے کی علامت { ا } قائم کی گئی ہے اسی شہرت کی بنا پر اور اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کلمات کو بیان نہیں کیا گیا۔ حفظ کرنے والے طالب علم کو استاذ پڑھ کر بتلا دیتا ہے کہ اس کا الف نہیں پڑھنا اور طلباء اسی طرح یاد کر لیتے ہیں۔

فوائد مکیہ: (فائدہ) آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے اور اس کے بعد جہاں (م) لکھی ہو اس کے بعد جہاں (ط) لکھی اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو اس کے بعد جہاں (ز) لکھی ہو۔

اولیٰ پر غیر اولیٰ کو ترجیح نہ دینا چاہیے یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا یا (م) کی جگہ وصل کر کے (ط) وغیرہ پر وقف کرنا۔ بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر یا (م۔ط) پر۔

بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے فصل سے اور وصل کی جگہ صرف وقف یا وقف کی جگہ صرف وصل کرنے سے معنی نہیں بدلتے اور محققین کے نزدیک یہ نہ گناہ ہے نہ کفر ہے البتہ قواعد عرفیہ کے خلاف ہے جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ایہام معنی غیر مراد لازم نہ آئے۔

ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے جیسا کہ وقف کہیں حسن کہیں احسن کہیں قبیح کہیں اقبح ہوتا ہے ایسا ہی اعادہ بھی چار قسم ہے تو جہاں سے اعادہ حسن یا احسن ہو وہاں سے کرنا چاہیے ورنہ اعادہ قبیح سے ابتداء بہتر ہے مثلاً قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ سے اعادہ حسن ہے اور اِنَّ اللّٰهَ سے قبیح ہے۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آیت پر وقف کرنا احب اور مستحسن ہے یعنی پسندیدہ ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو ابوداؤد میں وارد ہے نقل کر چکے ہیں۔

معتبر اوقاف کی نشانیاں علماء نے وضع کی ہیں جنہیں ہم تفصیل سے پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ وقف کرنے کے متعلق علماء کے

دو قول ہیں بعض کہتے ہیں وقف آیت پر کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ جہاں بات پوری ہو وہاں وقف کرنا چاہیے جیسے وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اب یہاں آیت تو ختم ہو رہی ہے مگر مفہوم مکمل نہیں ہو رہا ہے اس لیے بعض علماء کرام وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا پر وقف کرتے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی آیت کو مابعد سے لفظی تعلق ہو تو ایسے موقع پر بھی بعض کے نزدیک فصل سے وصل بہتر ہے اور اگر ایسی آیت پر وقف کر دیا تو اس آیت ہونے کی وجہ سے اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ مابعد سے ہی ابتداء کی جائے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے محققین کا مذہب بیان فرمایا ہے کہ محققین کے نزدیک وقف کی جگہ وصل کرنے یا وصل کی جگہ وقف کرنے سے آدمی گناہ گار نہیں ہوتا اور نہ کفر لازم آتا ہے۔ جیسا کہ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وَلَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ وَّقْفٍ وَّجَبْ
وَلَا حَرَامٌ غَيْرُ مَا لَهٗ سَبَبْ

ترجمہ: ''اور نہیں ہے قرآن میں کوئی وقف جو واجب ہو اور نہ حرام سوائے اس کے کہ اس کے لئے کوئی سبب ہو۔''

اگر کوئی شخص معنی نہیں سمجھتا تو اس کے غلط مقام پر وقف کرنے سے جو معنی بنیں گے اس میں وہ ارادہ یا عقیدہ بہر حال نہیں ہوگا اور جو معنی سمجھتا ہے تو وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا۔

ہاں البتہ علماء تجوید نے جو وقف کے متعلق قواعد بیان فرمائے ہیں ان کے خلاف تلاوت ہو جائے گی اور قرآن مجید پڑھتے ہوئے ان قواعد کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے تاکہ معنی مراد الٰہی کے خلاف نہ ہونے پائیں۔

اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر معنی خراب کرنے کی غرض سے وقف ایسی جگہ کریگا جہاں معنی مراد الٰہی کے خلاف ہو جائیں تو تب یقیناً شدید گناہ ہے جیسے لوگوں سے کہے کہ قرآن میں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کہ اس جگہ پر وقف کرنا وقف قبیح ہے۔ اسی طرح اگر کوئی قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ پر وقف کرے تو وقف قبیح ہوگا اور اگر اعادہ اِنَّ اللّٰهَ سے کرے گا تو یہ اعادہ بھی قبیح ہوگا۔

اس کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمہ اعادہ کے متعلق بیان فرما رہے ہیں علامہ جزری اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہم لکھتے ہیں کہ ابتداء صرف اختیاری ہی ہو سکتی ہے وقف کی طرح نہیں کہ کسی ضرورت سے مجبور ہو کر آدمی اضطراری طور پر ابتداء کرے لہٰذا اس جگہ سے ابتداء کرنا جائز نہیں جو معنی کے اعتبار سے مقصود کو واضح کرنے میں ناکافی ہو بہر حال وقف کی چار اقسام کی طرح ابتداء کی بھی چار اقسام ہیں۔

(۱)ابتداءتام (۲)ابتداءکافی (۳)ابتداءحسن (۴)ابتداءقبیح

(۱)ابتداءتام

وقف تام کے مابعد سے ابتداء بھی تام ہوگی جیسے وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پر وقف تام ہے پس آگے سے ابتداء اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے ابتداء تام کہلائے گی۔

(۲)ابتداءکافی

وقف کافی کے مابعد سے ابتداء ابتداء کافی ہوگی اور تعریف یہ ہوگی کہ جس کا مقابل سے معنوی تعلق تو ہو مگر لفظی نہ ہو جیسے وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ پر وقف کافی ہے اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ سے ابتداء کرنا ابتداء کافی ہے۔

(۳)ابتداءحسن:

درج بالا دو صورتیں تو جائز ہوئیں لیکن وقف حسن اور وقف قبیح میں یہ ضروری نہیں کہ وہاں سے ابتداء بھی حسن یا قبیح ہی ہو کبھی وقف حسن ہوتا ہے اور اس سے ابتداء قبیح ہوتی ہے مثلاً یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ پر وقف کرنا وقف حسن ہے مگر وَاِیَّاکُمْ سے ابتداء کرنا قبیح ہے کیونکہ معنی خراب ہوں گے۔

(۴)ابتداءقبیح:

کبھی کسی مقام پر وقف تو قبیح ہوتا ہے مگر اس سے ابتداء کرنا حسن ہوتا ہے جیسے مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ھٰذَا پر وقف کرنا قبیح ہے کیونکہ ھٰذَا کا تعلق مَرْقَدِنَا سے نہیں ہے بلکہ مَاوَعَدَ الرَّحْمٰنُ سے ہے کہ ھٰذَا مبتدا ہے اور مَاوَعَدَالرَّحْمٰنُ خبر ہے مگر ھٰذَا سے ابتداء تام یا ابتداء کافی ہے ھٰذَا سے جملہ مستانفہ شروع ہوتا ہے جس میں کفار کے قول کا رد ہے۔ (النشر فی القراءت العشر ص ۲۳۰)

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جو وقف وابتداء کے متعلق فرمایا کہ یہ کوئی کفر نہیں ہاں قواعد اوقاف کے لحاظ سے معیوب ہوگا۔ ہمارے استاذ شیخنا حضرت قاری المقری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ

''بعض ناواقفوں نے وقف لازم یا وقف قبیح کی اصطلاحات کو فنی اصطلاحات کے دائرہ سے نکال کر ان کو شرعی احکام تصور کیا ہے اور اس قدر شدت اختیار کر گئے کہ حرمت وکفر تک نوبت پہنچا دی۔ ہمارے زمانہ میں بعض جاہلوں نے قرآن کے اول یا آخر میں کچھ مضامین چھاپے کہ فلاں کلمہ پر فلاں حرکت پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے یا فلاں جگہ وقف کرنے یا وصل کرنے سے

کفر لازم آتا ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں کیونکہ کفر ومعصیت قصد وارادہ کرنے سے لازم آتے ہیں بے خیالی یا ناواقفیت میں پڑھنے سے ہرگز نہیں۔" (الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۲۱۵)

ایسے ہی رؤس آیات پر وقف کو قبیح یا غلط یا معیوب کہنا بھی انتہائی غلط بات ہے۔

نیز حضرت مصنف علیہ الرحمۃ ۔: قبح کا لفظ استعمال کیا ہے۔اس کی توضیح اس طرح ہے ہر منفی پر بلا ایجاب کے جس کے بعد حرف ایجاب آئے وقف کرنا قبیح ہے جیسے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ میں اِلٰهٍ پر وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا میں لفظ اَرْسَلْنٰكَ پر وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ میں اَلْاِنْسَ پر وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ میں لَا يَعْلَمُهَا پر وغیرہ

فوائد مکیہ :(فائدہ) تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم ہونے کے ایسا نہ چاہیے قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں تو جب ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسے ہی ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے البتہ لازم مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں ان کو کرنا بلا سانس توڑے اس کو وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے چند باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہر آیت پر وقف نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اگر ایک سانس میں تین چار آیات پڑھ سکتا ہے تو پڑھنا چاہیے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی تلاوت قرآن کی کیفیت اٰیَةً اٰیَةً تھی۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ دو تین یا چار آیات چھوٹی چھوٹی اگر ایک سانس میں پڑھی جاسکتی ہوں تو پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآءت اٰیَةً اٰیَةً تھی مگر آنحضرت ﷺ نے اس بات سے منع بھی تو نہیں فرمایا کہ دو تین یا چار آیات کو ایک سانس میں نہیں پڑھنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ آیت رحمت کو آیت غضب کے ساتھ نہیں ملانا چاہیے جیسے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍO وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍO اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اس کے علاوہ باقی آیات کو ملا کر پڑھا جاسکتا ہے۔

اسی لیے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہر آیت یا دیگر علامات اوقاف معتبرہ پر وقف کرنا بے فائدہ ہے ہاں وقف لازم اور وقف مطلق پر ٹھہرنا چاہیے۔ ایسے ہی اگر مابعد سے لفظی تعلق نہیں ہے تو بھی وقف کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

وقف کرنے کی غلط کیفیت حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس طرح بیان فرمائی کہ کلمہ کو ساکن کر لیا اور آواز کو روک لیا مگر سانس نہیں توڑا تو یہ سخت غلطی ہے ایسا کرنا صحیح نہیں اس لیے کہ کسی کلمہ کو ساکن کر کے آواز اور سانس دونوں کا توڑنا وقف کہلاتا ہے۔اور آواز کا بند کر لینا اور سانس نہ توڑنا عیوب تلاوت میں سے ہے۔

قرآن کریم میں سکتہ جو چار جگہ روایت حفص میں وارد ہے اس کا حکم یہ ہے بغیر سانس لیے آواز کو قلیل عرصہ کے لیے منقطع کرنا سکتہ کہلاتا ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ وقف میں سانس لینا ضروری ہے ورنہ وقف اور سکتہ میں فرق نہ رہے گا۔

ہمارے پاکستانی مصاحف میں چار مزید جگہ سکتات بتلائے جاتے ہیں جو کہ یہ ہیں۔

(۱) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا سکتہ مَابِصَاحِبِهِمْ (الاعراف)

(۲) ظَلَمْنَا سکتہ اَنْفُسَنَا (الاعراف)

(۳) يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا سکتہ وَاسْتَغْفِرِيْ (یوسفؑ)

(۴) حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَاَبُوْنَا (القصص)

یہ سکتات نہ تو روایتاً حضرت حفصؒ سے ثابت ہیں اور نہ ہی کسی اور قراءت میں وارد ہیں لہٰذا ان مقامات پر سکتہ نہیں کرنا چاہیے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

''صحیح یہ ہے کہ سکتہ کا جواز سماع اور نقل کے ساتھ مقید ہے لہٰذا یہ اسی جگہ جائز ہوگا جہاں روایت سے ثابت ہو کیونکہ سکتہ ایک مقصود بالذات طریق ادا ہے جس کے لیے روایت سے ثبوت ضروری ہے۔'' (النشر فی القراءات العشر ص ۴۲۳ ج ۱)

وقف۔سکتہ اور قطع میں فرق

متقدمین کے یہاں اکثر یہ تینوں لفظ ہم معنی سمجھے جاتے تھے اور اکثر ان سے وقف مراد لیتے تھے اور اگر وقف کے علاوہ کچھ اور مراد بھی ہوتا تو کسی قید کے ساتھ مقید کر کے بولتے تھے۔ مگر متاخر محققین نے ان کی الگ الگ تعریفیں مقرر کی۔

(۱) **وقف:** وقف کسی کلمہ پر اتنی دیر کے لئے آواز منقطع کرنا جس میں عادۃً آدمی سانس لے سکے۔

(۲) **سکتہ:** سکتہ سے مراد بغیر سانس لیے آواز کو قلیل لحہ کے لئے منقطع کرنا یا آواز کو بند کرنا۔ یہ آواز کا بند کرنا وقف میں سانس لینے کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے۔

(۳) **قطع:** قطع سے مراد قطع قراءت لیا گیا ہے یعنی قراءت ختم کرنے کی نیت سے ٹھہرنا۔ قطع کے بعد اگر پھر تلاوت

شروع کرے تو از سرِ نو استعاذہ ضروری ہے اور ضروری ہے کہ قطع انتہاء پر ہو درمیان آیت میں قطع قرآءت صحیح نہیں۔

فوائد مکیہ :(فائدہ) کلمات میں تقطیع اور سکتات نہ ہونے چاہیے۔خصوصاً سکون پر البتہ جہاں روایۃ ثابت ہوا ہے وہاں سکتہ کرنا چاہیے اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔آیات پر سکتہ کرلے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے۔اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا۔یہ سخت غلطی ہے وہ سات جگہ یہ ہیں: دُلِلْ۔ هِرَبْ۔ كِيُوْ۔ كَنَعْ۔ كُنَسْ۔ تَعَلْ۔ بِعَلْ اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گھڑ لیے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے۔جیسا کہ ملا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں ''وَمَا اشْتُهِرَ عَلٰى لِسَانِ بَعْضِ الْجَهَلَةِ مِنَ الْقُرْآنِ فِيْ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطٰنِ كَذَا مِنَ الْاَسْمَآءِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ التَّرَاكِيْبِ مِنَ الْبِنَآءِ الْخَطَآءِ فَاحِشٌ وَّاِطْلَاقٌ قَبِيْحٌ ثُمَّ سَكْتُهُمْ عَلٰى نَحْوِ دَالِ الْحَمْدُ وَكَافِ اِيَّاكَ وَاَمْثَالِهَا غَلَطٌ صَرِيْحٌ۔''

شرح : تقطیع کا مطلب ہے کسی کلمہ کو درمیان سے کاٹ کر تھوڑی دیر کے لئے رک جانا جیسے مَالِكِ میں مَالْ پر رکنا اور سکتہ تو اخیر کلمہ میں واقع ہوتا ہے۔روایت حفص میں چار کلمات پر سکتات ہیں اس کے علاوہ سورۃ الانفال کو ختم کر کے سورۃ البراءۃ شروع کرنے سے پہلے بھی سکتہ ہے اس کے علاوہ سکتہ نہیں۔سکتے کے اوپر بحث باب الادغام میں آ چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلیں۔

بعض لوگوں میں جو مشہور ہے کہ سورۃ الفاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا ضروری ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کو ملا علی قاریؒ نے فاش غلطی قرار دیا ہے۔یہ وضع کیے ہوئے سکتے جو سورۃ الفاتحہ میں سات جگہ پر کہے جاتے ہیں کہ کسی کلمہ کا اول کسی کلمہ کا آخر جوڑ کر بنائے گئے ہیں تو پورے قرآن میں اگر ایسا کیا جائے تو بے تحاشہ اس طرح کے نام نہاد سکتے نکل آئیں گے۔

بعض لوگ حرف کو صحیح ادا کرنے کی کوشش میں ساکن حرف میں چھوٹا سا سکتہ پیدا کر دیتے ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے جیسے اَنْعَمْتَ میں نون ساکن اور میم ساکن میں تھوڑا سا وقفہ کر دینا۔ایسا کرنا بالکل غلط ہے۔ان حروف کو اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ نون ساکن کی ادائیگی مکمل ہوتے ہی عین کو ادا کیا جائے اور میم ساکن کی ادائیگی مکمل ہوتے ہی تاء کو ادا کیا جائے۔اس غلطی میں اکثر قراء بھی باریک بینی اور صفائی پیش کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ کہیں اور نکل جاتے ہیں اس سے بچنا بہت ضروری

ہے۔

سورۃ الفاتحہ کے سکتات جو بعض ناواقف لوگوں نے وضع کیے ہوئے ہیں ان کے بارے میں حضرت ملا علی قاریؒ نے فرمایا:

''اور بعض جہلاء کی زبان پر جو مشہور ہے کہ قرآن میں سورۃ الفاتحہ کے اندر مثل ان تراکیب مذکورہ میں شیطان کے سات نام ہیں پس یہ سخت غلطی اور اطلاق قبیح ہے پھر ان کا اَلْحَمْدُ کی دال اور اِیَّاکَ کے کاف پر اور اس کی امثال میں سکتہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

حضرت مصنفؒ نے جو آیات پر سکتہ کرنے کا فرمایا ہے یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو شمائل ترمذی میں اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیفیت اس طرح منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کے دوران آیات پر وقف فرماتے تھے۔ پھر اُم المومنین نے سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں اور ہر آیت پر وقف کیا اس حدیث کی شرح میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس وقف سے مراد سکتہ ہے۔

جیسا کہ اس کی تائید علامہ جزریؒ کے اس بیان سے بھی ہو رہی ہے جو کہ النشر فی القراءات العشر میں آیا ہے:

''اَلصَّحِیْحُ اَنَّ السَّکْتَ مُقَیَّدٌ بِالسَّمَاعِ وَ النَّقْلِ فَلَا یَجُوْزُ اِلَّا فِیْمَا صَحَّتِ الرِّوَایَةُ بِهٖ لِمَعْنًی مَقْصُوْدٍ بِذَاتِهٖ– وَ ذَهَبَ ابْنُ سَعْدَانَ فِیْمَا حَکَاهُ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو– وَ اَبُوْبَکْرِ بْنِ مُجَاهِدٍ فِیْمَا حَکَاهُ عَنْهُ اَبُو الْفَضْلِ الْخُزَاعِیُّ اِلٰی اَنَّهٗ جَائِزٌ وَّ رُؤُوْسِ الْاٰیِ مُطْلَقًا حَالَةَ الْوَصْلِ لِقَصْدِ الْبَیَانِ وَ حَمَلَ بَعْضُهُمُ الْحَدِیْثَ الْوَارِدَ عَلٰی ذٰلِکَ وَ اِذَا صَحَّ حَمْلُ ذٰلِکَ جَازَ– وَاللّٰهُ اَعْلَمُ–

(النشر فی القراءات العشر ج ۱ص ۲۴۳)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ سکتہ صرف سماع ونقل کے ساتھ مقید ہے۔ پس ان مقامات کے علاوہ کہ جہاں سکتہ مقصود بالذات صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے اس کے ماسوا کسی اور جگہ سکتہ کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر ابن سعدانؒ امام ابوعمرو بصریؒ سے روایت کرتے ہیں اور ابوالفضل الخزاعیؒ امام ابوبکر بن مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ بحالت وصل رؤوس آیات پر مطلقاً سکتہ معنوی جائز ہے تاکہ بیان واظہار کی وضاحت ہو سکے۔ اور بعض شیوخ کرام نے حدیث (اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کو بھی اسی سکتہ پر محمول کیا ہے جو اس بارے میں وارد ہے بہرحال اگر مذکورہ حدیث کا اس توجیہ پر عمل کرنا صحیح ہو جائے تو آیات

پر سکتہ جائز قرار پائے گا۔ واللہ علم

علامہ جزریؒ کی النشر کے اس بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رؤوس آیات پر سکتہ بطریق جزریؒ تو صحیح ہے مگر بطریق شاطبیؒ صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

النشر کی اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ:

(۱) سکتہ صرف سماع ونقل کے ساتھ مقید ہے۔

(۲) رؤوس آیات پر بحالت وصل یہ سکتہ، سکتہ معنوی ہے۔

(۳) اور سکتہ معنوی حکم میں وقف کے ہوتا ہے یعنی جو احکامات موقوف علیہ پر حالت وقف میں جاری ہوں گے وہی احکامات مذکورہ سکتات پر بھی جاری ہوں گے۔

> **فوائد مکیہ** :(فائدہ) کَاَیِّنْ میں جو نون ساکن ہے یہ نون تنوین کا ہے اور مرسوم ہے اس لفظ کے سوا مصحف عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی اور قاعدے سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیے مگر چونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور یہاں تنوین مرسوم ہے اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی۔

شرح : کلمہ کَـاَیِّنْ قرآن میں سات مقام پر آیا ہے اور یہ نون ساکن کے ساتھ مرسوم ہے۔ حقیقت میں یہ نون تنوین ہے یعنی اس طرح کَاَيٍّ اور پورے قرآن میں صرف یہی واحد ایک کلمہ ہے جس میں نون تنوین نون ساکنہ کی شکل میں مرسوم ہے۔ یعنی کَـاَیِّنْ پر وقف میں نون کو باقی رکھا جائے گا اس لیے کہ وقف تابع رسم الخط کے ہوتا ہے۔ جیسے وَ کَـاَیِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ — وَ کَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ — وَ کَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ وغیرہ۔

(۱) وَ کَاَیِّنْ (سورۃ آل عمران ع ۱۵)(۲) وَ کَاَیِّنْ (سورۂ یوسفؑ ع ۱۲)(۳) فَکَاَیِّنْ (سورۃ الحج ع ۶)(۴) وَ کَـاَیِّنْ (سورۃ الحج ع ۶)(۵) وَ کَـاَیِّنْ (سورۃ العنکبوت ع ۶)(۶) وَ کَـاَیِّنْ (سورۃ محمد ﷺ ع ۲)(۷) وَ کَاَیِّنْ (سورۃ الطلاق ع ۲)

قراءات

علامہ شاطبیؒ حرز الامانی میں فرماتے ہیں:

وَمَـعْ مَـدِّ کَـائِـنْ کَسْـرُ هَـمْـزَتِـهٖ دَلَا

لفظ کَـاَیِّنْ کو جہاں بھی ہوا امام ابن کثیر مکی نے کَـآئِنْ بروزن کَـاهِنْ پڑھا ہے اور باقی کَـاَیِّنْ بروزن کَـصَیِّبٍ پڑھتے ہیں۔ نیز دُرَّہ کی رو سے امام ابوجعفرؒ مدنی بھی امام ابن کثیرؒ مکی کی طرح ہی پڑھتے ہیں۔

حکمت رسم

پہلے تین کلمات میں نون کو بصورت تنوین اس لیے لکھا گیا ہے کہ اکثر اہل عرب وقف میں اس نون کو بابدال الف مثل تنوین نصبی پڑھتے ہیں گویا اس رسم سے رعایت مقصود ہے۔ اور کَاَیِّنْ میں شمول قرآءت مقصود ہے۔

علامہ شاطبیؒ قصیدہ رائیہ میں اس طرح فرماتے ہیں:

لَـنَسْـفَـعًـا لَيَـكُـوْنًـا مَّعْ اِذًا اَلِفٌ

وَالـنُّـوْنُ فِـيْ وَكَـاَيِّنْ كُـلِّهَـا زَهَـرَا

ترجمہ: باتفاق مصاحف لَـنَسْـفَـعًـا العلق اور لَيَـكُـوْنًـا یوسف اور ساتھ ہی اِذًا میں الف مرسوم ہے۔ اور لفظ وَكَاَيِّنْ میں تمام جگہ بجائے تنوین نون ساکنہ روشن ہوا ہے۔

فائدہ

تین کلمے ہیں۔ کہ ان میں نون ساکنہ کو نون تنوین کی صورت میں بصورت الف لکھا گیا ہے۔ ان کلمات کو حضرت مصنفؒ اسی فصل کے آخری فائدہ میں بیان کر رہے ہیں۔ ہم ان کلمات پر بحث اسی موقع پر کریں گے۔

وقف علی مرسوم الخط کے معنیٰ

مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کا دو باتوں میں اتباع ضروری ہے۔

(۱) کتابت قرآن (۲) وقف علی مرسوم الخط

رسم خط یا کتابت قرآن سے متعلق ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے فی الحال یہاں ہم وقف علی مرسوم الخط کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

اس مسئلہ پر تمام قراء متفق ہیں کہ کلمہ کو وقف میں اسی طرح پڑھا جائے گا جس طرح اس کا رسم الخط ہوگا۔ البتہ رسم الخط کی مطابقت عام ہے خواہ حقیقی طور پر ہو یا تقدیری طور پر۔ بعض قرآءتوں میں جو بظاہر رسم الخط کے خلاف وقف کا کسی کلمہ میں جواز ملتا ہے وہ مطابقت تقدیری ہوتی ہے جیسا کہ قرآءت کی کتابوں میں ان کلمات کی تفصیل مذکور ہے۔

کتابت ایک فن ہے۔جس کے اصول وقواعد مرتب ہیں مصاحف عثمانیہ کا رسم الخط اکثر حالات میں تو ان قوانین کے موافق ہی ہے مگر کچھ الفاظ ان قوانین کتابت کے خلاف مرسوم ہیں ان میں مقطوع وموصول کلمات - تاء تانیث والے کلمات وغیرہ شامل ہیں مگر اتباع بہر حال ان کے رسم کا بھی لازم ہے چنانچہ تمام قراء وائمہ سے یہی مروی ہے۔مقتدمین سے ابومزاحم خاقانی ؒ فرماتے ہیں ؎

وَقِفْ عِنْدَ اِتْمَامِ الْكَلَامِ مُوَافِقًا

لِمُصْحَفِنَا الْمَتْلُوِّ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

ترجمہ: ''کلام جہاں پورا ہو۔مصحف کے رسم الخط کے مطابق وقف کرو یہ وہ مصحف ہے جو بحر وبر میں ہر جگہ پڑھا جارہا ہے۔''
(الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص۲۶۶ مؤلفہ شیخنا واستاذنا القاری المقری اظہار احمد التھانوی ؒ)

فوائد مکیہ :(فائدہ) آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہوگا اور جو مرسوم ہوگا وہ وقف میں بھی ثابت ہوگا - ثابت فی الرسم کی مثال وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ - تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ - وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ -

شرح : جیسا کہ ہم اس سے قبل بھی ذکر کر آئے ہیں کہ وقف تابع رسم الخط کے ہوتا ہے اس لیے جو لفظ جس طرح لکھا ہوگا اسی طرح اس پر وقف کیا جائے گا چاہے وہ وصلاً پڑھا جارہا ہو یا نہ پڑھا جائے - جیسے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ میں وصلاً واؤ نہیں پڑھی جاتی ہے یا تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ میں الف وصلاً نہیں پڑھا جاتا ہے یا وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ میں یاء وصلاً نہیں پڑھی جارہی ہے مگر واؤ - الف اور یاء چونکہ مرسوم ہیں لہٰذا حالت وقف میں ان کو باقی رکھا جائے گا یعنی وقف ایسے ہوگا وَاَقِيْمُوْا - تَحْتِهَا اور وَلَا تَسْقِيْ -

فوائد مکیہ :اور محذوف فی الرسم کی مثال فَارْهَبُوْنِ - وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ سورۃ النساء میں - نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ سورۃ یونس میں - مَتَابِ - عِقَابِ سورۃ الرعد میں -

شرح : یہ کلمات ایسے ہیں کہ ان میں یاء محذوف ہے یہ کلمات دراصل اس طرح ہیں -

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	حالت وقف	سورت
۱	فَارْهَبُوْنِي	ی	فَارْهَبُوْنِ	فَارْهَبُوْنْ	البقرہ
۲	يُؤْتِي	ی	يُؤْتِ	يُؤْتْ	النساء
۳	نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ	ی	نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ	نُنْجْ	یونس
۴	مَتَابِي	ی	مَتَابِ	مَتَابْ	الرعد
۵	عِقَابِي	ی	عِقَابِ	عِقَابْ	الرعد

درج بالا نقشہ میں جو کلمات ذکر کیے گئے ہیں ان میں یاء محذوف ہے اب اصل کا اعتبار کرتے ہوئے ان پر وقف نہیں ہوگا بلکہ رسم کے مطابق وقف ہوگا۔

بعض قرآءات میں یاء پڑھی جاتی ہے لہٰذا ان کے نزدیک وقف یاء پر ہوگا چونکہ روایت حفص میں یاء نہیں پڑھی جاتی اس لیے حذف یاء سے ہی وقف ہوگا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔

فوائد مکیہ : مگر سورۃ نمل میں جو فَمَآ اٰتٰنِ ۦ اللّٰهُ ہے اس کی یاء باوجودیکہ غیر مرسوم ہے وقف میں جائز ہے اثبات اور حذف اس واسطے کہ وصل میں حفص اس کو مفتوح پڑھتے ہیں۔

شرح : فَمَآ اٰتٰنِ ۦ اللّٰهُ میں رسم عثمانی میں یاء مرسوم نہیں ہے مگر حضرت حفص چونکہ وصل میں اس یاء کو مفتوح پڑھتے ہیں اس لیے اس کو وقف میں ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور چونکہ رسم عثمانی کی وجہ سے کلمہ میں یاء مرسوم نہیں لہٰذا وقفاً یاء کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے اتباعاً للرسم۔ لہٰذا وقفاً یہاں دونوں وجہیں صحیح ہیں حذف یاء سے اور اثبات یاء سے۔

رسم عثمانی	حفص کے مطابق	وقف باعتبار حذف یاء	وقف باعتبار اثبات یاء
فَمَآ اٰتٰنِ اللّٰهُ	فَمَآ اٰتٰنِ ۦ اللّٰهُ	فَمَآ اٰتٰنْ	فَمَآ اٰتٰنِيْ

نوٹ: فَمَآ اٰتٰنِ ۦ اللّٰهُ میں دو قراءات ہیں۔ بعض یاء پڑھتے ہیں۔ بعض یاء نہیں پڑھتے۔ اس لیے یاء رسم میں نہیں لکھی۔ اگر یاء کو رسم میں لکھا جاتا تو جو حضرات یاء نہیں پڑھتے ان کی قرآءت رسم پر منطبق نہ ہوتی۔ جو حضرات یاء پڑھتے ہیں ان کی قراءت کو شامل کرنے کے لیے الگ سے ایک چھوٹی سی یاء اوپر کر کے لکھی جاتی ہے۔

فوائد مکیہ : وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ سورۃ اسراء میں۔ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ سورۃ شوریٰ میں۔ يَدْعُ الدَّاعِ سورۃ القمر میں۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ سورۃ العلق میں۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں وہ کلمات ذکر فرما رہے ہیں جن میں واؤ محذوف ہے یعنی رسم میں لکھی ہوئی نہیں ہے لہٰذا وقف رسم کے مطابق ہی ہوگا۔

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	حالت وقف	سورت
۱	وَيَدْعُوْا	واؤ	وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ	وَيَدْعْ	الاسراء
۲	وَيَمْحُوْا	واؤ	وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ	وَيَمْحْ	الشوریٰ
۳	يَدْعُوْا	واؤ	يَدْعُ الدَّاعِ	يَدْعْ	القمر
۴	سَنَدْعُوْا	واؤ	سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ	سَنَدْعْ	العلق

یاد رہے کہ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (التحریم) میں واؤ کا حذف نہیں ہے ایسے ہی اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ ۔ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ اور وَمَنْ يَّهْدِ الْعُمْيَ وغیرہ میں الف اور واؤ کا حذف اجتماع ساکنین کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ حالت جزمی کی وجہ سے ہے اور یہ کلمات اس باب سے تعلق نہیں رکھتے ہیں لہٰذا ان میں رسم کے مطابق الف واؤ اور یاء کے حذف سے ہی وصلاً وقفاً پڑھنا چاہیے۔

فوائد مکیہ : اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ سورہ نور میں۔ اَيُّهَ السَّاحِرُ سورہ زخرف میں۔ اَيُّهَ الثَّقَلَانِ سورہ رحمٰن میں۔

شرح : یہ وہ کلمات ہیں جن میں رسماً الف محذوف ہے اور وقف چونکہ تابع رسم الخط کے ہوتا ہے لہٰذا ان پر وقف میں بھی رسم کی اتباع کی جائے گی۔

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	حالت وقف	سورت
۱	اَیُّھَا	الف	اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ	اَیُّهْ	النور
۲	اَیُّھَا	الف	اَیُّهَ السَّاحِرُ	اَیُّهْ	الزخرف
۳	اَیُّھَا	الف	اَیُّهَ الثَّقَلَانِ	اَیُّهْ	الرحمٰن

یاد رہے کہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کا رسماً حذف صرف اسی کلمہ میں ہے۔

علامہ شاطبیؒ عقلیۃ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَاَیُّـــهَ الْـــمُـــؤْمِـــنُـــوْنَ اَیُّـــهَ الثَّـقَـلَانِ

اَیُّهَ السَّـاحِـرُ اخْـصُـصْ كَالنَّدٰى سَحَرَا

ترجمہ: حذف الف کے ساتھ خاص سمجھو اَیُّـهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (النور ع۴) اور اَیُّهَ الثَّقَلَانِ (الرحمٰن ع۲) اور اَیُّهَ السَّاحِرُ (الزخرف ع۵) کو جس طرح صبح کے وقت کے ساتھ شبنم خاص ہوتی ہے۔

اَیُّھَا مذکورہ تین جگہ بالاتفاق بحذف الف مرسوم ہے اور ان کے علاوہ باقی سب جگہ یہ لفظ بالالف ہے جیسے یٰـاَیُّھَا النَّاسُ ـ یٰاَیُّھَا الْعَزِیْزُ ـ

امام شاطبیؒ حرز الامانی میں فرماتے ہیں:

وَیَـا اَیُّھَـا فَـوْقَ الـدُّخَـانِ وَ اَیُّھَـا

لَـدَى الـنُّـوْرِ وَ الـرَّحْـمٰـنِ رَافَقْنَ حُمَّلَا

وَ فِـی الْهَـا عَـلَـى الْاِتْبَاعِ ضَمَّ ابْنُ عَامِرٍ

لَـدَى الْـوَصْـلِ وَ الْـمَرْسُوْمُ فِیْهِنَّ اَخْیَلَا

محذوف الالف اَیُّهَ کی قراءات درج ذیل ہیں:

اَیُّـهَ الْـمُؤْمِنُوْنَ (النور) ھاء کے ضمہ سے وصلاً ابن عامر اور ھاء کے اسکان کے ساتھ وقفاً امام شامیؒ۔ امام ابوعمرو

بصریؒ۔ امام کسائیؒ اور امام یعقوبؒ ھاء کے بعد الف پر وقف کرتے ہیں۔ باقین ھاء پر وقف کرتے ہیں۔ وصلاً تمام قراء حذف الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ (سورۃ الرحمٰن) ھاء کے ضمہ سے وصلاً ابن عامر پڑھتے ہیں باقین ھاء کے فتحہ کے ساتھ وصلاً پڑھتے ہیں امام ابوعمرو بصریؒ۔ امام کسائیؒ اور امام یعقوبؒ وقف بالالف کرتے ہیں اور باقین ھاء کے اسکان کے ساتھ وقفاً پڑھتے ہیں۔

اَیُّهَ السَّاحِرُ (الزخرف) ابن عامر شامی وصلاً یاء کے ضمہ کی اتباع کرتے ہوئے نیز ھاء کا بھی ضمہ ہی پڑھتے ہیں۔ باقین ھاء پر فتحہ پڑھتے ہیں۔ امام ابوعمرو بصریؒ۔ امام کسائیؒ اور امام یعقوبؒ الف وقفاً پڑھتے ہیں۔ باقین حذف الالف اور ھاء کے اسکان کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حذف شمول قراءت کے لیے ہے۔

فوائد مکیہ: البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا اس کی مثال یُحْیِ۔ وَیَسْتَحْیِ۔ وَاِنْ تَلْوٗا۔ وَلِیَسْتَوٗا۔ جَآءَ۔ مَآءً۔ سَوَآءً۔ تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ تماثل فی الرسم میں وقف کا طریقہ بتا رہے ہیں تماثل کا معنی ہے ہمشکل۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مثلین اور متجانسین جمع ہوں ان میں تخفیف حاصل کرنے کے لئے اہل ادا ان کا ادغام کر کے ایک حرف مشدد پڑھتے ہیں اسی طرح علمائے رسم جس کلمہ میں دو یا تین حروف مماثل جمع ہوں تو ان میں تخفیف حاصل کرنے کے لئے دو حروف مماثل کی جگہ ایک اور بعض اوقات تین کی بجائے بھی ایک حرف ہی لکھ دیتے ہیں یا اس بات کو اس طرح سمجھو کہ اگر دو حرف مثلین جمع ہوں تو دوسرے کو حذف کر دیتے ہیں اور اگر تین حرف مثلین جمع ہوں تو دو کو رسم میں حذف کر دیتے ہیں اور ایک کو لکھ دیتے ہیں۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کلمہ کے آخر سے کوئی حرف علت تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف ہوا ہے تو وہاں وقف تابع رسم الخط کے نہ ہوگا بلکہ باوجود اس کے کہ جو حرف رسماً حذف ہیں ان کو وقف میں ثابت رکھا جائے گا اس کی مثال حضرت مصنفؒ نے درج ذیل کلمات کی صورت میں بیان فرمائی ہم ان کو جدول کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔

نمبر شمار	اصل	محذوف حرف	رسم	وقف
۱	یُحْیِیْ	ی	یُحْیٖ	یُحْیٖ
۲	یَسْتَحْیِیْ	ی	یَسْتَحْیٖ	یَسْتَحْیٖ
۳	تَلْوُوْا	و	تَلْوٗا	تَلْوٗا
۴	وَلِتَسْتَوُوْا	و	وَ لِتَسْتَوٗا	وَلِتَسْتَوٗا
۵	جَیَاَ	(ء) ہمزہ کی شکل	جَآءَ	جَآءْ
۶	مَا اً ا	ہمزہ کی شکل اور تنوین کے بعد الف	مَآءً	مَآءَ ا
۷	سَوَا ا ا	ہمزہ کی شکل اور تنوین کے بعد الف	سَوَآءً	سَوَآءَ ا
۸	تَرَا ای	ہمزہ کی شکل اور تنوین کے بعد الف	تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ	تَرَآءَ ا

جو واؤ تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہوگا اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کسی کلمہ میں دو واؤ اصلیہ بنائیہ ہوں جیسے دَاوٗدَ۔

(۲) دوسری یہ کہ ایک واؤ اصلیہ ہو اور دوسری بصورت ہمزہ جیسے تُؤْیِہٖ اور مَسْئُوْلًا وغیرہ۔

(۳) تیسری یہ کہ ایک واؤ اصلیہ ہو اور دوسرا واؤ زائدہ جمع کا ہو جیسے وَاِنْ تَلْوٗا اور وَلَا تَلْوٗنَ۔ وَلَا تَسْتَوٗنَ وَالْغَاوٗنَ وغیرہ ان سب میں ایک واؤ مرسوم ہے۔

گزشتہ کلمات میں ایک کلمہ جَآءَ بھی بیان ہوا۔ اس کی دو حالتیں ہیں ایک رسمی اور ایک اصلی۔ رسمی حالت میں اس کا ہمزہ متحرک متطرف بعد ساکن کے ہے اور اس رسمی صورت میں قواعد کے لحاظ سے ہمزہ محذوف الشکل ہوتا ہے اور اصل کی رو سے اس میں ہمزہ متحرکہ بعد حرکت کے ہے اس لیے کہ جَآءَ اصل میں جَیَاَ تھا۔ پس ہمزہ یاء متحرکہ کے بعد تھا اور ہمزہ کی رسم قواعد کے مطابق ہمزہ مفتوحہ جو فتحہ کے بعد ہو بصورت الف لکھا جاتا ہے اب یہاں ایک الف تو یاء کے بدلے میں ہونا چاہیے تھا اور دوسرا الف ہمزہ کی صورت میں ہے مگر علمائے رسم نے صرف ایک ہی الف لکھا ہے اور دوسرے الف کو تماثل کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ یہ کلمہ اپنی اصلی حالت کی وجہ سے ان مثالوں میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ رسمی حالت کو ان مثالوں میں دخل

نہیں۔''ء''عین کا سرا یہ ہمزہ محذوف کی علامت ہے اس لیے یہاں وقف جَــآءْ ہمزہ کے سکون کے ساتھ ہوگا۔ نہ کہ اس طرح کہ جس طرح امام حمزہ کرتے ہیں جَا حذف ہمزہ سے۔

مَآءً اور سَوَآءً میں اصل کے اعتبار سے تین تین الف ہیں ایک الف بنائی ہے جو پہلا ہے مَآءً میں میم کے بعد اور سَوَآءً میں واؤ کے بعد ہے اور ایک ہمزہ متحرکہ متوسطہ کی صورت میں ہے اور ایک نصبی تنوین کی صورت میں مگر علمائے رسم نے ان تینوں میں سے صرف ایک لکھا ہے اور باقی دو کو تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔

یہ توجیہ صرف منصوب منون میں کی گئی ہے۔ اس کی باقی صورتوں میں حذف تماثل فی الرسم کی وجہ سے نہیں بلکہ وضعاً یعنی ہمزہ کی رسم کے عام قواعد کے موافق ہے۔

لفظ تَرَآءَ میں تین الف ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک بنائی ہے جو راء کے بعد ہے ایک ہمزہ کی شکل ہے اور ایک یاء کے بدلے میں ہونا چاہیے اس لیے کہ تَرَآءَ اصل میں تَرَآءَیَ بروزن تفاعل ہے یہاں بھی علمائے رسم نے ایک الف لکھا باقی دو الفوں کو تماثل فی الرسم کی وجہ سے حذف کر دیا۔ لیکن اس حذف کا اثر وقف پر نہیں پڑے گا۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقف میں تماثل فی الرسم محذوف حروف ثابت رکھ کر پڑھے جاتے ہیں۔

فوائد مکیہ :(فائدہ) لَاتَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ اصل میں لَا تَاْمَنُنَا دونون ہیں اور پہلا نون مضموم ہے دوسرا مفتوح اور لا نافیہ ہے اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں۔ بلکہ ادغام کے ساتھ اشمام ضرور کرنا چاہیے اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لَا تَاْمَنَّا اصل میں لَا تَاْمَنُنَا ہے یہ لائے نفی ہے لائے نہی نہیں ہے۔ لائے نفی اس کو کہتے ہیں جب مضارع پر حرف نفی لا زیادہ کیا جاتا ہے تو مثبت سے منفی ہو جاتا ہے مگر لفظوں میں اس سے کچھ تغیر نہیں ہوتا جیسے لَا یَکْتُبُ وہ نہیں لکھتا ہے یا نہیں لکھے گا اور لائے نہی اس فعل کو کہتے ہیں جس میں کسی کام کے کرنے سے روکا جائے لائے نہی مضارع کو جزم دیتا ہے معنی نہیں کے ہوتے ہیں۔ جیسے لَا تَکْتُبْ تو نہ لکھ۔

جس میں پہلا نون لام کلمے کا ہے اور دوسرا نون جمع متکلم کی ضمیر کا ہے۔ لَا تَاْمَنُنَا بروزن تَفْعَلُنَا ہے اس میں خالص اظہار اور خالص ادغام جائز نہیں۔ اگر اظہار کرنا ہے تو روم کے ساتھ اور ادغام کرنا ہے تو اشمام کے ساتھ۔

اظہار مع الروم کی ادائیگی کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے نون کی حرکت ضمہ کا تہائی حصہ پڑھنا جس طرح وقف بالروم میں کیا

جاتا ہے اور ادغام مع الاشمام کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ نون کی تشدید اور غنہ کے ادا کرتے وقت ہونٹوں کو اس طرح گول کر لیا جائے جس طرح ضمہ ادا کیا جاتا ہے۔

اظہار کی حالت میں روم اس لیے ضروری ہے تا کہ ثقل کو دور کیا جائے اور ادغام کے ساتھ اشمام اس لیے ضروری ہے تا کہ کلمہ کی اصل کی طرف اشارہ ہو جائے۔

لَا تَاْمَنَّا اصل میں لَا تَـاْمَنُنَا ہے پہلا نون مضموم ہے یہاں دو نون مثلین جمع ہوئے مگر ایک نون ہی مرسوم ہے اس لیے سب قراء اس میں ادغام کرتے ہیں اکثر قراء نے ادغام کے ساتھ اشمام کو ضروری قرار دیا ہے تا کہ پتہ چل سکے کہ اس میں مدغم نون ساکن نہیں مضموم ہے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وَ تَـاْمَنُـنَـا لِلْكُلِّ يُخْفٰى مُفَصَّلًا

وَ اَدْغَمَ مَعْ اِشْمَامِهٖ الْبَعْضُ عَنْهُمُ

(ترجمہ) اور لفظ تَـاْمَنَّا میں تمام قراء کے لیے پہلے نون کو دوسرے نون سے مفصل یعنی جدا پڑھتے ہوئے پہلے میں روم کیا گیا ہے اور تمام قراء بعض مشائخ نے اشمام کے ساتھ ادغام بھی کیا ہے۔

امام ابو جعفرؒ کے نزدیک ادغام بلا اشمام ہے۔

جیسا کہ علامہ جزریؒ دُرّہ میں فرماتے ہیں:

وَ اَدْ مَحَضَ تَـاْمَنَّـا - - - - -

ترجمہ: اور ابو جعفر کے لیے تَاْمَنَّا میں خالص ادغام کر۔ یعنی بغیر اشمام کے۔

اب یہاں شرط ادغام موجود نہیں اس لیے اظہار بھی جائز رکھا گیا ہے۔ اظہار کی حالت میں روم کو ضروری قرار دیا گیا تا کہ اگر ادغام کامل نہیں تو اقرب الی الادغام تو ہو جائے اور اجتماع مثلین کی وجہ سے جو ثقل پیدا ہو رہا ہے وہ کسی حد تک دور ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ادغام کی وجہ سے نون ساکن ہو جانے سے بظاہر لائے نہی کا اشباہ ہونے لگتا ہے لہٰذا اس اشباہ کو دور کرنے کے لئے اور لائے نفی پر تنبیہ کرنے کے لئے اس کلمہ میں اظہار اور ادغام دونوں جائز ہیں۔ اس ادغام اور اظہار کا تعلق سماع سے ہے جس کیلئے کسی ماہر استاذ سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت قاری محبّ الدین احمد لَا تَاْمَنَّا کے بارے میں فرماتے ہیں:

ادغام مع الاشمام اور اظہار مع الروم لفظ تَـاْمَنَّا کے علاوہ بروایت حفصؒ کہیں جائز نہیں کیونکہ وصل خود ہی اظہار حرکت کو

مستلزم ہے اس وجہ سے بحالت وصل روم' اشمام کی حاجت نہیں۔ چونکہ روم کی غرض اظہار حرکت ہے اور روم کو اظہار حرکت مستلزم ہونا سب سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے روم کے ساتھ سنانے کا لفظ نہیں بڑھایا گیا اور اشمام کی غرض اظہار حرکت ہونا بہت لوگ نہیں سمجھتے اس وجہ سے اشمام کے ساتھ سنانے کا لفظ بڑھادیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد بھی اظہار حرکت ہی ہے چاہے کوئی سننے والا ہو یا نہ ہو **لَا تَـاْمَنَّا** کے نون میں تشدید محض نہیں بلکہ مدغم کی تشدید ہے لہٰذا اس التباس کے دور کرنے کی غرض سے اس میں اشمام بھی ثابت ہے تا کہ ادغام محض کرنے سے تشدید محض کا وہم نہ لازم آئے اور روم اس وجہ سے ہے کہ اظہار محض کرنے سے مثلین کے ساتھ ضمہ کا ثقل زیادہ نہ معلوم ہو کیونکہ مثلین کا اظہار خود ہی موجب ثقالت ہے اس کے ساتھ ہی کامل ضمہ کا ادا کرنا اور بھی ثقل کا باعث ہوگا انہی وجہوں سے قراء سبعہ متواترہ میں سے کسی قاری سے ادغام محض اور اظہار محض جائز نہیں بلکہ ادغام کے ساتھ اشمام یا اظہار کے ساتھ روم ضروری ہے ورنہ قراءات متواترہ کے خلاف ہوگا۔ باقی اس کلمہ کے علاوہ پہلا حرف مضموم مدغم نہیں آیا اس وجہ سے اور جگہ رفع التباس کے خیال سے ادغام مع الاشمام ثابت نہیں۔

لَا تَـاْمَنَّا میں اصطلاحاً نہ ادغام کبیر ہے نہ ادغام صغیر ہے کیونکہ مدغم اور مدغم فیہ دونوں مرسوم نہیں اور نہ پہلا حرف ساکن ہے اسی وجہ سے اس میں خالص اظہار بھی نہیں بلکہ جو اظہار ثابت ہے وہ روم کی وجہ سے ہے کیونکہ روم بھی از قسم اشارۂ حرکت ہے جو اظہار حروف کو مستلزم ہے البتہ روم مع الاظہار کو مجازاً ادغام کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ حقیقتاً ادغام بالحرکۃ ہے۔ اسی طرح حرف مرسوم مفرد مدغم کو بھی مجازاً ادغام کہہ سکتے ہیں جیسے **عَـمَّ**۔ **لَا تَـاْمَنَّا** کیونکہ صرفیوں کے نزدیک ان میں ادغام ہے اگرچہ قراء کے نزدیک یہ مرسوم مفرد مشدد ہیں۔

فوائد مکیہ :(فائدہ) حرف مبداء اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیے کہ کامل طور سے ادا ہو خاص کر جب ہمزہ یا عین موقوف کسی حرف ساکن کے بعد ہو مثل **شَـيْءٌ**۔ **سُوْٓءٍ**۔ **جُوْعٍ**۔ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل نہیں ادا ہوتا یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

شرح : حروف مبداء کا مطلب یہ ہے کہ جس کلمہ سے ابتداء کی جائے اس کا پہلا حرف۔ اور موقوف سے مراد یہ ہے کہ اس کلمہ کا آخری حرف جس پر وقف کیا جائے۔ ان دونوں کی طرف توجہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے مبذول کرائی ہے کہ ان کے ادا کرتے وقت خیال نہ کرنے کی وجہ سے یا تو یہ حرف بالکل ہی حذف ہو جاتے ہیں یا ناقص ادا ہوتے ہیں۔

یہ غلطی اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ جب قرآءت شروع کی جاتی ہے تو جلدی سے شروع کرنے کی وجہ سے پہلے حرف

نکلتے ہی نہیں اور آگے کے حرف یا کلمات شروع کر دیتے ہیں اور ایسے ہی جب وقف کرتے ہیں تو کلمہ میں یا جلدی کی وجہ سے یا سانس کی تنگی کی وجہ سے آخری حرف اچھی طرح واضح اور ظاہر نہیں کر پاتے۔

حضرت مصنفؒ نے ہمزہ اور عین کی طرف اس لیے توجہ دلائی ہے کہ ان کا مخرج باقی مخارج سے پہلے ہے اور حرف ساکن کے بعد ان کو حلق سے ادا کرنا دشوار ہے۔ اس لیے ان حروف میں اور زیادہ اندیشہ ہے کہ حذف ہو جائیں گے یا ناقص ادا ہوں گے۔

فوائد مکیہ: (فائدہ) نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے ایک وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ سورہ یوسف میں دوسرا لَنَسْفَعًا سورہ اقراء میں یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔

شرح: جس طرح پہلے گزر چکا ہے کہ كَأَيِّنْ کی تنوین رسم عثمانی کیخلاف مرسوم ہے۔ اس طرح لَيَكُونًا۔ لَنَسْفَعًا کا نون ساکن بھی عام قاعدہ کے خلاف نصبی تنوین کی طرح الف کی صورت میں لکھا ہے۔ جس طرح كَأَيِّنْ میں اصل کا لحاظ کرتے ہوئے تنوین کو حذف نہیں کرتے ہیں بلکہ رسم کا لحاظ کرتے ہوئے نون پر وقف کرتے ہیں۔ یہاں بھی اصل کے اعتبار سے نون کے ساتھ وقف نہیں کرتے بلکہ رسم کا اعتبار کرتے ہوئے الف کے ساتھ وقف کرتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نون خفیفہ ہی ہیں تنوین نہیں جواب یہ ہے کہ یہ نون خفیفہ ہی ہیں اس لیے کہ تنوین حرف اسم پر آتا ہے اور یہ دونوں فعل ہیں۔ لَيَضْرِبَنْ اور لَيَنْصُرَنْ کی طرح کہ ان میں بھی نون خفیفہ ہے۔

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) نون ثقیلہ جو مشدد ہوتا ہے۔ (۲) نون خفیفہ جو ساکن ہوتا ہے۔ نون ثقیلہ اور نون خفیفہ دونوں مضارع کے معنی میں تاکید پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور لفظوں میں بھی کچھ تبدیلی واقع ہوتی ہے صرف کی کتب میں تفصیل موجود ہے۔ نون ثقیلہ مفتوحہ جیسے لَيَفْعَلَنَّ وہ ضرور کرے گا اور نون خفیفہ ساکنہ جیسے لَيَفْعَلَنْ وہ ضرور کرے گا۔

مزید سمجھنے کے لئے دوبارہ ملاحظہ کریں دوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان والی کہ اس میں نون تنوین اور نون ساکن کے مابین چار بنیادی فرق بیان کئے گئے ہیں۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمہ اپنے قصیدہ عقیلۃ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

لَـنَسْـفَـعًـا لَيَـكُـوْنًـا مَّعْ اِذًا اَلِفٌ

وَالـنُّـوْنُ فِـيْ وَكَـاَيِّنْ كُـلُّهَـا زَهَـرَا

ترجمہ: "باتفاق مصاحف لَنَسْـفَعًا (العلق) اور لَيَـكُوْنًا (یوسف) اور ساتھ ہی اِذًا میں الف مرسوم ہے اور لفظ كَاَيِّنْ میں تمام جگہ بجائے تنوین کے نون ساکن روشن ہوا ہے۔

یعنی تین کلمے ہیں کہ ان میں نون ساکنہ کو نون تنوین کی صورت میں بصورت الف لکھا گیا ہے۔

(۱) لَنَسْـفَعًا (۲) لَيَـكُوْنًا جو کہ مضارع جمع متکلم مع نون تاکید خفیفہ ہے۔ (۳) اِذَنْ ظرفیہ جیسے فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ۔ وَ اِذًا لَّاَ ذَقْنٰكَ۔ وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ وغیرہ۔

☆☆☆

فوائد مکیہ :

خاتمہ

پہلی فصل

جاننا چاہیے کہ قاری مقری کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے۔

نوٹ: خاتمہ سے مراد وہ عبارت ہے جو کتاب کے آخر میں تحریر کی جائے۔ خاتمہ میں دو فصلیں ہیں جن کے حضرت مصنفؒ نے نام نہیں رکھے ہیں۔

پہلی فصل میں حضرت مصنفؒ نے ان چار علوم کا ذکر فرمایا ہے جو قاری مقری کے لیے جاننا ضروری ہے۔ جبکہ دوسری فصل میں حضرت مصنفؒ لحون عربیہ اور موسیقی کے فرق سے متعلق ایک بڑی لطیف اور علمی بحث لائے ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں ایک ماہر قاری مجود کے لئے چار علوم کا جاننا ضروری قرار دے رہے ہیں۔

(۱) علم تجوید (۲) علم اوقاف (۳) علم رسم عثمانی (۴) علم قرآءت

علامہ جزریؒ نے چار علوم کی بجائے تین ذکر کئے ہیں وہ فرماتے ہیں:

مُحَرِّرِی التَّجْوِیْدِ وَ الْمَوَاقِفِ

وَمَا الَّذِیْ رُسِمَ فِی الْمَصَاحِفِ

ترجمہ: ''اس حال میں کہ تجوید کے ماہر ہوں اور وقف کے موقعوں کے اور اس رسم کے جو لکھا گیا ہے مصاحف عثمانیہ میں۔

علامہ جزریؒ نے چوتھا علم۔ علم قرآءت ذکر نہیں فرمایا اور یہ شہرت کی بناء پر ہوا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علم قرآءت پڑھنا اور اس کے بارے جاننا صاحب علم کا کام ہے ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے جبکہ تجوید اور وقوف کی معرفت کے متعلق جاننا ہر قرآن پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے جس کی وجہ سے علم قرآءت کو علامہ جزریؒ نے ذکر نہیں فرمایا۔

قاری: قَرَأَ یَقْرَأُ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی مطلق پڑھنے والا۔

اور مقری باب افعال اَقْرَأَ۔ یُقْرِئُ۔ اِقْرَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے پڑھانے والا۔

لفظ قاری عام ہے ہر پڑھنے والے کو خواہ وہ اخبار پڑھے یا کتاب پڑھے یا قرآن پڑھے اسے قاری کہتے ہیں۔ مقری خاص ہے پڑھانے والے استاد کو مقری کہا جاتا ہے ہمارے ہاں جو قرآن کریم کی تعلیم دے۔ حفظ ناظرہ یا قاعدہ پڑھائے اسے قاری کہا جاتا ہے اور جو تجوید و قرآءت پڑھائے اسے مقری کہا جاتا ہے۔ عربوں کے ہاں جو قرآن کریم حفظ کروائے یا

ناظرہ پڑھائے یا تجوید وقرآءت پڑھائے اسے فضیلۃ المقری کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

متقدمین میں قرآن اور تجوید وقرآءت کی تعلیم دینے کو مقری کہا جاتا ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ نے المقدمہ الجزریہ کے اندر بیان کیا ہے:

وَ مُقْرِئِ الْقُرْاٰنِ مَعْ مُحِبِّهٖ

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ علم تجوید وقراءات کے ماہر کو مقری اور جو سطحی علم رکھتا ہو اسے قاری کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

فوائد مکیه: ایک تو علم تجوید یعنی حروف کے مخارج اور اس کی صفات کا جاننا۔

شرح: جن علوم کا قاری مقری کے لئے جاننا ضروری ہے ان میں سے پہلا علم تجوید ہے یعنی حروف کے مخارج اور صفات کا جاننا اور ان کے مطابق حروف کو ادا کرنا۔ اگر حروف کے مخارج اور صفات کے جاننے کے باوجود قرآن غلط پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

اور جو مخارج اور صفات کو نہیں جانتا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانے۔ کیونکہ قرآن شریف کا صحیح پڑھنا ہر مسلمان مرد عورت، بچے بوڑھے پر واجب ہے اس کی صحت مخارج وصفات سے حاصل ہوگی۔

جیسا کہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ

مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرَانَ اٰثِمٌ

ترجمہ: ”اور حاصل کرنا تجوید کا واجب ہے ضروری ہے۔ جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے گا وہ گناہ گار ہے۔

اور اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے وہ فرماتے ہیں:

رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَ الْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ

ترجمہ: بہت سے قرآن شریف پڑھنے والے ایسا پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف ان پر غلط پڑھنے کی وجہ سے لعنت کرتا ہے۔

فوائد مکیه: دوسرا علم اوقاف ہے یعنی اس بات کو جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہیے اور کس طرح نہ کرنا چاہیے اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں اور اوقاف جو قبیل اداء سے ہیں وہ بھی بیان کر دیئے گئے ہیں اور جو قبیل معانی سے ہیں مختصر طور سے ان کے رموز کا

بھی جو دال علی المعانی ہیں بیان کر دیا اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی اور مقصود اختصار ہے۔

شرح : یہاں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ دوسرے علم جو قاری مقری کے لیے جاننا ضروری ہیں یعنی علم وقف اس کا تعارف کروا رہے ہیں۔

تجوید الحروف کی طرح معرفت الوقوف بھی ترتیل کا ایک اہم جزو ہے اس کے بغیر ترتیل مکمل نہیں ہوتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **اَلتَّرْتِيْلُ** کے معنی ہیں **هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ** ۔ آپ کے اس فرمان سے ترتیل کی حقیقت خوب واضح ہے اور قاری مقری کے لیے یہ علم نہایت ضروری ہے۔

قواعد تجوید کی طرح وقف و ابتداء کا بھی خاص خیال رکھے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ ''اور جن کا تعلق قبیل ادا سے ہے'' یعنی اسکان۔ روم اور اشمام وغیرہ ان کا بھی خاص خیال رکھے اور جن کا تعلق معنی سے ہے یعنی وقف تام۔ کافی۔ حسن اور وقف قبیح وغیرہ ان میں بھی وقف و ابتداء کا خیال رکھے چونکہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے وقف تام۔ کافی۔ حسن اور وقف قبیح کی تعریفات اور احکام بیان نہیں فرمائے تھے نیز ان کے رموز کو بیان کیا جن سے وقف کرنے کی جگہ کی نشاندہی ہو یعنی ط۔ م۔ ج وغیرہ ان کو بھی کتاب کی شرح میں بیان کر دیا گیا ہے گو حضرت مصنفؒ نے ان کو اختصار سے بیان فرمایا تھا تاکہ کتاب طویل نہ ہو جائے مگر ہم نے طلباء کی آسانی کے واسطے ان کو وقف کے باب میں مفصل بیان کر دیا ہے۔

فوائد مکیہ : اور تیسرے رسم عثمانی ہے اس کا بھی جاننا ضروری ہے یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہیے کیونکہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے اور کہیں غیر مطابق۔ اب اگر ایسے مواقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے وہاں لفظ کو مطابق رسم کے تلفظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی مثلاً **رَحْمٰنْ** بے الف کے لکھا جاتا ہے اور **بِاَيْىدٍ** سورۃ ذاریات میں دو یاء سے لکھا جاتا ہے اور **لَاْاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ** ۔ **لَاْاَوْضَعُوْا** ۔ **لَاْاَذْبَحَنَّهٗ** ۔ **لَاْاَنْتُمْ** ان چار جگہوں میں مطابقت رسم سے لفظ مہمل اور مثبت منفی ہو جاتا ہے۔

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تیسرا علم جو قاری مقری کے واسطے جاننا ضروری ہے وہ رسم عثمانی ہے یعنی قرآن کا وہ مخصوص رسم الخط جس میں قرآن لکھا گیا ہے رسم عثمانی میں کہیں کلمہ تلفظ کے مطابق لکھا ہوا ہے یعنی جس طرح پڑھا جائے گا اسی طرح لکھا گیا ہے جیسے **قَالَ** ۔ **مَالِ** وغیرہ کہ ان کا پڑھنا بھی ایسے ہی ہے جیسے لکھا گیا ہے۔ اور قرآن میں اکثر مواقع ایسے ہی ہیں کہ جن میں کلمہ تلفظ کے مطابق لکھا ہوا ہے۔

مگر قرآن حکیم میں کچھ مواقع ایسے بھی ہیں جہاں کلمہ تلفظ کے مطابق لکھا ہوا نہیں ہے اب اگر ان کو پڑھنے کے دوران اس طرح پڑھ دیا جس طرح لکھا ہوا ہے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوگی جیسے لفظ رَحْمٰنَ کی مثال ہے کہ پڑھنے میں رَحْمَانَ ہے مگر لکھائی میں رَحْمٰنَ ہے الف کے بغیر اب اگر اسے ایسے ہی بغیر الف پڑھ دیں گے تو بڑی غلطی ہوگی۔

ایسے ہی بِاَيْىدٍ میں دو یا تحریر ہیں مگر پڑھنے میں ایک ہے۔ ایسے ہی لَاْ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ لَاْ اَوْضَعُوْا۔ لَاْاَذْبَحَنَّهٗ۔ لَاْاَنْتُمْ وغیرہ ان تمام کلمات میں تلفظ رسم کے غیر مطابق کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ لام کے بعد جو الف لکھا ہوا ہے وہ پڑھا نہیں جاتا ہے یہ ایسا رسم ہے جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے اور انہوں نے یہ رسم آنحضرت ﷺ کے بتلانے سے اختیار فرمائی ہے۔

رَحْمٰنَ اور بِاَيْىدٍ میں اگر لفظ رسم کے مطابق پڑھا جائے تو لفظ مہمل ہو جائے گا لَاْ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ لَاْ اَوْضَعُوْا۔ لَاْ اَذْبَحَنَّهٗ۔ لَاْ اَنْتُمْ میں اگر لفظ رسم کے مطابق پڑھا جائے تو مثبت منفی ہو جائے گا۔

خط اور رسم الخط کا فرق

علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب ''الاتقان'' میں فرماتے ہیں کہ خط کے معنی ہیں کلمہ کو اس کے ان حروف ہجا کی رعایت سے لکھنا جو اس سے ابتدا کرنے اور وقف کرنے کی صورت میں پائے جاتے ہیں اور نحاۃ نے اس کے لیے اصول اور قواعد مقرر کیے ہیں اور رسم الخط کے معنی ہیں قرآنی کلمات کو حذف وزیادت، وصل وقطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جس پر صحابہؓ کا اجماع ہے اور جو تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ پس محققین کی رائے پر قرآن کے خط میں تو تبدیلی درست ہے۔ یعنی خط نسخ (عربی) کے بجائے خط نستعلیق (اردو) اور فارسی خط میں بھی لکھ سکتے ہیں۔ مگر اولیٰ یہی ہے کہ قرآن مجید کو عربی خط میں لکھیں۔ کیونکہ بعض علماء کے قول پر تو قرآن کو عربی کے سوا دوسرے خط میں لکھنا بالکل ناجائز ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ ''الاتقان'' میں ہی تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ کیا قرآن کو غیر عربی خط میں لکھنا درست ہے؟ مجھے اس بارے میں کسی عالم کی کوئی عبارت نہیں ملی۔ لیکن اس کی گنجائش ہے کہ اس کو جائز قرار دیا جائے کیونکہ پڑھنے والے تو اس کو خوبصورت اور درست کر کے عربی ہی میں پڑھیں گے۔ لیکن رسم الخط میں تبدیلی قطعاً ناجائز ہے۔ اور خط اور رسم الخط کے فرق کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ان مثالوں میں غور کیجیے:

اَلْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنَ۔ اَلصّٰلِحٰتُ۔ هٰٓـؤُلَآءِ۔ وغیرہ

ان کا موجودہ خط تو رسم عثمانی کے موافق ہے کیونکہ ان میں الف لکھا ہوا نہیں ہے۔ پس ان میں خط اور رسم الخط دونوں

ہیں۔اور اگر ان کو اس طرح لکھیں اَلْعَالَمِیْنَ' اَلرَّحْمَانَ- اَلصَّالِحَاتُ- ھَآ اُلَآءِ تو ان کی یہ کتابت گو تلفظ کے موافق ہے لیکن رسم عثمانی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ان سب میں الف لکھا ہوا ہے۔پس یہاں خط تو ہے لیکن رسم الخط نہیں ہے اسی طرح اگر ان کو خط نسخ (عربی) کے بجائے خط نستعلیق (اردو) میں لکھیں تب بھی دو صورتیں ہوں گی یعنی حروف میں کمی و بیشی نہ ہوگی' تو خط کے بدل جانے کے باوجود بھی رسم عثمانی کے موافق کہلائیں گے۔اور اگر حروف میں کمی و بیشی ہو جائے گی تو پھر رسم کے خلاف ہوں گے خط بدلے یا نہ بدلے۔اور اس سے یہ بھی نکل آیا کہ قرآن کا انگریزی اور ہندی خط میں لکھنا بالکل ناجائز اور حرام ہے کیونکہ ان میں بہت سے عربی حروف نہیں آتے پس وہ خط میں سے معدوم ہوں گے۔

فوائد مکیہ :اور یہ رسم توقیفی ہے اور سماعی ہے اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس وقت قرآن مجید نازل ہوتا تھا اُسی وقت لکھا جاتا-صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوا تھا-

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ جس رسم پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے یہ رسم توقیفی ہے یعنی اس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے اور سماعی سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرمانے پر اس رسم کو اختیار کیا گیا ہے-اور اسی طرح یہ رسم الخط ہم تک پہنچا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ یہاں قرآن حکیم کی تدوین وجمع کے پہلے دور کا ذکر فرمارہے ہیں کہ سب سے پہلے قرآن حکیم آنحضرت ﷺ کے دورمبارکہ میں لکھا گیا-اس جمع وتدوین کی نوعیت کو ہم ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں-

دور نبوی ﷺ جمع وتدوین کا دور اوّل

قرآن کی جمع وتدوین کا پہلا دور' دور نبوی ﷺ ہے یعنی آنحضرت ﷺ پر جب بھی وحی قرآنی نازل ہوتی تو آپؐ اسی وقت موجود کسی کاتب سے وہ وحی لکھوا دیتے اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں فلاں آیت کے درمیان لکھ لو-کاتب حسب فرمان آیت کو کسی پتھر-کھجور کے پتے-ہڈی یا چمڑے پر لکھ لیا کرتے تھے-اور یہ بھی کہ جب بھی بسم اللہ نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ سمجھ جاتے کہ نئی سورت کے نزول کی ابتداء ہوئی ہے چنانچہ اس کے مطابق ہی کاتب کو لکھنے کی ہدایت فرماتے-

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کاتبین وحی کی تعداد مؤرخین کے بیان کے مطابق تقریباً بیالیس تک جا پہنچتی ہے ان میں سے مشہور کاتبین حضرات کے نام یہ ہیں (۱) حضرت ابوبکر صدیق ؓ (۲) حضرت عمر فاروق ؓ (۳) حضرت عثمان غنی ؓ

(۴) حضرت علی المرتضیٰؓ (۵) حضرت امیر معاویہؓ (۶) حضرت زید بن ثابتؓ (۷) حضرت ابی بن کعبؓ (۸) حضرت معاذ بن جبلؓ (۹) حضرت یزید بن ابی سفیانؓ (۱۰) حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

قرآن کریم کا جو حصہ بھی لکھا جاتا اس کو ایک الگ جگہ محفوظ کر لیا جاتا اس وقت قرآن کریم کو ایک جلد میں محفوظ نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں کسی بھی وقت وحی کا نزول ہوتا رہتا تھا۔ مگر یہ ضروری ہے کہ پورا قرآن حکیم آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں لکھا جا چکا تھا مگر یہ متفرق تھا اجتماعی شکل میں ایک جلد کی صورت میں نہ تھا۔

فوائد مکیہ : اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا تھا۔

شرح : دور نبوی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور مبارک آتا ہے جمع و تدوین کے لحاظ سے اسے دوسرا دور کہتے ہیں۔

جمع و تدوین کا دوسرا دور خلافت صدیقی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جھوٹے مدعیان نبوت اور منکرین زکوٰۃ کا فتنہ بڑا ہولناک تھا۔ جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ بہت خوفناک لڑائیاں ہوئیں ان میں سب سے زیادہ سخت لڑائی مسیلمہ کذاب سے ہوئی۔ اس کے خلاف ہونے والی جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ شہید ہوئے۔ جن کی تعداد سات سو ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر حفظ پر ہی دار و مدار تھا۔

صحابہ کرامؓ میں حفظ قرآن کے ذوق کے متعلق علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَزَلْ حِفْظُهُ بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِيْ

عُلَا حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُبْتَدِرًا

ترجمہ: قرآن مجید کو حفظ کرنے کا رواج صحابہؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے عالی شان دور میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قائم ہو چکا تھا۔

جنگ یمامہ میں حفاظ کی اس قدر بڑی تعداد کی شہادت کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محسوس فرمایا کہ اگر آئندہ جنگوں میں بھی حفاظ اور قراء اس طرح شہید ہوتے رہے تو اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن حکیم کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس خدشے کا اظہار حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے تو یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ جس

کام کو آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں نہیں فرمایا اس کو میں کس طرح کروں لیکن حضرت عمر فاروق ؓ کے بار بار اصرار فرمانے پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دل میں بھی یہ بات آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انشراح صدر کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو کہ آنحضرت ﷺ کے وحی اور غیر وحی دونوں کے کاتب تھے مامور فرمایا اور ان کی مدد کے لیے دیگر اور قراء اور حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی ساتھ مقرر فرمایا پس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مختصر عرصہ میں قرآن حکیم کو جلد میں جمع کر دیا۔

اس صحیفہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا اور آپ کی رحلت کے بعد یہ صحیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت کے بعد یہ صحیفہ اُم المومنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس منتقل ہو گیا۔ یہ جمع قرآن کا واقعہ احادیث کی کتب کے اندر بھی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

جیسا کہ علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

فَأَمْسَكَ الصُّحُفَ الصِّدِّيقُ ثُمَّ إِلَى

الْفَارُوقِ أَسْلَمَهَا لَمَّا قَضَى الْعُمُرَا

ترجمہ: پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے ان صحیفوں کو سنبھال کر اپنے پاس رکھا اور جب انھوں نے اپنی زندگی کا وقت پورا کیا تو یہ صحف حضرت فاروق اعظمؓ کے سپرد کر دیئے۔

وَعِنْدَ حَفْصَةَ كَانَتْ بَعْدُ فَاخْتَلَفَ الْ

قُرَّاءُ فَاعْتَزَلُوا فِي أَحْرُفٍ زُمَرَا

ترجمہ: اور حضرت عمر فاروق ؓ کے بعد یہ صحف اُم المومنین حضرت حفصہ ؓ کے پاس رہے جب قرآن پڑھنے میں اختلاف پیدا ہوا تو وہ کچھ حرفوں میں جماعتوں کی شکل میں الگ الگ ہو گئے۔

فوائد مکیہ: پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت ہی اہتمام اور اجماع صحابہؓ سے متعدد قرآن شریف لکھوا کر جا بجا بھیجے گئے۔ جمع اول اور جمع ثانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتب تھا اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کام کو حضرت زید بن ثابت ؓ کے سپرد کیا تھا کیونکہ یہ کاتب الوحی تھے اور عرضہ اخیرہ کے مشاہد اور اسی عرضہ کے موافق جناب رسول اللہ ﷺ کو قرآن سنایا تھا۔

جمع وتدوین کا تیسرا دور: خلافت عثمانی

شرح : حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ کے دور میں حالات ایسا رخ اختیار کر گئے جس میں قرآن کے نسخے تیار کروائے گئے اور مملکت اسلامیہ کے متعدد شہروں کو روانہ فرمائے گئے۔

یہ تمام کام بارہ ہزار صحابہ کے اجماع سے کیا گیا۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے جمع اول اور جمع ثانی جو فرمایا ہے جمع اول سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمع وتدوین اور جمع ثانی سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمع وتدوین مراد ہے۔

الاتقان میں علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے مستدرک حاکمؒ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ قرآن تحریری صورت میں تین مرتبہ جمع ہوا ہے۔

(۱) عہد نبوی ﷺ (۲) عہد صدیقی رضی اللہ عنہ (۳) عہد عثمانی رضی اللہ عنہ

اس لحاظ سے ہم نے بھی جمع وتدوین کے تین دور ہی بیان کئے ہیں مگر حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی مراد جمع اول اور جمع ثانی غلط نہیں کہ وہ اس سے قرآن کو جلد میں جمع کرنا مراد لے رہے ہیں۔

مگر ہم نے طلباء کی سہولت کے واسطے احادیث مبارکہ کی روشنی میں جمع وتدوین کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آرمینیا کے محاذ پر صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے عجمیوں کے درمیان قرآءت کا اختلاف دیکھا حتی کہ لوگوں کو ایک دوسرے کی قرآءت کا انکار کرتے ہوئے پایا۔

علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَكَانَ فِيْ بَعْضِ مَغْزَاهُمْ مُشَاهِدَهُمْ
حُذَيْفَةُ فَرَاٰى فِيْ خُلْفِهِمْ عِبَرًا

ترجمہ: یعنی جنگوں یعنی جنگ آرمینیہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صحابی نے فوجیوں کا جو یہ حال دیکھا تو ان کے اس اختلاف میں ان کو بڑی عبرتیں نظر آئیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ لوگ ابھی سے قرآءات متواترہ کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ یہ زمانہ افضل ہے اگر اسی طرح اختلاف ہوتا رہا تو لوگ بالکل ہی قرآءات کا انکار نہ کر بیٹھیں۔ اس خطرے کو محسوس کرتے ہوئے جب حج کا مہینہ آیا تو انہوں نے حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالثؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خدشے کا اظہار کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اس خطرے کو فوری طور پر محسوس کیا اور قرآن کو لغت قریش کے مطابق دوبارہ لکھوانے کے لیے ایک کمیٹی بنائی جس کے رئیس ایک مرتبہ پھر حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ چونکہ نبی کریم ﷺ کے آخری دور قرآن کے شاہد تھے جس میں نبی کریم ﷺ سے حضرت جبریل امینؑ نے دو مرتبہ دور فرمایا تھا۔

علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَكُلَّ عَامٍ عَلٰى جِبْرِيْلَ يَعْرِضُهُ

وَقِيْلَ اٰخِرَ عَامٍ عَرْضَتَيْنِ قَرَا

ترجمہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال خود بھی حضرت جبریل علیہ السلام پر قرآن کو پیش کرتے تھے یعنی سناتے تھے اور کہا گیا ہے کہ آخری سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ پڑھا۔

اس کے علاوہ حضرت زید بن ثابتؓ وحی اور غیر وحی کے کاتب بھی تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اس کمیٹی کا رئیس مقرر کیا تھا۔ اس کمیٹی کے دیگر ارکان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

اس کمیٹی نے قرآن کا وہ نسخہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں لکھا گیا تھا اسے اُم المومنین حضرت حفصہؓ سے لیا اور پھر اس سے مزید مصاحف تیار کیے گئے جن کا ایک ایک نسخہ مکۃ المکرمہ، المدینۃ المنورہ، کوفہ، بصرہ، شام، بحرین اور یمن روانہ کیا گیا اور ہر مصحف کے ساتھ ایک ماہر قاری استاذ بھی بھیجا گیا تاکہ قرآن کریم کی قراءت کے بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَسَارَ فِيْ نُسَخٍ مِنْهَا مَعَ الْمَدَنِيْ

كُوْفٍ وَ شَامٍ وَ بَصْرٍ تَمْلَاُ الْبَصَرَا

ترجمہ: اور یہ مصحف عثمانی کئی نسخوں میں تیار ہو کر دیگر اسلامی شہروں کی طرف روانہ ہوئے ان نسخوں میں سے مصحف مدنی سمیت، مصاحف کوفی شامی اور بصری بھی تھے جو آنکھوں کے لیے بڑے رونق افروز تھے۔

وَقِيْلَ مَكَّةَ وَ الْبَحْرَيْنِ مَعَ يَمَنٍ

ضَاعَتْ بِهَا نُسَخٌ فِيْ نَشْرِهَا قُطَرَا

ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یمن سمیت مکہ اور بحرین بھی ان مصاحف عثمانی کے نسخے روانہ ہوئے ان شہروں میں ان نسخوں نے اپنی خوشبو سے اطراف و بلاد کو مہکا دیا۔

چونکہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے حکم سے یہ مصحف لکھوائے گئے اس لئے ان مصاحف کو مصحف عثمانی یا رسم عثمانی کہا جاتا ہے- ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے اپنے لیے خاص فرمایا جس میں آپؓ تلاوت فرمایا کرتے تھے اس مصحف کو مصحف امام کہا جاتا ہے (مصحف امام کی فوٹو اسٹیٹ لاہور عجائب گھر میں دیکھی گئی ہے۔ راقم کے پاس بھی الحمد للہ اس کی فوٹو اسٹیٹ موجود ہے) یہ وہی مصحف تھا جسے حضرت عثمان غنیؓ اپنی شہادت کے وقت تلاوت فرما رہے تھے-

کسی بھی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قراءات کو جلا دیا۔ یہ بالکل ناممکنات میں سے ہے۔ وہ احادیث جن سے قراءات کا ثبوت ملتا ہے۔ ان پر اگر گہری نظر ڈالی جائے اور بالاستیعاب ان کا مطالعہ کیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکتے تھے اس کا جلانا اور ختم کرنا دور کی بات ہے۔ کیونکہ ان احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کا قرآءت کے متعلق اختلاف ہوا تو جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی قرآءت سن کر یہ ارشاد فرمایا تھا: هٰكَذَا اُنْزِلَتْ وَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ یعنی اس طرح بھی نازل کیا گیا اور اس طرح بھی نازل کیا گیا ہے۔ جب نازل کرنے والے خود اللہ تعالیٰ ہوں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیسے قراءات متواترہ کو جلا سکتے ہیں اور بعض احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ یا اللہ! میری امت پر آسانی فرما کیونکہ مختلف قبیلوں کے لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان میں بچے بوڑھے اور عورتیں ہر طرح کے لوگ ہیں۔ اور یہ ایک لغت میں قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ تو یہ کیسے ممکن کہ جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کر کے حاصل کی ہو اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جلا دیں یا ختم کر دیں یہ صرف ایک لغو اور بیہودہ الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

فوائد مکیہ: اور باوجود سارے کلام مجید مع سبع احرف کے حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام تھا کہ تمام صحابہ کرامؓ کو حکم تھا کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لا کر پیش کریں اور کم از کم دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ لکھا گیا ہے اور جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت رسول مقبول صلی ﷺ کے سامنے لکھا تھا- ویسا ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ نے لکھوایا بلکہ بعض ائمہ اہل رسم اس بات کے قائل ہیں کہ یہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ ﷺ کے امر اور املاء سے ثابت ہوئی ہے اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماع صحابہ کرامؓ اس رسم خاص پر غیر معرب غیر منقط لکھا گیا-

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید جمع کرنے کے لئے جن چیزوں کا اہتمام کیا گیا اور لکھنے میں جس طرح احتیاط ملحوظ رکھی گئی وہ ذکر فرمارہے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اس کام کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے رئیس حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ پورے قرآن کے معہ سبعہ احرف یعنی جن سات لغات پر قرآن مجید کو اتارا گیا اس کے حافظ تھے۔ سبعہ احرف سے بخاری اور مسلم کی اس مشہور حدیث کی طرف حضرت مصنف علیہ الرحمہ اشارہ فرمارہے ہیں جو کہ قرآءت متواترہ کے لیے حجت ہے یعنی اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُ وْا مَاتَيَسَّرَ مِنْهُ۔ (ترجمہ) ''بے شک یہ قرآن نازل کیا گیا ہے سات حروف پر پس پڑھو اس کو جو آسان ہو۔''

اس کے باوجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا گیا کہ جس کے پاس قرآن کا جو بھی حصہ لکھا ہوا موجود ہو لا کر پیش کرے اور ساتھ دو گواہ بھی لائے کہ یہ حضرت محمد ﷺ کے سامنے لکھا گیا ہے جب کوئی صحابیؓ مع دو گواہوں کے آیات قرآنی لاتے تو اس کو اسی طرح لے لیا جاتا جس طرح لکھا ہوتا۔ اسی وجہ سے بعض کبار علماء رسم مثلاً علامہ دانیؒ ۔ علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ یہ خیال رکھتے تھے کہ یہ رسم آنحضرت ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار فرمایا۔ اور اس رسم پر اور جمع قرآنی پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا اجماع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی کو لکھتے وقت ہدایات بھی فرماتے تھے کاتبین وحی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ فرمایا: اَلِقِ الدَّوَاةَ حَرِّفِ الْقَلَمِ وَ انْصِبِ الْبَآءَ وَ فَرِّقِ السِّيْنَ وَلَا تُعَوِّرِ الْمِيْمَ وَ حَسِّنِ اللّٰهَ وَمُدَّ الرَّحْمٰنَ وَجَوِّدِ الرَّحِيْمَ وَضَعْ قَلَمَكَ عَلٰى اُذُنِكَ الْيُسْرٰى فَاِنَّهٗ اَذْكَرُلَكَ۔ (الدیلمی ص ۳۱۴' کنز العمال ج ۱۰۔ الدر المنثور ص ۱۰ ج ۱)

ترجمہ: ''دوات کو صحیح کرو' قلم کی نوک پلک صحیح کرو۔ باء کو نمایاں کرو' سین کے دندانوں کو واضح کرو۔ میم کی آنکھ کو خراب نہ ہونے دو اللہ خوب صورت لکھو۔ رحمٰن میں مد بناؤ رحیم کو عمدہ کر کے لکھو۔ قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھ لیا کرو۔ اس طریقہ سے تمہیں لکھنے والی بات یادرہے گی۔''

اس خاص رسم سے تیار کردہ یہ مصاحف اعراب اور نقطوں سے خالی تھے تاکہ سبعہ احرف کی تمام قرآءات کا ان پر انطباق ہو سکے۔

علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

فَـقَـامَ فِيْـهِ بِعَوْنِ اللّٰـهِ يَجْمَعُـهُ
بِـالنُّـصْـحِ وَالْـجِدِّ وَ الْحَزْمِ الَّذِيْ بَهَرَا

ترجمہ: پس اس کام میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سرگرمی سے لگ گئے۔ یہ کام انھوں نے اللہ کی مدد کے بھروسہ پر کیا۔ وہ قرآن کو بڑی خیر خواہی کوشش اور ایسی ہوشیاری سے جمع کر رہے تھے کہ یہ ہوشیاری ہر شان پر غالب تھی۔

مِـنْ كُـلِّ أَوْجُهِـهِ حَتّٰـى اسْتَتَمَّ لَـهُ
بِـالْأَحْـرُفِ السَّبْعَةِ الْعُلْيَا كَمَا اشْتَهَرَا

ترجمہ: ان کا جمع کرنا قرآن کی تمام وجوہ قراءات کے ساتھ تھا حتی کہ یہ کام تکمیل کو پہنچا اور ساتوں معروف ادائی طریقوں کے ساتھ تکمیل پذیر ہوا۔ چنانچہ تاریخی لحاظ سے یہ بات نہایت مشہور ہے۔

فوائد مکیه : اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دے دیئے گئے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے ورنہ جس طرح آئمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لئے دیے ہیں ایسا ہی رسم غیر مطابق کو مطابق کر دیتے۔

اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عثمان اور جمیع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے اور پھر اس کی اصلاح نہ فرماتے۔ خاص کر قرآن شریف میں۔

اسی واسطے جمیع خلفاء اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربع وغیرہم نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے اور اس کے خلاف کو خلاف جائز کی جگہ پر جائز نہیں رکھا۔ اور بعض اہل کشف نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار بیان کیے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسم بمنزلہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے ہے (وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا)

مصحف سے متعلق مزید تسہیلی امور

شرح : قرن ثانی سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے بعد کا زمانہ ہے جیسا کہ پہلے بھی فرما چکے ہیں کہ یہ رسم توقیفی اور سماعی ہے اس کی ایک اور دلیل دے رہے ہیں چونکہ مصاحف عثمانیہ نقاط اور اعراب سے خالی تھے اس

لیے کہ خطہ عرب اور اس کے آس پاس کے لوگوں کی مادری زبان عربی تھی لہٰذا انہیں عربی بغیر نقاط و اعراب پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا- حالانکہ اس زمانے میں نحو کے قواعد بھی وضع نہیں کئے گئے تھے- نحو کے قواعد سب سے پہلے امام ابوالاسود الدوئلی" التابعی البصری" (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے) نے وضع کیے-

علامہ شاطبی قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

فَجَرَّدُوْهُ كَمَا يَهْوٰى كِتَابَتَهُ

مَا فِيهِ شَكْلٌ وَّلَا نَقْطٌ فَيَحْتَجِرَا

ترجمہ: چنانچہ ان لکھنے والے حضرات نے قرآن کو حرکات اور نقطوں سے خالی لکھا' جیسا کہ حضرت عثمانؓ اس کی لکھائی کی یہی خواہش رکھتے تھے نہ اس میں کوئی حرکت تھی اور نہ نقطے۔ کیونکہ قراءتوں کے انطباق سے وہ نقطے اور حرکات رکاوٹ بن جاتے۔

انہی حضرت ابوالاسود الدوئلی" نے ہی مصاحف میں اعراب کی ابتدائی شکل جو لال نقطوں کی صورت میں تھی وضع کیے- اور موجودہ دور کے اعرابی اشکال امام خلیل بن احمد نحوی فراہیدیؒ نے دی یعنی شد و مد و ہمزہ اور علامت وصل اور علامت سکون کو قائم کیا اور حضرت ابولاسود الدوئلی" کے نقطوں والے اعراب کی جگہ موجودہ اعراب لگائے-

حضرت ابولاسود الدوئلی" کے لال رنگ کے نقطوں کے ساتھ اعراب دینے کے بعد لوگ تقریباً چالیس سال تک ایسے ہی پڑھتے رہے مگر پھر اموی حکمران عبدالملک بن مروان کے دور میں جب عرب و عجم کا اختلاط ہوا تو عجمی حضرات ہم شکل حروف کو پڑھنے میں بہت اغلاط کرنے لگے- تب حجاج بن یوسف امیر عراق کے حکم سے نصر بن عاصم اللیثیؒ اور یحییٰ بن یعمر عدوانیؒ (یہ دونوں حضرت ابوالاسود الدوئلی" کے شاگرد تھے) نے ہم شکل حروف پر نقاط دے کر انہیں باہم ممتاز کر دیا اور پورے قرآن کو نقطوں سے منقط کر دیا- اور یہ سلسلہ اس وقت سے آج تک اسی طرح چلا آ رہا ہے-

حضرت مصنف" فرماتے ہیں کہ عوام کی سہولت کے لیے قرآن میں نقطے اور اعراب تو محققین اور علماء نے زیادہ کر دیے ہیں مگر اس کے باوجود رسم میں کوئی ردو بدل نہیں کیا گیا- اگر اس رسم کے خلاف لکھنا جائز ہوتا تو ائمہ دین نے جہاں نقاط و اعراب کی زیادتی فرمائی وہاں رسم غیر مطابق کو مطابق بھی کر دیتے-

جیسے لَاْ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ- مَلَاْئِهٖ- اَفَاْئِنْ- وغیرہ ایسے کلمات ہیں کہ ان میں الف لکھے ہوئے ہیں پڑھے نہیں جاتے۔ یہاں رسم غیر مطابق ہے پڑھنے کی صورت اس طرح ہے لَاِ لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ- مَلَئِهٖ- اَفَئِنْ یہ رسم مطابق ہے اور اس طرح لکھنا جائز نہیں۔ چونکہ یہ رسم توقیفی ہے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے

اس رسم پر اتفاق کیا ہے اب اس کے خلاف لکھنا ہرگز جائز نہیں۔

علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

وَقَالَ مَالِكُ الْقُرْآنُ يُكْتَبُ بِالْ

كِتَابِ الْأَوَّلِ لَا مُسْتَحْدِثًا سُطِرَا

ترجمہ: اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید اس اولین رسم پر ہی لکھا جائے کسی نئی شکل پر نہ لکھا جائے۔

خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس غیر مطابق اور زوائد رسم کو دیکھتے رہے اور پھر بھی اس کی اصلاح نہ فرمائی دراصل اس کی وجہ یہی ہے کہ جمیع خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین تبع تابعین اور ائمہ اربع رحمہم اللہ اجمعین نے اس رسم کو اسی طرح تسلیم فرمایا اور غیر مطابق رسم کو تلفظ کے مطابق کر دینے کو جائز نہیں رکھا۔

اس لیے کہ غیر مطابق کا خلاف مطابق ہے۔ لہٰذا مطابق کے خلاف غیر مطابق کی جگہ جائز نہیں رکھا۔ اس لیے **اَلرَّحْمٰنُ** کو بغیر الف کے رکھا ہے اور **بِاَيْىدٍ** کو دو یاء کے ساتھ تحریر فرمایا گیا ہے ایسے ہی **لَاَاذْبَحَنَّهٗ** کو الف زائدہ کے ہمراہ تحریر فرمایا گیا اور بغیر الف زائدہ کے لکھنا غیر جائز رکھا گیا۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ اور مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

اس آیت مبارکہ کو یہاں لا کر حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے تمام مضمون کا نچوڑ یہ نکالا کہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے لکھی اور تابعین اور تبع تابعین نیز دیگر علمائے دین وائمہ دین نے اسے برقرار رکھا اور اس پر ایمان رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے مطلب سے ہم واقف نہیں لیکن ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان سے جو اللہ کی مراد ہے اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اسی طرح اس رسم کے توقیفی اور سماعی ہونے کا اعتقاد بھی اہم وضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اختیار کردہ ہے جو ساری امت کے بہترین لوگ ہیں اور قرآنی علوم میں سب سے زیادہ ماہر ہیں اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ رسم آنحضرت ﷺ کے املاء اور حکم سے حاصل کیا۔ لہٰذا اب اس میں شک باقی نہیں رہتا۔

علامہ شاطبیؒ قصیدہ اتراب القصائد میں فرماتے ہیں:

عَلٰى لِسَانِ قُرَيْشٍ فَاكْتُبُوْهُ كَمَا

عَلَى الرَّسُوْلِ بِهٖ اِنْزَالُهُ انْتَشَرَا

ترجمہ: الفاظ کو لسان قریش کے مطابق ہی لکھو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نازل کیا جانا قریش کی زبان ہی میں مشہور ہے۔

فوائد مکیہ : اور چوتھے علم قرآءت ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں۔

شرح : قاری مقری کے لیے جن علوم کا جاننا ضروری ہے اس میں تین علوم کے متعلق بیان فرما کر چوتھے علم قرآءت کا بیان حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں۔

علم قرآءت دراصل وہ اختلاف الفاظ ہیں جو وحی کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں یعنی وحی کے ذریعے ان کے پڑھنے پڑھانے کی اجازت دی گئی ہو۔ اس کے مطابق پڑھنا اور اپنی عقل وفہم سے پڑھنا نہ ہو بلکہ جس طرح کا تغیر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے اسی طرح پڑھنا۔

مبادی علم قرآءت

(۱) تعریف

علم قرآءت اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلمات قرآنیہ میں قرآن کریم کے ناقلین کا وہ اتفاق یا اختلاف معلوم ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لینے کی بنا پر ہو اپنی رائے سے نہیں۔

(۲) موضوع:

علم قرآءت کا موضوع قرآن کریم کے کلمات ہیں کیونکہ اس علم میں ان کلمات کے تلفظ کے حالات کی بحث کی جاتی ہے۔

(۳) ثمرہ

فائدہ: علم قرآءت کا ثمرہ یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید تحریف اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور آئمہ کی تمام قرآءت کے تغیرو

تبدل بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۴) فضیلت:

علم قرآءت کی فضیلت یہ ہے کہ یہ افضل ترین علوم میں سے ہے۔اس لیے کہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے۔

(۵) نسبت:

علم قرآءت کی نسبت دوسرے علوم کے ساتھ تباین کی ہے یعنی یہ علم دوسرے علوم سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔

(۶) واضع:

علم قرآءت کے واضع آئمہ قرآءت ہیں اس کے اصول وقواعد انہی حضرات نے وضع کیے اور بعض کے نزدیک امام ابوعمروؒ ۔امام حفصؒ ۔امام دوریؒ از دی ہیں۔

(۷) لفظ قراءات:

اس کا نام علم قراءات ہے اور قراءات قرآءۃ کی جمع ہے مطلق قرآن پڑھنے کو قرآءۃ کہا جاتا ہے۔اب اس کا اطلاق قراء کے نزدیک ان اختلافات پر ہوتا ہے۔جو تواتر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور جن کو آج کل قراءات عشرہ کہا جاتا ہے۔

(۸) استمداد اور سہارا یعنی ثبوت:

علم قراءات کا ثبوت وسہارا آئمہ قرآءت کی ان صحیح اور متواتر نقول پر ہے جو انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہیں یعنی یہ علم کسی کے عقل کی ایجاد یا اختراع نہیں ہے۔

(۹) حکم:

علم قرآءت کا حکم یہ ہے کہ اس کا سیکھنا اور سکھانا واجب علی الکفایہ ہے پس اگر ایک شخص بھی نہ سیکھے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔

(۱۰) مسائل:

علم قراءت کے مسائل قواعد کلیہ ہیں۔مثلاً ایک کلمہ میں دو ہمزہ جمع ہوں تو امام نافع ۔امام ابن کثیر مکی اور امام ابوعمرو بصریؒ

دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں۔ فاء کلمہ میں جب ہمزہ ساکنہ ہو تو ورش ماقبل کی حرکت کے اعتبار سے حرف مد سے بدلتے ہیں۔

یہ علم قرآءت' نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ قرآن مجید کے معاملہ میں میری امت پر آسانی فرما۔ کیونکہ مختلف قبیلوں کے لوگ ایمان لائے ہیں اور ان میں بچے' بوڑھے اور عورتیں بھی ہیں اگر ان لوگوں کو ایک لغت میں ہی قرآن پڑھایا گیا تو وہ نہیں پڑھ سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب قرآن کی طرف سے چیلنج ہوا کہ قرآن کے مقابلے میں کوئی سورت لے کر آؤ۔ اگر نبی کریم ﷺ قرآن کو صرف لغت قریش میں پڑھنے کا فرماتے تو پھر چیلنج صرف قبیلہ قریش کے لیے ہوتا جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں تھا اس لیے کہ یہ چیلنج پورے سرزمین عرب کو تھا اور عرب میں اس زمانے میں سات بڑے بڑے قبائل آباد تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امینؑ سے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو فرما دیجیے کہ قرآن سات لغات میں نازل کیا گیا ہے۔ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ یعنی قرآن مجید کو سات لغتوں پر نازل کیا گیا ہے۔

سات لغتوں سے کیا مراد ہے؟

سات لغات کے اس قول کی متعدد علماء اور ائمہ نے مختلف تشریحات کی ہیں جن میں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح نہایت روشن اور واضح ہے۔ یعنی سبعہ احرف سے مراد سات طرح کا لفظی اختلاف ہے۔

(۱) حرکات میں تغیر ہو لیکن لفظ کے معنی اور صورت میں رسمی تغیر نہ ہو جیسے قَرْحٌ۔ قُرْحٌ۔

(۲) حرکات اور معنی میں تغیر ہو جائے صورت رسمی میں نہ ہو جیسے اَخَذَ۔ اُخِذَ۔

(۳) حروف اور معنی میں تغیر ہو جائے صورت رسمی میں نہ ہو جیسے تَبْلُوْا۔ تَتْلُوْا۔

(۴) حروف اور صورت میں تغیر ہو جائے لیکن معنی میں نہ ہو جیسے اَلصِّرَاطَ۔ اَلسِّرَاطَ۔

(۵) حروف' معنی اور صورت تینوں ہی میں تغیر ہو جائے جیسے یَاْتَلِ۔ یَتَاَلَّ۔

(۶) تقدیم و تاخیر ہو جیسے وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا۔ وَقُتِلُوْا وَقٰتَلُوْا۔

(۷) حروف کی زیادتی و کمی کا تغیر ہو جیسے سَارِعُوْا۔ وَسَارِعُوْا۔

نیز اسی طرح فَعْلٰی۔ فِعْلٰی۔ فُعْلٰی کے وزن پر جو کلمہ آئے اس میں امالہ اور فتحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔

علم قرآءت میں انہی سات اقسام کے اختلاف بیان کیے جاتے ہیں۔ اس لیے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ

قاری مقری کے لیے جہاں علم تجوید-علم اوقاف اور علم رسم کو جاننا ضروری ہے اسی طرح علم قرآءت کو بھی جاننا ضروری ہے تا کہ اس کو معلوم ہو سکے کہ کس کلمہ کو کس کس طرح پڑھا جاسکتا ہے اور کس طرح کس قاری یا راوی کے لیے پڑھا جاتا ہے- تاکہ خلط فی القراءت یا خلط فی الروایت سے بچا جاسکے- اس لیے کہ یہ حرام اور ممنوع ہے-

قاری کے لئے صرف ایک قاری یا راوی کی روایت وقرآءت کو پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اس کو چاہیے کہ تمام قرآءتوں کو سیکھے تاکہ کلمات قرآنیہ کی مختلف قرآءات محفوظ رہ سکیں اور ان میں سے کوئی قرآءت مختلفہ یا روایت ضائع نہ ہو سکے- اس لیے کہ ان قرآءتوں کی حفاظت بھی ضروری ہے اور ان کی حفاظت یہی ہے کہ ان کو پڑھا جائے یاد کیا جائے اور تلاوت کیا جائے-

بکثرت احادیث سے علم قرآءات ثابت ہے اور ہم نے یہاں طوالت سے بچنے کے لیے احادیث ذکر نہیں کیں-

فوائد مکیہ: اور قرآءت دو قسم کی ہے ایک تو وہ قرآءت جس کا پڑھنا صحیح ہے اور اس کی قرآنیت کا اعتقاد ضروری اور لازمی ہے اور انکار واستہزاء گناہ اور کفر ہے- اور یہ وہ قرآءت ہے جو قراءِ عشرہ سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت ہوتی ہے-

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قراءِ عشرہ سے جو قرآءتیں تواتر اور شہرت سے ثابت ہوں وہ صحیح ہیں اور ان کے قرآن ہونے کا یقین رکھنا اور ایمان لانا ضروری ہے اور ان کا انکار کرنا یا خدانخواستہ مذاق اڑانا کفر اور حرام ہے-

قراءِ عشرہ کے اسماء گرامی اور مختصر حالات اس طرح ہیں-

قراءِ عشرہ اور ان کے رواۃ کے مختصر حالات

(۱) امام نافع مدنی علیہ الرحمہ

امام نافع بن عبدالرحمٰن ابورویم اصفہانی الاصل قراءات وعربیت کے زبردست عالم، امام ابوجعفرؒ کے بعد قراءات کے شیخ اکبر تلاوت قرآن کے وقت منہ سے خوشبو آتی۔ امام نافعؒ نے ستر تابعین سے قرآءت میں استفادہ کیا۔ پیدائش ۷۰ھ مدینہ میں ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔

امام قالونؒ: امام نافعؒ کے پہلے راوی عیسیٰ بن مینا ہیں۔ قالون کے لقب سے مشہور ہیں۔ قالون رومی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں پیدائش ۱۳۰ھ مدینہ میں وفات ۲۲۰ھ

امام ورشؒ: امام نافعؒ کے دوسرے راوی ابوسعید عثمان بن سعید مصری ورش کے لقب سے مشہور ہیں امام نافعؒ ان کو خوبصورت اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے ورش فرمایا کرتے تھے۔ پیدائش مصر ۱۱۰ھ وفات مصر ۱۹۷ھ

(۲) امام ابن کثیر مکی علیہ الرحمہ

قرآءت کے دوسرے امام عبداللہ بن کثیر بن مطلب قرشی ہیں۔ پیدائش مکہ میں ۴۵ھ میں ہوئی تابعین میں سے ہیں۔ وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔

امام بزیؒ: امام ابن کثیر مکیؒ کے پہلے راوی احمد بن عبداللہ بن قاسم بن نافع بن ابی بزہؒ ہیں۔ استاذ ضابط و محقق، مسجد حرام کے مؤذن بھی تھے۔ پیدائش ۱۷۰ھ وفات ۲۵۰ھ

امام قنبلؒ: امام ابن کثیر مکیؒ کے دوسرے راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد قنبلؒ پورے حجاز کے بڑے قاری تھے پیدائش ۱۹۵ھ وفات ۲۹۱ھ

(۳) امام ابوعمرو بصری علیہ الرحمہ

قرآءت کے تیسرے امام ابوعمرو بصری مازنیؒ ہیں۔ ۶۸ھ میں پیدا ہوئے آئمہ قرآءت میں سب سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا اور امام ابن کثیرؒ اور امام عاصم کوفیؒ سے بھی استفادہ کیا کوفہ میں ۱۵۴ھ میں وفات ہوئی قرآءت کے علاوہ نحو و بلاغت کے بھی امام ہیں۔

امام دوریؒ: امام ابوعمرو بصریؒ کے پہلے راوی حفص بن عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں کنیت ابوعمر۔ اپنے زمانہ کے امام القراء یہ پہلے شیخ القرآءت ہیں جنھوں نے قراءات جمع کیں۔ بغداد کے قریب ایک بستی دور میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۴۶ھ میں وفات ہوئی۔

امام سوسیؒ: امام ابوعمرو بصریؒ کے دوسرے راوی صالح بن زیاد سوسیؒ ہیں۔ ۲۶۱ھ میں بعمر ۹۰ سال وفات ہوئی۔

(۴) امام ابن عامر شامیؒ

قرآءت کے چوتھے امام عبداللہ بن عامر یحصبی ابوعمرانؒ ہیں۔ جو ملک شام کے امام قرآءت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ امام کبیر اور تابعی جلیل ہوئے ہیں۔ دمشق میں جامع اموی کے خطیب، قاضی شہر اور مسند قرآءت کے امام تھے۔ پیدائش ۲۱ھ وفات ۱۱۸ھ

امام ہشام ؒ: امام ابن عامر شامیؒ کے پہلے راوی ہشام بن عمار بن نصیر ابوالولیدؒ ہیں۔ امام اہل دمشق خطیب اور مقری۔ پیدائش ۱۵۳ھ وفات ۲۴۵ھ۔

امام ابن ذکوان ؒ: امام ابن عامر شامیؒ کے دوسرے راوی عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوانؒ دمشقی ہیں۔ ملک شام کے شیخ الاقراء جامع دمشق کے خطیب۔ پیدائش ۱۷۳ھ وفات ۲۴۲ھ۔

(۵) امام عاصم الکوفی ؒ

قرآءت کے پانچویں امام عاصم بن بہدلہ ابوالنجو داسدیؒ ہیں۔ ابوبکر کنیت ہے۔ کوفہ کے شیخ القراء فصاحت واتقان کے مالک حسن وصوت دونوں میں جمیل۔ تابعین میں سے ہیں۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ کے جانشین۔ ۱۲۷ھ کے اواخر میں وفات پائی۔

امام شعبہ ؒ: امام عاصمؒ کے پہلے راوی شعبہ بن عیاش بن سالمؒ ہیں ان کی کنیت بھی ابوبکر ہے۔ امام کبیر عامل و عالم آئمہ اہل سنت میں سند ہیں۔ پیدائش ۹۵ھ وفات ۱۹۳ھ۔

امام حفص ؒ: امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدیؒ کوفی قرآءت عاصم کے سب سے بڑے عالم۔ پیدائش ۹۰ھ وفات ۱۸۰ھ۔

(۶) امام حمزہ الکوفی ؒ

قرآءت کے چھٹے امام حمزہ بن حبیب زیات تابعیؒ ہیں۔ امام عاصمؒ کے بعد کوفہ کے امام القراء۔ پیدائش ۸۰ھ وفات ۱۵۶ھ۔

امام خلف ؒ: امام حمزہؒ کے پہلے راوی خلف بن بزار بغدادیؒ 'ابومحمد کنیت' بڑی ثقاہت کے مالک' زاہد' عابد اور عالم ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۵۰ھ وفات ۲۲۹ھ بغداد میں۔

امام خلاد ؒ: امام حمزہؒ کے دوسرے راوی خلاد بن خالد شیبانی صیرفی کوفیؒ 'ابوعیسیٰ کنیت قرآءت میں امام۔ ثقہ۔ عارف اور محقق ضابط ہوئے ہیں۔ پیدائش ۱۲۹ھ وفات ۲۲۰ھ۔

(۷) امام کسائی الکوفی ؒ

قرآءت کے ساتویں امام علی بن حمزہ بن عبداللہ اسدیؒ ہیں۔ ابوالحسن کنیت۔ امام حمزہؒ کے بعد کوفے کے شیخ القراء مانے

گئے۔ پیدائش ۱۱۹ھ وفات ۱۸۹ھ عمر ۷۰ سال۔

امام ابوالحارثؒ : امام کسائیؒ کے پہلے راوی لیث بن خالد بغدادیؒ ہیں۔ جن کی کنیت ابوالحارث ہے۔ جو کہ بڑی ثقاہت کے مالک، ماہر فن اور قرآءت کے ضابط ہوئے ہیں۔ وفات ۲۴۰ھ۔

امام دوری کسائیؒ : امام کسائیؒ کے دوسرے راوی حفص بن دوریؒ ہیں۔ جن کا ذکر ابوعمروؒ کے پہلے راوی کے طور پر آ چکا ہے امتیاز کے لیے ان کو وہاں دوری بصری اور یہاں دوری کسائی کہتے ہیں۔

(۸) امام ابوجعفر مدنیؒ

قرآءت کے آٹھویں امام ابوجعفر یزید بن قعقاع مخزوی مدنیؒ ہیں۔ تابعی ہیں۔ مسجد نبوی میں اقراء کے ۶۳ھ میں سب سے بڑے شیخ۔ امام نافعؒ کے استاد عظیم ہیں۔ ان کے شیوخ میں حضرت عبداللہ بن عیاش مخزوی، حضرت عبداللہ بن عباس ہاشمی، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ جو مشہور صحابی سید القراء ابوالمنذر رابی بن کعبؓ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ وفات ۱۲۸ھ مدینہ میں ہوئی۔

امام ابن وردانؒ : امام ابوجعفرؒ کے پہلے راوی عیسیٰ بن وردان مدنیؒ متوفی ۱۶۰ھ جو قرآءت میں محقق وضابط تھے۔

امام ابن جمازؒ : امام ابوجعفرؒ کے دوسرے راوی ابن جماز سلیمان بن مسلم زہری مدنیؒ ہیں جن کی وفات ۱۷۰ھ میں ہوئی اور قرآءت میں بڑے عالی مقام ہوئے۔

(۹) امام یعقوب حضرمیؒ

قرآءت کے نویں امام یعقوب بن اسحاق حضرمیؒ جو بصرہ میں امام ابوعمرو بصریؒ کے بعد سب سے بڑے شیخ قرآءت ہوئے ابومنذر سلام ابن سلیمان مدنی۔ شہاب بن شرنفہ۔ مہدی بن میمون اور ابوعمرو بصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ وفات ۲۰۵ھ میں ہے۔

امام رویسؒ : امام یعقوبؒ کے پہلے راوی محمد بن متوکل لولوی رویسؒ متوفی ۲۳۸ھ ہیں۔

امام روحؒ : امام یعقوبؒ کے دوسرے راوی ابوالحسن روح بن عبدالمومنؒ ہیں۔ وفات ۲۳۴ھ یا ۲۳۵ھ۔

(۱۰) امام خلفؒ

قرآءت کے دسویں امام ہیں۔ اور یہ وہی ہیں جو امام حمزہؒ کے راوی ہیں۔ وفات ۲۲۹ھ

امام اسحاقؒ: امام خلفؒ کے پہلے راوی اسحاق مروزی وراقؒ ہیں۔ متوفی ۲۸۶ھ

امام ادریسؒ: امام خلفؒ کے دوسرے راوی ادریس عبدالکریم حدادؒ ہیں۔ وفات ۲۹۲ھ

علم قرآءت سے متعلق مزید مفید ابحاث

ان دس قراء سے جو قرآءت تواتر اور شہرت سے ثابت ہوں یعنی مسلسل اور لگا تار نقل کے ذریعے پہنچی اور ثابت ہوئی ہوں جن میں جھوٹ اور غلط بیانی کا امکان نہیں ایسی قرآءتوں کو متواترہ اور مشہور کہتے ہیں ان کا انکار کرنا یا ان کا مذاق اڑانا کفر ہے ان قرآءتوں کو قرآن ماننا لازمی اور ضروری ہے اور ایمان کا جزو ہے۔

یہ قرآءتیں قراء عشرہ سے منقول ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے خود اپنی طرف سے قرآءت بنالی۔ بلکہ ان حضرات نے صرف انہی اختلاف قرآءت کو پڑھا ہے جو ان کو اپنے اساتذہ کے واسطے آنحضرت ﷺ سے پہنچے۔ ان ائمہ حضرات سے ان قرآءتوں کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ ان قراء عشرہ میں سے ہر ایک نے قرآءات کی وجوہ مختلفہ میں سے اپنے لیے ایک وجہ کو مختص کرلیا جو ان کے نزدیک عربیت میں قوی اور رسم کے موافق تھی۔ جیسے کسی نے مٰلِکِ پڑھا کسی نے مَلِکِ۔ کسی نے خُطُوٰتُ پڑھا کسی نے خُطْوٰتُ کسی نے یَعْلَمُوْنَ پڑھا کسی نے تَعْلَمُوْنَ پڑھا۔ اسی طرح کسی نے فَعْلٰی۔ فِعْلٰی۔ فُعْلٰی کے وزن پر آنے والے کلمات میں امالہ اختیار کیا اور کسی نے فتحہ۔ جس قدر بھی اختلاف جس نے بھی پڑھے۔ تذکیر کی جگہ تانیث۔ متحرک کی جگہ ساکن۔ فتحہ کی جگہ ضمہ۔ یا فتحہ کی جگہ امالہ یہ سب اختلاف ان کو اپنے اساتذہ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے تھے۔ پھر ان قراء میں سے ہر ایک نے اپنے لیے ایک وجہ یا ایک قرآءت کو اختیار فرمالیا۔ اور پھر ساری عمر اسی کو پڑھنے پڑھانے میں صرف فرمادی اس عظیم الشان خدمت کی بدولت ان قرآءتوں کی نسبت ان قراء سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ان سے قبل وہ قرآءتیں ان کے اساتذہ تابعین اور صحابہ کرام سے منسوب رہیں۔

ہر صحیح قرآءت میں تین چیزیں ضروری ہیں جن کی وجہ سے وہ قرآءت صحیح کہلاتی ہے۔

(۱) اس میں تواتر ہو یعنی ہر دور میں اتنے لوگ اس کے پڑھنے پڑھانے پر متفق ہوں کہ ان تمام کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا محال ہو۔

(۲) وہ قرآءت رسم عثمانی کے مطابق ہو۔

(۳) وہ قرآءت نحو اور صرف کے مطابق ہو۔

جیسا کہ علامہ جزریؒ نے فرمایا:

فَــكُــلُّ مَــا وَافَــقَ وَجْــهَ نَــحْــوِ

وَ كَــانَ لِـلـرَّسْــمِ احْـتِـمَـالًا يَّـحْـوِیْ

ترجمہ: پس وہ اختلاف قرآءت جونحو کی کسی وجہ کے موافق ہو۔ اور مصاحف عثمانی کی رسم کو بھی محیط ہو خواہ وہ موافقت احتمالاً ہی ہو اور تحقیقاً و ظاہراً خواہ موافقت نہ ہو جیسے مٰلِکِ بالالف کہ یہ رسم احتمالاً ہی موافق ہے۔

وَصَــحَّ إِسْــنَــادًا هُــوَ الْــقُــرْاٰنُ

فَهٰــــذِهِ الثَّــــلَاثَةُ الْاَرْكَــــانُ

ترجمہ: اور وہ وجہ از روئے اسناد بھی صحیح ہو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سند صحیح اور متصل ہو۔ تو قرآن ہے پس یہ ثبوت قرآنیت کے تین ارکان ہیں۔

جس قرآءت میں یہ تینوں شرائط موجود ہوں گی وہ قرآءت صحیح ہوگی جس قرآءت میں اس میں سے ایک شرط بھی کم ہوئی وہ قرآءت صحیح نہ ہوگی۔

فوائد مکیہ: اور جو قرآءت ان سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں وہ سب شاذہ ہیں اور شاذہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو حرام اور ناجائز ہے۔

شرح: شاذہ کا مطلب یہ ہے کہ جو قرآءت صحیح اور متواتر نہ ہو اور یہ متواترہ کا متضاد ہے جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قراء عشرہ سے جو قرآءتیں تواتر اور شہرت سے ثابت ہیں ان کے علاوہ باقی سب قرآءتیں شاذہ ہیں یعنی غیر صحیح ہیں ان کا پڑھنا اس نظریہ سے کہ یہ بھی قرآن ہیں بالکل غلط اور ناجائز ہے اور اگر اس طرح پڑھے کہ سننے والا سمجھے کہ قرآن پڑھ رہا ہے۔ دونوں طرح پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔

ان دس قراءات عشرہ متواترہ کے علاوہ چار قراءات اور ہیں جو قراءات شاذہ میں شامل ہیں یہ درجہ آحاد سے آگے نہیں بڑھیں اور ان کو پڑھنا قرآن کے اعتقاد سے جائز نہیں یہ چار آئمہ سے منقول ہیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) امام ابن محیصن محمد بن عبدالرحمٰن مکیؒ

ان کے دوراوی (۱) بزیؒ سابق الذکر (۲) ابوالحسن بن شنبوذؒ

(۲) امام یزیدی یحییٰ بن المبارکؒ

ان کے دوراوی (۱) سلیمان بن الحکمؒ (۲) احمد بن فرحؒ

(۳) امام حسن بصریؒ

ان کے دوراوی (۱) شجاع بن ابی نصر البلخیؒ (۲) دوریؒ سابق الذکر

(۴) امام اعمش سلیمان بن مہرانؒ

ان کے دوراوی (۱) حسن بن سعید المطوعیؒ (۲) ابوالفرج الشنبوذی الشطویؒ

قرآءات سبعہ میں الشاطبیہ اور ثلاثہ میں الدرۃ فی القراءات الثلاث المتممہ للقراءات العشر اور قرآءات عشرہ کبریٰ میں طیبۃ النشر پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور اربعہ عشر میں اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربع عشر مشہور و معروف ہیں۔ نیز القراءات الشاذہ وتوجیھھا من لغۃ العربیۃ فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح القاضیؒ کی تصنیف ہے۔ اعراب القراءات الشواذ بھی قراءت شاذہ کی تحقیق میں بڑی محقق کتاب ہے جو ابوالبقاء العکبری متوفی ۶۱۶ھ کی تصنیف ہے۔

فوائد مکیہ: آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ کوئی قرآءت متواترہ پڑھے تو مسخرہ پن کرتے ہیں اور ٹیڑھی بانکی قرآءت سے تعبیر کرتے ہیں۔

شرح: حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آج کل عام رواج بن گیا ہے کہ اگر کوئی قرآءت متواترہ صحیحہ کی تلاوت کرتا ہے تو لوگ مذاق کرتے ہیں اور مختلف الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ دراصل یہ سب چیزیں صرف علم قرآءت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہیں اور قرآءت کا انکار یا مذاق اڑانا دراصل قرآن کا انکار اور مذاق ہے اور یہ انتہائی بری اور قبیح حرکت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر آدمی اگر علم قرآءت حاصل نہیں کرسکتا تو کم از کم اس سے واقف ضرور ہو۔ اس لیے کہ صحیح قراءات عشرہ متواترہ بخاری اور مسلم اور دیگر احادیث کی کتب میں وارد صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان کا مذاق اڑانا یا انکار کرنا بہت سخت گناہ ہے۔

فوائد مکیہ :اور بعض حفاظ قاری صاحب بننے کو تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلاف قرآءت سے پڑھنے لگتے ہیں اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کون سی قرآءت ہے آیا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور شاذ ہے یا متواتر- دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ کس درجہ برا کرتے ہیں-

شرح : حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محض کتب تفسیر میں دیکھ کر اختلاف قرآءت پڑھنا شروع کر دینا یہ بھی صحیح نہیں ہے بلکہ قاری بننے کے لیے علم کا سیکھنا ضروری ہے-

اس لیے کہ علم تفسیر میں تو صرف اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں کلمہ میں فلاں فلاں قرآءت ہے مگر یہ کہ یہ قرآءت متواترہ ہے یا شاذہ یا یہ کس امام یا کس راوی کی روایت ہے یہ چیزیں بیان نہیں کی جاتیں-صرف تفسیر سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ فلاں کلمہ میں کتنی قرآءتیں ہیں؟ اور تفسیر کے اندر قرآءت کا بیان کرنا وسعت معنی اور تفسیری نکات سمجھانے کے لیے ہوتا ہے-

ضروری ہے کہ قرآءت کا شوق رکھنے والا ہر شخص قرآءت کی کتب کسی ماہر استاذ سے پڑھے اور اس کی ادا سیکھے-

قرآءت کا مذاق اڑانا یا قرآءت کو صرف کتب تفاسیر میں سے دیکھ دیکھ کر پڑھنا دونوں نہایت غلط کام ہیں اور علم قرآءت سے ناواقفیت کی دلیل ہیں اور دونوں کام کرنے والا حرام کا مرتکب ہوتا ہے-

آج کل یہ وبا عام ہو رہی کہ بعض حضرات اختلاف قراءات کو کیسٹوں سے سن کر پڑھتے ہیں یہ بھی انتہائی قبیح حرکت ہے-

فوائد مکیہ :

دوسری فصل

قرآن شریف الحان اور انغام کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے بعض حرام بعض مکروہ بعض مباح اور بعض مستحب کہتے ہیں-

شرح : الحان کے معنی ہیں لہجہ طبعی اور انغام کا مطلب راگنیاں-حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ قرآن کو الحان سے پڑھنے اور انغام سے پڑھنے میں اختلاف ہے بعض اس کو حرام کہتے ہیں بعض مکروہ بعض مستحب اور بعض مباح-اگر قرآن کو الحان کے ساتھ پڑھا جائے گا تو مستحب ہوگا یا مباح اور اگر انغام کے ساتھ پڑھا جائے گا تو حرام یا مکروہ ہوگا-

اس لیے کہ الحان اور لہجہ کا تعلق قرآن کریم پڑھنے کے ساتھ ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے-

"عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا" (رواہ الدارمی)

ترجمہ: "حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے قرآن مجید کو اچھی طرح پڑھو اپنی آوازوں کے ساتھ اس لیے کہ اچھی آواز قرآن میں خوبی پیدا کرتی ہے اور زیادتی کا سبب بنتی ہے۔(دارمی)

"عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَّا اَذِنَ لِلنَّبِيِّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کسی آواز کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا جتنا اس نبی کی آواز کو جو خوش آوازی سے قرآن کریم پڑھتا ہو۔" (متفق علیہ)

"وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ" (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو قرآن کو خوش کن آواز سے تلاوت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔" (بخاری)

"اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا" (رواہ النسائی و مالک فی المؤطا)

ترجمہ: "قرآن شریف کو اہل عرب کے لہجوں اور آوازوں کی طرح پڑھو۔" (نسائی ۔ مؤطا)

جبکہ انغام کا تعلق قرآن سے نہیں اس لیے انغام سے قرآن پڑھنا قطعاً درست نہیں اور نہ ہی یہ مستحب اور مباح ہو سکتا ہے اور اگر موسیقی کے ارادے کے بغیر خوش آوازی سے قرآن پڑھے اور اس میں کوئی قاعدہ موسیقیہ پایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

فوائد مکیہ : پھر اطلاق اور تقیید میں بھی اختلاف ہے مگر قول محقق اور معتبر یہ ہے کہ اگر قواعد موسیقیہ کے لحاظ سے قواعد تجوید کے بگڑ جائیں تب تو مکروہ یا حرام ہے ورنہ مباح ہے یا مستحب۔

شرح : اطلاق کے معنی ہیں بغیر کسی قید و شرط کے۔ اور تقیید کے معنی ہیں قید یا کوئی شرط لگانا۔

جیسا کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اختلاف ذکر فرمایا ہے کہ بعض لوگ الحان اور لہجہ کو کسی قید اور شرط کے بغیر حرام یا

مکروہ یا مباح یا مستحب کہتے ہیں اور بعض کوئی پابندی یا شرط لگا کر حرام مکروہ مباح یا مستحب کہتے ہیں۔

یعنی اگر الحان ولہجہ کے ساتھ پڑھنے والا لحن جلی کرے گا تو ظاہر ہے کہ الحان ولہجہ حرام ہوگا۔ اس لیے کہ لحن جلی کا حکم حرام ہے اور اگر پڑھنے والا لحن خفی کرے گا تو الحان ولہجہ مکروہ ہوگا۔ اور اگر لحن جلی نہ ہوگی تو ایسا الحان ولہجہ مباح ہوگا اور اگر لحن خفی بھی نہ ہوگی تو الحان ولہجہ مستحب ہوگا۔ مگر زیادہ معتبر قول یہی ہے کہ تقیید کے ساتھ بہتر ہے کیونکہ جیسا ہم نے ابھی حدیث نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عربوں کے لب ولہجہ اوران کی آوازوں میں قرآن پڑھو۔ اس سے تقیید والا قول ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ عربوں کی قید لگائی گئی ہے۔

اور دوسری حدیث میں آتا ہے **وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْفِسْقِ وَالْعِشْقِ وَالْكِتَابِيْنِ** یعنی فاسقوں۔ عاشقوں اور یہود ونصاریٰ کے لہجوں سے بچو۔ جس طرح تجوید، صرف ونحو کے قواعد ہیں اس طرح موسیقی کے بھی قواعد ہیں اگر قواعد موسیقیہ سے پڑھے گا تو اس میں قواعد تجوید بگڑ جائیں گے اس لیے کہ قاری قواعد موسیقی کا لحاظ کر کے پڑھے گا تو حروف کے مخارج وصفات میں غلطی کرے گا۔

اور اگر قرآن مجید پڑھتے ہوئے قواعد تجوید کا خیال کرے گا کہ کس حرف کو موٹا کرنا ہے کس حرف کو باریک کرنا ہے کہاں مد اصلی کرنی ہے کہاں مد لمبی کرنی ہے اس طرح کے اتار چڑھاؤ سے اگر پڑھے گا تو مشق میں پختگی پیدا ہوگی اور تجوید کے قواعد پر عمل کرنا ہوگا یعنی اجراء میں ماہر ہوگا۔

فوائد مکیہ : اور مطلق تحسین صوت سے پڑھنا مع رعایت قواعد تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ اہل عرب عموماً خوش آوازی سے اور بلا تکلف بلا رعایت قواعد موسیقیہ سے ذرہ بھر بھی واقف نہیں ہوتے اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے ہیں۔ یہ خوش آوازی ان کی طبعی اور جبلی ہے اسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ ہر ایک اپنے لہجے کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے۔

بخلاف انغام کے کہ ان کے اوقات مقرر ہیں کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوگیا کہ نغم اور لہجے میں کیا فرق ہے۔ طرز طبعی کو لہجہ کہتے ہیں بخلاف نغم کے۔

شرح : مطلب یہ ہے کہ قواعد تجوید کا خیال کر کے خوش آوازی سے پڑھنا مستحب اور مستحسن ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں اگر خوش آوازی سے الحان اور لہجہ کی رعایت رکھ کر پڑھا جائے تو زیادہ احسن ہے۔ اس لیے کہ خوش آوازی کا اظہار لہجہ سے ہی ہوتا ہے۔

قراءسبعہ میں بعض قراء تدویر سے قرآن پڑھتے تھے اور بعض ترتیل میں- جیسا کہ امام حمزہؒ بہت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو پرندے رک جاتے تھے- لیکن لہجہ میں اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ قرآن پڑھتے وقت قواعد تجوید میں غلطی نہ ہو- قواعد تجوید کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے-

ہر شخص جو خوش آوازی میں قرآن پڑھتا ہے اس کا خوش آوازی میں پڑھنا لہجہ نہیں کہلاتا بلکہ صرف خالص عربوں کی طرز ادا کو لہجہ کہیں گے اس لیے کہ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ کی قید لگائی گئی ہے- اسی وجہ سے عجمی لوگوں کو لہجے سیکھنے میں کافی مشکل پیش آتی ہے- اور ایک لہجہ سیکھ کر پھر دوسرا لہجہ سیکھا جاتا ہے- چنانچہ حسینی- مصری- حجازی- رکبی- مایہ- محطا- عشاقی وغیرہ یہ سب عربی لہجوں کے نام ہیں اور رکب لہجہ کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ جس کو زمانہ جاہلیت میں جب لوگ اونٹوں پر سفر کرتے اور اونٹوں کو تیز چلانا مقصود ہوتا تو رکب لہجے میں اشعار پڑھتے تب اونٹ بھی مگن ہو جاتے اور دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیتے-

نیز ہمارے شیخ استاذ القراء حضرت قاری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تمام لہجوں میں ماہر تھے اور بلا تکلف پڑھا کرتے تھے' رمضان المبارک میں تراویح میں جس لہجہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اسی لہجہ میں پورا قرآن پڑھتے۔ اور اپنے تلامذہ کو پہلے ایک لہجہ سکھاتے جب وہ اچھی طرح ماہر ہو جاتے تو پھر دوسرا لہجہ اسی طرح تمام لہجے سکھاتے۔ لہجوں کے اثرات ان کے تلامذہ میں دیکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ہر آدمی کا اپنا لہجہ ہوتا ہے جس میں وہ ہر وقت تلاوت کر سکتا ہے اور انغام سے کبھی انسان صحیح پڑھ سکتا ہے کبھی نہیں' خوش آوازی سے قرآن پڑھنا امر زائد مستحسن ہے- جیسا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سورۃ والتین سنی ایسی خوبصورت آواز میں نے اس سے قبل نہ سنی تھی اور نہ اس کے بعد سنی-

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے- جب وہ مکہ میں آئے تو کفار کے سرداروں نے ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے گھر لائے اور ان کی دعوت وغیرہ کی اور کہا' یہاں ایک نوجوان محمد ﷺ ہیں جس نے ہمارے درمیان تفرقہ ڈالا ہوا ہے وہ ایسا کلام پڑھتا ہے کہ بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے باپ بیٹے سے جدا ہوتا ہے لہٰذا جب تم باہر نکلو تو اس کی بات نہ سننا تاکہ اس کا اثر تم پر نہ ہو- طفیل بن عمرو دوسیؓ جب بھی باہر نکلتے تو کانوں میں روئی ٹھونس لیتے- ایک مرتبہ صبح کے وقت بیت اللہ میں داخل ہوئے تو ان کے کانوں کی روئی ڈھیلی ہو گئی- اس وقت آنحضرت ﷺ نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے- جب حضرت طفیلؓ کے کانوں میں تلاوت کی آواز پڑی تو انہوں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس کلام کو سنا

تو جائے اگر پسند آیا تو ٹھیک ہے ورنہ چھوڑ دیں گے یہ سوچ کرانہوں نے اپنے کانوں سے روئی نکال دی اور آپ کی تلاوت سننے لگ گئے جب آنحضرت ﷺ تلاوت ختم فرما چکے اور گھر تشریف لے جانے لگے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑے گھر جا کر نبی کریم ﷺ نے مزید تلاوت سنائی اور تلاوت سن کر حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ مسلمان ہو گئے۔

تاریخ وسیر اور احادیث کی کتب میں صراحتاً موجود ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قدر خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن فرماتے تھے کہ آسمان سے فرشتے زمین پر ان حضرات کی تلاوت سننے کے لیے اترتے تھے۔ نیز بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کے باہر ایک مسجد بنا رکھی تھی جب اس میں تلاوت فرماتے تو مکہ کے بچے اور عورتیں قرآن سننے کے لئے جمع ہو جاتے۔

فوائد مکیہ : اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ انغام کسے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ تحسین صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کئے گئے ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھنا یعنی کہیں گھٹانا۔ کہیں بڑھانا۔ کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے کہیں رونے کی سی آواز نکالنا کہیں کچھ کہیں کچھ جو جانتا ہو وہ بیان کرے۔ البتہ جو بڑے بڑے اس فن کے ماہر ہیں ان کے قول یہ سنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی ضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا۔

خصوصاً جب انسان ذوق وشوق سے کوئی چیز پڑھے گا باجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہوگا اس واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا کہ تحسین صوت کا ذرہ بھر بھی نام نہ آئے۔ کیونکہ تحسین صوت کو لازم ہے نغم اور اس سے احتیاط ہے اور یہی بعض اہل احتیاط اہل عرب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو گا کر پڑھتے ہیں حالانکہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں اور نہ اس سے مفر ہے۔

شرح : نغم اور لہجہ میں یہ فرق ہے کہ جو قواعد تجوید مثلاً الفاظ کا گھٹانا بڑھانا۔ کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا۔ کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے ادا کرنا وغیرہ وغیرہ یہ حالتیں اگر پڑھنے والا آواز میں اتار چڑھاؤ اس طرح پیدا کرے جس طرح موسیقی میں کیا جاتا ہے تو اس کو انغام کہیں گے۔

دراصل حضرت مصنف علیہ الرحمۃ یہ فرما رہے ہیں کہ تجوید میں ہر بات اور تمام قواعد مکمل طور پر منقول اور علماء تجوید و قرآءت سے ثابت شدہ ہیں اور اس کے برخلاف نغم میں آواز کا گھٹانا۔ بڑھانا جلدی کرنا یا نہ کرنا آواز کا پست کرنا یا بلند کرنا

کسی کلمہ کو راگ رنگ کے لحاظ سے سختی سے ادا کرنا یا نرمی سے ادا کرنا یا خواہ مخواہ رونے کی سی آواز میں جیسے گانا گا رہا ہو کرنا یہ قواعد تجوید کے لحاظ سے بالکل غلط ہے۔

اور آگے پھر حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ موسیقی کے قواعد وضوابط ہمیں نہیں معلوم جو اس فن سے واقف ہیں یعنی گویے اور راگ رنگ والے ہیں وہ ہی جانتے ہوں گے۔ ہاں البتہ ان بڑے بڑے گانے والوں کی یہ بات سننے کو ملی ہے کہ جب بھی کوئی شخص کچھ گائے گا یا پڑھے گا اس کی آواز میں کچھ نہ کچھ قاعدہ موسیقی کا ضرور ہوگا یہ الگ بات ہے کہ وہ شخص اس موسیقی کے قاعدہ سے واقف ہو یا نہ ہو۔

اور اگر پڑھنے والا پڑھتے وقت رونے کی سی آواز پیدا کرے اللہ تعالیٰ کے خوف یا عذاب کے ڈر کی وجہ سے تو یہ صورت بھی مستحسن ہے۔ نبی کریم ﷺ جب قرآن شریف پڑھتے تھے تو آیات رحمت ونعمت پر فرماتے **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ**۔ اور اگر آیات عذاب پڑھتے تو فرماتے **اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ**۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کوئی بھی آواز انغام سے خالی نہیں ہے اور خاص کر جب شوق وذوق سے پڑھیں گے تو اس حالت میں آواز میں خود بخود ایک نغم پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر بعض اہل احتیاط حضرات جو خوش آوازی سے روکتے ہیں ان کے پاس کوئی جواز نہیں کہ وہ دیگر لوگوں کو خوش آوازی سے پڑھنے سے روکیں۔ اس لیے کہ وہ خود بھی تو کسی نہ کسی لہجے میں پڑھتے ہوں گے اور ان کے لہجے میں طبعاً کسی قدر کم یا زیادہ انغام تو پایا جاتا ہوگا۔

اور خوش آوازی سے قرآن پڑھنا ممنوع تو ہو نہیں سکتا اس لیے کہ خوش آوازی سے قرآن پڑھنا واضح طور پر احادیث سے ثابت ہے جو ہم شروع فصل میں ذکر کر آئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی کوئی اس کیفیت سے مکمل طور پر نکل سکتا ہے۔

> **فوائد مکیہ** : خلاصہ اور ماحصل ہمارا یہ ہے کہ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعد موسیقیہ کا خیال نہ کرے کہ موافق ہے یا مخالف اور صحت حروف اور معانی کا خیال کرے اور معنی اگر نہ جانتا ہو تو اتنا ہی خیال کافی ہے کہ مالک الملک عزوجل کے کلام کو پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہا ہے۔ اور پڑھنے کے آداب مشہور ہیں۔

شرح : اس پوری فصل میں جو بحث کی گئی ہے الحان اور انغام کے متعلق حضرت مصنف علیہ الرحمہ آخر میں اس کا خلاصہ بیان فرما رہے ہیں کہ جب کوئی آواز موسیقی سے خالی نہیں ہوتی تو پھر اس بات سے بچتے رہنا کہ موسیقی کا اثر تلاوت میں نہ ہونے پائے ایک بے فائدہ چیز ہے۔ قاری کو صرف یہ کرنا چاہیے کہ قواعد تجوید کی پابندی کرے اور جہاں تک ممکن ہو خوش

آوازی سے اور عربی لہجوں میں پڑھنے کا اہتمام کرے اور اگر معنی جانتا ہے تو معنی کے مطابق وقف کرے اور معانی پر غور وفکر کرے اور اگر معانی نہیں جانتا تو تلاوت کرتے وقت صرف اس قدر ہی خیال کرے کہ اللہ جل شانہ کا کلام پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہے ہیں اور قاری دوران تلاوت درج ذیل خوبیوں کو ملحوظ خاطر رکھے۔

نمبر شمار	محاسن	تعریفات
۱	ترتیل	ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنا
۲	تجوید	حروف کو مخارج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا
۳	تبیین	ہر حرف کو صاف صاف پڑھنا
۴	ترسیل	حروف کو ہموار کر کے پڑھنا
۵	تحسین	لحن عرب کے موافق حسن صوت سے مع تجوید کے پڑھنا
۶	توقیر	خشوع وخضوع اور وقار سے پڑھنا

علامہ جزریؒ نے اپنے قول میں ان محاسن کی جانب اس طرح اشارہ فرمایا ہے ؎

مُكَمِّلًا مِّنْ غَيْرِ مَاتَكَلُّفِ
بِـالـلُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَاتَعَسُّفِ

وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهِ
اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِئٍ بِفَكِّهِ

ترجمہ: ’’اس حال میں کہ وہ قاری کامل ادا کرنے والا ہو بغیر کسی تکلف کے ادا میں عمدگی کے ساتھ بغیر بے راہ ہونے کے۔ اور نہیں ہے اس تجوید کے درمیان اور اس کو چھوڑنے کے فرق مگر آدمی کا ریاضت کرنا اپنے منہ کے ساتھ۔‘‘

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران درج ذیل عیوب سے بچنا ضروری ہے۔

نمبر شمار	عیوب	توضیح	حکم
۱	ترعید	مد اور حرکت میں آواز کو ہلانا	مکروہ
۲	تنفیش	حرکات کا پورا نہ کرنا	مکروہ

۳	تعجیل	اس طرح جلدی پڑھنا کہ حروف جدا جدا سمجھ نہ آئیں	حرام
۴	تطنین	گنگنی آواز میں پڑھنا	حرام
۵	تھمیز	ہر حرف کے ساتھ ہمزہ کو ملا دینا	حرام
۶	تطویل	حرکات اور مدات کو حد سے زیادہ کھینچنا	حرام
۷	ھمھمہ	مشدد حرف کو مخفف اور مخفف کو مشدد پڑھنا	حرام
۸	زمزمہ	گانے کے طریقے پر پڑھنا تجوید کے ساتھ	مکروہ تحریمی
۹	زمزمہ	گانے کے طریقے پر پڑھنا تجوید کے خلاف	حرام

تلاوت قرآن پاک کے دوران درج ذیل آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) پڑھنے والا پاک صاف ہو۔ باوضو ہو کر پاک جگہ قبلہ رو بیٹھے۔

(۲) قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھے۔

(۳) قرآن مجید نہایت خشوع وخضوع سے پڑھے۔

(۴) قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھے کہ یہ زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پڑھے۔

قرآن کو دیکھ کر قرآءت کرنا حفظ کے اعتماد پر قرآءت کرنے سے افضل ہے کیونکہ مصحف کا دیکھنا بھی ایک عبادت ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں ”ہمارے اصحاب کا یہی قول ہے اور سلفؒ بھی اسی بات کے قائل تھے۔ اور میں نے اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں دیکھا ہے۔

اور اگر یہ کہا جاتا تو بہت اچھا ہوتا کہ اس بارہ میں مختلف حکم ہیں۔ جس شخص کا خشوع اور تدبر حفظ اور ناظرہ پڑھنے کی دونوں حالتوں میں یکساں رہتا ہے اس کے لئے مصحف دیکھ کر پڑھنا اچھا ہے اور جس کو حفظ سے پڑھنے میں بہ نسبت مصحف میں نظر جما کر پڑھنے سے غور وفکر اور خشوع قلب کا زیادہ لطف آتا ہے اسے حفظ ہی کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔

قرآن کو دیکھ کر قرآءت کرنے کا ثواب زیادہ ہونے کی دلیل وہ قول ہے جس کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شعب الایمان میں اوس الثقفی کی مرفوع حدیث سے روایت کیا ہے کہ ”بغیر مصحف کو دیکھے ہوئے قرآءت کرنے کے ہزار درجے ہیں تو مصحف کو دیکھ کر پڑھنے سے دو ہزار درجے ملتے ہیں۔“

اور امام ابوعبیدؒ نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ ”ناظرۃ قرآن خوانی کو حفظ کے ساتھ قرآن پڑھنے پر

وہی فضیلت ہے جو فرض نماز کو نفل نمازوں پر فضیلت حاصل ہے۔

امام بیہقیؒ نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے "جس شخص کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے میں مسرت حاصل ہوتی ہوا سے چاہیے کہ مصحف میں دیکھ کر قرآءت کرے۔"

اور امام بیہقیؒ اس کو منکر حدیث بتاتے ہیں پھر امام بیہقیؒ ہی ابن مسعودؓ سے سند حسن سے موقوفاً روایت کرتے ہیں کہ "اَدِيْمُوا النَّظَرَ فِي الْمُصْحَفِ"

اور امام زرکشیؒ نے اپنی کتاب البرہان میں امام نوویؒ کی اس تمام بحث کو دو قول بیان کر کے پھر خود ایک تیسرا قول یہ بیان کیا ہے کہ یادداشت سے قرآن کا پڑھنا مطلقاً افضل ہے۔ اور ابن عبدالسلامؒ نے اس بات کو پسند کیا ہے کیونکہ حفظ سے پڑھنے میں جس خوبی کے ساتھ مطالب کلام الٰہی پر غور و فکر کیا جا سکتا ہے اس خوبی کے ساتھ ناظرہ خوانی میں کبھی ممکن نہیں۔

(۶) قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ شروع کرتے ہوئے مُفْلِحُوْنَ تک پڑھنا افضل ہے۔

ایک قرآن ختم کرتے ہی دوسرا قرآن شروع کر دینا مسنون ہے اس بارے میں ترمذی کی یہ حدیث سند قرار دی گئی ہے۔

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ الَّذِىْ يَعْزُبُ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْآنِ اِلٰى آخِرِهٖ كُلَّمَا اَحَلَّ اَرْتَحَلَ

ترجمہ: "اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام اس شخص کا ہے جو قرآن کو شروع کر کے اسے پڑھتا ہے اور جب اس کے خاتمہ پر پہنچتا ہے تو پھر اس کا آغاز کر دیتا ہے۔"

اور دارمی نے سند حسن کے ساتھ بواسطہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ چکتے تو اَلْحَمْدُ سے پھر شروع کر دیتے اور اس کو پڑھ لینے کے بعد سورۃ البقرہ سے بھی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک قرآءت فرماتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ قِرَآءَتَهٗ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرآءت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے ایسے ہی ایک دوسری حدیث ہے۔

"عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاۃً مُّفَسَّرَۃً حَرْفًا حَرْفًا" (رواہ الترمذی)

ترجمہ: "ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قرآءت کا ایک ایک حرف واضح اور الگ الگ ہوتا تھا۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت براء بن عاذبؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورت والتین والزیتون پڑھتے سنا۔ میں نے آپ سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔ (مشکوٰۃ)

ام معبد صحابیہؓ آپ ﷺ کی شیریں کلامی اور خوش آوازی کا بیان اس طرح کرتی ہیں حَلْوُا الْمَنْطِقِ یعنی آپ شیریں گفتار تھے فَصْلٌ الفاظ جدا جدا بولتے تھے۔ لَانَذْرٌ وَّلَا هَذْرٌ کوئی بھی لفظ بے مزہ یعنی فصاحت سے گرا ہوا اور بیہودہ یعنی خلاف تہذیب نہ ہوتا۔ كَانَ مَنْطِقَهٗ خَرَزَاتِ نَظْمٍ آپ کی گفتار پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہوتی۔ وَكَانَ جَهِيْرُ الصَّوْتِ حُسْنُ النَّغْمَةِ اور آپ ﷺ بلند آواز اور نہایت خوش الحان تھے۔ (بخاری)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا۔ مگر خوبصورت چہرے والا اور خوش آواز تمہارے نبی محمد ﷺ ان سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز تھے۔

(۷) قرآن مجید ختم ہونے پر دعا مانگے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

امام طبرانیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت روایت کی ہے کہ جس دن وہ قرآن ختم کیا کرتے تو اپنے کنبہ والوں کو جمع کر کے اللہ سے دعا مانگا کرتے تھے حضرت ابن ابی داؤدؒ نے حضرت حکم بن عتیبہؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا مجھ کو حضرت مجاہدؒ نے بلوا بھیجا میں گیا تو ان کے پاس حضرت ابن ابی امامہؒ بھی موجود تھے حضرت مجاہدؒ اور حضرت ابن ابی امامہؒ دونوں نے مجھ سے کہا ہم نے تم کو اس لیے بلوایا ہے کہ ہم قرآن ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول کی جاتی ہے اور مجاہدؒ ہی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرات صحابہؓ ختم قرآن کے وقت اکٹھے ہو جایا کرتے تھے اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ختم قرآن کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

طبرانی میں ایک حدیث جو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آئی ہے کہ جس شخص نے قرآن ختم کیا اس کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا ہے۔ اور شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی حدیث مرفوعاً مروی ہے جس شخص نے قرآن ختم کر کے اللہ کی حمد کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی تو بیشک اس نے اچھے موقع پر اپنی بہتری طلب کی۔

قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے بعد ہر حافظ۔ قاری۔ مقری۔ عالم۔ طالب علم کو یہ دعا کرنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَ اجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا وَّ نُوْرًا وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً ط اَللّٰهُمَّ

ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَ عَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَ ارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ وَ اجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَّارَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! رحم کر دے مجھ پر قرآن عظیم کی وجہ سے۔ اور بنا دے میرے لیے اس قرآن کو امام۔ نور۔ ہدایت اور رحمت اے اللہ یاد کرا دے مجھ کو اس سے جو میں بھول گیا ہوں۔ اور سکھا دے مجھ کو جو میں نہیں جانتا۔ اور توفیق دے مجھ کو اس کی دن رات تلاوت کرنے کی اور بنا دے اس کو میرے لیے حجت۔ اے رب العالمین!''

(فضائل القرآن الشیخ ابو منصور مظفر بن حسین ارجانی علیہ الرحمہ)

فوائد مکیہ:

الفہ (الشیخ المقری) عبدالرحمٰن بن محمد بشیر خان عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

شرح: یہاں آ کر کتاب فوائد مکیہ اختتام پذیر ہوئی اور حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے اور اپنے والدین کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف علیہ الرحمہ آپ کے بھائیوں یعنی شیخ العرب والعجم حضرت استاذ الاساتذہ سیدنا قاری عبداللہ مکی'' صدر مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ اور استاذ القراء حضرت قاری حبیب الرحمٰن صاحب لکھنوی مکیؒ مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو اور آپ کے والدین ماجدین نیز آپ کے تمام اساتذہ کرام اور تمام خادمین قرآن پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

اور راقم کی دعا بھی اسی ذیل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فوائد مکیہ کی مانند اس کی شرح کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس میں موجود قلمی لغزشوں کو معاف فرمائے اور اسے روز محشر میرے لئے میرے والدین ماجدین اور میرے جملہ اساتذہ کرام کے لئے باعث نجات بنائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

خادم القرآن والقراءات
محمد ادریس العاصم
ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ/ فروری ۲۰۰۳

کتابیات

حرف الالف

الاتقان فی علوم القرآن	علامہ جلال الدین السیوطیؒ
الابانۃ عن معانی القراءات	علامہ مکی بن ابی طالب حموش القیسیؒ
امانیہ شرح الشاطبیہ	شیخی واستاذی الشیخ اظہار احمد التھانویؒ
ایضاح المقاصد شرح رائیہ	شیخی واستاذی الشیخ اظہار احمد التھانویؒ
الاصوات اللغویہ	الدکتور ابراہیم انیس
احیاء علوم الدین	امام غزالی علیہ الرحمہ
ارشاد المرید شرح الشاطبیہ	شیخ علی محمد الضباع المصریؒ
افضل الدرر شرح رائیہ	حضرت قاری عبدالرحمٰن المکیؒ
ابراز المعانی شرح الشاطبیہ	امام عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم المعروف بابی شامہ المقدسیؒ
ارشاد الطالبین الی ضبط الکتاب المبین	الدکتور محمد محمد سالم محیسن
الایضاح فی الوقف والابتداء	ابوبکر محمد بن القاسم بن بشار الانباریؒ
امداد الفتاوی	حضرت مولانا قاری محمد اشرف علی التھانویؒ
اغاثۃ الملھوف فی عدد صفات الحروف	الشیخ القاری المقری ابراہیم سعد بن علی الشافعی المصریؒ

حرف الباء

البدور الزاھرہ فی القراءات العشر المواترہ	الشیخ عبدالفتاح القاضی المصریؒ
البرہان فی علوم القرآن	امام بدر الدین محمد بن عبداللہ الزرکشیؒ
البرہان فی توجیہ متشابہ القرآن	محمود بن حمزہ نصر الکرمانیؒ
البھجۃ المرضیہ شرح الدرۃ المضیۃ	شیخ علی محمد الضباع المصریؒ

حرف التاء

تحفۃ الاطفال	علامہ سلیمان الجمزوریؒ
التدقیق الجلی فی تحقیق النون الخفی	خاتمۃ القراء الشیخ القاری عبدالرحمٰن مکیؒ
تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف تفسیر بیضاوی	علامہ ناصر الدین ابی الخیر عبداللہ بن عمر البیضاویؒ
تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین محمد بن احمد المحلیؒ وعلامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطیؒ
توضیحات مرضیہ حواشی فوائد مکیہ	حضرت قاری المقری محمد شریف صاحبؒ
تنویر المراءات شرح ضیاء القراءات	حضرت مولانا قاری محب الدین احمدؒ
تلخیص القواعد وتقریب المتباعد شرح عقیلۃ اتراب القصائد	العلامہ ابو القاسم علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاصح العذری البغدادیؒ
توضیح العشر فی طیبۃ النشر	الشیخ القاری عبداللہ مراد آبادیؒ
التمہید	الشیخ محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ
التحفۃ السمنودیہ فی تجوید الکلمات القرآنیہ	الشیخ ابراہیم بن علی بن علی شحاتۃ السمنودیؒ
تاریخ القرآن	الشیخ ابراہیم الابیاریؒ
تاریخ المصحف الشریف	الشیخ عبدالفتاح القاضی المصریؒ
التیسیر فی القراءات السبع	العلامہ ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان الدانی الاندلسیؒ
تذکرہ قاریان ہند	کرنل قاری مرزا بسم اللہ بیگؒ
تعلیقات مالکیہ حاشیہ فوائد مکیہ	استاذ القراء والمجودین القاری المقری الشیخ محمد عبدالمالکؒ
تسہیل البیان حاشیہ جمال القرآن	الشیخ القاری المقری محمد حفظ الرحمٰن پرتاپ گڑھیؒ
تسہیل القواعد	الشیخ القاری المقری فتح محمد پانی پتیؒ
تسہیل الفرقان بر جمال القرآن	الشیخ القاری محمد یامین صاحبؒ
تیسیر التجوید	الشیخ القاری المقری محمد عبدالخالق سہارنپوریؒ
ترجمہ المقدمۃ الجزریہ	الشیخ القاری محب الدین احمد صاحبؒ

حرف الجیم

الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ	شیخی واستاذی القاری اظہار احمد التھانویؒ

جامع الترمذی	امام محمدؒ بن عیسیٰ الترمذی
جامع البیان العلم وفضلہ	امام ابن عبد البرؒ
جامع الوقف مع معرفۃ الوقوف	قاری محب الدین احمد صاحبؒ
جمال القراء وکمال الاقراء	امام علم الدین علی بن محمد السخاویؒ
جمال القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی التھانویؒ

حرف الحاء

حرز الامانی ووجہ التھانی المعروف الشاطبیہ	علامہ ابو القاسم فیرہ بن خلف الشاطبی الرعینی الاندلسیؒ
الحواشی المفہمہ شرح المقدمۃ الجزریہ	علامہ احمد بن محمد بن محمد الجزریؒ
حواشی جدیدہ بر جمال القرآن	شیخی واستاذی القاری اظہار احمد التھانویؒ
حواشی مفیدہ بر تیسیر التجوید	شیخی واستاذی القاری اظہار احمد التھانویؒ
حواشی منفردہ بر ہدیۃ الوحید	شیخی واستاذی القاری اظہار احمد التھانویؒ
حق التلاوۃ علی روایات حفص وقالون وورش	الشیخ حسنی شیخ عثمان
حواشی مرضیہ بر فوائد مکیہ	الشیخ القاری محب الدین احمد صاحبؒ
حواشی بر فوائد مکیہ	الشیخ القاری محمد سعید اجراڑویؒ
حواشی بر فوائد مکیہ	الشیخ القاری حفظ الرحمٰن پرتاپ گڑھیؒ

حرف الخاء

خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن	الشیخ القاری ضیاء الدین احمد صدیقیؒ

حرف الدال

الدرۃ المضیۃ	امام محمد بن محمد الجزریؒ
الدراری شرح الدرۃ المضیۃ	شیخی واستاذی القاری اظہار احمد التھانویؒ
الدقائق المحکمۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ	شیخ الاسلام والمسلمین محمد زکریا الانصاریؒ

حرف الراء

الرائد فی تجوید القرآن	فضیلۃ الدکتور محمد محمد سالم محیسن
الرعایۃ فی التجوید	امام مکی بن ابی طالب القیسی ؒ
رحمۃ اللعالمین ؐ	علامہ سید سلمان منصور پوری ؒ

حرف السین

سنن ابی داؤد	امام سلیمان ؒ بن اشعث سجستانی
سنن ابن ماجہ	امام ابی عبداللہ محمد ؒ بن یزید بن ماجہ
سنن دارمی	امام عبداللہ ؒ بن عبدالرحمٰن الدارمی
سنن النسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی ؒ
سنن الکبریٰ	امام احمد بن الحسین البیہقی ؒ
سراج القاری المبتدی وتذکار المقری المنتہی شرح الشاطبی	العلامہ ابوالقاسم علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاصح العذری البغدادی ؒ
سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین	شیخ علی محمد الضباع المصری ؒ
السیرۃ النبویۃ المعروف سیرت ابن ہشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری ؒ

حرف الشین

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	الشیخ قاضی عیاض ؒ
شرح طیبۃ النشر	علامہ احمد بن محمد بن محمد الجزری ؒ
شرح سبعہ قراءات	الشیخ ابومحمد محی الاسلام پانی پتی ؒ

حرف الصاد

صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری ؒ
صحیح المسلم	امام مسلم ؒ بن الحجاج القشیری نیشاپوری
صریح النص فی الکلمات المختلف فیہا عن حفص ؒ	الشیخ علی محمد الضباع المصری ؒ

حرف الضاد

ضیاء الشمس فی اداء الھمس	الشیخ القاری محمد یامین صاحبؒ
ضیاء القراءۃ	الشیخ القاری ضیاء الدین احمد صدیقیؒ

حرف الطاء

طیبۃ النشر	امام محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ

حرف العین

عنایات رحمانی شرح الشاطبی	الشیخ القاری المقری فتح محمد پانی پتیؒ
عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد	العلامہ ابوالقاسم بن فیرہ بن خلف الرعینی الاندلسیؒ
عذار القرآن	الشیخ القاری محمد اسماعیل پانی پتیؒ
العطایا الوھبیہ شرح المقدمۃ الجزریۃ	الشیخ القاری محمد رحیم بخش صاحبؒ
عین الفکریہ حاشیہ القدمۃ الجزریہ	الشیخ القاری مفتی نصیر الدین نعمانیؒ
عنوان البیان فی علوم التبیان	الشیخ محمد حسنین الخلوفؒ
علوم القرآن	حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ
علوم القرآن	حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ

حرف الغین

غایۃ النہایہ فی طبقات القراء	امام محمد بن محمد الجزریؒ
غیث النفع فی القراءات السبع	الامام ابوالحسن علی النوری الصفاقسیؒ

حرف الفاء

فضائل القرآن	الشیخ اسماعیل بن کثیر مکی القریشی الدمشقیؒ
فصل الخطاب فی فضل الخطاب	نواب سید محمد صدیق حسن خان صاحبؒ
فیضان رحمت	مولانا امداد صابری صدیقیؒ

الفوائد التجویدیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ	الشیخ العلامہ عبدالرزاق بن علی بن ابراہیم موسیٰ”
فیوض عثمانی شرح فصول اکبری	الشیخ مولانا المولوی عبدالرب میرٹھی”
فضائل القرآن	الشیخ ابوعبید القاسم بن سلام الہروی”
فضائل القرآن	الشیخ ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن الفریابی”
فضائل القرآن	الشیخ ابومنصور مظفر بن حسین ارجانی”
فتاویٰ نذیریہ	حضرت الشیخ مولانا علامہ سید نذیر حسین صاحب دہلوی”
فوائد مرضیہ شرح المقدمۃ الجزریہ	الشیخ القاری محمد سلیمان دیوبندی”
الفہرست	العلامہ ابن ندیم”

حرف الکاف

الکوکب الدری فی شرح طیبہ ابن الجزری	الشیخ محمد الصادق القمحاوی”
کتاب القطع والائتناف	الشیخ ابوجعفر النحاس”

حرف القاف

قواعد التجوید علی روایۃ حفص” عن امام عاصم”	الشیخ عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری”

حرف اللام

لمعات فی علوم القرآن	الشیخ محمد بن لطفی الصباغ

حرف المیم

المقدمۃ الجزریۃ	امام محمد بن محمد بن محمد الجزری”
المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ	الشیخ ملا علی القاری الہروی”
منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء	الشیخ احمد بن محمد بن عبدالکریم الاشمونی”
مناہل العرفان فی علوم القرآن	الشیخ محمد عبدالعظیم الزرقانی”
المکتفی فی الوقف والابتداء	العلامہ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی”
المراءۃ المنیرہ فی حل الطیبۃ	الشیخ القاری محمد رحیم بخش صاحب”

المقتبس من اللہجات العربیۃ والقرآنیہ	الدکتور محمد محمد سالم محیسن
مباحث فی علوم القرآن	الدکتور صبحی الصالح
مرشد المرید الی علم التجوید	الدکتور محمد محمد سالم محیسن
منحۃ ذی الجلال فی شرح تحفۃ الاطفال	الشیخ علی محمد الضباع المصری
مفید الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال	القاری محمد حسین مالیگانوی
مفتاح الکمال فی شرح تحفۃ الاطفال	الشیخ القاری فتح محمد پانی پتی
المرشد الوجیز الی علوم تتعلق بالکتاب العزیز	شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم المعروف بابی شامہ المقدسی
المقصد فی الوقف والابتداء	شیخ الاسلام محمد زکریا الانصاری
المنجد	الاب لوئس معلوف الیسوعی
مصباح اللغات	ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ بلیاوی

حرف النون

النشر فی القراءات العشر	امام محمد بن محمد بن محمد الجزری
نہایۃ القول المفید فی علم التجوید	الشیخ العلامہ محمد مکی نصر
نثر المرجان فی علوم القرآن	علامہ محمد غوث بن ناصر الدین الشافعی
نزہۃ الخواطر	الشیخ المولانا عبدالحیٔ الفرنگی المحلی

حرف الهاء

ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری	شیخی وسندی واستاذی عبدالفتاح السید العجمی المرصفی المصری
ہدایۃ العباد فی تحقیق تلفظ الضاد	الشیخ القاری المقری محمد عبدالمالک العلیگڑھی
ہندی شرح الجزری	الشیخ القاری المقری کرامت علی الجونپوری

☆☆☆

فہرست مضامین

باب سوم: